ارشاد السائلین

جلد دوم

"دینی رہنمائی" کے عنوان سے جاری علمی و فقہی
سوال و جواب کا مرتب اور مدلل مجموعہ

جوابات از:
مفتی محمد سلمان منصور پوری
استاذ دار العلوم دیوبند
سابق نائب مفتی و استاذ حدیث جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد

ترتیب و تحقیق:
مفتی محمد ابراہیم قاسمی مراد پوری
استاذ مدرسہ قاسم العلوم الاسلامیہ محمد علی روڈ مراد آباد

ناشر
المرکز العلمی للنشر والتحقیق، لال باغ مراد آباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قال رسول اللّٰہ ﷺ:

مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ.

(صحيح البخاري ١٦/١ رقم: ٧١، صحيح مسلم ٣٣٣/١ رقم: ١٠٣٧)

اِرشادالسائلین

(جلد دوم)

''دینی رہنمائی'' کے عنوان سے جاری علمی وفقہی
سوال وجواب کا مرتب اور مدلل مجموعہ

جوابات از:

مفتی محمد سلمان منصورپوری

اُستاذ دارالعلوم دیوبند
سابق نائب مفتی واُستاذ حدیث مدرسہ شاہی مرادآباد

ترتیب وتحقیق:

(مفتی) محمد ابراہیم قاسمی مرادپوری

اُستاذ مدرسہ قاسم العلوم مرادآباد

ناشر

المرکز العلمی للنشر والتحقیق لال باغ مرادآباد

○ نام کتاب : اِرشادالسائلین (جلددوم)

○ جوابات اَز : مفتی محمد سلمان منصور پوری

○ ترتیب : مفتی محمد ابراہیم قاسمی مراد پوری

○ کمپیوٹر کتابت : محمد اسجد قاسمی مظفرنگری

○ ناشر : **المركز العلمي للنشر والتحقيق، لال باغ مرادآباد**

9412635154 - 9058602750

○ تقسیم کار : فرید بک ڈپو (پرائیویٹ) لمٹیڈ دریا گنج دہلی

○ اشاعتِ اول : محرم الحرام ۱۴۴۴ھ مطابق اگست ۲۰۲۲ء

○ صفحات : 592

○ قیمت : /روپئے

○ الحمدللہ ہر اتوار کو ہندوستانی وقت کے مطابق رات میں ۱۰/ بجے ''التذکیر یوٹیوب چینل'' پر ''درسِ قرآن'' اور ''دینی رہنمائی'' کا پروگرام نشر کیا جاتا ہے، لنک درج ذیل ہے:

www.youtube.com/c/ALTAZKEER

(رابطہ: مفتی سید محمد ابوبکر صدیق منصور پوری **8791034667**)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسائل کی پوچھ تاچھ

قَالَ اللّٰهُ تبارَکَ وَتَعَالیٰ:

فَسْئَلُوْآ أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لا تَعْلَمُوْنَ ○

[الأنبيآء، جزء آيت: ٧]

ترجمہ : پس پوچھ لو جانکار لوگوں سے اگر تم نہ جانتے ہو۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

إِنَّمَا شِفَاءُ الْعِيِّ السُّوَالُ.

(سنن أبي داؤد ٤٩/١ رقم: ٣٣٦، سنن ابن ماجة ٤٣/١ قم: ٥٧٢)

ترجمہ: عاجز (ناواقف) شخص کے لئے اطمینانِ قلب کا ذریعہ (معتبر اور جانکار لوگوں سے مسئلہ کے بارے میں) سوال کر لینا ہے۔

فہرست عنوانات

کتاب الزکوٰۃ

وجوبِ زکوٰۃ کے مسائل

اَدائے زکوٰۃ کے مسائل

زکوٰۃ کے مصارف

صدقہ فطر کے مسائل

کتاب الصوم

روزہ کے اہم مسائل

جن چیزوں سے روزہ فاسد نہیں ہوتا

مفسدات روزہ

سحر وافطار کے مسائل

اعتکاف کے مسائل

کتاب الحج

حج کے مسائل

کتاب النکاح

نکاح کے مسائل

رضاعت کے مسائل

کتاب الطلاق

طلاق کے مسائل

عدت کے مسائل

کتاب النذور والایمان

قسم اور نذر کے مسائل

کتاب البیوع

خرید وفروخت کے مسائل

سود کے مسائل

سود کے مصارف

كتاب الاجارة

اجارہ کے مسائل

کتاب الوقف

کتاب الصید والذبائح

کتاب الأضحیة

قربانی کے مسائل

قربانی کے جانور

عقیقہ کے مسائل

كتاب الحظر والاباحة

آداب

زیب وزینت

طب اور علاج

معاصی ومنکرات

متفرقات

موبائل سے متعلق مسائل

میراث کے مسائل

❐❖❐

کتاب الزکوٰۃ

وجوبِ زکوٰۃ کے مسائل

جس پر زکوٰۃ واجب نہیں وہ نفلی صدقہ دے

سوال (۴٦٣):- اگر کسی شخص پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے، تو اللہ کے راستے میں کس نیت سے خرچ کرے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- مذکورہ شخص جو بھی صدقہ کرے گا، اُسے نفلی صدقہ کا ثواب ملے گا۔

قال تعالیٰ: ﴿يَسْأَلُوْنَکَ مَاذَا يُنفِقُوْنَ. قُلِ الْعَفْوَ﴾ يعني الفضل. وعن طاؤس: اليسير من كل شيء. عن الحسن قال: ذلک ألا تجهد مالک ثم تقعد تسأل الناس. (تفسير ابن كثير مكمل ١/٥٨٠ دار طيبة للنشر والتوزيع الرياض)

عن جابر بن عبد الله رضي الله عنه يقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أفضل الصدقة ما كان عن ظهر غني وابدأ بمن تعول. (صحيح ابن حبان ١٤٤/٥ رقم: ٣٣٣٤ دار الفكر بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۲۲ / ۱۴۴۱/۹/۲۴ھ)

کیا پیغمبر علیہ السلام نے زکوٰۃ اَدا فرمائی ہے؟

سوال (۴٦۴):- پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی حیات میں کتنی مرتبہ زکوٰۃ اَدا فرمائی ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- اُمت کا اِس بات پر اِجماع ہے کہ

نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام یا دیگر انبیاء علیہم السلام پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے؛ اِس لئے وہ بذاتِ خود مقدس ومطہر ہیں، اور اُن کے پاس جو مال ہوتا ہے، وہ اللہ کی طرف سے اَمانت ہوتا ہے، جسے وہ اللہ تعالیٰ کی منشاء کے مطابق مصارف میں صرف فرماتے ہیں۔ بریں بنا اگرچہ اُن کے پاس مال موجود ہو پھر بھی اُن پر زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی، اِسی وجہ سے پیغمبر علیہ السلام نے کبھی زکوٰۃ اَدا نہیں فرمائی، باقی صدقہ خیرات اور آپ کی دادودہش اور جودوسخا کا تو کوئی مقابلہ ہی نہیں۔

عن عمر بن خطاب رضي اللّٰه عنه أن رجلا جاء إلى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فسأله أن يعطيه، فقال النبي صلى اللّٰه عليه وسلم: ما عندي شيء ولكن اتبع علي ...... الخ. (شمائل ترمذي ٢٤ المكتبة النعيمية ديوبند)

عن موسى بن أنس عن أبيه قال ما سئل رسول اللّٰه على الإسلام شيء إلا أعطاه، قال: فجاء رجل فأعطاه غنمًا بين جبلين فرجع إلى قومه قال يا قوم أسلموا فإن محمدا يعطى عطاء لا يخشى الفاقة. (صحيح مسلم / باب في سخائه – صلى اللّٰه عليه وسلم– ٢٥٣/٢ المكتبة النعيمية ديوبند)

وفرضت في السنة الثانية قبل فرض رمضان ولا تجب على الأنبياء إجماعًا (لأن الزكاة طهرة لمن عساه أن يدنس والأنبياء مبرّؤون منه) (الدر المختار مع الشامي / أول كتاب الزكاة ١٧٠/٢)

وإباحة ترك إخراج المال؛ لأنه كبقية الأنبياء لا ملك لهم مع اللّٰه وما في أيديهم من المال وديعة للّٰه عندهم يبذلونه في محله ويمنعونه في غير محله؛ ولأن الزكاة طهرة وهم مبرؤون من الأنس. (السيرة الحلبة / إنسان العيون في سيرة الأمين المأمون ٤٢١/٣) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۴۴ / ۱۴۴۲/۱/۱۰ھ)

صاحبِ نصاب کون ہے؟

سوال (۴۶۵):- صاحبِ نصاب کون ہوتا ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- صاحبِ نصاب شریعت میں اسے کہا جاتا ہے جو شریعت میں مقررہ کسی نصاب کا مالک ہو، اُس پر ایک سال گذرنے پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ اور شریعت میں سونے کا نصاب ساڑھے سات تولہ ہے، جس کی مقدار موجودہ اَوزان کے اعتبار سے تقریباً ساڑھے ستاسی گرام ہوتی ہے؛ جب کہ چاندی کا نصاب ساڑھے باون تولہ ہے، جس کا وزن گراموں کے اعتبار سے ۶۱۳ رگرام ہے۔ اور مالِ تجارت میں کل مال کی قیمت لگائی جاتی ہے، اگر وہ قیمت چاندی یا سونے کے نصابوں میں سے جو کم ہو، اُس کی مقدار تک پہنچ جائے تو اُس پر حسب ضابطہ زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔

یہ تو وہ شکل ہے جب سونے یا چاندی کا نصاب مکمل ہو؛ لیکن اگر صورتِ حال یہ ہو کہ سونے اور چاندی میں سے کسی کا نصاب مکمل نہیں ہے، تو اَب دونوں کو ملا کر قیمت لگائی جائے گی، پس اگر وہ قیمت کم سے کم نصاب کو پہنچ جائے تو حسب ضابطہ زکوٰۃ واجب ہوگی۔ مثال کے طور پر ۲ر تولہ سونا اور ۲۵ر تولہ چاندی ہے، تو قیمت کے اعتبار سے چاندی کا نصاب پورا ہوجائے گا؛ لہٰذا کل قیمت پر ڈھائی فیصدی کے حساب زکوٰۃ اَدا کی جائے گی۔ اور اَدائیگی کے وقت یہ دیکھا جائے گا کہ مالک پر کوئی قرض تو نہیں ہے، اگر قرض ہو تو اُس کو منہا کر کے مابقیہ رقم اگر نصاب کو پہنچ رہی ہو تو زکوٰۃ واجب ہوگی۔ زکوٰۃ کے مزید مسائل کے لئے تفصیلی کتابوں کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ کتاب المسائل جلد دوم میں بھی اِس کے متعلق بہت سے مسائل موجود ہیں۔ (جواہر الفقہ ۴۲۸/۲ وغیرہ)

عن عبيد الله قال: قلت لمكحول: يا أبا عبد الله! إن لي سيفًا فيه خمسون ومائة درهم، فهل عليّ فيه زكاة؟ قال: أضف إليه ما كان لک من ذهب وفضة، فإذا بلغ مائتي درهم ذهب وفضة فعليک فيه الزكاة. (المصنف لابن أبي شيبة، كتاب الزكاة / باب في الرجل تكون عنده مائة درهم وعشرة دنانير ۳۹۳/۶ رقم: ۹۹۷۹ مؤسسة علوم القرآن، ۳۵۸/۲ رقم: ۹۸۸۵ دار الكتب العلمية بيروت)

عن عبيدة قال سألت إبراهيم عن رجل لهٗ مائة درهم وعشرة دنانير؟

قال يزكي من المائة بدرهمين ومن الدنانير بربع دينار، قال: وسألت الشعبي فقال: يحمل الأكثر على الأقل – أو قال:– الأقل على الأكثر فإذا بلغت فيه الزكاة زكى . (المصنف لابن أبي شيبة، كتاب الزكاة / في الرجل تكون عندها مائة درهم وعشرة دنانير ٣٩٣/٦ رقم: ٩٩٧٨ مؤسسة علوم القرآن، ٣٥٨/٢ رقم: ٩٨٨٤ دار الكتب العلمية بيروت)

عن السائب بن يزيد أن عثمان بن عفان رضي الله عنه كان يقول: هذا شهر زكاتكم فمن كان عليه دين فليؤد دينه حتى تحصل أموالكم فتؤدوا منها الزكاة. قال محمدؒ: وبهذا نأخذ من كان عليه دين وله مال فليدفع دينه من ماله، فإن بقي بعد ذلك ما تجب فيه الزكاة ففيه زكاة وتلك مائتا درهم أو عشرون مثقالاً ذهبًا فصاعدًا، وإن كان الذي بقي أقل من ذلك بعد ما يدفع من ماله الدين فليست فيه الزكاة، وهو قول أبي حنيفةؒ. (الموطأ لإمام محمد، كتاب الزكاة / باب زكاة المال ١٧٢/١–١٧٣ رقم: ٣٢٢ المكتبة الأشرفية ديوبند، ٢: ٣٧١ مكتبة الاتحاد ديوبند، الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الزكاة / باب المصرف ٢٨٩/٣ زكريا، ٣٤٣/٢ كراچی)

سبب افتراضها ملك نصاب حولي نسبة للحول لحولانه عليه تام ...... فارغ عن دين له مطالب من جهة العباد ...... وفارغ عن حاجته الأصلية ...... وشرطه أي شرط افتراض أدائها حولان الحول، وهو في ملكه وثمنية المال كالدراهم والدنانير أو نية التجارة في العروض. (تنوير الأبصار مع الدر المختار / كتاب الزكاة ١٧٤/٣–١٨٦ زكريا)

ونصاب الذهب عشرون مثقالاً، والفضة مائتا درهم، كل عشرة دراهم وزن سبعة مثاقيل. والمعتبر وزنهما، أداء وجوبًا ولا قيمتهما. (الدر المختار، كتاب الزكاة / باب زكاة المال ٢٢٤/٣ زكريا، ٢٩٥/٢ كراچی، النهر الفائق، كتاب الزكاة / باب زكاة المال ٤٣٦/١)

وتضم قيمة العروض إلى الذهب والفضة، وكذا يضم بعضها إلىٰ بعض، وإن اختلف أجناسها. قوله: وكذلك الذهب والفضة بالقيمة حتى يتم النصاب عند أبي حنيفةؒ كما إذا كان معه مائة درهم وخمسة مثاقيل قيمتها مائة درهم فعليه الزكاة عند أبي حنيفةؒ الخ. (الجوهرة النيرة / كتاب زكاة العروض ١/١٥١-١٥٣ دار الكتاب ديوبند)

وجاز دفع القيمة في زكاة وعشر وخراج وفطرة، وتعتبر القيمة يوم الوجوبِ، وقالا: يوم الأداء، وهو الأصح. (الدر المختار، كتاب الزكاة / باب زكاة الغنم ٣/٢١٠ زكريا، ٢/٢٨٥ كراچی، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح ص: ٣٩٠ قديمی كتب خانه كراچی، ص: ٧١ دار الكتاب ديوبند، الفتاوىٰ الهندية ١/١٧٨ قديم زكريا، ١/٢٤٠-٢٤٣ جديد زكريا، مجمع الأنهر ١/٣٠٧ دار الكتب العلمية بيروت)

ففي الدين تجب الزكاة إذا حال الحول ويتراخىٰ الأداء إلىٰ أن يقبض أربعين درهمًا، وكلما قبض أربعين درهمًا يلزمه درهم الخ. (قاضيخان على هامش الفتاوىٰ الهندية، كتاب الزكاة / فصل في مال تجارة ١/٢٥٢ زكريا، الفتاوىٰ الهندية، كتاب الزكاة / الباب الأول في تفسيرها وصفتها وشرائطها ١/١٧٥ قديم زكريا، ١/٢٣٦ جديد زكريا)

وفي الخانية: في كل مأتي درهم خمسة دراهم، وفي كل عشرين مثقالاً نصف مثقال. (الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب الزكاة / زكاة المال ٣/١٥٥ رقم: ٣٩٧٧ زكريا، مجمع الأنهر / كتاب الزكاة ١/٢٨٦ دار الكتب العلمية بيروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۵ / ۷/۹/۱۴۴۱ھ)

کس تولہ سے وزن جوڑا جائے؟

سوال (۴۶۶):- موجودہ تولہ ۱۰ رگرام کا ہوتا ہے، جب کہ قدیم تولہ ۱۲ رگرام کا ہوتا تھا، تو وزن کس تولے سے جوڑا جائے گا؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- جب گراموں کے ذریعہ وزن متعین ہوگیا تو اَب تولہ ماشہ کے وزن پر بحث کی ضرورت نہیں ہے۔خلاصہ یہ کہ گراموں کے اعتبار سے سونے کا نصاب ۸۷رگرام ۴۸۰رملی گرام اور چاندی کا نصاب ۶۱۲رگرام اور ۳۶۰رملی گرام ہوتا ہے۔(جواہر الفقہ ۴۲۸/۲، اِیضاح المسائل ۱۰۲ مکتبہ الاصلاح لال باغ مرادآباد) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۵ / ۱۴۴۱/۹/۷ھ)

سونے چاندی کے نصاب میں فرق کیوں ہے؟

سوال (۴۶۷):- سونے چاندی کے نصاب میں اتنا فرق کیوں ہے؟ برابری کیوں نہیں ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- سونے چاندی کا نصاب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مقرر کردہ ہے، جس میں کسی کو چون چرا کرنے کی اِجازت نہیں ہے۔اور رہ گئی سونے چاندی کی قیمت میں فرق کی بات؛ تو یہ فرق آج کا نہیں ہے؛ بلکہ دور نبوت سے کم ازکم ۱۰رگنے کا فرق چلا آرہا ہے۔اِس لئے یہ سوال ہی بے محل ہے۔

عن أبي سعيد الخدري رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ليس في ما دون خمس ذود صدقة من الإبل، وليس فيما دون خمس أواق صدقة، وليس فيما دون خمسة أوسق صدقة. (صحيح البخاري، كتاب الزكاة / باب زكاة الورق ١٩٤/١ رقم: ١٤٢٧ ف: ١٤٤٧، صحيح مسلم / كتاب الزكاة ٣١٥/١ رقم: ٩٧٩)

عن علي رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم ببعض أول الحديث قال: فإذا كانت لک مائتا درهم وحال عليها الحول، ففيها خمسة دراهم، وليس عليک شيء يعني في الذهب حتى تكون لک عشرون دينارًا، فإذا كانت لک عشرون دينارًا وحال عليها الحول ففيها نصف دينار، فما زاد فبحساب ذلک. (سنن أبي داؤد، كتاب الزكاة / باب في زكاة السائمة ٢٢١/١ رقم: ١٥٨٣)

عن ابن عمر وعائشة رضي الله عنهما أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يأخذ من كل عشرين دينارًا فصاعدًا نصف دينار، ومن الأربعين دينارًا.

(سنن ابن ماجة، أبواب الزكاة / باب زكاة الورق والذهب ١٢٨/١ رقم: ١٧٩١)

وأما مقدار الواجب فيها فربع العشر، وهو خمسة من مائتين، للأحاديث التي روينا، إذ المقادير لا تعرف إلا توقيفًا ...... هذا إذا كان له فضة مفردة، فأما إذا كان له ذهب مفرد فلا شيء فيه، يبلغ عشرين مثقالا، فإذا بلغ عشرين مثقالا ففيه نصف مثقال. ولما روي من حديث عمرو بن حزم: والذهب ما لم يبلغ قيمته مائتي درهم فلا صدقة فيه، فإذا بلغ قيمته مائتي درهم ففيه ربع العشر. وكان الدينار على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم مقومًا بعشرة دراهم. (بدائع الصنائع، كتاب الزكاة / فصل فيما إذا كان ذهبًا مفردًا ٤١٠/٢ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۲۲ / ۱۴۴۱/۹/۲۴ھ)

اگر شروع اور اخیر سال میں چاندی کی قیمت بدل جائے تو؟

سوال (۴۶۸):- اگر سال کے شروع اور اخیر میں زکوٰۃ کی قیمت بدل جائے، یعنی نصاب کی قیمت بدل جائے تو کس قیمت کا اعتبار کریں گے؟ مثلاً شروع سال میں چاندی کے نصاب کی قیمت ۳۵؍ ہزار تھی، اور اخیر میں ۲۵؍ ہزار ہوگئی، جب کہ اُس کے پاس صرف ۲۵؍ ہزار ہی بچے ہیں، تو کیا یہ اخیر سال میں صاحب نصاب سمجھا جائے گا؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- صورتِ مسئولہ میں سال کے شروع اور اخیر دونوں میں چاندی کی قیمت کا اعتبار ہوگا؛ اِس لئے کہ زکوٰۃ کے وجوب کا اصل مدار قیمت پر نہیں؛ بلکہ چاندی کی مقدار پر ہے۔ پس جس طرح بقدر نصاب چاندی میں قیمت کے گھٹنے یا بڑھنے کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا؛ بلکہ مقدار کو دیکھتے ہوئے حسب ضابطہ زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ اِسی

طرح جب قیمت لگائی جائے گی، تو بھی سال کے دونوں جانب قیمت کے گھٹنے یا بڑھنے کا اعتبار نہیں ہوگا۔ بریں بنا اگر مثلاً شروع سال میں چاندی کا نصاب ۳۵؍ ہزار روپئے بیٹھ رہا تھا، اور اخیر سال میں چاندی کا نصاب ۲۵؍ ہزار روپئے بیٹھ رہا ہے، تو وہ شخص صاحبِ نصاب کہلائے گا، اور اُس پر حسب ضابطہ ڈھائی فیصدی کے حساب سے زکوٰۃ واجب ہوگی۔

كمال النصاب شرط وجوب الزكاة ...... لكن هٰذا الشرط يعتبر في أول الحول وفي آخره لا في خلاله، حتىٰ لو انتقص النصاب في أثناء الحول ثم كمل في آخره تجب الزكاة، سواء كان من السوائم أو من الذهب والفضة أو مال التجارة. (بدائع الصنائع / كتاب الزكاة ۹۹/۲ زكريا)

والغني علىٰ أربعة أنواعٍ. أحدها: ما يتعلق به وجوب الزكاة وحده بملك نصاب تام. والثاني: غني يتعلق به وجوب الأضحية وصدقة الفطر وحرمان الصدقة، وإنه يثبت بملك مائتي درهم أو قيمة مائتي درهم فاضلاً عن قوته وثياب بدنه وأثاث مسكنه وخادمه وفرسه وسلاحه، سواء كان معدًا للتجارة أو لا. (مهمات المفتي في فروع الحنفية لابن كمال باشا / كتاب الزكاة ۲۷۲/۱ العبيكان الرياض) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۳۴ / ۱۴۴۱/۱۱/۶ھ)

کیا چاندی کا نصاب ۱۰؍ گرام کے تولہ سے ۶۱؍ تولہ طے کر سکتے ہیں؟

سوال (۴۶۹):- زکوٰۃ اور قربانی میں چاندی کا نصاب ساڑھے باون تولہ بتایا جاتا ہے، اور قدیم وزن کے اعتبار سے تولہ تقریباً ساڑھے ۱۲؍ گرام کا ایک تولہ ہوتا ہے؛ لیکن سوال یہ ہے کہ آج کل عام طور پر سناروں کے یہاں ۱۰؍ گرام کا ایک تولہ مانا جارہا ہے، اَب اگر ۱۰؍ گرام کے اعتبار سے دیکھا جائے تو چاندی کا نصاب تقریباً ۶۱؍ تولہ تک پہنچتا ہے، تو کیا ہم لوگوں کو یہ بتلاسکتے ہیں کہ آج کل ۱۰؍ گرام کے تولہ کے حساب سے چاندی کا نصاب تقریباً ۶۱؍ تولہ بیٹھ رہا ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- ۱۰؍گرام فی تولہ کے حساب سے اگر چاندی کا نصاب اکسٹھ یا سوا اکسٹھ تولہ بتلایا جائے تو اِس میں بھی شرعاً کوئی حرج نہیں ہے؛ تاہم بہتر یہ ہے کہ اَب تولے اور ماشے کے بجائے براہِ راست گراموں کا حساب لگایا جائے؛ کیوں کہ ساری دنیا میں اب یہی وزن رائج ہے۔ اور اِس اعتبار سے چاندی کے نصاب کی مقدار ۶۱۲٫۳۶ رگرام بیٹھتی ہے، اِسی کو لوگوں میں عام کرنا زیادہ بہتر ہے؛ تاکہ سمجھنے اور سمجھانے میں کوئی دشواری نہ ہو۔ (جواہر الفقہ ۴۲۸/۲، فتاویٰ قاسمیہ ۲۸۹/۱۰)

نصاب فضة مائتا درهم بالإجماع. (الموسوعة الفقهية ٢٦٤/٢٣ الكويت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۳۸ / ۱۴۴۱/۱۲/۴ھ)

استعمالی زیورات پر زکوٰۃ کا حکم

سوال (۴۷۰):- استعمالی زیورات پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟ ایک عرب عالم کا کہنا ہے کہ عورت پر استعمالی زیورات کی زکوٰۃ نہیں ہے، تو اس بارے میں وضاحت فرمائیں۔

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- جاننا چاہئے کہ فقہائے احناف کے نزدیک ہر طرح کے سونے چاندی پر حسب شرائط زکوٰۃ واجب ہے؛ خواہ وہ دینار و درہم کی شکل میں ہوں یا بسکٹ اور سلی وغیرہ کی شکل میں۔ اِسی طرح اُن کا زیور استعمالی ہو یا غیر استعمالی، سب میں حسب ضابطہ زکوٰۃ واجب ہوتی ہے؛ اِس لئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں سونے چاندی کا نصاب بیان فرمایا ہے اُس میں استعمالی اور غیر استعمالی کی کوئی قید ذکر نہیں فرمائی؛ بلکہ مطلق بیان کیا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ سب کا حکم یکساں ہے۔

اِس بات کی تائید اُن روایات سے بھی ہوتی ہے، جن میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسی عورتوں کے لئے وعیدیں اِرشاد فرمائی ہیں، جو اپنے زیور کی زکوٰۃ اَدا نہیں کرتیں۔ ابوداؤد شریف میں مروی ہے کہ ایک عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی، اُس

کے ساتھ اُس کی بیٹی بھی تھی، جو اپنے ہاتھوں میں سونے کے دو کڑے پہنے ہوئے تھی، تو پیغمبر علیہ السلام نے اُس عورت سے پوچھا کہ کیا تم اِن کڑوں کی زکوٰۃ اَدا کرتی ہو، تو اُس نے نفی میں جواب دیا، جس پر پیغمبر علیہ السلام نے بطور تنبیہ اِرشاد فرمایا: ''کیا تمھیں یہ بات پسند آئے گی کہ اُس کے بدلے میں تمھیں آخرت میں آگ کے دو کڑے پہنائے جائیں؟'' بس یہ سنتے ہی اُس عورت نے وہ دونوں کڑے اُتار کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دئے اور عرض کیا کہ ''یہ دونوں اللہ اور اُس کے رسول کے لئے ہیں''۔

نیز ایک دوسری روایت میں ہے کہ ایک موقع پر نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُم المؤمنین سیدتنا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ میں چاندی کے دو کڑے دیکھے، تو آپ نے پوچھا کہ ''کیا تم اِس کی زکوٰۃ نکالتی ہو؟'' تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ''نہیں'' یہ سن کر نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اِرشاد فرمایا: "هُوَ حَسْبُكِ مِنَ النَّارِ" (یہ تمہارے لئے آگ کے واسطے کافی ہے، یعنی زکوٰۃ نہ دینا موجب عذاب ہوگا)

اِس طرح کی روایات سے صاف واضح ہے کہ اِستعمالی زیورات کی بھی زکوٰۃ اَدا کی جائے گی۔ اِسی لئے حنفیہ نے ہر طرح کے زیور میں زکوٰۃ کو فرض قرار دیا ہے؛ لہٰذا سوال میں جن عرب عالم کی بات کا حوالہ دیا گیا ہے، احناف کے لئے اُن کی رائے پر عمل درست نہیں ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾ [التوبة: ٣٤]

عن علي رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم ببعض أول الحديث قال: فإذا كانت لک مائتا درهم وحال عليها الحول، ففيها خمسة دراهم، وليس عليک شيء يعني في الذهب حتى تكون لک عشرون دينارًا، فإذا كانت لک عشرون دينارًا، وحال عليها الحول ففيها نصف دينار، فما زاد

فبحساب ذلک. (سنن أبي داؤد، كتاب الزكاة / باب في زكاة السائمة ۲۲۱/۱ رقم: ۱۵۸۳)

عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده رضي الله عنه أن امرأة أتت رسول الله صلى الله عليه وسلم ومعها ابنةٌ لها، وفي يد ابنتها مسكتان غليظتان من ذهب، فقال لها: أتعطين زكاة هذا؟ قالت: لا. قال: أيسرک أن يسورک الله بهما يوم القيامة سوارين من نار؟ قال: فخلعتهما فألقتهما إلى النبي صلى الله عليه وسلم، وقالت: هما لله عز وجل ولرسوله. (سنن أبي داؤد، كتاب الزكاة / باب الكنز ما هو؟ وزكاة الحلي ص: ۲۹۱ رقم: ۱۵٦۳ دار الفكر بيروت)

قال ابن الملک: يدل أيضًا على وجوب الزكاة في الحلِّ. (مرقاة المفاتيح، كتاب الزكاة / باب ما يجب فيه الزكاة ۲۷۵/٤ دار الكتب العلمية بيروت)

عن أم سلمة رضي الله عنها قالت: كنت ألبس أوضاحًا من ذهب، فقلت: يا رسول الله! أكنز هو؟ فقال: ما بلغ أن تؤدى زكاته فزكي فليس بكنز. (سنن أبي داؤد، كتاب الزكاة / باب الكنز ما هو؟ وزكاة الحلي ص: ۲۹۱ رقم: ۱۵٦٤ دار الفكر بيروت)

عن عبد الله بن شداد بن الهاد أنه قال: دخلنا على عائشة زوج النبي صلى الله عليه وسلم فقالت: دخل علي رسول الله صلى الله عليه وسلم، فرأى في يدي فتخاتٍ من ورق، فقال: ما هذا يا عائشة؟ فقلت: صنعتهن أتزين لک يا رسول الله! قال: أتؤدين زكاتهن؟ قلت: لا، أو ما شاء الله، قال: هو حسبک من النار. (سنن أبي داؤد، كتاب الزكاة / باب الكنز ما هو؟ وزكاة الحلي ص: ۲۹۱ رقم: ۱۵٦۵ دار الفكر بيروت)

عن زينب امرأة عبد الله قالت: خطبنا رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال يا معشر النساء! تصدقت ولو من حُليكن؛ فإنكن أكثر أهل جهنم يوم القيامة. رواه الترمذي. (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب الزكاة / باب ما يجب

فيه الزكاة ٢٧٤/٤ رقم: ١٨٠٨ دار الكتب العلمية بيروت)

قوله تصدقن: أي أخرجن زكاة أموالكن ولو من حليكن بضم الحاء وكسرها [فكسر اللام] وتشديد التحتية واحدة، حلي بفتح فكون ما تحلى أي تزين به لبسًا أو غيره دل ظاهر الحديث على وجوب الزكاة في الحلي المباح، ولذا قال في الحديث الآتي فاديًا زكاته فقول ابن حجر ليس في الحديث تصريح بوجوب الزكاة في الحلي ليس بصحيح، وبه قال أبوحنيفة. (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب الزكاة / باب ما يجب فيه الزكاة ٢٧٤/٤ تحت رقم: ١٨٠٨ دار الكتب العلمية بيروت)

قوله: أوضاحًا من ذهب، في النهاية هو جمع وضح بفتحتين نوع من الحلي يعمل من الفضة سمي به لبياضه. قوله: أكنز هو أي استعمال الحلي كنز من الكنوز الذي توعد على اقتنائه في القرآن أم لا؟ فقال: ما بلغ أي الذي بلغ أن تؤدى زكاته أي نصاباً فزكي على صيغة المجهول فليس بكنز. قال مبرک وإسناده جيد. وقال ابن العربي: رجاله رجال البخاري. وأقول: وأخرجه الحاكم وصححه ابن القطان أيضًا، وأقول هذا صحيح صريح في المقصود، والله أعلم. (مرقاة المفاتيح، كتاب الزكاة / باب ما يجب فيه الزكاة ٢٧٦/٤ -٢٧٧ دار الكتب العلمية بيروت)

وأما مسئلة الزكاة في الحلي، فقال العيني في شرح البخاري: أما مسئلة الحلي ففيها خلاف بين العلماء، فقال أبوحنيفة وأصحابه والثوري: تجب فيها الزكاة. وروي ذلک عن عمر بن الخطاب، وابن مسعود، وابن عمر، وابن عباس رضي الله عنهم، وبه قال سعيد بن المسيب، وسعيد بن جبير، وعطاء، ومحمد بن سيرين، وجابر بن زيد، ومجاهد، والزهري، وطاؤوس،

وميمون بن مهران، والضحاك، وعلقمة، والأسود، وعمر بن عبد العزيز، وذر الهمداني، والأوزاعي، وابن شبرمة، والحسن بن حي، وقال ابن المنذر وابن حزم: والزكاة واجبة بظاهر الكتاب والسنة. (بذل المجهود شرح سنن أبي داؤد / كتاب الزكاة ٣٢٣/٦ تحت رقم: ١٥٦٣ مركز الشيخ أبي الحسن الندوي مظفرفور أعظم جراه)

قوله: أيسرّک أن يسورک اللّٰہ بهما يوم القيامة سوارين من نار؟ الباء للسببية أي بسبب عدم زكاتهما أو العروض. (بذل المجهود شرح سنن أبي داؤد / كتاب الزكاة ٣٢٢/٦ تحت رقم: ١٥٦٣ مركز الشيخ أبي الحسن الندوي مظفرفور) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۱۰ / ۱۲/۹/۱۴۴۱ھ)

گروی رکھے ہوئے زیورات پر زکوٰۃ

سوال (۴۷۱):- گروی رکھے ہوئے زیورات پر زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- اگر کسی شخص نے قرض لے کر اپنا زیور دوسرے کے پاس گروی رکھا ہے، تو مفتی بہ قول کے مطابق اُس کی زکوٰۃ اُس پر واجب نہیں ہے۔

ولا (أي لا يجب الزكاة) في مرهون أي لا على المرتهن لعدم ملك الرقبة، ولا على الراهن لعدم اليد. (الدر المختار مع الشامي / كتاب الزكاة ١٨٠/٣ زكريا، ٢٦٣/٢ كراچی، الفتاویٰ الهندية، كتاب الزكاة / الباب الأول في تفسيرها وصفتها الخ ١٧٢/١ زكريا)

ومن موانع الوجوب الرهن إذا كان في يد المرتهن لعدم ملك اليد. (البحر الرائق / كتاب الزكاة ٣٥٥/٢ دار الكتب العلمية بيروت وزكريا ديوبند) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۱۸ / ۲۰/۹/۱۴۴۱ھ)

۵۰/ ہزار روپیہ، ۴/ تولہ سونا اور ۸/ تولہ چاندی کی زکوٰۃ

سوال (۴۷۲):- ہمارے پاس ۵۰/ ہزار روپیہ، ۴/ تولہ سونا اور ۸/ تولہ چاندی ہے، تو

زکوٰۃ کس حساب سے واجب ہوگی؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- مسئولہ صورت میں ۴؍تولہ سونا اور ۸؍تولہ چاندی کی قیمت بازار سے معلوم کرکے ۵۰؍ ہزار روپیہ کو بھی اُس میں شامل کرلیا جائے، پھر جتنی رقم بیٹھے تو ایک لاکھ روپئے پر ڈھائی ہزار روپئے کے حساب سے زکوٰۃ اَدا کریں۔

عن عبيد الله بن عبيد قال: قلت لمكحول: يا أبا عبد الله! إن لي سيفًا فيه خمسون ومائة درهم، فهل عليّ فيه زكاة؟ قال: أضف إليه ما كان لک من ذهب وفضة، فإذا بلغ مائتي درهم ذهبًا وفضة فعليک فيه الزكاة. (المصنف لابن أبي شيبة، كتاب الزكاة / باب فى الرجل تكون عنده مائة درهم وعشرة دنانير ۳۹۳/۶ رقم: ۹۹۷۹)

عن الحسن أنه كان يقول: إذا كانت له ثلاثون دينارًا ومائة درهم، كان عليه فيها الصدقة، وكان يرى الدراهم والدنانير عينا كله. (المصنف لابن أبي شيبة، كتاب الزكاة / في الرجل تكون عنده مائة درهم وعشرة دنانير ۳۹۳/۶-۳۹۴ رقم: ۹۹۸۰ جديد مؤسسة علوم القرآن)

وتضم قيمة العروض إلى الذهب والفضة حتى يتم النصاب ...... ويقومها بما هو أنفع للمساكين احتياطًا لحق الفقراء. (الهداية، كتاب الزكاة / باب زكاة المال ۱۹۵/۱-۱۹۶، الدر المختار، كتاب الزكاة / باب زكاة المال ۲۳٤/۳ زكريا، مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي / كتاب الزكاة ۳۹۰ كراچى، الفتاوى التاتارخانية، كتاب الزكاة / الفصل الثاني في زكاة المال ۱۵۸/۳ رقم: ۳۹۸۲ زكريا، الفتاوىٰ الهندية، كتاب الزكاة / الباب الثالث، الفصل الأول في زكاة الذهب والفضة ۱۷۹/۱ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۱۲ / ۱۴۴۱/۹/۱۴ھ)

۵؍تولہ سونا اور ایک چاندی کی انگوٹھی پر زکوٰۃ

سوال (۴۷۳):- ۵؍تولہ سونا اور ایک چاندی کی انگوٹھی ہے، اور روپیہ بالکل نہیں

ہے؟ زکوٰۃ کی کیا شکل ہوگی؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- مسئولہ صورت میں ۵؍تولہ سونا اور چاندی کی اَنگوٹھی کی قیمت لگالیں، اور جب قیمت دونوں کی جوڑیں گے تو چاندی والا نصاب تو یقیناً پورا ہوجائے گا، اِس لئے جتنی بھی قیمت بنے، ڈھائی فیصد کے حساب سے زکوٰۃ اَدا کی جائے گی۔

وتضم قيمة العروض إلى الثمنين والذهب إلى الفضة قيمة (مراقي) قوله إلى الثمنين؛ لأن الكل للتجارة وضعًا وجعلا، قوله قيمة عند الإمام وعندهما بالأجزاء، فلو لا مائة درهم وعشرة دنانير قيمتها مائة وأربعون تجب ستة عنده وخمسة عندهما. (مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي / كتاب الزكاة ۳۹۰ كراچی، الهداية، كتاب الزكاة / باب زكاة المال ۱۹۵/۱-۱۹۶، الدر المختار، كتاب الزكاة / باب زكاة المال ۲۳٤/۳ زكريا، الفتاوى التاتارخانية، كتاب الزكاة / الفصل الثاني في زكاة المال ۱۵۸/۳ رقم: ۳۹۸۲ زكريا)

ولو ضم أحد النصابين إلى الآخر حتى يؤدي كله من الذهب أو من الفضة لا بأس به؛ لكن يجب أن يكون التقويم بما هو أنفع للفقراء قدرًا ورواجًا، وإلا فيؤدي من كل واحد ربع عشره، كذا في محيط السرخسي. (الفتاوى الهندية، كتاب الزكاة / الباب الثالث، الفصل الأول في زكاة الذهب والفضة ۱۷۹/۱ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۱۲ / ۱۴۴۱/۹/۱۴ھ)

۱۳؍تولہ سونا اور دودھ کی پالتو بھینسوں پر زکوٰۃ

سوال (۴۷۴):- ہمارے پاس ۱۳؍تولہ سونا ہے، اور ہم دودھ کا کاروبار کرتے ہیں، جس کے لئے ہم نے ۶؍بھینسیں پال رکھی ہیں، تو کیا ہم پر بھینسوں کی قیمت پر بھی زکوٰۃ واجب ہوگی؟ یا صرف ۱۳؍تولہ سونا کی ہوگی؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- مسئولہ صورت میں آپ پر صرف

۱۳/تولہ سونے کی زکوٰۃ واجب ہے، اُس کی قیمت معلوم کرکے ڈھائی فیصدی کے حساب سے زکوٰۃ نکالیں۔ اور جو بھینسیں آپ نے دودھ کے لئے پال رکھی ہیں، اُن پر کوئی زکوٰۃ واجب نہیں ہے؛ البتہ دودھ فروخت کرنے پر جو آمدنی ہوگی اُس پر حسب شرائط زکوٰۃ واجب ہوگی۔ (کتاب المسائل ۲/۲۲۲، احسن الفتاویٰ ۴/۲۷۷، فتاویٰ محمودیہ ۹/۴۲۸ ڈابھیل)

مستفاد: وآلات الصناع الذين يعملون بها وظروف الأمتعة لا تجب فيها الزكاة. (الفتاویٰ التاتارخانية ۳/۱۶۹ زکریا)

ولو اشترى قدورًا يمسكها ويواجرها لا تجب فيها الزكاة، كما لا تجب في بيوت الغلة ...... وكذلك العطار لو اشترى القوارير، ولو اشترى جوالق ليؤاجرها من الناس فلا زكاة فيها؛ لأنه اشتراها للغلة لا للمبايعة، كذا في محيط السرخسي. والخباز إذا اشترى خبزًا أو ملحًا لأجل الخبز فلا زكاة فيه. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الزكاة / الباب الثالث في زكاة الذهب والفضة والعروض ۱/۱۸۰ زكريا، قاضي خان على هامش الهندية / فصل في مال التجارة ۱/۲۵۱، كذا في الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب الزكاة / الفصل الثالث في زكاة عروض الزكاة ۳/۱۴۹ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۱۲ / ۱۴۴۱/۹/۱۴ھ)

۱۷-۱۸/ ہزار کے زیور پر زکوٰۃ

سوال (۴۷۵):- ہمارے پاس ۱۷-۱۸/ ہزار کا سونے کا زیور ہے؛ لیکن پیسہ یا چاندی بالکل نہیں ہے، تو زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- آپ پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے؛ اِس لئے کہ آج کل ۱۷-۱۸/ ہزار روپئے کا چند گرام سونا آتا ہے، جو نصاب سے بہت کم ہے، اور اُس کے ساتھ روپیہ یا چاندی بھی نہیں ہے؛ لہٰذا زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔

ومنها كون المال نصابًا. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الزكاة / الباب الأول ۱/۱۷۲ زكريا)

نصاب الذهب عشرون مثقالا، والفضة مائتا درهم، فما دون ذلک لا زكاة فيه، ولو كان نقصانًا يسيرًا يدخل بين الوزنين؛ لأنه وقع الشک في كمال النصاب فلا يحكم بكماله مع الشک. (تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب الزكاة / باب زكاة المال ٢٢٤/٣ زكريا، النهر الفائق، كتاب الزكاة / باب زكاة المال ٤٣٦/١)

وسببه أي سبب افتراضها ملک نصاب حولي تام الخ، فلا زكاة ...... ولا فيما دون النصاب. (رد المحتار مع الدر المختار / كتاب الزكاة ١٧٤/٣ زكريا)

الزكاة واجبة على الحر العاقل البالغ المسلم إذا ملک نصابًا ملكًا تامًا، وحال عليه الحول. (الهداية / كتاب الزكاة ٣/٢ مكتبة البشرىٰ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۱۲ / ۱۴۴۱/۹/۱۴ھ)

۲؍تولہ سونا اور ۲؍تولہ چاندی پر زکوٰۃ

سوال (۴۷۶):- ایک شخص کے پاس ۲؍تولہ سونا اور ۲؍تولہ چاندی ہے، تو زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- مسئولہ صورت میں سونا چاندی دونوں کی قیمت ملاکر دیکھا جائے، اگر اُن کی قیمت چاندی کے نصاب (۶۱۳؍گرام) تک پہنچتی ہو، تو حسب شرائط زکوٰۃ واجب ہوگی۔ (احسن الفتاویٰ ۲۶۴/۴ دار الاشاعت دہلی، فتاویٰ رحیمیہ/ باب ما یوجب فیہ الزکاۃ ومالا یوجب ۱۵۳/۷-۱۵۵)

عن عمرو بن يعلى فذكر الحديث نحو حديث الخاتم: قيل لسفيان: كيف تزكيه؟ قال: تضمه إلىٰ غيره. (سنن أبي داؤد، كتاب الزكاة / باب الكنز ما هو زكاة الحلي ١٥٨/٣ رقم: ١٥٦٦)

كيف تزكيه أي خاتمًا واحدًا من ورق وهو لا يبلغ النصاب؟ قال سفيان: تضمه أي الخاتم إلى غيره من الحلي فتزكى الخاتم مع حلي آخر.

(عون المعبود ص: ٧٠٦ بيت الأفكار الدولية)

وعن عبيد الله بن عبيد قال: قلت لمكحول: يا أبا عبد الله! إن لي سيفًا فيه خمسون ومائة درهم، فهل عليّ فيه زكاة؟ قال: أضف إليه ما كان لک من ذهب وفضة، فإذا بلغ مائتي درهم ذهبًا وفضة فعليک فيه الزكاة. (المصنف لابن أبي شيبة، كتاب الزكاة / باب فى الرجل تكون عنده مائة درهم وعشرة دنانير ٣٩٣/٦ رقم: ٩٩٧٩)

ويضم الذهب إلى الفضة وعكسه بجامع الثمنية قيمةً. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الزكاة / باب زكاة المال ٢٣٤/٣ زكريا، ٣٠٣/٢ كراچی، البحر الرائق، كتاب الزكاة / باب زكاة المال ٢٣٠/٢ كراچی، تبيين الحقائق، كتاب الزكاة / باب زكاة المال ٢٨١/١ قديم، الفتاوى التاتارخانية، كتاب الزكاة / الفصل الثاني في زكاة المال ١٥٨/٣ رقم: ٣٩٨٢ زكريا، الفتاوىٰ الهندية، كتاب الزكاة / الباب الثالث، الفصل الأول في زكاة الذهب والفضة ١٧٩/١ قديم زكريا)

فاما إذا كان له صنفان جميعًا، فإن لم يكن كل واحد منهما نصابًا بأن كان له عشرة مثاقيل ومائة درهم، فإنه يضم أحدهما إلى الأخرىٰ في حق تكميل النصاب عندنا. (بدائع الصنائع، كتاب الزكاة / فصل: وأما مقدار الواجب فيه ١٠٦/٢ المكتبة النعيمية ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۱۸ / ۱۴۴۱/۹/۲۰ھ)

۲۲ رگرام سونے میں زکوٰۃ؟

سوال (۴۷۷):- ہمارے پاس ۲۲ رگرام سونا ہے، جس میں سے ۱۵ رگرام پر قرض ہے، ۷ رگرام ہمارے پاس باقی ہے، تو زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- سونے کا نصاب موجودہ اَوزان کے اعتبار سے ساڑھے ۸۷ رگرام ہوتا ہے۔ اور مسئولہ صورت میں جب کہ آپ کے پاس صرف ۲۲ رگرام سونا ہے، اور اُس پر قرض بھی ہے، تو آپ پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے؛ کیوں کہ نصاب مکمل نہیں ہے۔ (کفایت المفتی ۲۰۶/۶ زکریا)

ومن كان عليه دين يحيط بماله ...... وإن كان ماله أكثر من دينه زكى الفاضل إذا بلغ نصابًا. (الهداية / كتاب الزكاة ۲۰۲/۱ زكريا)

ومديون للعبد بقدر دينه فيزكي الزائد إن بلغ نصابًا. (الدر المختار / كتاب الزكاة ۱۸۰/۳ زكريا، بدائع الصنائع / كتاب الزكاة ۸۵/۲ زكريا)

ونصاب الذهب عشرون مثقالاً وفيه نصف مثقال، ثم في كل أربعة مثاقيل قيراطان، ونصاب الفضة مائتا درهم، وفيها خمسة دراهم، ثم في كل أربعين درهمًا درهم، قوله: نصف مثقال لقوله عليه الصلاة والسلام: يا علي! ليس عليک في الذهب شيء حتى يبلغ عشرين مثقالاً، فإذا بلغ ففيها نصف مثقال. قوله: ونصاب الفضة مائتا درهم وفيها خمسة دراهم، لقوله عليه الصلاة والسلام في حديث عمرو بن حزام: ليس في الرقة صدقة حتى تبلغ مائتي درهم، فإذا بلغت مائتين ففيها خمسة دراهم. (الاختيار لتعليل المختار لعبد الله بن محمود بن مودود الموصلي الحنفي ۱۱۱/۱ دار الكتب العلمية بيروت، الهداية، كتاب الزكاة / باب زكاة المال، فصل في الذهب ۱۹۵/۱ المكتبة الأشرفية ديوبند، الدر المختار، كتاب الزكاة / باب زكاة المال ۲۲۳/۳ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۲۷ / ۲۹/۹/۱۴۴۱ھ)

۶ ؍ تولہ سونے پر زکوٰۃ؟

سوال (۴۷۸):- اگر کسی کے پاس صرف ۶ ؍ تولہ سونا ہے، چاندی بالکل نہیں ہے، اور روپیہ پیسہ بھی نہیں ہے، تو زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- مسئولہ صورت میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے؛ اِس لئے کہ سونے کا نصاب مکمل نہیں ہے۔

عن علي رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم ببعض أول

الحديث قال: فإذا كانت لک مائتا درهم وحال عليها الحول ففيها خمسة دراهم، وليس عليک شيء يعني في الذهب حتى تكون لک عشرون دينارًا، فإذا كانت لک عشرون دينارًا، وحال عليها الحول ففيها نصف دينار، فما زاد فبحساب ذلک. (سنن أبي داؤد، كتاب الزكاة / باب في زكاة السائمة ۲۲۱/۱ رقم: ۱۵۸۳)

عن ابن عمر وعائشة رضي الله عنهما أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يأخذ من كل عشرين دينارًا فصاعدًا نصف دينار، ومن الأربعين دينارًا.

(سنن ابن ماجة، أبواب الزكاة / باب زكاة الورق والذهب ۱۲۸/۱ رقم: ۱۷۹۱)

ونصاب الذهب عشرون مثقالاً وفيه نصف مثقال، ثم في كل أربعة مثاقيل قيراطان، ونصاب الفضة مائتا درهم، وفيها خمسة دراهم، ثم في كل أربعين درهمًا درهم، قوله: نصف مثقال لقوله عليه السلام: يا علي! ليس عليک في الذهب شيء حتى يبلغ عشرين مثقالاً، فإذا بلغ ففيها نصف مثقال. قوله: ونصاب الفضة مائتا درهم وفيها خمسة دراهم، لقوله عليه السلام في حديث عمرو بن حزام: ليس في الرقة صدقة حتى تبلغ مائتي درهم، فإذا بلغت مائتين ففيها خمسة دراهم. (الاختيار لتعليل المختار لعبد الله بن محمود بن مودود الموصلي الحنفي ۱۱۱/۱ دار الكتب العلمية بيروت، الهداية، كتاب الزكاة / باب زكاة المال، فصل في الذهب ۱۹۵/۱ المكتبة الأشرفية ديوبند، الدر المختار، كتاب الزكاة / باب زكاة المال ۲۲۳/۳ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۲۷ / ۱۴۴۱/۹/۲۹ھ)

بیوی کی ذاتی رقم پر زکوٰۃ

سوال (۴۷۹):- ہمارے شوہر اپنے مال کی زکوٰۃ اَدا کرتے ہیں؛ لیکن ہمارے پاس کچھ ذاتی پیسہ ہے، جس کا شوہر کو علم نہیں ہے، تو ہم اُس رقم کی زکوٰۃ اَدا کریں گے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- اگرآپ کے پاس جمع شدہ رقم نصاب کے بقدر ہے،تو حسب شرائط اُس کی زکوٰۃ آپ پراَدا کرنی واجب ہے۔

وسبب افتراضها ملك نصاب حولي تام فارغ عن دين له يطالب من جهة العباد. (تنوير الأبصار / كتاب الزكاة ١٧٤/٣ زكريا)

إنما تجب الزكاة بشرائط ثمانية خمسة في المالك وثلاثة في الملك، وأما الثلاثة التي في الملك: فإن يكون نصابًا كاملاً، ويكون ناميًا، وحال عليه الحول. (تعليقات الشيخ محمود أبودقيقة من أكابر علماء الحنفية على الاختيار لتعليل المختار / كتاب الزكاة ٩٩/١ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۲۷ / ۱۴۴۱/۹/۲۹ھ)

کیا بیوی کی زکوٰۃ کی ادائیگی شوہر پر واجب ہے؟

سوال (۴۸۰):- بیوی کے پاس بقدر نصاب زیور تو ہے؛ لیکن زکوٰۃ کی اَدائیگی کے لئے اُس کے پاس پیسہ نہیں ہے، اَب وہ شوہر سے کہتی ہے کہ ''تم میری طرف سے زکوٰۃ اَدا کرو''، تو کیا شوہر پر اُس کی زکوٰۃ کی اَدائیگی واجب ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- جو زیورات بیوی کی ملکیت میں ہیں، اُن کی زکوٰۃ کی اَدائیگی کی ذمہ داری شرعاً بیوی ہی پر ہے، شوہر پر نہیں ہے؛ لیکن دوسری طرف یہ بات بھی ملحوظ رہنی چاہئے کہ بیوی بھی اخلاقی اعتبار سے شوہر کی بہت سی ایسی خدمات انجام دیتی ہے، جو شرعاً اُس پر واجب نہیں ہے۔ بریں بنا شوہر کو بھی چاہئے کہ وہ اپنی وسعت کے مطابق بیوی کے زیورات کی زکوٰۃ اَدا کرنے کی کوشش کرے، اِس پر وہ عظیم اجر کا مستحق ہوگا۔ اِن شاءاللہ تعالیٰ۔

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۱۰۹/۶، ۱۲۱/۶ مکتبہ دارالعلوم دیوبند، فتاویٰ قاسمیہ ۴۱۰/۱۰)

عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن من أكمل المؤمنين إيمانًا أحسنهم خلقًا، وألطفهم بأهله. (سنن الترمذي، أبواب الإيمان / باب ما جاء في استكمال الإيمان وزيادته ونقصانه رقم: ٢٦١٢)

الزكاة واجبة على حر مسلم عاقل بالغ إذا ملك نصابًا ملكًا تامًا وحال عليه الحول. (الهداية / كتاب الزكاة ١٨٥/١ المكتبة الأشرفية ديوبند)

ومنها الملك التام وهو ما اجتمع فيه الملك واليد الخ. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الزكاة / الباب الأول في تفسيرها الخ ١٧٢/١ زكريا)

من أدى زكاة مال غيره من مالِ نفسه بأمر من عليه الزكاة جاز. (التفاوىٰ التاتارخانية، كتاب الزكاة / الفصل التاسع ٢٢/٣ زكريا، كذا في البناية / قبيل باب صدقة السوائم ٣١٤/٣ المكتبة الأشرفية ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۱۲ / ۱۴۴۱/۹/۱۴ھ)

بیٹی کو سسرال سے ملے ہوئے زیورات کی زکوٰۃ کس پر واجب ہے؟

سوال (۴۸۱):- اگر بیٹی کی سسرال سے پیسے اور زیور آئے ہوں، تو اُن کی زکوٰۃ کون اَدا کرے گا؟ لڑکی والے یا لڑکے والے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- اِس معاملے میں خاندانوں کا عرف دیکھا جائے گا کہ یہ زیور اور پیسے جو سسرال سے آئے ہیں، اُن پر کس کی ملکیت ہے؟ اگر عرفاً عورت کی ملکیت مانی جاتی ہے، تو اُس کی زکوٰۃ عورت پر واجب ہے۔ اور اگر لڑکے والوں کی ملکیت برقرار رہے، اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ زیور ہم نے لڑکی کو بطور عاریت دیا ہے، جب ہمارا جی چاہے گا واپس لے لیں گے، تو ایسی صورت میں اُس کی زکوٰۃ لڑکے پر ہی واجب ہوگی؛ لڑکی پر واجب نہ ہوگی۔ خلاصہ یہ ہے کہ جو زیور کا مالک ہے اُسی سے زکوٰۃ کا مطالبہ ہوگا۔

جهز ابنته ثم ادعىٰ أن ما دفعه لها عارية، وقالت: هو تمليك...... فالمعتمد أن القول للزوج، ولها إذا كان العرف مستمراً أن الأب يدفع مثله جهازاً لا عارية (الدر المختار) قلت: ومقتضاه أن المراد من استمرار العرف هنا غلبته، ومن الاشتراك كثرة كل منهما إذ لا نظر إلى النادر؛ ولأن حمل الاستمرار

علـى كـل واحـد مـن أفـراد الـناس في تلك البلدة لا يمكن، ويلزم عليه إحالة الـمسـألة إذ لا شك في صدور العارية من بعض الأفراد، والعادة الغاشية الغالبة في أشراف الناس وأوساطهم دفع ما زاد على المهر من الجهاز تمليكًا، سوى ما يكون على الزوجة ليلة الزفاف من الحلي والثياب؛ فإن الكثير منه أو الأكثر عارية.

قـال الشيـخ الإمـام الأجـل الشهيـد: الـمختار للفتوىٰ أن يحكم بكون الجهاز ملكاً لا عاريةً؛ لأنه الظاهر الغالب إلا في بلدة جرت العادة بدفع الكل عـارية فـالـقـول للأب، وأما إذا جرت في البعض يكون الجهاز تركة يتعلق بها حق الورثة وهو الصحيح، ولعل وجهه أن البعض الذييدعيه الأب بعينهٖ عارية لـم تشهـد له به العادة بخلاف ما لو جرت العادة بإعارة الكل فلا يتعلق به حق ورثتها بل يكون كله للأب. (الدر المختار مع الشامي، كتاب النكاح / باب المهر، مطلب في دعوىٰ الأب أن الجهاز عاريةً ٣٠٦/٤- ٣٠٩ زكريا، ١٥٦/٣-١٥٧ كراچی)

والـفتوىٰ أنه إن كان العرف مستمرًا أن الأب يدفع ذٰلك الجهاز ملكًا لا عاريةً. (الأشباه والنظائر، الفن الأول / القاعدة السادسة ١٥٧)

وكـذا مسـألة دعـوى الأب عـدم تمليكه البنت الجهاز فقد بنوها على الـعرف مع أن القاعدة أن القول للملك في التمليك. (شرح عقود رسم المفتي / من أمثلة الأحكام التي تتغير بالعرف ١٥٥ دار الكتاب ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۲۰ / ۱۴۴۱/۹/۲۲ھ)

لڑکی کو شادی میں ملے ہوئے زیور پر زکوٰۃ کا حکم

سوال (۴۸۲):- شادی کو ابھی ۵؍ مہینے ہوئے ہیں، تو شادی میں جو زیور ہمیں ملے ہیں، اُن پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟ نیز اگر لڑکی والوں نے ایک سال پہلے زیور بنوار کھے تھے، تو اُن کی زکوٰۃ کون اَدا کرے گا؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- جب تک وہ زیور لڑکی کے والدین کی ملکیت میں تھا تو زکوٰۃ کا حساب اُنہیں کے ذمے تھا، اور جس دن لڑکی اُس زیور کی مالک بنی ہے، اور وہ زیور بقدر نصاب ہے، تو اُسی دن سے لڑکی کی زکوٰۃ کا حساب شروع ہوگا۔ جب اگلے سال وہی تاریخ آئے گی، تو اُس دن مذکورہ زیور کی جو قیمت ہوگی، اُسی کا حساب لگا کر زکوٰۃ اَدا کی جائے گی۔

وسببه أي سبب افتراضهما ملك نصاب حولي تام. (الدر المختار / كتاب الزكاة ۱۷٤/۳ زكريا)

الزكاة واجبة على الحر العاقل البالغ المسلم إذا بلغ نصابًا تامًا، وحال عليه الحول، الملك التام أن يكون ملكه ثابتًا من جميع الوجوه. (الفتاویٰ التاتارخانية / كتاب الزكاة ۱۳٤/۲ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۲۷ / ۱۴۴۱/۹/۲۹ھ)

شادی کے لئے رکھے ہوئے پیسوں پر زکوٰۃ

سوال (۴۸۳):- ہمارے پاس شادی کے لئے پیسے رکھے ہوئے ہیں، شادی لاک ڈاؤن کی وجہ سے مؤخر ہوگئی تو اُن پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- اگر زکوٰۃ کے سالانہ حساب لگانے کے دن مذکورہ جمع شدہ پیسے آپ کی ملکیت میں ہوں، تو اُن پر حسب شرائط زکوٰۃ واجب ہوگی۔ (فتاویٰ محمودیہ ۳۷۶/۹ ڈابھیل)

المستفاد: واللازم في مضروب كل منهما ومعموله ولو تبرًا أو حليًا مطلقًا مباح الاستعمال أو لا، ولو للتجمل والنفقة؛ لأنهما خلقا أثمانًا فيزكيها كيف كانا. (الدر المختار، كتاب الزكاة / باب زكاة المال ۲۲۷/۳ زكريا)

الزكاة واجبة على الحر العاقل البالغ المسلم إذا بلغ نصابًا تامًا، وحال

علیہ الحول، الملک التام أن یکون ملکہ ثابتًا من جمیع الوجوہ. (الفتاویٰ التاتارخانیۃ / کتاب الزکاۃ ۲/ ۱۳۴ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۲۷ / ۱۴۴۱/۹/۲۹ھ)

شادی کی نیت سے خریدے ہوئے زیورات پر زکوٰۃ

سوال (۴۸۴):- شادی کی نیت خرید کر رکھے ہوئے زیور پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصلیًا أما بعد:- اگر وہ زیورات آپ کی ملکیت میں ہیں اور بقدر نصاب ہیں، یا اُنہیں دیگر قابل زکوٰۃ مال سے ملاکر نصاب مکمل ہوجاتا ہے، تو اُن میں حسب شرائط زکوٰۃ واجب ہوگی۔ (کتاب النوازل ۶/ ۴۵۴)

ولا تجب إلا إذا ملک نصابًا خالیًا عن الدین ملکًا تامًا في طرفي الحول، قولہ: إذا ملک الخ، أما الملک فلأنہا لا تجب في مال لا مالک لہ کاللقطۃ. وأما النصاب فلأنہ علیہ السلام قدرہ بہ، فقال علیہ السلام: لیس في أقل من مائتي درہم صدقۃ؛ ولأن الملک ناقص. (الاختیار لتعلیل المختار / کتاب الزکاۃ ۱/ ۱۰۰ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

الزکاۃ واجبۃٌ علی الحر العاقل البالغ المسلم إذا ملک نصابًا ملکًا تامًا، وحال علیہ الحول لقولہ تعالیٰ: ﴿وَآتُوْا الزَّکَاۃَ﴾ ولقولہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: أدوا زکاۃ أموالکم، وعلیہ إجماع الأمۃ، والمراد بالواجب الفرض. (الہدایۃ / أول کتاب الزکاۃ ۱/ ۱۸۵ المکتبۃ الأشرفیۃ دیوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۲۲ / ۱۴۴۱/۹/۲۴ھ)

مالِ تجارت سے کون سا مال مراد ہے؟

سوال (۴۸۵):- جس مالِ تجارت کی قیمت تکمیل نصاب کے لئے جوڑی جاتی ہے اُس سے کون سا مالِ تجارت مراد ہے؟ باقی رہنے والا جیسے: لکڑی، فریج اور کولر، یا جلدی خراب

ہونے والا جیسے: سبزی، ترکاری، پھل فروٹ وغیرہ؟ تو مالِ تجارت میں دونوں قسم کے مال شامل ہوں گے یا صرف باقی رہنے والے مال کی قیمت لگائی جائے گی؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- مالِ تجارت خواہ باقی رہنے والا ہو، یا جلدی ختم ہوجانے والا ہو، اُس سب کی قیمت لگا کر زکوٰۃ اَدا کی جائے گی۔ اور مال کے باقی رہنے یا نہ رہنے سے مسئلہ پر کوئی فرق نہیں پڑتا؛ کیوں کہ زکوٰۃ کا حساب سال میں ایک دن لگایا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر کسی آدمی کا زکوٰۃ کا سال یکم رمضان المبارک سے شروع ہوتا ہے، تو یکم رمضان کو اُس کی ملکیت میں جو بھی مالِ تجارت ہوگا اُس کی قیمت لگائی جائے گی، مثلاً: ۵۰۰؍ کی ترکاری موجود ہے، یا پھل فروٹ وغیرہ ہیں، وہ سب زکوٰۃ میں شامل ہوں گی؛ حتی کہ اگر کوئی شخص آئس کریم کا کاروبار کرتا ہے تو حساب والے دن جتنی آئس کریم اُس کے اسٹاک میں موجود ہے اُس سب کی قیمت جوڑ کر زکوٰۃ اَدا کی جائے گی۔

عن سمرة بن جندب رضي الله عنه قال: أما بعد! فإن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يأمرنا أن نخرج الصدقة من الذي نعد للبيع. (سنن أبي داؤد، كتاب الزكاة / باب العروض إذا كانت للتجارة هل فيها من زكاة ۲۱۸/۱ رقم: ۱۵۶۲)

عن عتّاب بن أسيد رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال في زكاة الكروم: إنها تخرص كما تُخرص النخل، ثم تؤدى زكاته زبيبًا كما تؤدى زكاة النخل تمرًا. (سنن الترمذي، أبواب الزكاة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم / باب ما جاء في الخرص رقم: ٦٤٤، مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب الزكاة / باب ما يجب فيه الزكاة ٢٧٠/٤-٢٧٢ رقم: ١٨٠٢-١٨٠٣-١٨٠٤ دار الكتب العلمية بيروت)

عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: ليس فيما دون خمسة أوسق صدقة، ولا فيما دون خمس ذود صدقة، ولا فيما دون خمس أواق صدقة. (صحيح مسلم / كتاب الزكاة رقم: ٩٧٩، سنن النسائي، كتاب الزكاة / باب زكاة الحبوب رقم: ٢٤٨٥)

عـن موسىٰ بن طلحة رضي اللّٰه عنه قال: عندنا كتاب معاذ بن جبل رضي اللّٰـه عنـه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم أنه قال: إنما أمره أن يأخذ الصدقة من الـحنطة والشعير والزبيب والتمر. مرسل رواه في شرح السنة. (مشكاة المصابيح مع شرح المرقاة، كتاب الزكاة / باب ما يجب فيه الزكاة ٢٧٠/٤ رقم: ١٨٠٣ دار الكتب العلمية بيروت)

قال ابن الملك: معناه أنه لا تجب الزكاة إلا في هذه الأربعة فقط؛ بل تـجب عند الشافعي فيما تنبته الأرض إذا كان قوتًا، وفيما تنبته الأرض قوتًا كان أو لا، وإنـما أمره بالأخذ من هذه الأربعة؛ لأنه لم يكن ثمة غيرها ...... واختلف فيما تـنبـت الأرض مـمـا يـزرعـه الـناس وتغرسه، فعند أبي حنيفة تجب الزكاة في الكل، سواء كان قوتًا أو غير قوت، فذكر التمر والزبيب عنده للتغليب أيضًا.

(مرقاة المفاتيح، كتاب الزكاة / باب ما يجب فيه الزكاة ٢٧١/٤ دار الكتب العلمية بيروت)

والأصـل أن مـا عـدا الحجرين والسوائم إنما يزكى بنية التجارة، تحته في الشـامية: الـحـجـريـن ومـا عـدا ما ذكر كالجواهر والعقارات والمواشي الـعـلوفة والعبيد والثياب والأمتعة ونحو ذلك. (شـامي، كتـاب الـزكاة / قبيل باب السوائم ١٩٤/٣ زكريا، ٢٧٣/٢ کراچی)

الزكاة واجبة فـي عـروض الـتجارة كائنة ما كانت أي سواء كانت من جـنـس ما تـجب فيه الزكاة أو من غيره كالثياب والحمير. (الـجوهرة النيرة، كتاب الـزكاة / باب زكاة العروض ١٥٠/١ دار الكتاب ديوبند، الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب الزكاة / الفصل الثالث زكاة عرض التجارة ١٦٤/٣ رقم: ٢٩٩٩ زكريا) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:٦ / ۱۴۴۱/۹/۸ھ)

دواؤں کی زکوٰۃ قیمتِ خرید سے دیں یا قیمتِ فروخت سے؟

سوال (۴۸٦):- ہومیو پیتھک دواؤں کی زکوٰۃ کا حساب کس طرح لگایا جائے، مثلاً

دوا کی تھوک قیمت ۸۰؍روپئے ہے، اور اُس پر جو قیمت لکھی ہے وہ ۱۵۰؍روپئے ہے، تو ہمیں زکوٰۃ کس قیمت کے اعتبار سے دینی ہوگی، یعنی خرید کی قیمت کے اعتبار سے یا فروخت کی قیمت سے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- دوکان پر اَوسطاً جس قیمت پر دوائیں فروخت ہوتی ہیں، اُسی کا اَندازہ لگا کر زکوٰۃ دی جائے گی، یعنی نہ تو تھوک قیمت کا اعتبار ہوگا اور نہ ہی دواؤں پر لکھی ہوئی قیمتیں معتبر ہوں گی؛ بلکہ فروختگی کی اَوسط قیمت لگائی جائے گی۔ (فتاویٰ عثمانی ۵۳/۲)

عن الحسن في رجل اشترىٰ متاعًا فحلت فيه الزكاة؟ فقال: يزكيه بقيمته يوم حلت. (المصنف لابن أبي شيبة، كتاب الزكاة / ما قالوا في المتاع يكون عند الرجل يحول عليه الحول ٥٢٦/٦ رقم: ١٠٥٥٩ مؤسسة علوم القرآن)

عن ابن جريج قال: سمعت أنا أنها قيمة العروض يوم تخرج زكاته. (المصنف لعبد الرزاق، كتاب الزكاة م باب الزكاة من العروض ٩٧/٤ رقم: ٧١٠٥ المجلس العلمي)

وتعتبر القيمة يوم الوجوب، وقالا: يوم الأداء. وفي السوائم يوم الأداء إجماعًا وهو الأصح، ويقوم في البلد الذي المال فيه الخ (الدر المختار) وفي المحيط: يعتبر يوم الأداء بالإجماع وهو الأصح، فهو تصحيح للقول الثاني الموافق لقولهما، وعليه فاعتبار متفقًا عليه، وعندهما يوم الأداء يكون. (شامي، كتاب الزكاة / باب زكاة الغنم ٢١١/٣ زكريا، ٢٨٦/٢ كراچی، هكذا في الفتاوىٰ الهندية، كتاب الزكاة / الباب الثالث، الفصل الثاني في العروض ١٨٠/١ زكريا، بدائع الصنائع، كتاب الزكاة / صفة الواجب في أموال التجارة ٢١١/٢ زكريا)

والخلاف في زكاة المال فتعتبر القيمة وقت الأداء في زكاة المال على قولهما وهو الأظهر. وقال أبوحنيفة: يوم الوجوب. (حاشية العلامة أبي الإخلاص الشرنبلالي على الدرر الحكام في شرح غرر الأحكام، كتاب الزكاة / باب زكاة المال ١٨١/١ مير محمد كتب خانه كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۵ / ۱۴۴۱/۹/۷ھ)

مالِ تجارت کی قیمت لگانے میں چاندی کے نصاب کا اعتبار ہوگا

سوال (۴۸۷):- مالِ تجارت کی قیمت لگانے میں سونے کے نصاب کا اعتبار ہوگا یا چاندی کا؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- مالِ تجارت میں انفع للفقراء کو مدنظر رکھتے ہوئے نصاب میں چاندی کی قیمت کا اعتبار کیا جائے گا۔ (اِیضاح المسائل ۱۰۳)

عن عبد اللّٰه بن أبي سلمة: أن أبا عمرو بن حماس أخبره: أن أباه حماسًا كان يبيع الأدم والجعاب، وأن عمر قال له: يا حماس! أد زكاة مالک، فقال: واللّٰه مالي مال، إنما أبيع الأدم والجعاب، فقال: قوّمه وأد زكاته. (المصنف لابن أبي شيبة، كتاب الزكاة / ما قالوا في المتاع يكون عند الرجل يحول عليه الحول ٥٢٥/٦ رقم: ١٠٥٥٧ جديد مؤسسة علوم القرآن)

ويضم الذهب إلى الفضة وعكسه بجامع الثمنية قيمة (الدر المختار) قوله: ويضم أي عند الاجتماع، أما عند انفراد أحدهما فلا تعتبر القيمة إجماعًا. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الزكاة / باب زكاة المال ٢٣٤/٣ زكريا)

وفي عرض تجارة قيمته نصاب من ذهب أو ورق مقوما بأحدهما إن استويا فلو أحدهما، أروج تعين التقويم به. ولو بلغ بأحدهما نصابًا دون الآخر تعين ما يبلغ به، ولو بلغ بأحدهما نصابًا وخمسًا بالآخر أقل قومه بالأنفع للفقير (الدر المختار) قوله: تعين التقويم به، أي إذا كان يبلغ به نصابًا لما في النهر عن الفتح يتعين ما يبلغ نصابًا دون ما لا يبلغ، فإن بلغ بكل منهما وأحدهما أروج تعيين التقويم بالأروج. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الزكاة / باب زكاة المال ٢٢٨/٣-٢٢٩ زكريا، ٢٩٨/٢-٢٩٩ كراچی)

ولو ضم أحد النصابين إلى الآخر حتى يؤدي كله من الذهب أو من

الـفـضـة لا بـأس بـه؛ لـكـن يـجـب أن يـكـون التقويم بما هو أنفع للفقراء قدرًا ورواجًـا، وإلا فيـؤدي مـن كـل واحد ربع عشره، كذا في محيط السرخسي. (الـفـتـاوىٰ الهـنـدية، كتـاب الـزكاة / الباب الثالث عشر في زكاة الذهب والفضة والعروض ١٧٩/١ زكـريـا، مـراقـي الـفـلاح مـع حـاشية الطحطاوي / كتاب الزكاة ٣٩٠ كراچی، الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب الزكاة / الفصل الثاني في زكاة المال ١٥٨/٣ رقم: ٣٩٨٢ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۱۵ / ۱۴۴۱/۹/۱۷ھ)

فیڈ میٹر یل اور مرغیوں پر زکوٰۃ

سوال (۴۸۸):- میرا مرغی فارم کا کاروبار ہے، اُن کے لئے میرے پاس ۵/ ہزار کلو فیڈ میٹر یل (یعنی مرغیوں کو کھلانے والی غذا ہے) اور ۲۰/ دن کا مرغا ہے، تو کیا مرغیوں کی غذا اور مرغی دونوں پر زکوٰۃ واجب ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- یہ غذا اگر آپ نے اپنے مرغی فارم کی مرغیوں کو کھلانے کے لیے جمع کر کے رکھی ہے، بیچنے کے لیے نہیں ہے تو اس غذا پر کوئی زکوٰۃ واجب نہیں ہے، ہاں مرغیوں کی قیمت پر زکوٰۃ واجب ہوگی جس دن آپ حساب لگائیں اس دن اندازہ کرلیں کہ مرغیوں کی کتنی قیمت ہے اور اس کو زکوٰۃ میں جوڑ لیں اور اگر آپ یہ فید میٹریل بھی دوسروں کو فروخت کرتے ہیں تو جس حد تک فروخت کرتے ہیں اتنی حد تک وہ مال تجارت میں شمار ہوگا اور اس کی قیمت بھی لگے گی۔

وكـذٰلک آلات المحترفين أي سواء كانت مما لا تستهلک عينه في الانتـفـاع ...... أو تستهـلک؛ لـكـن هٰـذا مـنـه مـا لا يـبـقى أثر عينه، كصابون وحرض الغسال. (رد الـمـحتار / كتاب الزكاة ١٨٣/٣ زكريا، الفتاوىٰ الهندية، كتاب الزكاة / الباب الأول ١٧٢/١ زكريا)

وأصـل هٰـذا أنه ليس على التاجر زكاة مسكنه وخدمه ومركبه وكسوة

أهله وطعامهم ......، العمال الذين يعملون للناس بأجر إذا اشتروا أعيانًا للعمل بها، فحال الحول عليها عندهم فكل عين يبقى له أثر في العين بحيث يرى كالعصفر والزعفران وما أشبه ذٰلك ففيه الزكاة، وما لا يبقى له أثر في العين بحيث لا يرى كالصابون والأشنان فلا زكاة فيه. (الفتاویٰ التاتارخانية / كتاب الزكاة ۱٦٨/۳ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۸ / ۱۴۴۱/۹/۱۰ھ)

مکان کی تعمیر کے لئے رکھے ہوئے مٹیریل پر زکوٰۃ

سوال (۴۸۹):- ہم نے مکان کی تعمیر کے لئے مٹیریل منگوایا؛ لیکن ایک سال تک تعمیر کی نوبت نہیں آئی، تو کیا اُس مٹیریل پر زکوٰۃ واجب ہوگی؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- مکان کی تعمیر کے لئے خرید کردہ مٹیریل پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے؛ اِس لئے کہ یہ مالِ تجارت نہیں ہے؛ بلکہ اپنی ضرورت کے لئے جمع کیا گیا ہے، شرعاً ایسے سامان پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی۔

فلا زكاة في أثاث المنزل ودور السكنى ونحوها. قوله ونحوها: أي كثياب البدن الغير المحتاج إليها وكالحوانيت والعقارات. (رد المحتار مع الدر المختار / كتاب الزكاة ۱٨٢/۳ زكريا)

قوله نامٍ ولو تقديرًا، النما في الشرع: هو نوعان حقيقي وتقديري، فالحقيقي الزيادة بالتوالد والتناسل والتجارات. (رد المحتار / كتاب الزكاة ۱٧٩/۳ زكريا)

وقوارير العطارين ولحم الخيل والحمير المشتراة للتجارة ومقاودها وبجلالها إن كان من غرض المشتري بيعها بها ففيها الزكاة وإلا فلا. (البحر الرائق / كتاب الزكاة ٢٠٦/٢ كراچی)

ومنها كون النصاب ناميًا. (الفتاویٰ الهندية ۱٧٤/۱ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۱۰ / ۱۴۴۱/۹/۱۲ھ)

بس کی خریداری کے لئے دی گئی رقم پر زکوٰۃ

سوال (۴۹۰):- ایک بس میں ڈھائی لاکھ روپیہ لگائے تھے؛ تاکہ مہینہ میں کرایہ ملتا رہتا؛ لیکن وہ بس ابھی تک چلی نہیں، تو کیا ہم پر اُس ڈھائی لاکھ رقم کی زکوٰۃ واجب ہے؟ یا بس چلنے کے بعد ماہانہ کرایہ کی زکوٰۃ دینی ہوگی؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- جو پیسے بس میں لگ چکے اُس کی زکوٰۃ آپ پر لازم نہیں ہے؛ لیکن جب بس چلے گی اور کرایہ آئے گا تو اُس پر حسب شرائط زکوٰۃ واجب ہوگی۔ (محقق ومدلل جدید مسائل ۱/۱۴۷)

ولو اشترى قدورًا يمسكها ويواجرها لا تجب فيها الزكاة، كما لا تجب في بيوت الغلة ...... وكذلك العطار لو اشترى القوارير، ولو اشترى جوالق ليؤاجرها من الناس فلا زكاة فيها؛ لأنه اشتراها للغلة لا للمبايعة، كذا في محيط السرخسي. والخباز إذا اشترى خبزًا أو ملحًا لأجل الخبز فلا زكاة فيه. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الزكاة / الباب الثالث في زكاة الذهب والفضة والعروض ۱/۱۸۰ زكريا، قاضي خان على هامش الهندية / فصل في مال التجارة ۱/۲۵۱، كذا في الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب الزكاة / الفصل الثالث في زكاة عروض الزكاة ۳/۱٤۹ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۱۱ / ۱۴۴۱/۹/۱۳ھ)

عیدی کے پیسوں پر زکوٰۃ

سوال (۴۹۱):- اگر چھوٹے بچے عیدی وغیرہ کے پیسہ جمع کرلیں، تو اُن پیسوں کی زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- نابالغ بچوں پر مطلقاً زکوٰۃ واجب نہیں ہے؛ البتہ اگر بچے بالغ ہوں تو حسب شرائط اُن پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔

ومنها العقل والبلوغ فليس الزكاة على صبي. (الفتاوىٰ الهندية / كتاب الزكاة ١٧٢/١ زكريا)

وخرج المجنون والصبي فلا زكاة في مالهما. (البحر الرائق / كتاب الزكاة ٢٠٢/٢ كراچی، الفتاوىٰ التاتارخانية / كتاب الزكاة ١٣٣/٣ زكريا، بدائع الصنائع / كتاب الزكاة ٧٨/٢، رد المحتار / كتاب الزكاة ١٧٣/٣ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۱۵ / ۱۷/۹/۱۴۴۱ھ)

چیک پر زکوٰۃ

سوال (۴۹۲):- کل مجھے ایک لاکھ کا چیک ملا؛ لیکن میں نے بینک سے اُس کے پیسے نہیں نکالے، اور آج مجھے زکوٰۃ کا حساب کرنا ہے، تو کیا اُس ایک لاکھ کے چیک کی زکوٰۃ نکالوں گا؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- مذکورہ چیک کی رقم کو زکوٰۃ کے حساب میں شامل کیا جائے گا؛ لیکن اُس کی زکوٰۃ کی اَدائیگی اُس وقت واجب ہوگی جب وہ آپ کے اِکاؤنٹ میں منتقل ہوجائے، یا آپ اُس کو بھنالیں۔ (امدادالفتاویٰ ۲/۴۶-۴۸)

عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: زكوا ما كان في أيديكم، وما كان من دين في ثقة فهو بمنزلة ما في أيديكم، وما كان من دين ظنون فلا زكاة فيه حتى يقبضه. (السنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب الزكاة / باب زكاة الدين إذا كان على معسر أو جاحد ٦٩/٦ رقم: ٧٧١٧ دار الفكر بيروت)

إن رواية ابن سماعة أنه لا زكاة فيه حتى يقبض المأتين ويحول الحول من وقت القبض هي الأصح من الروايتين عند أبي حنيفةرحمہ اللہ. (شامي، كتاب الزكاة / باب زكاة المال، مطلب في وجوب الزكاة في دين المرصد ٢٣٨/٣ زكريا، ٣٠٦/٢ كراچی) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۱۵ / ۱۷/۹/۱۴۴۱ھ)

ٹور والے کے پاس عمرہ کے لئے جمع شدہ رقم پر زکوٰۃ

سوال (۴۹۳):- ہم نے آج سے ۷رمہینہ پہلے عمرہ کرنے کے لیےٹور والے کے پاس ایک رقم جمع کرائی تھی، اوراپریل میں سفر کا ارادہ تھا؛ لیکن حالات کی وجہ سے سفر نہ کر سکے، اب ٹور والے کی طرف سے ہمیں اختیار ہے کہ چاہیں رقم واپس لے لیں، یا حالات کے درست ہوجانے کا انتظار کریں۔ تو سوال یہ ہے کہ اس جمع شدہ رقم پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- آپ نے عمرہ کی غرض سے جو رقم ٹور والے کے پاس جمع کرائی ہے، وہ دینِ قوی کے درجہ میں ہے؛ لہٰذا اُس کی زکوٰۃ آپ پر واجب ہے، چاہے ابھی نکالیں یا واپس ملنے کے بعد اَدا کریں، آپ کو اختیار ہے۔

عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: زكوا ما كان في أيديكم، وما كان من دين في ثقة فهو بمنزلة ما في أيديكم، وما كان من دين ظنون فلا زكاة فيه حتى يقبضه. (السنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب الزكاة / باب زكاة الدين إذا كان على معسر أو جاحد ٦٩/٦ رقم: ٧٧١٧ دار الفكر بيروت)

ويزكي الدين عند قبضه فنحو بدل مال التجارة عند قبض أربعين، وبدل ما ليس كذلك عند قبض نصاب الخ. وتوضيحها موقوف على تفصيل الديون وبيان مراتبها، اعلم أن الديون على ثلاثة أنواع: دين قوي: ...... فالدين القوي هو الذي ملكه بدلا عما هو مال الزكاة كالدراهم والدنانير وأموال التجارة، وكذا غلة مال التجارة من العبيد والدور ونحوها، والحكم فيه عند الإمام أنه إذا كان نصابًا وتم الحول عليه تجب الزكاة؛ لكن لا يخاطب بالأداء ما لم يقبض أربعين درهمًا، فإذا قبض أربعين درهمًا زكى درهمًا، فإن قبض أقل من ذلك لا. (مجمع الأنهر / كتاب الزكاة ٢٨٩/١ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۱۷ / ۱۴۴۱/۹/۱۹ھ)

زیور تیار کرانے کے واسطے سنار کے پاس جمع شدہ رقم پر زکوٰۃ

سوال (۴۹۴):- بیٹی کا زیور تیار کرانے کے واسطے سنار کو جو پیسے دے رکھے ہیں، کیا اُن پیسوں پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- مسئولہ صورت میں اگر زیور بنانے کا آرڈر دے کر بطورِ ثمن جو رقم سنار کو دے رکھی ہے، اُس کی زکوٰۃ آپ پر واجب نہیں ہے؛ بلکہ حسب شرائط سنار پر واجب ہے۔

الثمن المدفوع مقدمًا عند إبرام العقد ملك للصانع يجوز له الانتفاع والاستر باح، وتجب عليه الزكاة فيه. (فقه البيوع ٦٠٦/١ دار المعارف ديوبند) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۱۷ / ۱۴۴۱/۹/۱۹ھ)

ڈیلر کو بطور شرکت دیئے ہوئے پیسوں کی زکوٰۃ؟

سوال (۴۹۵):- ہم نے ڈیلر کو بطور شرکت پیسے دیئے؛ لیکن معلوم نہیں کہ ڈیلر نے کس زمین میں پیسہ لگایا؟ تو کیا اِس طرح ڈیلر کو پیسہ دینا درست ہے؟ نیز جب تک زمین فروخت نہیں ہوتی اُس وقت تک نفع ونقصان کا بھی علم نہیں ہوتا، تو ایسی صورت میں اُس رقم کی زکوٰۃ کیسے نکالیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- آپ کے دیئے ہوئے پیسوں سے اگر ڈیلر نے ابھی تک کوئی زمین نہیں خریدی ہے، تو آپ کے پیسے اُس کے پاس اَمانت ہیں، اُن کی زکوٰۃ حسب شرائط آپ پر واجب ہے۔ اور اگر اُن پیسوں سے ڈیلر نے زمین برائے تجارت خرید لی ہے، تو اگرچہ وہ زمین ابھی بکی نہ ہو، پھر بھی موجودہ وقت میں اس کا علاقائی ریٹ معلوم کرکے زکوٰۃ کا حساب لگایا جائے گا۔

وكذا المضاربة، يعني إذا مر المضارب به على العاشر، وكان أبو حنيفة يقول أولا: يعشرها لقوة حق المضارب حتى لا يملك رب المال نهيه عن

التصرف فيه بعد ما صار عروضًا فنزل منزلة المالك، ثم رجع إلى ما ذكر في الكتاب، وهو قولهما؛ لأنه ليس بمالك، ولا نائب عنه في أداء الزكاة، إلا أن يكون في المال ربح يبلغ نصيبه نصابًا، فيؤخذ منه؛ لأنه مالك له (الهداية) قوله ولا نائب عنه: أي إنما هو نائب في التجارة لا غير، والنائب تقتصر ولايته على ما فوض إليه، فكان بمنزلة المستبضع. (العناية مع الهداية على شرح فتح القدير ٢٣١/٢ دار الفكر بيروت)

قوله لقوة حق المضارب الخ: حتى كان له أن يبيع من المالك فصار كالمالك، فكان حضوره كحضور المالك. قوله ولا نائب عنه الخ: والزكاة تستدعى نية من عليه، وهو كالمالك في التصرف الاسترباحي لا في أداء الزكاة، بخلاف حصة المضارب؛ لأنه يملكها فيؤخذ منه عنها. (فتح القدير ٢٣١/٢ دار الفكر بيروت)

وكان أبوحنيفة يقول أولا: يعشرها لقوة حق المضارب حتى لا يملك رب المال نهيه عن التصرف فيه بعد ما صار عروضًا فنزل منزلة المالك، ثم رجع إلى ما ذكرنا في الكتاب وهو قولهما؛ لأنه ليس بمالك ولا نائب عنه في أداء الزكاة إلا أن يكون في المال ربح يبلغ نصيبه نصابًا فيؤخذ منه؛ لأنه مالك له. وقوله: لأنه غير مأذون بأداء زكاته: يعني هو مأذون بالتجارة فقط، فلو أخذ أخذ غير زكاة وليس له أخذ شيء سوى الزكاة. وقوله: ولا نائب عنه، أي إنما هو نائب في التجارة لا غير، والنائب تقتصر ولايته على ما فوض إليه، فكان بمنزلة المستبضع. فقط والله أعلم. (العناية شرح الهداية ٢٣١/٢)

والأصل أن ما عدا الحجرين والسوائم إنما يزكى بنية التجارة بشرط عدم المانع المؤدي إلى الثني، وشرط مقارنتها لعقد التجارة وهو كسب

المال بالمال بعقد شراء أو إجارة أو استقراض. (الدر المختار / كتاب الزكاة ١٩٤/٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۲۰ / ۱۴۴۱/۹/۲۲ھ)

سیکورٹی کی رقم پر زکوٰۃ

سوال (۴۹۶):- بڑی کمپنیاں جب کسی فرم کو لائسنس جاری کرتی ہیں، تو سیکورٹی کے نام پر لاکھوں روپئے جمع کرتی ہیں، اور کمپنیاں کہتی ہیں کہ جب تمہارا کام بند ہوگا، تو یہ رقم بھی تمہیں واپس دے دی جائے گی، سوال یہ ہے کہ سیکورٹی والی رقم کی زکوٰۃ کون اَدا کرے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- سیکورٹی کی رقم پر زکوٰۃ کسی پر واجب نہیں ہے؛ کیوں کہ یہ رقم شئ مرہون کے مشابہ ہے، جس پر راہن یا مرتہن کسی پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی۔

ولا (أي لا تجب الزكاة) في مرهون أي لا على المرتهن لعدم ملك الرقبة، ولا على الراهن لعدم اليد. (الدر المختار مع الشامي / كتاب الزكاة ١٨٠/٣ زكريا، ٢٦٣/٢ كراچی، الفتاویٰ الهندية، كتاب الزكاة / الباب الأول في تفسيرها وصفتها الخ ١٧٢/١ زكريا)

ومن موانع الوجوب الرهن إذا كان في يد المرتهن لعدم ملك اليد.

(البحر الرائق / كتاب الزكاة ٣٥٥/٢ دار الكتب العلمية بيروت وزكريا ديوبند)

ومنها: الملك التام وهو ما اجتمع فيه الملك واليد. (الفتاویٰ الهندية / كتاب الزكاة ١٧٢/١ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۲۰ / ۱۴۴۱/۹/۲۲ھ)

تنخواہ سے کٹنے والے فنڈ پر زکوٰۃ کا حکم

سوال (۴۹۷):- ملازمین کی تنخواہوں سے جو رقم فنڈ کے نام پر کاٹی جاتی ہے جو ریٹائرڈ ہونے کے بعد ملتی ہے، اُس پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- اِس فنڈ پر فی الحال زکوٰۃ واجب نہیں ہے؛ اِس لئے کہ وہ مالک کے قبضے اور تصرف میں نہیں آئی ہے، ریٹائرمنٹ کے بعد جب یہ جمع شدہ رقم ملے گی تو اُسی وقت سے اُس کا حساب لگایا جائے گا، پچھلے سالوں کی زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔ (اِمداد الفتاویٰ جدید مطول حاشیہ ۳۱/۴-۳۶ زکریا، کتاب المسائل ۲۲۷/۲)

وأما الدين الضعيف فهو الذي وجب بدلا عن شيء، سواء وجب له بغير صنعه كالميراث أو بصنعه كالوصية أو وجب بدلا عما ليس بمال كالمهر، وبدل الخلع، والصلح عن القصاص، وبدل الكتابة، ولا زكاة فيه ما لم يقبض كله، ويحول عليه الحول بعد القبض. (بدائع الصنائع، كتاب الزكاة / مراتب الديون ٥٠/٢ زكريا)

نام أي زائد ولو كان النماء تقديرًا بأن يكون المال في يده أو يد نائب وهو متمكن من الزيادة فلا زكاة في مال الضمار وهو لغة الغائب الذي لا يرجى، وشرعًا كل مالٍ غير مقدور الانتفاع به مع قيام أصل الملك، كذا في البدائع. (النهر الفائق / كتاب الزكاة ٤١٦/١ دار الكتب العلمية بيروت)

الشرائط التي ترجع إلى المال ...... ومنها الملك المطلق، وهو أن يكون مملوكًا له رقبة ويدًا، وهذا قول أصحابنا. (بدائع الصنائع، كتاب الزكاة / فصل في الشرائط التي ترجع إلى المال ٣٩٠/٢ دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق / كتاب الزكاة ٣٦٢/٢ دار الكتب العلمية بيروت وزكريا ديوبند)

ويشترط أن يتمكن من الاستنماء بكون المال في يده أو يد نائبه؛ فإن لم يتمكن من الاستنماء فلا زكاة عليه، وذٰلك مثل مال الضمار. (الفتاوىٰ الهندية ١٧٤/١، ومثله في البحر الرائق ٣٦٢/٢، تبيين الحقائق ٢٧/٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۲۷ / ۱۴۴۱/۹/۲۹ھ)

ڈپازٹ کی زکوٰۃ کس کے ذمہ ہے؟

سوال (۴۹۸):- کرایہ داری کے معاملے میں مالک مکان ڈپازٹ کے طور پر جو پیسے لیتا ہے اُس کی زکوٰۃ کون اَدا کرے گا؟ مالک یا کرایہ دار؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- اِس بارے میں قدرے تفصیل ہے، وہ یہ ہے کہ اگر متعین وقت کے لئے کرایہ داری کا معاملہ ہو، مثلاً: ایک سال کی مدت کے لئے معاملہ طے ہوا، اور مالک مکان نے کرایے دار سے ۵/لاکھ روپئے ڈپازٹ کے طور پر لئے، اور کرایہ دار جانتا ہے کہ اُسے مکان ایک سال میں خالی کرنا ہے، جس کے بعد ۵/لاکھ روپئے اُسے واپس مل جائیں گے، تو ایسی صورت میں یہ ۵/لاکھ روپئے کرایہ دار کی طرف سے مالک مکان پر قرض ہے، اور دین قوی کے درجے میں ہے؛ لہٰذا رقم واپسی پر کرایے دار پر اُس کی گذشتہ سال کی زکوٰۃ دینا لازم ہوگا۔

اور اگر کرایہ داری کے معاملے کی مدت غیر متعین ہے، اور یہ کچھ پتہ نہیں کہ کتنے سال تک معاملہ باقی رہے گا؟ تو ایسی صورت میں ڈپازٹ کی رقم دَین ضعیف یا دَین متوسط کے درجے میں ہوگی، جس کی زکوٰۃ مالک یا کرایے دار کسی پر لازم نہ ہوگی۔ (منتخبات نظام الفتاویٰ ۱/۱۷۳ ایفا پبلی کیشنز، کتاب النوازل ۶/۴۷)

عن أيوب بن أبي تيمية السختياني أن عمر بن عبد العزيز كتب في مالٍ قبضه بعض الولاة ظلمًا يأمر برده إلى أهله، ويؤخذ زكاته لما مضى من السنين، ثم عقب بعد ذلك بكتاب أن لا يؤخذ منه إلا زكاة واحدة؛ فإنه كان ضمارًا.

(الموطأ للإمام مالك، كتاب الزكاة / باب الزكاة في الدين ص: ۱۸۵ رقم: ۱۸ دار الكتب العلمية بيروت)

عن عمرو بن ميمون رضي الله عنه قال: أخذ الوالي في زمن عبد الملك مال رجل من أهل الرقة يقال له أبو عائشة عشرين ألفًا، فأدخلت في بيت المال، فلما ولى عمر ابن عبد العزيز، أتاه ولده فرفعوا مظلمتهم إليه،

فكتب إلىٰ ميمون: ادفعوا إليهم أموالهم وخذوا زكاة عامه هٰذا، فلولا أنه كان مالا ضمارًا أخذنا منه زكاة ما مضىٰ. (المصنف لابن أبي شيبة، كتاب الزكاة / باب ما قالوا في الرجل يذهب له المال السنين ثم يجده فيزكيه ٤٢٠/٢ رقم: ١٠٦١٤ دار الكتب العلمية بيروت)

واعلم أن الديون عند الإمام ثلاثةٌ: قوي ومتوسط وضعيف، فتجب زكاتها إذا تم نصابًا وحال الحول لكن لا فورًا؛ بل عند قبض أربعين درهمًا من الدين القوي، كقرض وبدل مال تجارة، فكلما قبض أربعين درهمًا يلزمه درهم. ويعتبر ما مضى من الحول قبل القبض في الأصح (الدر المختار) أي في الدين المتوسط؛ لأن الخلاف فيه، أما القوي فلا خلاف فيه لما في المحيط، من أنه تجب الزكاة فيه بحول الأصل؛ لكن لا يلزمه الأداء حتى يقبض منه أربعين درهمًا. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الزكاة / باب زكاة المال ٢٣٦/٣-٢٣٧ زكريا، ٣٠٥/٢ كراچی، خانية على الهندية، كتاب الزكاة / فصل في مال التجارة ٢٥٣/١ زكريا، الفتاوىٰ الهندية، كتاب الزكاة / الباب الأول في تفسيرها الخ ١٧٥/١ زكريا، بدائع الصنائع، كتاب الزكاة / فصل: الشرائط التي ترجع إلى المال ٩٠/٢ المكتبة النعيمية ديوبند، مجمع الأنهر / كتاب الزكاة ٢٨٩/١ دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق ٣٦٣/٢) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:٦ / ۱۴۴۱/۹/۸ھ)

بیچنے کی نیت سے خریدے گئے پلاٹ پر زکوٰۃ

سوال (۴۹۹):- ہم نے رقم محفوظ کرنے کے لئے پلاٹ خریدا تھا کہ پیسے محفوظ رہیں گے، جب ضرورت ہوگی تو پلاٹ بیچ دیں گے۔ تو اُس پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- بیچنے کی نیت سے خریدے گئے پلاٹ کی موجودہ قیمت پر حسب ضابطہ زکوٰۃ واجب ہے؛ کیوں کہ وہ مالِ نامی کے حکم میں ہے۔

الزكاة واجبةٌ في عروض التجارة كائنة ما كانت إذا بلغت قيمتها نصابًا

من الذهب والفضة. (الهداية، كتاب الزكاة / فصل في العروض ۲۱۲/۱ المكتبة الأشرفية ديوبند، الفتاوىٰ الهندية، كتاب الزكاة / الباب الثاني، الفصل الثاني في العروض ۱۷۹/۱ زكريا)

ومنها كون النصاب ناميًا حقيقة بالتوالد والتناسل والتجارة. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الزكاة / الباب الأول ۱۷۴/۱ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۲۸ / ۱۴۴۱/۹/۳۰ھ)

تجارتی زمین میں ہر سال کی قیمت فروخت سے زکوٰۃ نکالی جائے گی

سوال (۵۰۰):- میرے دوست کی بیوی نے ۲۰۱۳ء میں اپنے بھائیوں کے ساتھ مشترک تجارت میں شریک ہوکر پلاٹ کی خریداری کے لئے ۸/لاکھ روپئے دئے تھے، سب بہن بھائیوں نے مل کر پلاٹ خریدا، اور ۲۰۲۰ء میں بھاری نفع کے ساتھ اُس کو فروخت کردیا، جس میں دوست کی بیوی کو بھی ۸/لاکھ کے علاوہ بڑی رقم نفع میں ملی۔ اَب سوال یہ ہے کہ ۲۰۱۳ء سے لے کر ۲۰۲۰ء تک ۷/سالوں کی زکوٰۃ کس حساب سے نکالی جائے گی؟ ۲۰۲۰ء کو ہی قیمت فروخت کو معیار بنایا جائے گا یا ہر سال کی قیمت الگ لگے گی؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- ہر سال اُس زمین کی جو مارکیٹ ویلیو رہی ہو اُس کا ایک اندازہ لگا کر اُسی حساب سے ہر سال کی زکوٰۃ اَدا کی جائے گی، تمام سالوں کے لئے ۲۰۲۰ء کو معیار نہیں بنایا جائے گا۔ (فتاویٰ عثمانی ۵۳/۲)

والخلاف في زكاة المال فتعتبر القيمة وقت الأداء في زكاة المال على قولهما، وهو الأظهر. وقال أبوحنيفة: يوم الوجوب، كما في البرهان. (غنية ذوي الأحكام في بغية درر الحكام لأبي الخلاص الشرنبلالي من حاشية درر الحكام ۱۸۱/۱ مكتبة جامعة الرياض، قسم المخطوطات)

واعتبراهما يوم الأداء إذا الأصل هو أداء أجزاء من النصاب وللمزكي حق النقل إلى القيمة، فيعتبر يوم النقل، وهو وقت الأداء، وصار كما لو نقصت بعفونته وكالسوائم وهو الأظهر، لما قلنا. (البرهان شرح مواهب الرحمن ۵۰۷/۱ مخطوطة، وكذا في بدائع الصنائع ۲۲/۲ كراچی)

وتعتبر القيمة يوم الوجوب وقالا: يوم الأداء، وفي السوائم يوم الأداء إجماعًا وهو الأصح، ويقوم في البلد الذي المال فيه الخ، وفي الشامية: تحته، وفي المحيط: يعتبر يوم الأداء بالإجماع وهو الأصح، فهو تصحيح للقول الثاني الموافق لقولهما وعليه فاعتبار يوم الأداء يكون متفقًا عليه عنده وعندهما. (الدر المختار ۲۸۶/۲ کراچی)

وطريقة التقويم: يقوم التاجر العروض أو البضائع التجارية في آخر كل عام بحسب سعرها في وقت إخراج الزكاة لا بحسب شعر شرائها، ويخرج الزكاة المطلوبة. (الفقه الإسلامي وأدلته للزحيلي، القسم الأول: العبادات / ثالثًا تقويم العروض ومقدار الواجب في هذه الزكاة وطريقة التقويم ۱۸۷۱/۳ دار الفكر بيروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۴۷ / ۱۴۴۲/۲/۲ھ)

تجارتی جائیداد پر زکوٰۃ کا حساب؟

سوال (۵۰۱):- ہمارے پاس ڈھائی لاکھ روپئے کی زمین ہے، جسے ہم نے فروخت کرنے کی نیت سے خریدا ہے، اور اُس پر ایک سال گذر چکا ہے، تو اُس کی زکوٰۃ اس وقت اَدا کی جائے گی یا جب اس کو فروخت کیا جائے گا اُس وقت اَدا کرنی ہوگی؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- تجارت کی نیت سے خریدی گئی جو زمین آپ کے قبضے میں ہے، اُس کی زکوٰۃ ہر سال آپ پر واجب ہے۔ زکوٰۃ کی مقررہ تاریخ میں اُس کی قیمت کا اندازہ لگا کر زکوٰۃ کا حساب جوڑ لیا جائے، اُس کی فروختگی کا انتظار نہ کیا جائے۔

الزكاة واجبة على الحر العاقل البالغ المسلم إذا ملك نصابًا ملكًا تامًا، وحال عليه الحول. (الفتاویٰ التاتارخانية / كتاب الزكاة ۱۳۳/۳ زکریا، الهداية ۱۸۵/۱)

وسببه: ملك نصاب حولي نسبة للحول لحولانه عليه تام بالرفع صفة الملك. (الدر المختار / كتاب الزكاة ۱۷٤/۳ زکریا)

وشرط وجوب أدائها حولان الحول على النصاب الأصلي. (مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي / كتاب الزكاة ص: ٣٨٩ قديمی كتب خانه كراچی)

وتجب على الفور عند تمام الحول حتى يأثم بتاخيره من غير عذر. (الفتاویٰ الهندية / كتاب الزكاة ١٧٠/١ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۲۱ / ۱۴۴۱/۹/۲۳ھ)

لاک ڈاؤن میں پھنسے ہوئے مال پر زکوٰۃ کا حکم

سوال (۵۰۲):- ہمارا ریڈی میڈ کا کاروبار ہے، تقریباً ۲۰/لاکھ روپئے کا مال ہم نے اُدھار دے رکھا ہے اور لاک ڈاؤن کی وجہ سے وہ رقم ہماری پھنس گئی ہے، اَب بعد میں آنے کی اُمید ہے، تو اُس پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- جس دن آپ زکوٰۃ کا حساب لگاتے ہیں، اُس وقت مذکورہ ۲۰/لاکھ کی رقم کو بھی مالِ زکوٰۃ میں شامل کر کے حساب لگایا جائے گا؛ تاہم اُس کی اَدائیگی آپ پر اُس وقت واجب ہوگی، جب کہ وہ رقم آپ کے قبضے میں آ جائے۔

الديون ثلثة: دين قويٌ وهو بدل مال التجارة والقرض ودين وسط – إلىٰ قولهٖ – ففي الدين تجب الزكاة إذا حال الحول، ويتراخى الأداء إلىٰ أن يقبض أربعين درهمًا، وكلما قبض أربعين درهمًا يلزمه درهم الخ. (فتاویٰ قاضي خان علىٰ هامش الهندية، كتاب الزكاة / فصل في مال تجارة ٢٥٢/١ زكريا، الفتاویٰ الهندية، كتاب الزكاة / الباب الأول في تفسيرها وصفتها وشرائطها ١٧٥/١ زكريا)

واعلم أن الديون عند الإمام ثلاثةٌ: قوي ومتوسط وضعيف، فتجب زكاتها إذا تم نصابًا وحال الحول لكن لا فورًا؛ بل عند قبض أربعين درهمًا من الدين القوي، كقرض وبدل مال تجارة، فكلما قبض أربعين درهمًا يلزمه درهم. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الزكاة / باب زكاة المال ٢٣٦/٣ زكريا، ٣٠٥/٢ كراچی، بدائع الصنائع، كتاب الزكاة / مراتب الديون ٩٠/٢ المكتبة النعيمية ديوبند) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۲۸ / ۱۴۴۱/۹/۳۰ھ)

قرض پر زکوٰۃ کا حکم

سوال (۵۰۳):- میرے پاس سونا ہے نہ چاندی، صرف تین لاکھ روپیہ ہے، وہ بھی دوسری پارٹی کے پاس ہے، پتہ نہیں وہ بھی رمضان میں ملیں گے یا نہیں، تو مجھ پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- مسئولہ صورت میں اگر قرض کی مذکورہ ۳/لاکھ کی رقم کی واپسی کا آپ کو یقین ہو، تو جب یہ رقم آپ کو ملے گی، تو گذشتہ مدت کی زکوٰۃ کی ادائیگی حسب ضابطہ واجب ہوگی۔ اور اگر آپ رقم ملنے سے پہلے اُس کی زکوٰۃ اَدا کرنا چاہیں تو اِس میں بھی شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔

عن عائشة رضي الله عنها قالت: ليس فيه زكاة حتى يقبضه. عن عطاء قال: لا يزكيه حتى يقبضه. عن أبي جعفر قال: ليس فيه زكاة حتى يقبضه. (المصنف لابن أبي شيبة، كتاب الزكاة / باب من قال ليس في الدين زكاة حتى يقبض ٤٨٦/٦-٤٨٧، رقم: ١٠٣٥٩-١٠٣٦٠-١٠٣٦٢)

عن نافع عن ابن عمر رضي الله عنه قال: زكاة أموالكم حولٌ إلىٰ حول، وما كان من دين ثقة فزكوه، وإن كان من دين مظنون فلا زكاة فيه، حتى يقضيه صاحبه. (المصنف لابن أبي شيبة، كتاب الزكاة / باب في زكاة الدين ٤٨٥/٦ رقم: ١٠٣٥١ السنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب الزكاة / باب زكاة الدين إذا كان علىٰ معسر أو جاحد ٢٥٢/٤ رقم: ٧٦٢٤ دار الكتب العلمية بيروت)

عن الليث بن سعد أن عبد الله بن عباس وعبد الله بن عمر رضي الله عنهما قالا: من أسلف مالاً فعليه زكاته في كل عام، إذا كان في ثقة. (السنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب الزكاة / باب زكاة الدين إذا كان على ملي موفى ٢٥٢/٤ رقم: ٧٦٢٠)

فتجب زكاتها إذا تم نصابًا وحال الحول لكن لا فورًا؛ بل عند قبض

أربعين درهمًا من الدين القوي كقرض وبدل مال التجارة. (الدر المختار، كتاب الزكاة / باب زكاة المال، مطلب في وجوب الزكاة في دين المرصد ٢٣٦/٣ زكريا، ٢٠٥/٢ كراچی)

وقوى وهو ما يجب بدلاً عن سلع التجارة إذا قبض أربعين زكى مما مضى، كذا في الزاهدي. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الزكاة / الباب الأول ١٧٥/١ زكريا)

ففي القوي تجب الزكاة إذا حال الحول ويتراخى القضاء إلىٰ أن يقبض أربعين درهمًا، ففيها درهمٌ. (البحر الرائق / كتاب الزكاة ٢٠٧/٢ كراچی، بدائع الصنائع، كتاب الزكاة / مراتب الديون ٩٠/٢ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۱۰ / ۱۴۴۱/۹/۱۲ھ)

قرض دیے ہوئے سونے پر زکوٰۃ

سوال (۵۰۴):- ہم نے کسی شخص کو سونا یا روپیہ قرض دیا تھا؛ لیکن وہ ابھی ہمارے پاس واپس نہیں آیا، تو اُس کی زکوٰۃ ہم پر واجب ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- اگر اس قرض کے ملنے کا یقین ہو تو جب آپ کو یہ قرض واپس ملے گا تو گذشتہ سب سالوں کی زکوٰۃ دینا آپ پر فرض ہوگا۔ اور اگر چاہیں تو ملنے سے پہلے بھی حساب لگا کر اُس کی زکوٰۃ اَدا کر سکتے ہیں۔

عن السائب بن يزيد أن عثمان بن عفان رضي الله عنه كان يقول: هذا شهر زكاتكم فمن كان عليه دين فليؤد دينه حتى تحصل أموالكم فتؤدوا منها الزكاة. قال محمدؒ: وبهذا نأخذ من كان عليه دين وله مال فليدفع دينه من ماله، فإن بقي بعد ذلك ما تجب فيه الزكاة ففيه زكاة وتلك مائتا درهم أو عشرون مثقالاً ذهبًا فصاعدًا، وإن كان الذي بقي أقل من ذلك بعد ما يدفع من ماله الدين فليست فيه الزكاة، وهو قول أبي حنيفةؒ. (الموطأ لإمام محمد، كتاب الزكاة / باب زكاة المال ١٧٢/١-١٧٣ رقم: ٣٢٣ المكتبة الأشرفية ديوبند)

عـن حـميد بن عبد الرحمن أن عبد الرحمن بن عبد القاري و كان على بيـت مـال عـمـر رضـي اللّٰه عنه قال: – إلىٰ – ولكنهم كانوا إذا قبضوا الدين أخـرجوا عنها لما مضى منها. (السـنـن الكبرىٰ للبيهقى، كتاب الزكاة / باب زكاة الدين، إذا كان على معسر أو جاحد ٦٩/٦ رقم: ٧٧١٨ دار الفكر بيروت)

فـفي الدين تجب الزكاة إذا حال الحول ويتراخىٰ الأداء إلىٰ أن يقبض أربـعين درهمًا، وكلما قبض أربعين درهمًا يلزمه درهم الخ. (قـاضي‌خان على هامش الـفتاوىٰ الهندية، كتاب الزكاة / فصل في مال تجارة ٢٥٢/١ زكريا، الفتاوىٰ الهندية، كتاب الزكاة / الباب الأول في تفسيرها وصفتها وشرائطها ١٧٥/١ قديم زكريا، ٢٣٦/١ جديد زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۸ / ۱۴۴۱/۹/۱۰ھ)

جس قرض کی جلد واپسی کی اُمید نہ ہو اُس پر زکوٰۃ کا حکم

سوال (۵۰۵):- میرے ۶۵؍ ہزار روپئے دوسرے کے پاس قرض ہیں، اور بظاہر ابھی جلدی میں اُن کی واپسی کی اُمید نہیں ہے، تو سوال یہ ہے کہ میرے ذمے اُن کی زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟

الجـواب حـامدًا ومـصليًا أما بعد:- اگر مذکورہ رقم آپ کو ملنے کا غالب گمان ہے، تو جب بھی وہ رقم ملے گی، گذشتہ سالوں کی زکوٰۃ کی اَدائیگی آپ پر واجب ہوگی۔ اور اگر آپ چاہیں تو ملنے سے پہلے بھی حساب لگا کر اُس کی زکوٰۃ اَدا کر سکتے ہیں۔

عـن عبـد الـلّٰـه بـن عبـاس وعبد اللّٰه بن عمر رضي اللّٰه عنهما قالا: من أسـلف مـالا فعليه زكاته في كل عام إذا كان في ثقة. (السـنن الكبرىٰ، كتاب الزكاة / باب زكاة الدين إذا كان علىٰ ملي موفي ٢٥٢/٤ رقم: ٧٦٢٠ دار الكتب العلمية بيروت)

قسـم أبـو حـنيـفة الـدين علىٰ ثلاثة أقسام قوي وهو بدل القرض، ومال التـجـارة ومتوسط وهو بدل ما ليس للتجارة ...... ففي القوي تجب الزكاة إذا

حال الحول، ويتراخى القضاء إلىٰ أن يقبض أربعين درهمًا، ففيها درهم، وكذا فيما زاد بحسابه. (البحر الرائق، كتاب الزكاة / تحت قوله: "وملك نصاب حوليّ الخ" ۲۰۷/۲ كوئٹه، كذا في الدر المختار، كتاب الزكاة / باب الزكاة المال ۳۰۵/۲ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۱۹ / ۱۴۴۱/۹/۲۱ھ)

اپنے اوپر قرض کی رقم مالِ زکوٰۃ میں شامل نہ ہوگی

سوال (۵۰۶):- ایک شخص کے پاس ۳/لاکھ روپئے نقد ہیں، ۱۰/لاکھ روپئے کا سونا ہے جو لڑکی کی شادی کے لئے رکھا ہے، اور ایک پلاٹ ہے جسے فروخت کر کے مکان بنانا ہے؛ لیکن وہ ۵/لاکھ روپئے کا مقروض بھی ہے تو اُس پر کتنی زکوٰۃ واجب ہوگی؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- مذکورہ شخص ۵/لاکھ روپئے قرض کی رقم منہا کر کے مابقیہ مالیت پر ڈھائی فی صد روپئے کے حساب سے زکوٰۃ اَدا کرے گا۔ (فتاویٰ محمودیہ ۳۲۲/۹ ڈابھیل)

ومديون للعبد بقدر دينه فيزكي الزائد إن بلغ نصابًا. قوله: بقدر دينه متعلق بقوله: فلا زكاة. (رد المحتار، كتاب الزكاة / مطلب في زكاة ثمن المبيع وفاء ۱۸۰/۳ زكريا)

فارغ عن الدين، والمراد دين له مطالب من جهة العباد، سواء كان الدين لهم أو لله تعالىٰ، وسواء كانت المطالبة بالفعل أو بعد زمانٍ، فينتظم الدين المؤجل ولو صداق زوجته المؤجل إلى الطلاق أو الموت. (مجمع الأنهر / كتاب الزكاة ۲۸٦/۱ دار الكتب العلمية بيروت، تبيين الحقائق / كتاب الزكاة ۲٥٤/۱ المكتبة الإمدادية ملتان)

وإن كان ماله أكثر من دينه زكى الفاضل إذا بلغ نصابًا لفراغه عن الحاجة الأصلية، والمراد به دين له مطالب من جهة العباد. (الهداية / كتاب الزكاة ۷/۲ مكتبة البشرىٰ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۷ / ۱۴۴۱/۹/۹ھ)

کیا بیوی کا مہر زکوٰۃ کی اَدائیگی کے وقت منہا کیا جائے گا؟

سوال (۵۰۷):- بیوی کا مہر جو اَب تک اَدا نہیں کیا گیا، کیا زکوٰۃ کی اَدائیگی میں کل مال میں سے منہا کیا جائے گا؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- اِس مسئلے میں قدرے تفصیل ہے کہ اگر مہر معجّل ہے، اور شوہر کا اُسے اَدا کرنے کا پختہ اِرادہ ہے، تو ایسی صورت میں اِس مہر کی رقم کو عام قرض میں شمار کر کے شوہر اُسے منہا کر کے اپنی زکوٰۃ کا حساب لگائے گا؛ لیکن اگر شوہر کا اُسے جلد اَدا کرنے کا اِرادہ نہیں ہے، یا مہر مؤجل ہے، تو اُسے زکوٰۃ میں منہا نہیں کیا جائے گا۔ (کفایت المفتی ۱۶۵/۶ زکریا)

قيل: المهر المؤجل لا يمنع؛ لأنه غير مطالب به عادة بخلاف المعجل، وقيل: إن كان الزوج عزم على الأداء منع وإلا فلا؛ لأنه لا يعد دينًا، بحر عن غاية البيان. وفي القهستاني: والصحيح أن المؤجل غير مانع كما في الجواهر.

(حاشية الطحطاوي على الدر المختار / كتاب الزكاة ٣٩١/١ مكتبة الاتحاد ديوبند، كذا في البحر الرائق / كتاب الزكاة ٣٥٧/٢ زكريا، مجمع الأنهر / كتاب الزكاة ١٩٣/١ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۲۷ / ۱۴۴۱/۹/۲۹ھ)

غلہ کی اُدھار خرید وفروخت کرنے والے پر زکوٰۃ کا حکم

سوال (۵۰۸):- ہمارے یہاں غلہ کا کاروبار ہوتا ہے، ہم اُدھار غلہ منگاتے ہیں، اور فروخت کر کے پیسہ بھیج دیتے ہیں، تو حساب زکوٰۃ کا کیسے لگے گا؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- جس دن آپ زکوٰۃ کا حساب لگائیں اُس دن غلہ کی جو قیمت آپ پر واجب الاداء ہے، اُسے منہا کر کے بقیہ مالیت پر زکوٰۃ واجب ہوگی، درمیان سال میں جو حساب چلتا رہا اُس کا اعتبار نہیں ہے، صرف زکوٰۃ کے حساب کی مقررہ تاریخ کا اعتبار ہے۔

عـن السـائـب بـن يزيد أن عثمان بن عفان رضي الله عنه كان يقول: هذا شهـر زكـاتـكـم، فمن كان عليه دين فليؤد دينه حتى تحصل أموالكم، فتؤد منها الـزكاة. قال محمد: وبهذا نأخذ من كان عليه دين وله مال فليدفع دينه من ماله، فـإن بـقـي بـعد ذلك ما تجب فيه الزكاة ففيه زكاة ...... وإن كان الذي بقي أقل مـن ذلك بـعـد ما يدفع من ماله الدين فليست فيه الزكاة، وهو قول أبي حنيفةؒ.

(المؤطا لإمام محمد، كتاب الزكاة / با ب زكاة المال ١٧٢/١-١٧٣ رقم: ٣٢٣ المكتبة الأشرفية ديوبند)

عـن ابن عمر رضي الله عنهما قال: زكاة أموالكم حول إلىٰ حولٍ، فما كان مـن ديـن ثـقة فزكوه، وما كان من دين ظنون فلا زكاة فيه حتى يقضيه صاحبه.

(المصنف لابن أبي شيبة، كتا ب الزكاة / في زكاة الدين ٤٨٥/٦ رقم: ١٠٣٥١ مؤسسة علوم القرآن)

إن رواية ابـن سماعة أنه لا زكاة فيه حتى يقبض المأتين ويحول الحول مـن وقـت القبض هي الأصح من الروايتين عن أبي حنيفةؒ. (شـامي، كتاب الزكاة / باب زكاة المال، مطلب في وجوب الزكاة، في دين المرصد ٢٣٨/٣ زكريا، ٣٠٦/٢ كراچی)

ومـديـون لـلعبد بقدر دينه فيزكى الزائد إن بلغ نصابًا. (رد المحتار، كتاب الزكاة / مطلب: في زكاة ثمن المبيع ١٨٠/٣ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۹ / ۱۱/۹/۱۴۴۱ھ)

غیر مقبوضہ نفع پر زکوٰۃ

ســـــوال (۵۰۹):- میرے کاروبار میں ۸۷ر ہزار روپئے کا نفع ہوا؛ لیکن ابھی وہ میرے قبضہ میں نہیں آئے، تو اُن پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟

الـجـواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- جی ہاں! اُس نفع کی رقم کو بھی زکوٰۃ کے سالانہ حساب میں شامل کیا جائے گا؛ تاہم اُس کی اَدائیگی اُس وقت واجب ہوگی جب کہ وہ قبضے میں آجائے۔

عـن نـافـع عـن ابـن عـمـر رضي الله عنه قال : زكاة أموالكم حولٌ إلىٰ حـول، ومـا كـان مـن ديـن ثـقة فزكوه، وإن كان من دين مظنون فلا زكاة فيه، حتى يقضيه صاحبه. (المصنف لابن أبي شيبة، كتاب الزكاة / باب في زكاة الدين ٤٨٥/٦ رقم: ١٠٣٥١ السنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب الزكاة / باب زكاة الدين إذا كان علىٰ معسر أو جاحد ٢٥٢/٤ رقم: ٧٦٢٤ دار الكتب العلمية بيروت)

وقـوي وهـو مـا يـجب بدلاً عن سلع التجارة إذا قبض أربعين زكى مما مضى، كذا في الزاهدي. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الزكاة / الباب الأول ١٧٥/١ قديم زكريا)

ففي القوي تجب الزكاة إذا حال الحول ويتراخى القضاء إلىٰ أن يقبض أربعين درهمًا، ففيها درهمٌ. (البحر الرائق، كتاب الزكاة / تحت قوله: وملك نصاب حولي ٢٠٧/٢ كراچی، بدائع الصنائع، كتاب الزكاة / مراتب الديون ٩٠/٢ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۱۸ / ۱۴۴۱/۹/۲۰ھ)

جس مال کی قیمت فکس نہ ہو اُس کی زکوٰۃ کس طرح نکالیں؟

سوال (۵۱۰):- میری دوکان میں موجودہ مال کا مارکیٹ میں کوئی فکس ریٹ نہیں ہے، جیسا موقع ہوتا ہے اُسی حساب سے فروخت کردیا جاتا ہے، اَب زکوٰۃ میں اُس کی قیمت کا کیسے اندازہ لگائیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- آپ بیچنے کی اَوسط قیمت کا اندازہ لگاکر اُس مال کی زکوٰۃ اَدا کریں۔ (کفایت المفتی ۱۷۵/۶ زکریا)

إن الـواجـب الأصـلي عندهما هو ربع عشر العين، وإنما له ولاية النقل إلى الـقيـمة يـوم الأداء، فيـعتبـر قيمتها يوم الأداء، والصحيح أن هذا مذهب جـميع أصحابنا. (بدائع الصنائع، كتاب الزكاة / فصل أما صفة الواجب في أموال التجارة ١١١/٢ زكريا، ٢٢/٢ كراچی)

وتعتبر القيمة يوم الوجوب. وقالا: يوم الأداء، وفي السوائم: يوم الأداء إجماعًا وهو الأصح. ويقوم في البلد الذي المال فيه ولو في مفازة، ففي أقرب الأمصار إليه (الدر المختار) قوله: وهو الأصح، أي كون المعتبر في السوائم يوم الأداء إجماعًا هو الأصح؛ فإنه ذكر في البدائع أنه قيل: إن المعتبر عنده فيها يوم الوجوب. وقيل: يوم الأداء. فهو تصحيح للقول الثاني الموافق لقولهما، وعليه فاعتبار يوم الأداء يكون متفقًا عليه عنده وعندهما.

(رد المحتار، كتاب الزكاة / باب زكاة الغنم ۲۱۱/۳ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۱۸ / ۱۴۴۱/۹/۲۰ھ)

زکوٰۃ کا حساب لگانے کی تاریخ کے بعد مزید مال آ گیا؟

سوال (۵۱۱):- ہمارا معمول رمضان المبارک کی پہلی تاریخ کو زکوٰۃ کا حساب لگانے کا ہے، ہم نے حساب لگا لیا تھا؛ لیکن ابھی زکوٰۃ اَدا نہیں کی تھی کہ اُس کے ۴-۵؍دنوں کے بعد ہمارے پاس مزید مال آ گیا، تو کیا اِس مال کی زکوٰۃ بھی ہمیں اِس سال اَدا کرنی ہوگی؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- زکوٰۃ کے حساب کی سالانہ مقررہ تاریخ کو جو آپ نے موجودہ مالِ زکوٰۃ کا اَندازہ لگایا ہے، اِس سال صرف اُسی مال کی زکوٰۃ آپ پر واجب ہے۔ اور اُس تاریخ کے بعد جو مزید مال آیا ہے، اُس کو سالِ گذشتہ کی زکوٰۃ میں نہیں جوڑا جائے گا؛ بلکہ اگلے سال مقررہ تاریخ میں جو مال موجود ہوگا اُسی کی زکوٰۃ اَدا کرنی ہوگی۔

والمراد بكونه وجوبًا أن يتم الحول عليه، وهو في ملكه لقوله عليه السلام: لا زكاة في مال حتى يحول عليه الحول. (البحر الرائق / كتاب الزكاة ۲۰۳/۲ كراچی)

فإن استفاد بعد حولان الحول فإنه لا يضم ويستأنف له حول آخر بالاتفاق، هكذا في شرح الطحاوي. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الزكاة / الباب الأول في

تفسیرها الخ ۱۷۵/۱ دار إحیاء التراث العربي بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۶ / ۱۴۴۱/۹/۸ھ)

سفیر کا زکوٰۃ کی رقم ذاتی استعمال میں لانا؟

سوال (۵۱۲):- ہم نے زکوٰۃ وفطرہ کی رقم وصول کر کے ذمہ دار کی اِجازت کے بغیر اپنی ضرورت میں خرچ کر لی؛ لیکن مقررہ وقت پر وہ رقم ہم نے مدرسے میں جمع کرادی، تو ایسا کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصلیًا أما بعد:- زکوٰۃ وفطرہ کی رقم آپ کو اپنے ذاتی استعمال میں لانا درست نہ تھا، یہ اَمانت میں خیانت ہوئی، آئندہ ہرگز ایسا نہ کریں؛ لیکن جب آپ نے بعد میں پوری رقم مدرسہ میں جمع کردی، تو اَب آپ کا ذمہ فارغ ہوگیا۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُم اَنْ تُؤَدُّوْا الْاَمٰنٰتِ اِلٰى اَهْلِهَا﴾ [النساء، جزء آیت: ۵۸]

المستفاد: ولو خلط زکاة موکلیه ضمن، وکان متبرعًا إلا إذا وکله الفقراء (الدر المختار) لأنه ملکه بالخلط وصار مؤدیًا مال نفسه، قال في التاتارخانیة: إلا إذا وجد الإذن أو أجاز المالکان أي أجاز قبل الدفع إلی الفقیر. (رد المحتار / کتاب الزکاة ۱۸۹/۳ زکریا، ۲۶۹/۲ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۲۲ / ۱۴۴۱/۹/۲۴ھ)

○❖○

اَدائے زکوٰۃ کے مسائل

ریال کی زکوٰۃ کا حساب؟

سوال (۵۱۳):- ہمارے پاس کچھ ریال رکھے ہوئے ہیں؛ لیکن ہم اُنہیں بدلوانا نہیں چاہتے، تو اُن کی زکوٰۃ کس طرح اَدا کی جائے گی؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- جس دن آپ زکوٰۃ کا حساب لگاتے ہیں، اُس دن ریال کے مقابلے میں روپئے کی جو قیمت ہو، اُس کا حساب لگا کر زکوٰۃ اَدا کریں۔ اور بینک وغیرہ سے بآسانی تبادلے کی قیمت معلوم کی جاسکتی ہے۔

وجاز دفع القيمة في زكاة، وتعتبر القيمة يوم الوجوب، ويقوم في البلد الذي المال فيه. (الدر المختار، كتاب الزكاة / باب زكاة الغنم ۲۱۲/۳ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۲۷ / ۹/۲۹/۱۴۴۱ھ)

زکوٰۃ کی اَدائیگی میں کسی عذر کی وجہ سے تاخیر؟

سوال (۵۱۴):- ایک شخص ہر سال رمضان المبارک میں وقت پر زکوٰۃ اَدا کرتا ہے، تو کیا اِس سال ''لاک ڈاؤن'' کی وجہ سے زکوٰۃ کو مؤخر کرسکتا ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- زکوٰۃ کا پورا حساب تو حسبِ معمول مقررہ دن میں لگالیا جائے؛ تاکہ معلوم ہوجائے کہ زکوٰۃ میں کتنی رقم واجب الاداء ہے، پھر جب حالات درست ہوجائیں تو زکوٰۃ اَدا کردے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۳۱۱/۹ ڈابھیل، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۶/۲۶ مکتبہ دارالعلوم دیوبند)

قال إبراهيم: ولا يؤخرون أخذها عن كل عام. (السنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب الزكاة / باب ما على الإمام من بعث السعاة على الصدقة ١٨٥/٤ رقم: ٧٣٥٩ دارالكتب العلمية بيروت)

وأما كيفية فرضيتها فقد اختلف فيها ...... وقال عامة مشايخنا: إنها على سبيل التراخي، ومعنى التراخي عندهم أنها تجب مطلقاً عن الوقت غير عين، ففي أي وقت أدى يكون مؤديا للواجب، ويتعين ذٰلک الوقت للوجوب. (بدائع الصنائع، كتاب الزكاة / فصل: وأما كيفية فرضيتها ٧٧/٢ زكريا)

وافتراضها عمري قال في البدائع: وعليه عامة المشائخ، ففي أي وقت أدى يكون مؤديًا للواجب، ويتعين ذلک الوقت للوجوب الخ. (الدر المختار / كتاب الزكاة ١٩١/٣ زكريا، ٢٧١/٢ كراچی، فتح القدير / كتاب الزكاة ١٦٥/٢ زكريا، الفتاویٰ التاتارخانية / أول كتاب الزكاة ١٣٤/٣ رقم: ٣٩٣٨ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۷ / ۹/۹/۱۴۴۱ھ)

کیا رمضان کے بعد زکوٰۃ ادا کرسکتے ہیں؟

سوال (۵۱۵):- ہم ہر سال رمضان المبارک حساب لگا کر زکوٰۃ اَدا کیا کرتے تھے؛ لیکن اِس سال رمضان کا مہینہ لاک ڈاؤن میں گذرا، اور ہمارے پاس زکوٰۃ کی اَدائیگی کے نقد پیسے نہیں تھے، تو کیا ہم رمضان کے بعد زکوٰۃ اَدا کرسکتے ہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- آپ رمضان المبارک میں جس تاریخ کو زکوٰۃ کا حساب لگایا کرتے تھے، اُس میں جس قدر قابل زکوٰۃ مال کے مالک تھے، اُس کا حساب جوڑ لیں، اور رمضان کے بعد جب سہولت ہو؛ زکوٰۃ کی رقم مستحقین میں تقسیم کردیں۔

وافتراضها عمري أي على التراخي وصححه الباقلاني وغيره. وقيل: فوري، أي واجب على الفور، وعليه الفتوىٰ، كما في شرح الوهبانية، فيأثم بتاخيرها بلا عذر (الدر المختار) قوله: افتراضها عمري، على تقدير مضاف،

أي افتراض أدائها، وهو من إضافة الصفة إلى الموصوف، فيصير المعنى أدائها المفترض واجب على الفور، أي أن أصل الأداء فرض، وكونه على الفور واجبٌ. وهذا ما حققه في فتح القدير من أن المختار في الأصول أن مطلق الأمر لا يقتضي الفور ولا التراخي؛ بل مجرد الطلب، فيجوز للمكلف كل منهما؛ لكن الأمر هنا معه قرينة الفور. قوله: فيأثم بتأخيرها الخ، ظاهره الإثم بالتأخير ولو قل كيوم أو يومين؛ لأنهم فسروا الفور بأول أوقات الإمكان.

(رد المحتار مع الدر المختار / كتاب الزكاة ۱۹۱/۳-۱۹۲ زكريا، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح / أول كتاب الزكاة ص: ۳۸۸ قديمى كتب خانه كراچى)

وتجب على الفور عند تمام الحول، حتى يأثم بتأخيره من غير عذر. وفي رواية الرازي على التراخي حتى يأثم عند الموت، والأول أصح، كذا في التهذيب.

(الفتاویٰ الهندية / أول كتاب الزكاة ۱۷۰/۱ دار إحياء التراث العربي بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۵ / ۱۴۴۱/۹/۷ھ)

راشن کی تقسیم کے بعد زکوٰۃ کی نیت؟

سوال (۵۱۶):- میں نے لاک ڈاؤن شروع ہوتے ہی ۱۳؍ ہزار روپئے کا راشن غریبوں میں تقسیم کردیا تھا، مگر اُس وقت زکوٰۃ کی نیت نہیں کی تھی اور مجھ پر زکوٰۃ واجب ہے، مگر اَب ہاتھ تنگ ہے، تو کیا وہ ۱۳؍ ہزار روپئے زکوٰۃ میں شمار ہوسکتے ہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- آپ نے زکوٰۃ کی نیت کے بغیر جو راشن تقسیم کیا ہے، اور اُسے مستحقین استعمال کرکے ختم کرچکے ہیں، تو اَب زکوٰۃ کی نیت کرنے سے وہ زکوٰۃ میں شامل نہ ہوگا؛ بلکہ یہ آپ کی طرف سے نفلی صدقہ سمجھا جائے گا، جس کا اَجر وثواب آپ کو ملے گا، اِن شاء اللہ تعالیٰ۔ بہرحال آپ پر واجب شدہ زکوٰۃ اپنی جگہ پر باقی ہے، اُسے جب موقع ہو اَدا کریں۔

وشـرط صـحة أدائهـا نيةٌ مـقـارنةٌ لأدائهـا لـلفقير أو وكيله أو لعزل ما وجب. (مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي / كتاب الزكاة ۳۸۹ قديمی كتب خانه كراچی)

إذا دفـع الـمـزكـى الـمـال إلى الفقير ولم ينو شيئًا ثم حضرته النية عن الـزكـاة يـنـظر إن كان المال قائمًا في يد الفقير صار عن الزكاة وإن تلف لا.

(الفتاویٰ التاتارخانية / كتاب الزكاة ۱۹۷/۳ زكريا)

وشـرط صـحة أدائها نية مقارنة له أي للأداء ولو كانت المقارنة حكمًا كـمـا لو دفع بلا نية ثم نوىٰ والمال قائم بيد الفقير أو نوى عند الدفع للوكيل ثـم دفع الوكيل بلا نية الخ. (الـدر الـمـختار / كتاب الزكاة ۱۸۷/۳ زكريا، كذا في الفتاویٰ الهـنـدية، كتـاب الزكاة / الباب الأول في تفسيرها الخ ۱۷۰/۱ دار إحياء التراث العربي بيروت، البحر الرائق / كتاب الزكاة ۳٦۸/۲ دار الكتب العلمية بيروت وزكريا ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:٦ / ۱۴۴۱/۹/۸ھ)

سماجی کمیٹیوں کا زکوٰۃ کی رقم سے راشن تقسیم کرنا

سوال (۵۱۷):- آج کل بہت سی سماجی کمیٹیاں زکوٰۃ کا پیسہ لے کر لوگوں میں راشن تقسیم کررہی ہیں اور بعض مرتبہ صاحب نصاب لوگ بھی راشن لے لیتے ہیں، تو زکوٰۃ دینے والوں کی زکوٰۃ اَدا ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- ایسی تمام کمیٹیاں جو زکوٰۃ کی رقم لے رہی ہیں زکوٰۃ لیتے ہی ان پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اسے صحیح مصرف میں خرچ کریں، مشکوک جگہ پر نہ لگائیں، ورنہ وہ آخرت میں جواب دہ ہوں گے، اور دینے والوں کو بھی لازم ہے کہ وہ ایسی ہی کمیٹیوں کو زکوٰۃ دے، جن کے بارے میں اعتماد ہو کہ وہ صحیح جگہ میں لگائیں گے، ورنہ اُن کی زکوٰۃ خطرے میں رہے گی۔

قال اللّٰـه تبارك وتعالیٰ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ

وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِيْ الرِّقَابِ وَالْغَارِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ، فَرِيْضَةً مِنَ اللّٰهِ، وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾ [التوبة: ٦٠]

ويشترط أن يكون الصرف تمليكًا لا إباحةً كما مر، لا يصرف إلىٰ بناء نحو مسجد، قوله: نحو مسجد كبناء القناطر والسقايات وإصلاح الطرقات وكرى الأنهار والحج والجهاد وكل ما لا تمليك فيه. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الزكاة / باب المصرف ٢٩١/٣ زكريا، ٣٤٤/٢ كراچی)

مصرف الزكاة هو فقير، وهو من له أدنىٰ شيء: أي دون نصاب، أو قدر نصابٍ غير نام مستغرق في الحاجة، ومسكين من لا شيء له على المذهب (الدر المختار) قوله على المذهب: من أنه أسوأ حالاً من الفقير، وقيل على العكس، والأول أصح. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الزكاة / باب المصرف ٢٨٣/٣- ٢٨٤ زكريا، ٣٣٩/٢ كراچی، كذا في البحر الرائق، كتاب الزكاة / باب المصرف ٤١٩/٢ زكريا، الفتاوىٰ الهندية، كتاب الزكاة / الباب السابع في المصارف ١٨٧/١ زكريا، فتح القدير، كتاب الزكاة / باب من يجوز دفع الصدقة إليه ومن لا يجوز ٢٦١/٢ دار الفكر بيروت، مجمع الأنهر، كتاب الزكاة / باب في بيان أحكام المصرف ٢٢٠/١ دار إحياء التراث العربي بيروت، طحطاوي علىٰ مراقي الفلاح، كتاب الزكاة / باب المصرف ٧١٩ المكتبة الأشرفية ديوبند)

والواجب على الأئمة أن يوصلوا الحقوق إلى أربابها. (الفتاوىٰ الهندية ١٩١/١ زكريا)

لو دفع بلا تحر لم يجز إن أخطأ، وفي الشامية: أما لو تحرى فدفع لمن ظنه غير مصرف أوشک ولم يتحر لم يجز حتى يظهر أنه مصرف الخ. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الزكاة / باب المصرف، مطلب في حوائج الأصلية ٣٠٢/٣-٣٠٣ زكريا، ٣٥٢/٢ كراچی، الهداية، كتاب الزكاة / باب من يجوز دفع الصاقات إليه ومن لا يجوز ٢٠٧/٢ المكتبة الأشرفية ديوبند، فتح القدير ٢٧٦/٢ دار الفكر بيروت)

ولا يخرج عن العهدة بالعزل؛ بل بالأداء للفقراء فلو ضاعت لا تسقط عنه الزكاة. (شامي، كتاب الزكاة / مطلب في زكاة ثمن المبيع وفاء ۱۸۹/۳ زكريا، ۲۷۰/۲ كراچی، البحرالرائق / كتاب الزكاة ۳٦۹/۲ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:٦ / ۱۴۴۱/۹/۸ھ)

فقیر کو بلا نیت رقم دے کر بعد میں زکوٰۃ کی نیت کرنا

سوال (۵۱۸):- ہم نے کچھ رقم غریب کو زکوٰۃ کی نیت کے بغیر دے دی تھی؛ لیکن اَب ہم سوچ رہے ہیں کہ اُس کو زکوٰۃ میں شمار کرلیں، تو یہ صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- اگر وہ رقم فقیر کے پاس جوں کی توں موجود ہو تو آپ کی نیت درست ہوجائے گی؛ لیکن اگر وہ رقم اُس فقیر نے خرچ کرلی ہے تو اَب آپ کی نیت کا اُس میں کوئی اعتبار نہیں ہے۔

إذا دفع المزكي المال إلى الفقير ولم ينو شيئًا ثم حضرته النية عن الزكاة ينظر إن كان المال قائمًا في يد الفقير صار عن الزكاة وإن تلف لا.

(الفتاویٰ التاتارخانية ۱۹۷/۳ زكريا)

وشرط صحة أدائها نية مقارنة له أي للأداء ولو كانت مقارنة حكمًا كما لو دفع بلا نية ثم نوىٰ والمال قائم في يد الفقير. (الدر المختار / كتاب الزكاة ۱۸۷/۳ زكريا، ومثله في الفتاویٰ الهندية / أول كتاب الزكاة ۱۷۱/۱ زكريا، البحر الرائق / كتاب الزكاة ۳٦۸/۲ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۲۹ / ۱۴۴۱/۱۰/۷ھ)

مستحق سمجھ کر زکوٰۃ دینا

سوال (۵۱۹):- میں ابوظہبی میں رہتا ہوں؛ لیکن اپنی زکوٰۃ ہندوستان میں اَدا کرتا ہوں، اَب جن لوگوں کے پاس میری زکوٰۃ کا پیسہ پہنچتا ہے مجھے اُن کے بارے میں پوری تحقیق

نہیں ہے، کوئی کہہ دیتا ہے کہ اُن کو دے دیا جائے، تو میں دے دیتا ہوں، تو میری زکوٰۃ اَدا ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- اگر غالب گمان ہو کہ جن کو زکوٰۃ کا پیسہ دیا جارہا ہے، وہ اُس کے مستحق ہیں، تو اِن شاء اللہ آپ کی زکوٰۃ اَدا ہوجائے گی۔ (کتاب النوازل ۷/۷۵)

دفع بتحرٍ لمن يظنه مصرفًا فبان أنه عبده أو مكاتبه، أو حربي، ولو مستأمنًا أعادها، وإن بان غناه أو كونه ذميًا أو أنه أبوه أو ابنه أو امرأته أو هاشمي لا يعيد؛ لأنه أتى بما في وسعه، حتى لو دفع بلا تحر لم يجز إن أخطأ. (الدر المختار) وفي الشامية: واعلم أن المدفوع إليه لو كان جالسًا في صف الفقراء يصنع صنعهم أو كان عليه زيهم أو سأله فأعطاه كانت هٰذه الأسباب بمنزلة التحري، وكذا في المبسوط حتى لو ظهر غناه لم يعد. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الزكاة / باب المصرف ۳۰۲/۳-۳۰۳ زكريا، ۳۵۳/۳ كراچی، مراقي الفلاح، كتاب الزكاة / باب المصرف ۷۲۰-۷۲۱ المكتبة الأشرفية ديوبند)

وإذا دفعها إليه وهو شاك ولم يتحر، أو تحرى ولم يظهر له أنه مصرف، أو غلب علىٰ ظنه أنه ليس بمصرفٍ، فهو على الفساد، إلا إذا تبين أنه مصرف، هٰكذا في التبيين. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الزكاة / الباب السابع في المصارف ۱۹۰/۱ قديم زكريا)

قال أبوحنيفة ومحمد رحمهما اللّٰه: إذا دفع الزكاة إلى رجل يظنه فقيرًا ثم بان أنه غني أو هاشمي أو كافر أو دفع في ظلمة فبان أنه أبوه أو ابنه فلا إعادة عليه. قال أبويوسف: عليه الإعادة لظهور خطائه بيقين وإمكان الوقوف على هذه الأشياء. (الهداية، كتاب الزكاة / باب من يجوز دفع الصدقات إليه ومن لا يجوز ۷٦/۲ مكتبة البشرىٰ كراچی)

وإن تحری ودفع فإما أن يكون في أكبر رأيه أنه مصرف أو ليس بمصرف، فإن كان الثاني لا يجزيه إلا إذا أظهر أنه فقير، فإذا ظهر صح، وهو الصحيح. (شرح العناية للإمام البابرتی علی هامش فتح القدیر ۲۷۷/۲ دار الفکر بیروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۲ / ۱۴۴۱/۹/۴ھ)

زکوٰۃ کی رقم سے اَدل بدل کرنا

سوال (۵۲۰):- زکوٰۃ کی رقم کو روپیوں میں اَدل بدل کرنے کی گنجائش ہے یا نہیں؟ مثلاً مدرسہ کا روپیہ کسی آدمی کے پاس دوسرے شہر میں ہے، اور اُس آدمی کی رقم ہمارے پاس بطور قرض موجود ہے، تو کیا ہم ایسا کر سکتے ہیں کہ دوسرے شہر میں جو مدرسہ کی رقم ہے، اُس سے اُس کا قرض اَدا کردیں، اور اُس کی جو رقم ہمارے پاس بطور قرض ہے، اُس سے مدرسہ کا حساب صاف کردیں۔

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- اگر اِس صورت میں مدرسہ کا کوئی نقصان نہ ہو، اور مدرسہ کی پوری رقم وصول ہورہی ہو، تو مسئولہ صورت میں رقومات کی تبدیلی کی گنجائش ہے؛ اِس لئے کہ اصل مالیت میں کوئی کمی بیشی نہیں پائی جارہی ہے۔

فالنقود عند الحنفية لا تتعين بالتعيين، قال الكاساني رحمه الله: فالدراهم والدنانير على أصل أصحابنا أثمان لا تتعين بالتعيين في عقود المعاوضات في حق الاستحقاق وإن عينت، حتى لو قال: بعت منك هذا الثوب بهذه الدراهم أو بهذه الدنانير كان للمشتري أن يمسك المشار إليه ويرد مثله.

(فقه البيوع / الباب الرابع في أحكام تعيين النقود ٤٦٥/١ مكتبة معارف القرآن كراچی، بدائع الصنائع، كتاب البيوع / فصل في حكم البيع ٢١٦/٧ دار الكتب العلمية بيروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۳۰ / ۱۴۴۱/۱۰/۱۴ھ)

زکوٰۃ کی رقم جیب میں رکھ کر اپنی طرف سے فقیر کو دینا

سوال (۵۲۱):- زید نے خالد کو یہ کہہ کر زکوٰۃ کی رقم دی کہ کسی مستحق پر خرچ کردینا؛ لیکن خالد نے زید کی رقم کے بقدر اپنی جیب سے مستحق کو دے دی، تو کیا اِس عمل سے زید کی زکوٰۃ اَدا ہوجائے گی؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- اگر خالد نے زید کی طرف سے اَدائیگی کی نیت کی ہے تو زید کی زکوٰۃ اَدا ہوجائے گی؛ اِس لئے کہ زکوٰۃ میں نیت اور مالیت اصل ہے، روپیہ پیسہ بدلنے سے اَدائیگی پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ (کتاب النوازل ۶/۵۷۸)

ولو تصدق بدراهم نفسه أجزأ إن كان على نية الرجوع، وكانت دراهم الموكل قائمة (الدر المختار) أي الوكيل بدفع الزكاة إذا أمسك دراهم المؤكل، ودفع من ماله ليرجع ببدلها في دراهم المؤكل صح، بخلاف ما إذا أنفقها أولاً على نفسه مثلاً، ثم دفع من ماله فهو متبرٌّ. (رد المحتار / كتاب الزكاة ۱۸۹/۳ زكريا، ۱۵/۲ كراچی)

لا يشترط الدفع من عين مال الزكاة ولو أمر غيره بالدفع عنه جاز. (رد المحتار / كتاب الزكاة ۱۸۹/۳ زكريا)

والأصل فيه أن المال نوعان: نوع لا يتعين في العقود كالدراهم والدنانير. ونوع يتعين كالعروض. (البحر الرائق، كتاب البيع / فصل في أحكام البيع الفاسد ۱۶۱/۶ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۸ / ۱۰/۹/۱۴۴۱ھ)

پہلے سے دئے ہوئے قرض کو زکوٰۃ میں شمار کرنا

سوال (۵۲۲):- زید نے عمر کو ایک ہزار روپئے قرض دئے، اَب زید پر زکوٰۃ واجب ہے اور عمر مستحق زکوٰۃ ہے، تو کیا زید اپنے ایک ہزار روپئے قرض کو زکوٰۃ میں شمار کرکے عمر

کا قرض معاف کرسکتا ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- قرض پر دی ہوئی رقم زکوٰۃ میں شمار نہیں کی جاسکتی؛ البتہ مسئولہ صورت میں یہ ممکن ہے کہ زید اپنی واجب الاداء زکوٰۃ میں سے اَولاً ایک ہزار روپئے عمر کو بنیت زکوٰۃ دے دے، پھر اُس سے اپنا قرض وصول کر لے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۹/۴۷۷ ڈابھیل)

واعلم أن أداء الدين عن العين وعن دين سيقبض لا يجوز، وحيلة الجواز أن يعطى مديونه الفقير زكاته ثم يأخذها عن دينه، ولو امتنع المديون مدّ يده وأخذها لكونه ظفر بجنس حقه (الدر المختار) قال في الأشباه: وهو أفضل من غيره، أي لأنه يصير وسيلة إلى براء ة ذمة المديون. (رد المحتار / كتاب الزكاة ۳/۱۹۰ زكريا، البحر الرائق / كتاب الزكاة ۲/۳۷۰ زكريا، حاشية الطحطاوي / كتاب الزكاة ص: ۳۹۰ قديمى كتب خانه كراچى) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۱۵ / ۱۴۴۱/۹/۱۷ھ)

غریب کی بیماری میں زکوٰۃ کی رقم سے ڈاکٹر کی فیس اَدا کرنا

سوال (۵۲۳):- کسی غریب کی بیماری میں ڈاکٹر کی فیس یا اسپتال کا خرچ زکوٰۃ کی رقم سے اَدا کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- علاج کرانے سے پہلے فقیر کی طرف سے بمد زکوٰۃ ڈاکٹر کی فیس یا اسپتال کا خرچ اَدا کرنے سے زکوٰۃ اَدا نہ ہوگی؛ اِس لئے کہ اِس رقم پر فقیر کی تملیک نہیں پائی گئی؛ لہٰذا بہتر یہی ہے کہ زکوٰۃ کی رقم اَولاً فقیر کے قبضے میں دی جائے، اور پھر وہ خود اپنے اخراجات میں صرف کرے۔ البتہ اگر کسی غریب شخص نے اسپتال سے علاج کرالیا، اور وہ اسپتال کا مقروض ہوگیا، تو اگر اُس کی اِجازت سے زکوٰۃ کی مد سے اُس کا قرض اَدا کردیا جائے تو زکوٰۃ اَدا ہوجائے گی، اور یہ سمجھا جائے گا کہ گویا کہ فقیر نے خود ہی پیسہ لے کر

قرض اَدا کیا ہے۔

الزكاة يجب فيها تمليك المال؛ لأن الإيتاء في قوله تعالىٰ: ﴿وَآتُوا الزَّكَاةَ﴾ [البقرة، جزء آيت: ٤٣]

يقتضي التمليك ولا تتأدى بالإباحة. (تبيين الحقائق / كتاب الزكاة ١٨/٢ زكريا، الدر المختار، كتاب الزكاة / باب المصرف ٢٩١/٣ زكريا، ٣٤٤/٢ كراچی)

أما إذا كان بإذنه وهو فقير فيجوز عن الزكاة علىٰ أنه تمليك منه، والدائن يقبضه بحكم النيابة عنه، ثم يصير قابضًا لنفسه. (فتح القدير، كتاب الزكاة / باب من يجوز دفع الصدقات إليه ومن لا يجوز ٢٧٢/٢ زكريا، ٢٦٨/٢ دار الفكر بيروت، حاشية چلپی على تبيين الحقائق ٣٠٠/١ المكتبة الإمدادية ملتان، شامي ٢٩٢/٣ زكريا، ٣٤٥/٢ كراچی)

وذكر في الغاية معزيًا إلى المحيط والمفيد أنه لو قضى بها دين حي أو ميت بأمره جاز. (تبيين الحقائق، كتاب الزكاة / باب المصرف ٣٠٠/١ المكتبة الإمدادية ملتان) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:١٦ / ١٤٤١/٩/١٨ھ)

مستحق زکوٰۃ کے موبائل میں ریچارج کرانا

سوال (٥٢٤):- اگر زکوٰۃ کی رقم سے کسی مستحق زکوٰۃ کے موبائل میں بیلنس ڈلوادیا جائے، تو اس سے زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- زکوٰۃ کی رقم سے موبائل ریچارج کرانے سے زکوٰۃ اَدا نہیں ہوگی؛ اِس لئے کہ اِس ریچارج کے بدلے میں محض کال کرنے وغیرہ کا نفع حاصل ہوتا ہے، اور اُصول یہ ہے کہ محض نفع اُٹھانے سے زکوٰۃ اَدا نہیں ہوتی۔

وخرج بالمال المنفعة فلو أسكن فقيرًا داره سنةً ناويًا للزكاة لا يجزيه.

(حاشية الطحطاوي ٣٨٩ قديمى كتب خانه كراچی، البحر الرائق / كتاب الزكاة ٢٠١/٢ كراچی)

هي شرعًا تمليك خرج الإباحة جزء مالٍ خرج المنفعة (الدر المختار) قوله جزء مالٍ: المال ما يتمول أو يدخر للحاجة وهو خاص بالأعيان انتهى، ولذا أخرج الشارح به المنفعة، قوله: لا يجزيه؛ لأن المنفعة ليست بعين متقومة، بحر. (حاشية الطحطاوي على الدر المختار / كتاب الزكاة ۱۵۰/۳-۱۵۱ دار الكتب العلمية بيروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۱۶ / ۱۴۴۱/۹/۱۸ھ)

اِکاؤنٹ میں زکوٰۃ کی رقم ٹرانسفر کرنے کا حکم

سوال (۵۲۵):- میں نے زکوٰۃ کی رقم زکوٰۃ کی نیت سے ایک مستحق کے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کردی تو میری زکوٰۃ اَدا ہوگئی؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- زکوٰۃ کی رقم فقیر کے اِکاؤنٹ میں ڈالنے سے زکوٰۃ اَدا ہوجائے گی؛ اِس لئے کہ اِس طریقے سے بھی تملیک متحقق ہوجاتی ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۱۰۱/۶ مکتبہ دارالعلوم دیوبند)

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ﴾ [التوبة، جزء آيت: ٦٠]

ويشترط أن يكون الصرف تمليكًا لا إباحةً. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الزكاة / باب المصرف ۲۹۱/۳ زكريا، ۳٤٤/۲ كراچی)

وأما تفسيرها فهي تمليك المال من فقير مسلم غير هاشمي ولا مولاه بشرط قطع المنفعة عن المملك من كل وجه لله تعالىٰ هذا في الشرع. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الزكاة / الباب الاول ۱۷۰/۱ زكريا، ۲۳۲/۱ جديد) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۵ / ۱۴۴۱/۹/۷ھ)

بینک میں جمع رقم کا حساب لگاکر اپنے پاس سے زکوٰۃ دینا

سوال (۵۲۶):- بینک میں جمع شدہ رقم کا حساب لگاکر اپنے پاس سے زکوٰۃ دی

جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد: - بینک میں جمع شدہ رقم پر حسب شرائط زکوٰۃ واجب ہے، اور اُس کا حساب لگاکر اپنے پاس رکھے ہوئے پیسے سے زکوٰۃ نکالنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

وأما شرط أدائها فنية مقارنة للأداء أو لعزل ما وجب، هٰكذا في الكنز.

(الفتاویٰ الهندية / أول كتاب الزكاة ١٧٠/١ زكريا)

ولو تصدق أي الوكيل بدفع الزكاة إذا أمسک دراهم المؤكل ودفع من ماله ليرجع ببدلها في دراهم المؤكل صح. (شامي، كتاب الزكاة / مطلب في زكاة ثمن المبيع وفاء ١٨٩/٣ زكريا، ٢٧٠/٢ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۱۸ / ۱۴۴۱/۹/۲۰ھ)

اگر زکوٰۃ میں غلطی سے زائد رقم اَدا کردی گئی تو کیا حکم ہے؟

سوال (۵۲۷): - کسی شخص نے زکوٰۃ کا حساب زیادہ لگایا اور غلطی سے مقدار سے زیادہ زکوٰۃ اَدا کردی، تو کیا زائد رقم اگلے سال کی زکوٰۃ سے منہا کرسکتا ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد: - جو واجب شدہ زکوٰۃ سے زائد رقم مصرف میں خرچ کردی گئی ہے، اُسے اگلے سال زکوٰۃ کے حساب میں شامل کیا جاسکتا ہے۔

رجل ظن أن ماله خمس مائة فأدى زكوٰة خمس مائة ثم ظهر أن ماله أربع مائة كان له أن يجعل الزيادة من السنة الثانية؛ لأن الزيادة إن لم تقع زكاة أمكن جعلها تعجيلاً فتجعل تعجيلاً. (فتاویٰ قاضي خان على هامش الهندية / فصل في أداء الزكاة ٢٦٣/١ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۲۰ / ۱۴۴۱/۹/۲۲ھ)

واجب مقدار سے زائد رقم زکوٰۃ میں نکالنا

سوال (۵۲۸):- رمضان میں ہم نے اپنی زکوٰۃ کا حساب لگالیا تھا؛ لیکن اُس وقت پیمنٹ رکا ہوا تھا، جس کی وجہ سے زکوٰۃ نہیں نکالی، اَب وہ رقم آ گئی؛ لہٰذا ہم یہ چاہتے ہیں کہ رقم بڑھا کر زکوٰۃ نکالیں، مثلاً ۶۰ / ہزار روپئے زکوٰۃ بن رہی تھی تو پانچ ہزار بڑھا کر ۶۵ / ہزار نکالنا چاہتے ہیں، تو یہ جو ۵/ ہزار روپئے زائد ہیں، یہ زکوٰۃ میں شامل ہوں گے یا الگ ہوں گے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- مسئولہ صورت میں جو ۵/ ہزار روپئے آپ زائد نکالیں گے وہ نفلی صدقے میں شامل ہوں گے؛ البتہ اگر آپ چاہیں تو اگلے سال کی زکوٰۃ میں اِس رقم کو شامل کر سکتے ہیں، اِس کی بھی شرعاً گنجائش ہے۔

عن طلحة بن عبيد اللّٰه يقول: جاء رجلٌ إلىٰ رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم من أهل نجد ...... وذكر له رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم الزكاة، فقال: هل علي غيرها؟ قال: لا إلا أن تطوع. (صحيح مسلم، كتاب الإيمان / باب الصلوات التي هي أحد أركان الإسلام رقم: ۱۱)

استنبط منه الشارح أن ليس في المال حقًّا سوى الزكاة علىٰ من ملك نصابًا. (فتح الملهم ۱۷۵/۱ المكتبة الرشيدية كراتشي)

ويجوز تعجيل الزكاة قبل الحول إذا ملك نصابًا عندنا، أخرج الترمذي عن علي رضي اللّٰه عنه أن العباس سأل رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم في تعجيل صدقته قبل أن تحل فرخص له في ذٰلك. (الفتاوىٰ التاتارخانية ۱۸۴/۳ زكريا)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۳۵ / ۱۴۴۱/۱۱/۱۳ھ)

زکوٰۃ کی نیت سے عیدی یا ہدیہ دینا؟

سوال (۵۲۹):- کیا فقیر کو زکوٰۃ دیتے وقت یہ بتانا ضروری ہے کہ یہ زکوٰۃ کی رقم ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- زکوٰۃ دیتے وقت فقیر کو زکوٰۃ کے متعلق صراحت کرنا ضروری نہیں ہے؛ بلکہ زکوٰۃ کی نیت کافی ہے؛ لہٰذا اگر آپ زکوٰۃ کے اِرادے سے ہدیہ یا عیدی کہہ کر کسی فقیر یا مستحق کو رقم دیں تو بلا شبہ زکوٰۃ اَدا ہوجائے گی۔

دفع الزكاة إلىٰ صبيان أقاربه برسم عيد أو إلىٰ مبشر أو مهدي الباكورة جاز (الدر المختار) والذي يظهر أنه لو نوى بما دفعه الزكاة صحت نيته، ولا تبقى ذمته مشغولة بقدر قيمتها أو أكثر إذا كان لها قيمة؛ لأن المهدي وصل إلى غرضه من الهدية، سواء كان ما أخذه زكاة أو صدقة نافلة ويكون حينئذٍ راضيًا بترك الهدية فليتأمل. (شامي، كتاب الزكاة / باب المصرف ۳۰۷/۳ زكريا، ۳۵٦/۲ كراچی)

ومن أعطى مسكينًا دراهم وسماها هبة أو فرضًا ونوى الزكاة فإنها تجزيه وهو الأصح، كذا في البحر الرائق ناقلاً عن المبتغي والقنية. (الفتاوىٰ الهندية / كتاب الزكاة ۱۷۱/۱ زكريا، البحر الرائق / كتاب الزكاة ۲۷۰/۲ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۲۷ / ۲۹/۹/۱۴۴۱ھ)

قرض کے عنوان سے زکوٰۃ دینا

سوال (۵۳۰):- کسی شخص کو قرض کہہ کر زکوٰۃ کی رقم دینے سے زکوٰۃ اَدا ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- اگر مستحق زکوٰۃ کو قرض کے نام سے زکوٰۃ کی رقم دی جائے، اور بعد میں اُسے واپس لینے کا اِرادہ نہ ہو، تو بھی زکوٰۃ اَدا ہوجائے گی۔

(مستفاد: کتاب النوازل ۱۰۳/۷)

ولا يشترط علم الفقير أنها زكاة على الأصح حتى لو أعطاه شيئًا وسماه هبة أو قرضًا ونوى به الزكاة صحت. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح ۷۱۵ المكتبة الأشرفية ديوبند)

وشرط صحة أدائها نية مقارنة لـه أي للأداء (الدر المختار) وفي الشامي قوله: نية أشار إلىٰ أنه لا اعتبار للتسمية فلو سماها هبة أو قرضًا في الأصح. (الدر المختار / كتاب الزكاة ١٨٧/٣ زكريا، ومثله في الفتاوىٰ الهندية / أول كتاب الزكاة ١٧١/١ زكريا، البحر الرائق / كتاب الزكاة ٣٦٨/٢ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۴۰ / ۱۴۴۱/۱۲/۱۱ھ)

زکوٰۃ میں ساڑھی دینا

سوال (۵۳۱):- اگر کوئی شخص ساڑھی کا کاروبار کرتا ہو، اور وہ ساڑھی کے مال کی زکوٰۃ میں ساڑھی ہی مدرسہ والوں کو دیدے، تو اُس کی زکوٰۃ اَدا ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- مسئولہ صورت میں حساب لگاکر زکوٰۃ میں ساڑھی بھی دی جاسکتی ہے، اور مدرسہ والوں کو چاہئے کہ وہ مناسب اور معروف قیمت میں فروخت کرکے اُس کی رقم مدرسہ میں جمع کرادیں۔ اُسے سستی قیمت پر فروخت نہ کریں۔

(مستفاد: کتاب المسائل ۲۲۹/۲، کتاب النوازل ۵۸۳/۶)

عن طاؤس قال: بعث رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم معاذًا إلى اليمن، فأمره أن يأخذ الصدقة من الحنطة والشعير فأخذ العروض والثياب من الحنطة والشعير. (المصنف لابن أبي شيبة، كتاب الزكاة / باب ما قالوا في أخذ العروض في الصدقة ٥٢١/٦-٥٢٢ رقم: ١٠٥٣٨ دار قرطبة بيروت)

عن عطاء أن عمر كان يأخذ العروض في الصدقة من الورق وغيرها.

(المصنف لابن أبي شيبة، كتاب الزكاة / باب ما قالوا في أخذ العروض في الصدقة ٥٢٢/٦ رقم: ١٠٥٣٩)

عن عنترة أن عليًا كان يأخذ العروض في الجزية من أهل الإبر الإبر، ومن أهل المال المال ومن أهل الحبال الحبال. (المصنف لابن أبي شيبة، كتاب الزكاة / باب ما قالوا في أخذ العروض في الصدقة ٥٢٢/٦-٥٢٣ رقم: ١٠٥٤٢ دار قرطبة بيروت)

لـو عـال يتيـمـا فـجعل يكسوه ويطعمه وجعله من زكاة ماله، فالكسوة تجوز لوجود ركنه وهو التمليك، وأما الإطعام إن دفع الطعام إليه بيده يجوز أيـضًا لهٰذه العلة. (البحر الرائق / أول كتاب الزكاة ٢٠١/٢، طحطاوي / أول كتاب الزكاة ٧١٤ دار الكتاب ديوبند)

فـلـو أطعم يتيمًا ناويًا الزكاة لا يجزيه إلا إذا دفع إليه المطعوم، كما لو كساه بشـرط أن يعقل القبض. (الدر المختار على الشامي / أول كتاب الزكاة ١٧١/٣ زكريا، ٢٥٧/٢ كراچی)

واعتبـار الأنـفـع مـذهـب أبي حنيفةؒ ومعناه يقوم بما يبلغ نصابًا إن كان يبلغ بأحدهما ولا يبلغ بالآخر احتياطًا. (تبيين الحقائق ٧٨/٢، مجمع الأنهر ٣٠٦/١)

كـمـا لو كساه بشرط أن يقعل القبض. (الدر المختار / كتاب الزكاة ١٧١/٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۱۰ / ۱۴۴۱/۹/۱۲ھ)

کیا زکوٰۃ میں گاڑی دے سکتے ہیں؟

سوال (۵۳۲):- میرے ذمے ۱۰؍ہزار روپئے زکوٰۃ واجب ہے، اور میرے پاس ۱۰؍ہزار روپئے کی ایک گاڑی ہے، تو کیا میں وہ گاڑی زکوٰۃ میں دے سکتا ہوں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- مسئولہ صورت میں مناسب قیمت لگا کر اگرچہ مذکورہ گاڑی بنیت زکوٰۃ فقیر کو دینے سے زکوٰۃ اَدا ہوجائے گی؛ لیکن بہتر یہ ہے کہ اُس گاڑی کو اَولاً فروخت کردیں، اور پھر اُس کی قیمت فقراء پر تقسیم کردیں؛ کیوں کہ فقراء کے لئے پرانی گاڑی کے بجائے روپئے پیسے سے فائدہ اُٹھانا زیادہ آسان ہے۔

عـن طاؤس قال: بعث رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم معاذًا إلى اليمن فـأمـره أن يـأخـذ الـصـدقة مـن الـحنطة والشعير، فأخذ العروض والثياب من

الحنطة والشعير. (المصنف لابن أبي شيبة، كتاب الزكاة / ما قالوا في أخذ العروض في الصدقة ٤٠٤/٢ رقم: ١٠٤٣٧ دار الكتب العلمية بيروت)

وجاز دفع القيمة في الزكاة. (رد المحتار، كتاب الزكاة / باب زكاة الغنم ٢١٠/٣ زكريا)

ولو أدى من خلاف جنسه يعتبر القيمة بالإجماع، كذا في التبيين. (الفتاویٰ الهندية / كتاب الزكاة ١٧٩/١ زكريا)

ثم قال: يقومها بما هو أنفع للمساكين احتياطًا لحق الفقراء، قال: وهٰذا رواية عن أبي حنيفة، وفي الأصل خيره؛ لأن الثمنين في تقدير قيم الأشياء بهما سواء. (الهداية) **أي يقوم العروض التي للتجارة بالذي هو أنفع للفقراء، وهو أن يقومها بأنفع النقدين، وبه قال أحمد؛ لأن المال في يد المالک في زمانٍ طويل، وهو المنتفع فلا بد من اعتبار منفعة للفقراء عند التقويم. ولا بد أن يقوم بما يبلغ نصابًا حتى إذا قوّمت بالدراهم تبلغ نصابًا، وإذا قومت بالذهب لا تبلغ نصابًا تقوم بالدراهم، وبالعكس كذلک ...... وتفسير الأنفع أن يقومها بما يبلغ نصابًا، فإن الأنفع الذي هو الأفضل يحتمل أن يكون من جهة إيصال النفع للفقراء مطلقًا.** (البناية في شرح الهداية / كتاب الزكاة ٣٨٤/٣-٣٨٥ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۲۲ / ۱۴۴۱/۹/۲۴ھ)

جس کو مالک نصاب بننے کی حتمی تاریخ معلوم نہ ہو وہ زکوٰۃ کیسے نکالے؟

سوال (۵۳۳):- اگر کسی کو مالک نصاب بننے کی حتمی تاریخ معلوم نہ ہو، اور نہ ہی رمضان کی ایک تاریخ میں حساب لگاتا ہو، تو اُس کی زکوٰۃ کا کیا ہوگا؟ اور اگر یہ طریقہ صحیح نہیں ہے تو گذشتہ جو زکوٰۃ نکالی گئی ہے اُس کا کیا ہوگا؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد: - زکوٰۃ کے بارے میں اُصول یہ ہے کہ جس تاریخ کو آدمی پہلی مرتبہ صاحب نصاب بنا ہے، ہر سال اُسی تاریخ میں وہ اپنی زکوٰۃ کا حساب لگائے۔ اَب مسئولہ صورت میں گذشتہ زمانے میں حساب لگانے میں جو کوتاہی ہوئی، اُس پر توبہ واستغفار کریں اور آئندہ کے لئے اندازہ لگا کر زکوٰۃ کے حساب کے لئے کوئی قمری تاریخ متعین کرلیں، پھر ہر سال اُس تاریخ میں آپ کے پاس جتنی قابل زکوٰۃ مالیت ہو، اُس کی قیمت جوڑ کر زکوٰۃ کی اَدائیگی کا اہتمام کریں۔

وحولها أي الزكاة قمري لا شمسي. (الدر المختار / كتاب الزكاة ٢٢٣/٣ زكريا، الفتاویٰ الهندية / كتاب الزكاة ١٧٥/١ قديم زكريا)

وافتراضها عمري: أي على التراخي، وصححه الباقاني وغيره، وقيل فوري: أي واجب على الفور وعليه الفتویٰ، كما في شرح الوهبانية، فيأثم بتأخيرها بلاعذر. قوله: فيأثم بتأخيرها ...... وقد يقال: المراد أن لايؤخر إلى العام القابل، لما في البدائع عن المنتقیٰ: إذا لم يؤدِّ حتى مضى حولان، فقد أساء وأثم. (الدر المختار مع الشامي / كتاب الزكاة ١٩١/٣ زكريا، ٢٧١/٢ كراچی، بدائع الصنائع، كتاب الزكاة / فصل: وأما كيفية فرضيتها ٧٧/٢ زكريا، كذا في الفتاویٰ التاتارخانية / أول كتاب الزكاة ١٣٤/٣ رقم: ٣٩٣٨ زكريا)

قال إبراهيم: ولا يؤخرون أخذها عن كل عام. (السنن الكبریٰ للبيهقي ١٨٥/٤ دار الكتب العلمية بيروت)

إذا مضى الحول على النصاب: ينبغي أن يؤدي زكاته على الفور من غير تأخير؛ لأنه عسى أن يموت، فيبقى الفي ذمته، وإن لم يؤد حتى مضى الحول الثاني: أثِمَ، فعليه أن يستغفر اللّٰه ويُؤدي زكاة حولين، ولا يتركها باقيةً في ذمته. (المختصر في الفقه الحنفي ترجمة بهشتى زيور، العبادات / أداء الزكاة ص: ٢٣٦ مكتبة البشریٰ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۱۷ / ۱۴۴۱/۹/۱۹ھ)

جس تاریخ میں سال پورا ہورہا ہے، اس کو زکوٰۃ کا حساب لگائیں

سوال (۵۳۴):- ایک شخص رمضان کی پہلی تاریخ کو زکوٰۃ کا حساب لگاتا تھا، اور تھوڑی تھوڑی کرکے زکوٰۃ اَدا کرتا تھا، اِس سال اُس نے آٹھویں تاریخ کو حساب لگایا، تو دیکھا کہ پہلی تاریخ اور آٹھویں تاریخ کے درمیان ۴۰؍ہزار روپئے کا مال آگیا، تو اب پہلی تاریخ کی مالیت سے حساب لگے گا، یا آٹھویں تاریخ کی مالیت سے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- مسئولہ صورت میں رمضان کی پہلی تاریخ کو جو مالِ زکوٰۃ آپ کی ملکیت میں موجود ہے، صرف اُسی کی زکوٰۃ اِس سال آپ پر واجب ہوگی۔ اور اُس تاریخ کے بعد جو مال میں اِضافہ ہوا ہے، اُس کو اگلے سال کے حساب میں شامل کیا جائے گا۔

العبرة في الزكاة للحول القمري. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الزكاة / الباب الأول ۱۷۵/۱ زكريا)

فإن استفاد بعد حولان الحول فإنه لا يضم ويستأنف له حول آخر بالاتفاق، هكذا في شرح الطحاوي. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الزكاة / الباب الأول ۱۷۵/۱ زكريا)

والمراد بكونه حوليًا أن يتم الحول عليه وهو في ملكه. (البحر الرائق / كتاب الزكاة ۳۵٦/۲ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۲۰ / ۱۴۴۱/۹/۲۲ھ)

جن کو زکوٰۃ دیں اُن سے ہدیہ لینا کیسا ہے؟

سوال (۵۳۵):- ہم اپنے متعلقین اور رشتہ داروں کو زکوٰۃ کا پیسہ دیتے ہیں اور پھر رشتہ داری کی بنا پر وہ کچھ ہدیہ وغیرہ لے کر آجاتے ہیں، تو اُن سے وہ ہدیہ لینا درست ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- جب آپ نے اُن مستحقین کو زکوٰۃ

دے دی اور وہ زکوٰۃ کے مالک ہوگئے، تو آپ کی زکوٰۃ اَدا ہوگئی۔ اَب اگر وہ اُس میں سے کوئی چیز آپ کو دیں، تو یہ اُن کی طرف سے ہدیہ ہوگا، جسے قبول کرنا آپ کے لئے جائز ہے۔ **بعض** اَحادیث سے بھی اِس کا جواز معلوم ہوتا ہے۔

عن أنس بن مالک رضي اللّٰه عنه أن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم أُتي بلحمٍ تصدق بهٖ علىٰ بريرة، فقال: هو عليها صدقة وهو لنا هدية. (صحيح البخاري، كتاب الزكاة / باب إذا تحولت الصدقة ۲۰۲/۱ رقم: ۱٤۹٥، صحيح مسلم، كتاب الزكاة / باب إباحة الهدية للنبي صلى اللّٰه عليه وسلم ولبني هاشم الخ ۳٤٥/۱ رقم: ۱۰۷٤)

عن عائشة رضي اللّٰه عنها قالت: كان في بريرة ثلاث قضيات، كان الناس يتصدقون عليها وتهدي لنا، فذكرت ذلک للنبي صلى اللّٰه عليه وسلم، فقال: هو عليها صدقة ولكم هدية، فكلوه.

عن أم عطية رضي اللّٰه عنها قالت: بعث إليّ رسولُ اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم بشاة من الصدقة، فبعثت إلى عائشة منها بشيء فلما جاء رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم إلى عائشة قال: هل عندكم شيء، فقالت: لا، إلا أن نسيبة بعثت إلينا من الشاة التي بعثتم بها إليها، قال: إنها قد بلغت محلها. (صحيح مسلم، كتاب الزكاة / باب إباحة الهدية للنبي وإن كان المهدي ملكها بطريق الصدقة رقم: ۱۰۷٥-۱۰۷٦)

قوله: بلغت محلها، أي أنها لما تصرفت فيها بالهدية لصحة ملكها لها انتقلت من حكم الصدقة، فحلت محل الهدية وكانت تحل لرسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم. (فتح الباري، كتاب الزكاة / باب إذا تحولت الصدقة ٤٥٥/۳ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۲۳ / ۱۴۴۱/۹/۲۵ھ)

○❖○

زکوٰۃ کے مصارف

مصارفِ زکوٰۃ

سوال (۵۳۶):- مصارفِ زکوٰۃ کیا ہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- فقراء، مساکین اور مسافر وغیرہ زکوٰۃ کے مصارف میں داخل ہیں، اپنے ضرورت مند قریبی رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینے کا دوہرا ثواب ہے۔ اِسی طرح حفاظت دین اور اِشاعت علم کی نیت سے مدارسِ دینیہ میں زکوٰۃ دینا بھی بہت زیادہ موجبِ اَجر وثواب ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْـمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ، فَرِيْضَةً مِنَ اللّٰهِ، وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾ [التوبة: ٦٠]

عن سلمان بن عامر الضبي قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: الصدقة على المسكين صدقة، وعلى ذي القرابة إثنتان: صدقة وصلة. (سنن ابن ماجة، كتاب الزكاة / باب فضل الصدقة ١٣٢/١ رقم: ١٨٤٤)

هو الفقير: وهو من يملك ما لا يبلغ نصابًا ولا قيمته من أي مال كان ولو صحيحًا مكتسبًا. والمسكين: وهو من لا شيء له. والمكاتب والمديون: الذي لا يملك نصابًا ولا قيمته فاضلاً عن دينه. وفي سبيل اللّٰه: وهو منقطع الغزاة أو الحاج. وابن السبيل: وهو من له مال في وطنه وليس معه مال. والعامل عليها يعطى قدر ما

یسعه و أعوانه. (مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي، كتاب الزكاة / باب المصرف ۳۹۲ قديمى كتب خانه كراچى، الدر المختار مع الشامي، كتاب الزكاة / باب المصرف ۲۸۳/۳-۲۹۰ زكريا)

وكره نقلها إلا إلى قرابة؛ بل في الظهرية: لا تقبل صدقة الرجل وقرابته محاويج حتى يبدأ بهم، فيسد حاجتهم أو أحوج أو أصلح أو أورع أو أنفع للمسلمين أو إلى طالب علم. وفي المعراج: التصدق على العالم الفقير أفضل أي من الجاهل الفقير. (الدر المختار، كتاب الزكاة / باب المصرف ۳۰٤/۳ زكريا، الفتاوىٰ الهندية، كتاب الزكاة / الباب السابع في المصارف ۱۸۷/۱ زكريا، البحر الرائق / باب المصرف ٤۲۲/۲ دار الكتب العلمية بيروت وزكريا ديوبند، الفتاوى الهندية ۱۸۹/۱ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۱۵ / ۱۴۴۱/۹/۱۷ھ)

زکوٰۃ کی رقم کومختلف مدات میں خرچ کرنا

سوال (۵۳۷):- میں اپنی تنخواہ سے زکوٰۃ کی کچھ رقم الگ کرلیتا ہوں، اوراُسے مختلف مدات میں خرچ کرتا ہوں مثلاً: مسجد میں لگاتا ہوں، ضرورت مندوں پرخرچ کرتا ہوں؛ چاہے مسلمان ہو یا غیر مسلم، رشتہ داروں پرخرچ کرتا ہوں، تو میرا یہ عمل کیسا ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- زکوٰۃ کی رقم مسجد میں لگانا درست نہیں ہے۔ اِسی طرح غیر مسلم کوبھی زکوٰۃ نہیں دی جائے گی؛ البتہ ان کے علاوہ دیگر مدات مثلاً: نادار رشتے داروں اورفقراء ومساکین پرزکوٰۃ صرف کی جاسکتی ہے۔

اورآپ کوچاہئے کہ جس دن آپ سب سے پہلی مرتبہ شرعاً صاحب نصاب بنے ہوں، ہرسال اُس دن اپنی زکوٰۃ کا حساب لگالیا کریں، اورپھرحسبِ موقع زکوٰۃ اَدا کرتے رہیں، ہر مہینے کی تنخواہ سے بھی اَدا کرسکتے ہیں۔

ولا يجوز أن يبني بالزكاة المسجد ...... وكل ما لا تمليك فيه. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الزكاة / الباب السابع في المصارف ۱۸۸/۱ زكريا)

فهـذه جهـات الـزكـاة، للمالك أن يدفع إلى كل واحد، وله أن يقتصر على صـنف واحد، كذا في الهداية، وله أن يقتصر على شخص واحد، كذا في فتـح الـقـديـر. والـدفع إلى الواحد أفضل إذا لم يكن المدفوع نصابًا، كذا في الزاهدي. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الزكاة / الباب السابع في المصارف ١٨٨/١ زكريا)

ومـنها: أن يكون مسلمًا فلا يجوز صرف الزكاة إلى الكافر بلا خلاف، لحديث معاذ: خذها من أغنيائهم وردها إلى فقرائهم. (بدائع الصنائع، كتاب الزكاة / شـرائـط مـا يـرجـع إلى المؤدي إليه ١٦١/٢ زكريا، الفتاویٰ الهندية، كتاب الزكاة / الباب السابع في المصارف ١٨٨/١ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۳۰ / ۱۴۴۱/۱۰/۱۴ھ)

کیا صدقہ کے مستحق کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں؟

سوال (۵۳۸):- جو لوگ صدقے کے مستحق ہیں، کیا اُنہیں زکوٰۃ دی جاسکتی ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- جی ہاں! جو لوگ صدقہ واجبہ کے مستحق ہیں، اُنہیں زکوٰۃ دینا درست ہے۔

ومصرف هذه الصدقة ما هو مصرف الزكاة. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الزكاة / البـاب الثـامـن فـي صـدقة الـفـطـر ٢٥٥/١ زكـريـا، الدر المختار، كتاب الزكاة / باب صدقة الفطر ٣٢٥/٣ زكريا، البحر الرائق، كتاب الزكاة / باب المصرف ٤٤٦/٢ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۲۷ / ۱۴۴۱/۹/۲۹ھ)

لاک ڈاؤن میں پھنسے ہوئے صاحبِ نصاب مسافرین کو زکوٰۃ کس طرح دی جائے؟

سوال (۵۳۹):- آج کل لاک ڈاؤن کی وجہ سے بہت سے لوگوں کے پاس گھروں

میں مال ہے، سونا چاندی ہے؛ لیکن سونے چاندی کو بیچنے کی بھی کوئی صورت نظر نہیں آرہی ہے، اور نقد روپیہ پیسہ کچھ نہیں ہے، تو ایسی صورت میں کیا اُن لوگوں کو زکوٰۃ کی رقم دی جاسکتی ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- بہتر یہ ہے کہ ایسے صاحب نصاب لوگوں کو زکوٰۃ کی رقم بطور قرض دی جائے، اور جب حالات درست ہوں تو وہ قرض لی ہوئی رقم کے بقدر روپئے اپنے مال سے زکوٰۃ کے مصرف میں خرچ کردیں، یہ سب سے محتاط شکل ہے۔

اور اِس میں ایک پہلو یہ بھی پیش نظر رکھا جائے کہ یہ سونا چاندی کس کا ہے؟ یعنی شوہر کی ملکیت ہے یا بیوی کی؟ کیوں کہ اگر یہ سونا چاندی بیوی کی ملکیت ہو، اور شوہر کے پاس اپنا کوئی قابل زکوٰۃ ذاتی مال موجود نہ ہو، تو اُسے براہِ راست زکوٰۃ دی جاسکتی ہے؛ اِس لئے کہ بیوی کی ملکیت کی بنا پر شوہر کو مال دار قرار نہیں دیا جائے گا۔ (کتاب النوازل ۶/۴۵۳)

عن الضحاک في رجل سافر وهو غني فنفد ما معه في سفره واحتاج، قال: يعطىٰ من الصدقة في سفره؛ لأنه ابن سبيل. (المصنف لابن أبي شيبة، الزكاة، ما قالوا فيما رخص فيه من المسالة لصاحبها ۷/۳۷ رقم: ۱۰۷۸۹)

المستفاد: وابن السبيل: وهو كل من له مال لا معه (الدر المختار) أي سواء كان هو في غير وطنه أو في وطنه، وله ديون لا يقدر على أخذها كما في النهر عن النقاية؛ لكن الزيلعي جعل الثاني ملحقًا به حيث قال: وألحق به كل من هو غائب عن ماله وإن كان في بلده؛ لأن الحاجة هي المعتبرة وقد وجدت؛ لأنه فقير يدًا، وإن كان غنيًا ظاهرًا. وقال في الفتح أيضًا: ولا يحل له: أى لابن السبيل أن يأخذ أكثر من حاجته. والأولى له أن يستقرض إن قدر، ولا يلزمه ذلک لجواز عجزه عن الأداء، ولا يلزمه التصدق بما فضل في يده عند قدرته على ماله. قوله: ومنه ما لو كان ماله مؤجلاً، أي إذا احتاج إلى النفقة يجوز له أخذ الزكاة قدر كفايته إلى حلول الأجل. قوله: أو معسر، فيجوز له

الأخذ في أصح الأقاويل؛ لأنه بمنزلة ابن السبيل، ولو موسرًا معترفًا لا يجوز، كما في الخانية. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الزكاة / باب المصرف ۳/ ۲۹۰ زكريا)

رجلٌ أمر رجلاً بأن يؤدي عنه الزكاة من مال نفسه فأدى المامور؛ فإنه لا يرجع إلى الآمر ما لم يشترط الرجوع. (فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ الهندية، كتاب الزكاة / فصل في أداء الزكاة ۱/ ۲٦۲)

الزكاة واجبةٌ على الحر العاقل البالغ المسلم إذا ملك نصابًا ملكًا تامًا، وحال عليه الحول لقوله تعالىٰ: ﴿وَآتُوْا الزَّكَاةَ﴾ ولقوله صلى اللّٰه عليه وسلم: أدوا زكاة أموالكم، وعليه إجماع الأمة، والمراد بالواجب الفرض.

(الهداية / أول كتاب الزكاة ۱/ ۱۸۵ المكتبة الأشرفية ديوبند)

وفي كتاب علي بن صالح الجوزجاني أن ابن السبيل هو الذي لا يقدر على ماله وهو غني، ولو يقدر علىٰ أن يستقرض، فالقرض خير له من قبول الصدقة، وإن قبل الصدقة أجزىٰ أن يعطيه. (الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب الزكاة / الفصل الثامن في من توضع فيه الزكاة ۳/ ۲۰٤ رقم: ٤۱۱۳۵ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۵ / ۷/ ۹/ ۱۴۴۱ھ)

کورنٹائن میں موجود مال دار وغرباء پر زکوٰۃ کی رقم خرچ کرنا

سوال (۵۴۰):- ایک جگہ پر کچھ لوگوں کو حکومت کی طرف سے کورنٹائن میں رکھا گیا ہے، اُس میں مال دار اور غریب سب طرح کے لوگ ہیں، تو کیا زکوٰۃ کی رقم سے وہاں کچھ کھانے پینے کی اشیاء پہنچائی جاسکتی ہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- کورنٹائن میں رہنے والے لوگوں کے پاس اگر بقدر نصاب مال نہیں ہے، یا وہ مسافر ہیں، اور اُنہیں اپنے گھر سے روپیہ منگوانے کی فی الحال سہولت نہیں ہے، تو ایسے سبھی لوگوں پر زکوٰۃ کی رقم لگائی جاسکتی ہے۔ اور اگر کسی کے پاس

یہاں مال موجود ہے، تو اُس پر زکوٰۃ کی رقم نہیں لگے گی، اِس لئے تحقیق کرلی جائے۔ (کتاب المسائل ۲۶۴/۲)

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ ...... وَابْنِ السَّبِيْلِ﴾ [التوبة: ٦٠]

مصرف الزكاة هو فقير، وهو من له أدنیٰ شيء: أي دون نصاب، أو قدر نصابٍ غير نام مستغرق في الحاجة، ومسكين من لا شيء له على المذهب (الدر المختار) قوله على المذهب: من أنه أسوأ حالاً من الفقير، وقيل على العكس، والأول أصح. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الزكاة / باب المصرف ٢٨٣/٣-٢٨٤ زكريا، ٣٣٩/٢ كراچی، كذا في البحر الرائق، كتاب الزكاة / باب المصرف ٤١٩/٢ زكريا، الفتاوىٰ الهندية، كتاب الزكاة / الباب السابع في المصارف ١٨٧/١ زكريا، فتح القدير، كتاب الزكاة / باب من يجوز دفع الصدقة إليه ومن لا يجوز ٢٦١/٢ دار الفكر بيروت، مجمع الأنهر، كتاب الزكاة / باب في بيان أحكام المصرف ٣٢٤/١ مكتبة فقيه الأمة ديوبند، ٢٢٠/١ دار إحياء التراث العربي بيروت، طحطاوي علىٰ مراقي الفلاح، كتاب الزكاة / باب المصرف ٧١٩ المكتبة الأشرفية ديوبند)

وابن السبيل؛ وهو كل من له مال لا معه (الدر المختار) قوله: ابن السبيل؛ هو المسافر، قوله: من له مال لا معه؛ أي سواء كان هو في غير وطنه أو في وطنه ...... لأن الحاجة هي المعتبرة، وقد وجدت؛ لأنه فقير يدًا وإن كان غنيًا ظاهرًا. (رد المحتار، كتاب الزكاة / باب المصرف ٢٩٠/٣ زكريا، البحر الرائق، كتاب الزكاة / باب المصرف ٤٢٢/٢ دار الكتب العلمية بيروت وزكريا ديوبند، الهداية، كتاب الزكاة / باب من يجوز دفع الصدقات إليه ومن لا يجوز ٧١/٢ مكتبة البشرى كراچی) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۷ / ۱۴۴۱/۹/۹ھ)

لاک ڈاؤن میں پھنسے ملازمین کو زکوٰۃ دینا

سوال (۵۴۱):- بہت سے ملازمین لاک ڈاؤن میں جائے ملازمت پر رکے ہوئے

ہیں، اُنہیں تنخواہ نہیں مل رہی ہے، اُن کے گھر پر تو پیسہ ہے؛ لیکن فی الوقت جائے ملازمت میں کچھ نہیں ہے، اور بظاہر گھر سے پیسہ منگوانے کی بھی صورت نہیں ہے، تو کیا ایسے لوگوں کو زکوٰۃ کی رقم دے سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- مذکورہ حضرات مسافر کے درجہ میں ہیں، اُن کو بقدرِ ضرورت زکوٰۃ لینی درست ہے۔ (فتویٰ دار العلوم دیوبند ۱۴/اپریل ۲۰۲۰ء رقم الفتویٰ ۱۷۸۳۶۱)

عن أبي سعيد الخدري رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: لا تحل الصدقة لغني إلا في سبيل اللّٰه أو ابن السبيل الخ. (سنن أبي داؤد، كتاب الزكاة / باب من يجوز أخذ الزكاة وهو غني رقم: ١٦٣٧)

والحق به أي بابن السبيل كل من هو غائب عن ماله وإن كان في بلده؛ لأن الحاجة هي المعتبرة وقد وجدت لأنه فقير يدًا، وإن كان غنيًا ظاهرًا. وقال في الفتح أيضًا: ولا يحل له أي لابن السبيل أن يأخذ أكثر من حاجته، والأولى له أن يستقرض إن قدر. (رد المحتار مع الدر الدر المختار، كتاب الزكاة / باب المصرف ٢٩٠/٣ زكريا، البحر الرائق، كتاب الزكاة / بال المصرف ٢٤٢/٢ كراچى، بدائع الصنائع، كتاب الزكاة / مصارف الزكاة ١٥٥/٢ المكتبة النعيمية ديوبند) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۸ / ۱۰/۹/۱۴۴۱ھ)

زکوٰۃ کی رقم سے ملازمین کی تنخواہ اَدا کرنا؟

سوال (۵۴۲):- لاک ڈاؤن کی وجہ سے فیکٹریاں وکارخانے بند ہیں، اور ملازمین نہیں آرہے ہیں، تو اُن کی تنخواہ کا کیا مسئلہ ہے؟ وہ سب پریشان ہیں، تو کیا زکوٰۃ کے فنڈ سے اُن کی تنخواہ اَدا کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- لاک ڈاؤن میں جن ملازمین کی ملازمت برقرار ہے، وہ اِس مدت کی تنخواہ کے مستحق ہیں، اور جس طرح سردی یا گرمی وغیرہ کی

چھٹیوں میں حسب ضابطہ تنخواہ دی جاتی ہے، اِسی طرح لاک ڈاؤن کے زمانے کو بھی ایک جبری چھٹی قرار دیا جائے گا، جس میں ملازم کی طرف سے کوئی کوتاہی نہیں پائی جارہی ہے؛ لہٰذا مالکین کو چاہئے کہ وہ حسب دستور اپنی ذاتی رقم سے ملازمین کی تنخواہ اَدا کریں یا اُن سے مہلت لے لیں؛ لیکن زکوٰۃ کی مد سے اُن کو تنخواہ دینا درست نہ ہوگا؛ البتہ تنخواہ سے ہٹ کر بطور اِمداد وتعاون زکوٰۃ سے مستحقین کی مدد کی جاسکتی ہے۔ (کتاب النوازل ۷/۲۰۹)

الأجير الخاص من يستحق الأجر بتسليم النفس وبمضي المدة، ولا يشترط العمل في حقه لاستحقاق الأجر. (الفتاویٰ التاتارخانية ۱۵/۲۸۱ زكريا، الفتاویٰ الهندية ٤/٥٤٣ قديم زكريا، المحيط البرهاني ۱۲/۳۸ المجلس العلمي)

فحيث كانت البطالة معروفة في اليوم الثلثاء والجمعة وفي رمضان والعيدين يحل الأخذ. (رد المحتار، كتاب الوقف / مطلب في استحقاق القاضي والمدرس الوظيفة في يوم البطالة ٦/٥٦٨ زكريا)

ومنها البطالة في المدارس كأيام الأعياد ويوم عاشوراء وشهر رمضان في درس الفقه، لم أرها صريحةً في كلامهم، والمسئلة على وجهين: فإن كانت مشروطةً لم يسقط من المعلوم شيءٌ، وإلا فينبغي أن يلحق ببطالة القاضي، وقد اختلفوا في أخذ القاضي ما رُتِّب له ...... في يوم بطالته، فقال في المحيط: إنه يأخذ في يوم البطالة. (الأشباه والنظائر، الفن الأول في القواعد الكلية / القاعدة السادسة، بيان حكم البطالة في المدارس ۱/۲۷۲ زكريا، ۱/۱۲۹ إدارة القرآن كراچی)

كل محبوس لمنفعة غيره تلزمه نفقته. (رد المحتار، كتاب الطلاق / باب النفقة ٥/۳۷٦ زكريا)

أما قوله تعالى: ﴿وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ عبارة عن جميع القرب، فيدخل فيه كل من سعى في طاعة اللّٰه تعالىٰ وسبيل الخيرات إذا كان محتاجًا. (بدائع الصنائع، كتاب الزكاة / بعد فصل: فی المؤلفة قلوبهم ۲/۱٥٤ زكريا)

الثابت بالعرف كالثابت بالنص. (شرح عقود رسم المفتي ص: ٩٥ قديم)

لأن المعروف كالمشروط. (الأشباه والنظائر ۲۷۸/۱ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۸ / ۱۴۴۱/۹/۱۰ھ)

نابالغ کو زکوٰۃ دینا

سوال (۵۴۳):- نابالغ بچہ کو زکوٰۃ کی رقم دینے سے زکوٰۃ اَدا ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- نابالغ بچہ اگر بے شعور ہے تو اُس کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ اَدا نہ ہوگی؛ لیکن اگر باشعور بچہ ہے، جس کو روپئے پیسے کی سمجھ ہے، تو اُس کو زکوٰۃ دینا درست ہے۔

ولو قبض الصغير وهو مراهق جاز، وكذا لو كان يعقل القبض. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الزكاة / الباب السابع في المصارف ١٩٠/١ زكريا)

سئل عبد الكريم عمن دفع زكاة ماله إلىٰ صبي؟ قال: إن كان مراهقًا يعقل الأخذ يجوز، وإلا فلا. وفي الخانية: وكذا لو كان الصبي يعقل القبض بأن كان لا يرمي به ولا يخدع عنه. (الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب الزكاة / الفصل الثامن في المسائل المتعلقة بمن توضع فيه الزكاة ٢١١/٣ رقم: ٤١٥٠ زكريا، شامي، كتاب الزكاة / باب المصرف ١٧١/٣ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۱۶ / ۱۴۴۱/۹/۱۸ھ)

لے پالک کو زکوٰۃ دینا

سوال (۵۴۴):- لے پالک کو زکوٰۃ دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- لے پالک اگر ضرورت منداور مستحق ہو، تو اُسے زکوٰۃ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ وہ سگے بیٹے کے درجے میں نہیں ہے۔

قال الله تبارك وتعالىٰ: ﴿اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ﴾ [التوبة، جزء آيت: ٦٠]

قال تعالیٰ: وَمَا جَعَلَ اَدْعِیَآئَکُمْ اَبْنَآئَکُمْ ذٰلِکُمْ قَوْلُکُمْ بِاَفْوَاهِکُمْ وَاللّٰهُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ یَهْدِیْ السَّبِیْلَ. [الأحزاب، جزء آیت: ٤]

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما قال: لا بأس أن تجعل زکاتک في ذوي قرابتک ما لم یکونوا في عیالک. (المصنف لابن أبي شیبة، کتاب الزکاة / ما قالوا في الرجل یدفع زکاته إلی قرابته ٥٤٣/٦ رقم: ١٠٦٣٣ مؤسسة علوم القرآن، المصنف لعبد الرزاق، کتاب الزکاة / باب لمن الزکاة ١١٢/٤ رقم: ٧١٦٣ المجلس العلمي)

المصرف هو الفقیر، وهو من یملک ما یبلغ نصابًا ولا قیمته من أي مال کان ولو صحیحًا مکتسبًا. (مراقي الفلاح / باب المصرف ص: ٢٦٣ دار الکتب العلمیة بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۲۷ / ۱۴۴۱/۹/۲۹ھ)

عام سائلین کو زکوٰۃ دینا

سوال (۵۴۵):- آج کل کاروبار بند ہونے کی وجہ سے بہت سے لوگ ضرورت مند نظر آتے ہیں؛ لیکن تحقیق نہیں ہو پاتی کہ وہ صاحب نصاب ہیں کہ نہیں؟ تو اُن کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصلیًا أما بعد:- اگر آپ کو کسی شخص کے بارے میں مستحق زکوٰۃ ہونے کا گمان غالب ہو، تو اُسے زکوٰۃ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے؛ البتہ جس کے بارے میں شک وشبہ ہو تو اُسے زکوٰۃ نہ دیں۔

دفع بتحر لمن یظنه مصرفًا فبان أنه عبده أو مکاتبه أو حربي لو مستأمنًا أعادها (تنویر الأبصار) أما لو تحری فدفع لمن ظنه غیر مصرف أو شک ولم یتحر لم یجز حتی یظهر أنه مصرف فیجزیه في الصحیح، خلافًا لمن ظن عدمه، وتمامه في النهر. وفیه: واعلم أن المدفوع إلیه لو کان جالسًا في صف

الفقراء يصنع صنعهم أو كان عليه زيهم أو سأله فأعطاه، كانت هذه الأسباب بمنزلة التحري، وكذا في المبسوط حتى لو ظهر غناه لم يعد. (رد المحتار، كتاب الزكاة / باب المصرف ٣٠٢/٣ زكريا، النهر الفائق، كتاب الزكاة / باب المصرف ٤٦٨/١ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۱۶ / ۱۴۴۱/۹/۱۸ھ)

مانگنے والے کو زکوۃ دینا

سوال (۵۴۶):- اگر کوئی سائل دروازے پر مانگنے کے لئے آجائے تو کیا اُس کو زکوٰۃ کی رقم بھیک میں دی جاسکتی ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- اگر آپ کو گمان غالب ہو کہ یہ فقیر مستحق ہے تو اُس کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں۔ (مستفاد: کتاب النوازل ۵۷۷-۲/۷، بہشتی زیور ۳۳/۳، آپ کے مسائل اور اُن کا حل ۴۲/۳)

وإذا رفعها إليه وهو شاك ولم يتحر أو تحرى ولم يظهر له أنه مصرف، أو غلب على ظنه أنه ليس بمصرف، فهو على الفساد، إلا إذا تبين أنه مصرف هكذا في التبيين. (الفتاویٰ الهندية ١٩٠/١، فتح القدير ٢٧٥/٢)

وهذا إذا تحرى ودفع وفي أكبر رأيه أنه مصرف، أما إذا شك ولم يتحرى أو تحرى فدفع، وفي أكبر رأيه أنه ليس بمصرف لا يجزيه إلا إذا علم أنه فقير هو الصحيح. (الهداية ٢٠٧/١)

باب المصرف أي مصرف الزكاة والعشر هو فقير وهو من له أدنى شيء أي دون نصاب – إلىٰ قوله – ومسكين من لا شيء له فيحتاج إلى المسئلة بقوله وما يواري بدنه. (شامي ٢٨٣/٣ زكريا، الفتاویٰ الهنديه ١٨٧/١، فتاوی نظاميه ١٠٧/١، فتاویٰ رحيميه ١٦١/٥) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۴۰ / ۱۴۴۱/۱۲/۱۱ھ)

گھر میں رنگ روغن کرنے کی غرض سے زکوٰۃ مانگنا

سوال (۵۴۷):- اگر کوئی فقیر شخص اپنے گھر میں رنگ وروغن کرنے کے لئے ہم سے پیسے مانگے تو کیا اُسے زکوٰۃ کی رقم دے سکتے ہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- اگر کوئی آدمی واقعۃً ضرورت منداور مستحق زکوٰۃ ہے، اور بقدرِ ضرورت اُس کے پاس مال نہیں ہے، آپ نے اُس کو مطلق زکوٰۃ کی رقم دے دی، پھر اُس نے وہ رقم رنگائی میں لگادی تو اِس میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن اُسے رقم دئے بغیر براہِ راست زکوٰۃ کی رقم سے رنگائی پتائی کرانا درست نہ ہوگا۔

ويشترط أن يكون الصرف تمليكًا لا إباحةً. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الزكاة / باب المصرف ۲۹۱/۳ زكريا، ۳۴۴/۲ كراچی)

أما تفسيرها فهي تمليك المال من فقير مسلم غير هاشمي ولا مولاه بشرط قطع المنفعة عن الملك من كل وجه لله تعالىٰ. (الفتاویٰ الهندية / كتاب الزكاة ۱۷۰/۱)

وكذا لا يبني بها الحج والجهاد. (تبيين الحقائق ۱۲۰/۲، الفتاویٰ الهندية ۱۸۸/۱)

وقد قال في البدائع: في سبيل الله جميع القرب، فيدخل فيه كل من سعى في طاعة الله وسبيل الخيرات إذا كان محتاجًا. (شامي ۲۶۱/۳ بيروت)

(دینی رہنمائی: ۴۷ / ۱۴۴۲/۲/۲ھ)

زکوٰۃ کی رقم غیر شادی شدہ غریب نند کو دینا

سوال (۵۴۸):- میری بہن ایک مشترکہ خاندان سے تعلق رکھتی ہیں، اُن پر زکوٰۃ فرض ہے، تو کیا وہ اپنی زکوٰۃ کی رقم غیر شادی شدہ بالغ یتیم نند پر خرچ کرسکتی ہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- مسئولہ صورت میں اگر نند مستحق زکوٰۃ ہو تو اُسے زکوٰۃ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے؛ بلکہ دوہرے اجر کی اُمید ہے۔

عن سلمان بن عامر رضي اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: إن الصدقة على المسكين صدقة، وعلى ذي الرحم اثنتان: صدقة وصلة. (سنن النسائي، كتاب الزكاة / الصدقة على الأقارب رقم: ٢٥٨٢)

قال السندي: قوله: ثنتان، أي ففيها أجران، فهذا حث على التصدق على الرحم والاهتمام به. (حاشية السندي على سنن النسائي ص: ٦٢٧ تحت رقم:٢٥٧٨ دار الفكر بيروت)

قال الطحطاوي: ومن سوى ما ذكر يجوز الدفع إليهم كالإخوة والأخوات والأعمام والعمات والأخوال والخالات الفقراء؛ بل هم أولى لما فيه من الصلة مع الصدقة. (طحطاوي / باب المصرف ص: ٣٩٣ قديمى كتب خانه كراچى، هٰكذا في الفتاوىٰ الهندية / الباب السابع في المصارف ١٩٠/١ زكريا، الفتاوىٰ التاتارخانية ٢٠٦/٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۱۷ / ۱۴۴۱/۹/۱۹ھ)

حقیقی بہن بھائی کو زکوٰۃ دینا

سوال(۵۴۹):- ضرورت مند سگے بھائی بہن کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- اگر کوئی مانع نہ ہو تو ضرورت مند بھائی بہن کو زکوٰۃ دینا نہ صرف جائز؛ بلکہ مستحسن ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قریبی رشتہ دار کو صدقہ دینے کا دوہرا ثواب ہے۔ ایک صدقہ کا اور دوسرے صلہ رحمی کا۔ اِس لئے زکوٰۃ میں اپنے قریبی اعزاء کا زیادہ خیال رکھنا چاہئے۔

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما قال: لا بأس أن تجعل زكاتك في ذوي قرابتك ما لم يكونوا في عيالك. (المصنف لابن أبي شيبة، كتاب الزكاة / ما قالوا في الرجل يدفع زكاته إلى قرابته ٥٤٣/٦ رقم: ١٠٦٣٣ مؤسسة علوم القرآن، المصنف لعبد الرزاق، كتاب الزكاة / باب لمن الزكاة ١١٢/٤ رقم: ٧١٦٣ المجلس العلمي)

عن سلمان بن عامر رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: الصدقة على المسكين صدقة، وإنها على ذي الرحم إثنتان، إنها صدقة وصلة. (المسند لإمام أحمد بن حنبل ١٨/٤ رقم: ١٦٣٤٢، ١٧/٤-١٨ رقم: ١٦٣٣٠-١٦٣٣١، ١٦٣٣٨-١٦٣٤١، ٢١٤/٤ رقم: ١٨٠٢٨-١٨٠٢٩-١٨٠٣٠)

الأفضل صرف الصدقة إلىٰ أخواته ذكورًا أو إناثًا. (مجمع الأنهر، كتاب الزكاة / باب في بيان أحكام المصارف، قبيل باب صدقة الفطر ٣٣٣/١ دار الكتب العلمية بيروت، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الزكاة / باب المصرف ٧٢٢ دارالكتاب ديوبند)

وقيد بالولاد لجوازه لبقية الأقارب كالإخوة والأعمام والأخوال الفقراء؛ بل هم أولىٰ؛ لأنه صلة وصدقة. (شامي، كتاب الزكاة / باب المصرف ٢٩٣/٣ زكريا، ٣٤٦/٢ كراچی) *فقط واللہ تعالیٰ اعلم*

(دینی رہنمائی:۲۱ / ۱۴۴۱/۹/۲۳ھ)

جن کی اَولاد جوان ہیں اُن کو زکوٰۃ دینا

سوال (۵۵۰):- لاک ڈاؤن کی وجہ سے ایسے پریشان لوگ کہ جن کی اَولادیں جوان ہیں، اُن کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- اگر وہ لوگ زکوٰۃ کے مستحق ہیں تو اُنہیں زکوٰۃ دی جاسکتی ہے، اِس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلۡفُقَرَآءِ وَالۡمَسٰکِیۡنِ﴾ [التوبة، جزء آيت: ٦٠]

مصرف الزكاة هو فقير، وهو من له أدنىٰ شيء: أي دون نصاب، أو قدر نصابٍ غير نام مستغرق في الحاجة، ومسكين من لا شيء له على المذهب (الدر المختار) قوله على المذهب: من أنه أسوأ حالاً من الفقير، وقيل على العكس، والأول أصح. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الزكاة / باب

المصرف ۲۸۳/۳- ۲۸٤ زكريا، ۳۳۹/۲ كراچی، البحر الرائق، كتاب الزكاة / باب المصرف ٤١٩/٢ زكريا، فتح القدير، كتاب الزكاة / باب من يجوز دفع الصدقة إليه ومن لا يجوز ٢٦١/٢ دار الفكر بيروت، مجمع الأنهر، كتاب الزكاة / باب في بيان أحكام المصرف ٢٢٠/١ دار إحياء التراث العربي بيروت، طحطاوي علىٰ مراقي الفلاح، كتاب الزكاة / باب المصرف ٧١٩ المكتبة الأشرفية ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۲۱ / ۱۴۴۱/۹/۲۳ھ)

کیا مدارس میں زکوٰۃ دینے سے پہلے تحقیق ضروری ہے؟

سوال (۵۵۱):- جس طرح ضرورت مند کو زکوٰۃ دینے سے پہلے تحقیق کرنی ہوتی ہے، کیا مدارس کی بھی زکوٰۃ دینے سے پہلے تحقیق کرنی چاہئے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- ظاہری قرائن مثلاً علماء اور معتبر اِداروں کی تصدیق وتائید پر اعتماد کرتے ہوئے مدارس کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے، بلا وجہ زیادہ کھود کرید کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر آپ مستحق سمجھ کر رقم دیں گے تو آپ کی زکوٰۃ بہرحال اَدا ہو جائے گی۔

قال أبو حنيفة ومحمد رحمهما اللّٰه تعالىٰ: إذا دفع الزكاة إلى رجل يظنه فقيرًا ثم بان أنه غني أو هاشمي أو كافر ...... فلا إعادة عليه، وقال أبو يوسف: عليه الإعادة لظهور خطأه بيقين، وإمكان الوقوف على هذه الأشياء وصار كالأواني والثياب ...... وهٰذا – أي عدم الإعادة – إذا تحرى فدفع وفي أكبر رأيه أنه مصرف، أما إذا شك ولم يتحر أو تحرى فدفع، وفي أكبر رأيه أنه ليس بمصرف لا يجزيه إلا إذا علم أنه فقير هو الصحيح. (الهداية مع البناية في شرح الهداية، كتاب الزكاة / باب من يجوز دفع الصدقات إليه ومن لا يجوز ٥٥٩/٣–٥٦٠ دار الفكر بيروت، الهداية ٧٦/٢–٧٨ مكتبة البشرىٰ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۲۸ / ۱۴۴۱/۹/۳۰ھ)

زکوۃ کے لئے نکالی گئی رقم کو مسجد میں دینا

سوال (۵۵۲):- ایک آدمی نے زکوٰۃ کی نیت سے جیب میں کچھ روپئے رکھے؛ لیکن اتفاق سے کوئی مستحق نہیں ملا، تو کیا وہ رقم مسجد کے چندے میں دے سکتا ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- یہ رقم مسجد میں دینے سے اُس کی زکوٰۃ اَدا نہیں ہوگی؛ بلکہ زکوٰۃ کی رقم الگ سے اَدا کرنی ہوگی۔

قلت: إن الدراهم لا تتعين بالتعين، فهي وإن كانت لا ينتفع بها مع بقاء عينها؛ لكن بدلها قائم مقامها لعدم تعيينها فكأنها باقية. (الدر المختار مع الشامي ٥٥٥/٦)

ولا يجوز الزكاة إلا إذا قبضها الفقير. (الفتاویٰ التاتارخانية ٢١٢/٣ رقم: ٤١٥٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۴۰ / ۱۴۴۱/۱۲/۱۱ھ)

جس کے پاس سادات کا نسب نامہ نہ ہو اُس کو زکوٰۃ دینا

سوال (۵۵۳):- ایک شخص علاقے میں سادات کے نام سے مشہور ہے، اگرچہ بذاتِ خود اُن کے پاس اپنا نسب نامہ نہیں ہے، تو کیا ایسے شخص کو زکوٰۃ کی رقم دی جاسکتی ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- اگر مذکورہ شخص کا سید ہونا عام لوگوں میں مشہور ہے، تو ایسے شخص کو زکوٰۃ نہیں لینی چاہئے، اور جن لوگوں کو علم ہے اُن کو اُسے زکوٰۃ دینی بھی نہیں چاہئے۔

ولا يدفع إلىٰ بني هاشم. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الزكاة / باب المصارف ١٨٩/١ زكريا)

لأن آل البيت تحرم عليهم الزكاة؛ لأنها أوساخ الناس، ولهم من خمس الخمس في بيت المال ما يكفيهم بدليل قوله عليه السلام: إن هذه الصدقات إنما هي أوساخ الناس، وإنها لا تحل لمحمد ولا لآل محمد. وبنو هاشم الذين تحرم عليهم الصدقات هم عند الحنفية والحنابلة: آل العباس، وآل علي،

وآل جعفر، وآل عقيل بن أبي طالب، وآل الحارث بن عبد المطلب لعموم الحديث المتقدم. (الفقه الإسلامي وأدلته، الباب الرابع الزكاة وأنواعها / المبحث السادس مصارف الزكاة، شروط المستحقين وأوصافهم ۸۸۳/۲-۸۸٤ دار الفكر بيروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۳۴ / ۱۴۴۱/۱۱/۶ھ)

سادات کوزکوٰۃ دینے کا حکم

سوال (۵۵۴):- سادات کوزکوٰۃ دینا کیسا ہے؟ اگر کوئی سادات گھرانے سے تعلق رکھتا ہو اور وہ بہت زیادہ تنگ دست ہو، تو اُس کی مدد کس طرح کی جائے گی؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- جن سادات کا نسب مشہور ومعروف ہو، اُن کو زکوٰۃ لینا جائز نہیں ہے (الا یہ کہ اضطراری حالت ہو اور زکوٰۃ لئے بغیر جان بچانا مشکل ہو) تاہم اُمت محمدیہ کی مجموعی ذمہ داری ہے کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبی قرابت کی بنیاد پر اپنے صاف ستھرے حلال مال سے سادات خاندانوں کی خبر گیری کریں، اور اُن میں جو ضرورت مند ہیں؛ اُن کا تعاون کریں، اُمید ہے کہ وہ اِس عمل پر عظیم الشان اَجر وثواب اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کے مستحق ہوں گے، اِن شاءاللہ تعالیٰ۔

وقال في الحديث: ثم قال لنا: إن هذه الصدقات إنما هي أوساخ الناس، وإنها لا تحل لمحمد ولا لآل لمحمد، الخ. (صحيح مسلم، كتاب الزكاة / باب ترك استعمال آل النبي صلى الله عليه وسلم الصدقة ۳٤٤/۱ رقم: ۱۰۷۲)

عن محمد بن زياد قال: سمعت أبا هريرة رضي الله عنه قال: أخذ الحسن بن علي تمرةً من تمر الصدقة، فجعلها في فيه، فقال النبي صلى الله عليه وسلم: كخ كخ ليطرحها، ثم قال: أما شعرتَ أنا لا نأكل الصدقة. (صحيح البخاري، كتاب الزكاة / باب ما يذكر في الصدقة للنبي صلى الله عليه وسلم رقم: ۱٤۹۱)

ثم قال: أما بعد! ألا أيها الناس! فإنما أنا بشر يوشك أن يأتي رسول

ربي فأجيبَ، وأنا تارك فيكم ثقلين: أولهما كتاب اللّٰه فيه الهدى والنور فخذوا بكتاب اللّٰه، واستمسكوا به. فحث على كتاب اللّٰه ورغّب فيه، ثم قال: وأهل بيتي، أذكركم اللّٰه في أهل بيتي، أذكركم اللّٰه في أهل بيتي، أذكركم اللّٰه في أهل بيتي. فقال له حصين: ومن أهل بيته؟ يا زيد! أليس نساؤه من أهل بيته؟ قال: نساؤه من أهل بيته، ولكن أهل بيته من حرم الصدقة بعده، قال: ومن هم؟ قال: هم آل علي وآل عقيل وآل جعفر وآل عباس، قال: كل هؤلاء حرم الصدقة؟ قال: نعم. (صحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة / باب من فضائل علي ابن أبي طالب ص: ۱۴۷۱ رقم: ۳۶-۲۴۰۸ بيت الأفكار الدولية)

عن ابن عمر عن أبي بكر رضي اللّٰه عنهم قال: أرقبوا محمدًا صلى اللّٰه عليه وسلم في أهل بيته. (صحيح البخاري) قال الحافظ: يخطاب بذلك الناس ويوصيهم به، والمراقبة للشيء: المحافظة عليه، يقول: احفظوه فيهم فلا تؤذوهم ولا تيئسوا إليهم. (فتح الباري شرح صحيح البخاري، فضائل أصحاب النبي / باب مناقب قرابة النبي صلى اللّٰه عليه وسلم تحت رقم: ۳۷۱۳)

ولا إلىٰ بني هاشم ...... ثم ظاهر المذهب إطلاق المنع (تحته في الشامية) يعني سواء في ذلك كل الأزمان، وسواء في ذلك دفع بعضهم لبعض ودفع غيرهم لهم. (شامي، كتاب الصدقات / باب المصرف، مطلب في الحوائج الأصلية ۲۹۹/۳ زكريا، ۳۵۰/۲ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۵ / ۱۴۴۱/۹/۷ھ)

سید شوہر کی غیر سید بیوی کو زکوٰۃ لینا

سوال (۵۵۵):- کیا سید کی غیر سید بیوی کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- سید شوہر کی غیر سید بیوی کو حسب شرائط زکوٰۃ دی جاسکتی ہے؛ البتہ سید کو دینا منع ہے۔

وقال في الحديث: ثم قال لنا: إن هذه الصدقات إنما هي أوساخ الناس، وإنها لا تحل لمحمد ولا لآل محمد الخ. (صحيح مسلم، كتاب الزكاة / باب ترك استعمال آل النبي على الصدقة رقم: ١٠٧٢ بيت الأفكار الدولية)

هو الفقير، وهو من يملك ما لا يبلغ نصابًا ولا قيمته من أي مال كان ولو صحيحًا مكتسبًا. (مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي ص: ٣٩٢)

(قوله: وبني هاشم ومواليهم) أي لا يجوز الدفع لهم لحديث البخاري: ”نحن أهل بيت لا تحل لنا الصدقة“ ولحديث أبي داؤد: مولى القوم من أنفسهم. (البحر الرائق، كتاب الزكاة / باب المصرف ٢٤٦/٢ كراچی، بدائع الصنائع، كتاب الزكاة / شرائط ما يرجع إلى المؤدي إليه ١٦٢/٢ المكتبة النعيمية ديوبند)

من مسلم فقير غير هاشمي ولا مولاه أي معتقه. (الدر المختار على الشامي، كتاب الزكاة / باب المصرف ٢٩٩/٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۱۴ / ۱۴۴۱/۹/۱۶ھ)

صاحبِ نصاب بیوہ کو زکوٰۃ لینا جائز نہیں

سوال (۵۵۶):- میری ۵؍ بیٹیاں ہیں، جن میں سے ۳؍ شادی شدہ اور ۲؍ غیر شادی شدہ ہیں، میرے شوہر کا انتقال ہوگیا، ہماری آمدنی کا ذریعہ ایک دوکان ہے، جس کا کرایہ ۱۳؍ ہزار روپئے ماہانہ آتا ہے، اِس کے علاوہ میرے پاس ۱۲؍ تولہ سونا ہے، اَب ہمارے رشتہ داروں نے اِصرار کر کے کچھ رقم دے دی ہے، بعد میں معلوم ہوا کہ وہ زکوٰۃ کی رقم ہے، تو ہمارے لئے یا ہماری بچیوں کے لئے اُس رقم کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- چوں کہ آپ کے پاس ۱۲؍ تولہ سونا موجود ہے، اِس لئے آپ تو صاحبِ نصاب ہیں، اِس لئے آپ کے لئے یہ زکوٰۃ قبول کرنا یا اپنے استعمال میں لانا جائز نہیں؛ البتہ دینے والے اگر اجازت دیں اور آپ کی بچیوں میں سے یا

اُن کے بچوں میں سے کوئی آدمی غریب ہو، یعنی صاحب نصاب نہ ہو، تو اُن پر یہ زکوٰۃ خرچ کی جاسکتی ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ﴾ [التوبة، جزء آیت: ٦٠]

دفع قوم زكاة أموالهم إلىٰ رجل يقبضه لفقير واحدٍ، فاجتمع عنده أكثر من مائتي درهم، فكل من دفع قبل البلوغ إلى المائتين جاز لأكل من دفع بعده، إلا إذا كان الفقير مديونًا. (بزازية علىٰ هامش الفتاوىٰ الهندية، كتاب الزكاة / الفصل الثاني في المصرف ٨٥/٤ زكريا)

مصرف الزكاة والعشر: هو فقير، وهو من له أدنىٰ شيء، أي دون نصاب. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الزكاة / باب المصرف ٢٨٣/٣-٢٨٤ زكريا، ٣٣٩/٢ كراچی، كذا في البحر الرائق، كتاب الزكاة / باب المصرف ٤١٩/٢ زكريا، الفتاوىٰ الهندية، كتاب الزكاة / الباب السابع في المصارف ٢٤٩/١ جديد زكريا، ١٨٧/١ قديم زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۴۹ / ۱۴۴۲/۲/۱۶ھ)

صاحب نصاب بیوی کے شوہر کو زکوٰۃ دینا

سوال (۵۵۷):- کیا اُس شخص کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں، جو خود غریب ہو؛ لیکن اُس کی بیوی صاحب نصاب ہو؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- اگر مذکورہ شخص فقیر اور مستحق ہے، تو اُسے زکوٰۃ دے سکتے ہیں؛ کیوں کہ بیوی اور شوہر کی ملکیت الگ الگ شمار ہوتی ہے۔

هو الفقير: وهو من يملك ما لا يبلغ نصاباً ولا قيمته من اى مال كان ولو صحيحاً مكتسباً. والمسكين: وهو من لا شيء له. (مراقي الفلاح مع الطحطاوي / باب المصرف ٣٩٢ قديمى كتب خانه كراچی، الدر المختار مع الشامي / باب المصرف ٢٨٣/٣-٢٩٠ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۱۵ / ۱۴۴۱/۹/۱۷ھ)

زکوٰۃ کی رقم غیر مسلم کو دینا

سوال (۵۵۸):- زکوٰۃ کی رقم غیر مسلم کو دی جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- زکوٰۃ کی رقم سے غیر مسلم کی مدد نہیں کی جائے گی؛ البتہ زکوٰۃ کے علاوہ دیگر رقوماتِ غیر واجبہ سے ضرورت مند غیر مسلموں کا تعاون کرنا چاہئے، اِنسانی ہم دردی اور دعوتی وسماجی مصلحت کا تقاضا یہی ہے کہ اِمداد وتعاون کے ذریعہ غیر مسلموں کو اپنے سے قریب کیا جائے، اور اُن کے ساتھ بہتر اخلاق کا مظاہرہ کیا جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۵۶۶/۹ ڈابھیل)

وأما المؤلفة قلوبهم أقسام: منهم من يعطى ليسلم، كما أعطى النبي صلى الله عليه وسلم صفوان بن أمية من غنائم حنين، وقد كان شهدها مشركًا. قال: فلم يزل يعطي حتى صار أحب الناس إلي بعد أن كان أبغض الناس إلي ...... ومنهم من يعطي ليحسن إسلامه ويثبت قلبه كما أعطى يوم حنين أيضًا جماعة من صناديد الطلقاء وأشرافهم مائة من الإبل، وقال: إني لأعطي الرجل وغيره أحب إلي منه خشية أن يكبه الله على وجهه في نار جهنم ...... وهل تعطي المؤلفة على الإسلام بعد النبي صلى الله عليه وسلم فيه خلاف، فروي عن عمر وعامر والشعبي وجماعة: أنهم لا يعطون بعده؛ لأن الله قد أعز الإسلام وأهله، ومكن لهم في البلاد، وأذل لهم رقاب العباد. (تفسير ابن كثير مكمل / التوبة ص: ٦١٦ دار السلام رياض)

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: فإن هم أطاعوا لك بذلك فأخبرهم أن الله قد افترض عليهم صدقة تؤخذ من أغنيائهم ترد على فقرائهم، الحديث. (صحيح البخاري، كتاب الزكاة / باب أخذ الصدقة من الأغنياء ۲۰۲/۱ رقم: ۱٤۷٤ ف: ۱٤۹٦، صحيح مسلم، كتاب الإيمان / باب الدعاء إلى الشهادتين ۳٦/۱ رقم: ۱۹۰)

لا يدفع إلى ذمي لقوله عليه السلام في حديث معاذ: فخذها من أغنيائهم وردها في فقرائهم. كما مر إذ لا خلاف أن الضمير في أغنيائهم يرجع للمسلمين، فكذا ضمير فقرائهم. (النهر الفائق، كتاب الزكاة / باب المصرف ٤٦٢/١ دار الكتب العلمية بيروت وزكريا ديوبند، الهداية، كتاب الزكاة / باب من يجوز دفع الصدقات إليه ومن لا يجوز ٢٠٥/١ المكتبة الأشرفية ديوبند، الدر المختار، كتاب الزكاة / باب المصرف ٣٠١/٣ زكريا، ٣٥١/٢ كراچی) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۱۲ / ۱۴۴۱/۹/۱۴ھ)

زکوٰۃ کی رقم سے بجلی کا جرمانہ اَدا کرنا

سوال (۵۵۹):- ہمارے ایک رشتہ دار بہت غریب ہیں اُن پر لائٹ کا جرمانہ پڑ گیا ہے، تو کیا زکوٰۃ کی رقم سے وہ جرمانہ اَدا کر سکتے ہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- مسئولہ صورت میں براہِ راست زکوٰۃ کی رقم سے جرمانہ اَدا نہ کریں؛ بلکہ اَولاً یہ رقم مستحق رشتہ دار کو دے دیں، پھر وہ اپنا بل خود اَدا کریں؛ تاکہ تملیک میں کوئی شبہ نہ رہے۔

وأما الطعام فما يدفعه إليه بيده يجوز أيضًا لما قلنا بخلاف ما يأكله بلا دفع إليه الخ. (شامي، كتاب الزكاة، ١٧٢/٣ زكريا، ٢٥٧/٢ كراچی)

إذا اشترىٰ بالزكاة طعامًا فأطعم الفقراء غداء وعشاء ولم يدفع عين الطعام إليهم لا يجوز لعدم التمليك الخ. (بدائع الصنائع، ١٤٢/٢-١٤٣ زكريا، ٣٩/٢ كراچی، هكذا في البحر الرائق ٣٥٣/٢ زكريا، ٢٠١/٢ كوئٹه)

ويشترط أن يكون الصرف تمليكًا لا إباحةً. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الزكاة / باب المصرف ٢٩١/٣ زكريا، ٣٤٤/٢ كراچی)

والقبض لا بد منه لثبوت الملك. (الهداية ٢٦٧/٣) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۳٦ / ۱۴۴۱/۱۱/۲۰ھ)

متولی صاحب کا مسجد کے اِمام کو بطور عیدی رقم دینا

سوال (۵٦۰):- میں ایک مسجد کا اِمام ہوں، متولی صاحب ایک ہزار روپئے عیدی کے نام سے دیا کرتے تھے، میرے منع کرنے پر بھی وہ دینے پر اصرار کرتے تھے، اِس سال اُنہوں نے عیدی کے طور پر دس ہزار روپئے دئے ہیں، تو کیا میرے لئے اُن پیسوں کے بارے میں تحقیق ضروری ہے کہ وہ زکوٰۃ تو نہیں دے رہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- اگر آپ فی نفسہٖ مستحق زکوٰۃ ہیں تو آپ کے لئے کسی تحقیق کی ضرورت نہیں۔ اِسی طرح اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ہدیہ کے طور پر خوشی سے دے رہے ہیں، تو بھی آپ کے لئے تحقیق لازم نہیں ہے؛ لیکن اگر آپ کو شبہ ہو اور آپ مستحق زکوٰۃ نہ ہوں، تو بہتر ہے کہ آپ پوچھ لیں؛ تاکہ بات صاف ہوجائے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلۡفُقَرَآءِ وَالۡمَسٰكِيۡنِ﴾ [التوبة، جزء آیت: ٦٠]

عن أنس بن مالك رضي اللّٰه عنه أن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم وجد تمرة فقال لو لا أن تكون من الصدقة لأكلتها. (صحيح مسلم رقم: ١٠٧١، صحيح البخاري رقم: ٢٠٥٥)

قال في التاتارخانية عن المحيط: الأفضل لمن يتصدق نفلا أن ينوي لجميع المؤمنين والمؤمنات؛ لأنها تصل إليهم ولا ينقص من أجره شيء. (رد المحتار / كتاب الزكاة ٧٧/١ كوئٹه)

قال الشامي: سميت الصدقة وهي العطية التي يراد بها المثوبة من اللّٰه تعالى. (الدر المختار مع رد المحتار / كتاب الزكاة ٧٧/١ كوئٹه) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۴٦ / ۱۴۴۲/۱/۲۴ھ)

پیداوار کا چالیسواں حصہ مسجد میں دینا

سوال (۵٦۱):- کچھ لوگ مسجد میں پیداوار کا چالیسواں حصہ نکالنے کی نیت سے غلہ

دیتے ہیں، اُن کا یہ عمل کیسا ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- پیداوار کا غلہ یا پیسہ اگر زکوٰۃ یا عشر کا ہو، تو اُسے مسجد میں دینا درست نہیں ہے؛ کیوں کہ مسجد میں زکوٰۃ نہیں لگتی ہے؛ البتہ اگر نفلی صدقہ کے طور پر دیں تو کوئی حرج نہیں؛ کیوں کہ نفلی اِمداد وعطایا مسجد میں خرچ کئے جاسکتے ہیں۔

وأما صدقة التطوع فيجوز صرفها إلى الغني؛ لأنها تجرى مجرى الهبة. (بدائع الصنائع، كتاب الزكاة / باب مصارف الزكاة ۱۵۷/۲ زكريا)

لا يصرف إلىٰ بناء نحو مسجد (وفي الشامية) **كبناء القنطرة – إلىٰ قولهٖ – والحج والجهاد وكل ما لا تمليك فيه.** (الدر المختار مع الشامي، كتاب الزكاة / باب المصرف ۲۹۱/۳ زكريا، ۳٤٤/۲ كراچی)

ولا تدفع الزكاة لبناء مسجد؛ لأن التمليك شرط فيها، ولم يوجد وكذا بناء القناطر وإصلاح الطرقات وكرى الأنهار والحج والجهاد، وكل ما لا تمليك فيه. (مجمع الأنهر، كتاب الزكاة / باب في بيان أحكام المصرف ۳۲۸/۱ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۱۱ / ۱۴۴۱/۹/۱۳ھ)

انگوٹھی صدقہ کرنے سے پہلے ہی غائب ہوگئی

سوال (۵۶۲):- ایک عورت کے پاس انگوٹھی ہے، اُس نے یہ نیت کی کہ اِس انگوٹھی کو صدقہ کرنا ہے؛ لیکن وہ انگوٹھی صدقہ کرنے سے پہلے ہی گم ہوگئی، تو اَب کیا اُس کی قیمت کو صدقہ کرنا پڑے گا؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- جب وہ انگوٹھی گم ہوگئی تو اَب اُس پر کچھ واجب نہیں، اللہ تعالیٰ نعم البدل عطا فرمائیں، آمین۔

ولو اشترى أضحية وهي صحيحة العين، ثم اعورت عنده وهو موسر أو

قطعت أذنها كلها أو أليتها أو ذنبها أو انكسرت رجلها فلم تستطع أن تمشي لا تجزي عنه، وعليه مكانها أخرى بخلاف الفقير، وكذلك لو ماتت عنده أو سرقت.

(الفتاویٰ الهندية، كتاب الأضحية / الباب الخامس في بيان محل إقامة الواجب ٢٩٩/٥ دار الفكر بيروت)

وإن كان معسرًا فاشترى شاة الأضحية فهلكت في أيام النحر أو ضاعت سقطت عنه وليس عليه شيء آخر، لما ذكرنا أن الشراء من الفقير الأضحية بمنزلة النذر، فإذا هلكت فقد هلك محل إقامة الواجب فيسقط عنه وليس عليه شيء آخر بإيجاب الشرع ابتداء لفقد شرط الوجوب وهو اليسار. (بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، كتاب التضحية / فصل في وقت وجوب الأضحية ٢٠٠/٤ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۴۰ / ۱۱/۱۲/۱۴۴۱ھ)

صدقہ کے پیسوں کو مکتب کے بچوں پر خرچ کرنا

سوال (۵۶۳):- صدقہ کے پیسوں کو مکتب کے بچوں پر خرچ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- اگر مکتب میں غریب بچے پڑھتے ہوں تو اُن کو صدقے کے پیسے دے سکتے ہیں، چاہے روپئے پیسے ہوں یا سامان وغیرہ کی شکل ہو، یا انعام وغیرہ کی شکل میں سب درست ہے؛ لیکن مال داروں کے بچوں کو صدقے کے پیسے نہ دئے جائیں۔

مصرف الزكاة هو فقير، وهو من له أدنیٰ شيء: أي دون نصاب، أو قدر نصابٍ غير نام مستغرق في الحاجة، ومسكين من لا شيء له على المذهب (الدر المختار) إن طالب العلم يجوز له أخذ الزكاة ولو غنيًا إذا فرغ نفسه لإفادة العلم واستفاد به لعجزه عن الكسب. وفي الشامية: والأوجه تقييدة بالفقير الخ. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الزكاة / باب المصرف ٢٨٣/٣-٢٨٤ زكريا، ٣٣٩/٢ كراچی، كذا في البحر الرائق، كتاب الزكاة / باب المصرف ٤١٩/٢ زكريا، الفتاویٰ الهندية، كتاب الزكاة / الباب السابع في المصارف ٢٤٩/١ جديد زكريا، ١٨٧/١ قديم

زكريا، فتح القدير، كتاب الزكاة / باب من يجوز دفع الصدقة إليه ومن لا يجوز ٢٦٤/٢-٢٦٦ المكتبة الأشرفية ديوبند، ٢٦١/٢ المكتبة التجارية دار الفكر بيروت، مجمع الأنهر، كتاب الزكاة / باب في بيان أحكام المصرف ٣٢٤/١ مكتبة فقيه الأمة ديوبند، ٢٢٠/١ دار إحياء التراث العربي بيروت، طحطاوي علىٰ مراقي الفلاح، كتاب الزكاة / باب المصرف ٧١٩ المكتبة الأشرفية ديوبند)

التصدق على الفقير العالم أفضل من التصدق على الجاهل. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الزكاة / الباب السابع في المصارف، تحت قوله: منها الفقير ٢٤٩/١ جديد زكريا، ١٨٧/١ قديم زكريا) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۴۲ / ۱۴۴۱/۱۲/۲۵ھ)

شکرانہ کے طور پر صدقہ کی ہوئی رقم کا مصرف

سوال (۵۶۴):- اگر کوئی شخص صحت مند ہونے کے شکرانے کے طور پر کچھ رقم صدقہ کرنا چاہے تو یہ رقم کس کو دے گا؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- یہ رقم فقراء پر صدقہ کرنی چاہئے۔

قال اللّٰه تبارك وتعالىٰ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ، فَرِيْضَةً مِنَ اللّٰهِ، وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾ [التوبة: ٦٠]

وهو مصرف أيضًا لصدقة الفطر والكفارة والنذر وغير ذلك من الصدقات الواجبة. (رد المحتار، كتاب الزكاة / باب المصرف ٢٨٣/٣ زكريا)

قال الأمي: سميت الصدقة وهي العطية التي يراد بها المثوبة من اللّٰه تعالى. (رد المحتار ٧٧/١ كوئٹه) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۴۲ / ۱۴۴۱/۱۲/۲۵ھ)

○❖○

صدقۂ فطر کے مسائل

صدقۂ فطر کی مقدار

سوال (۵٦۵):- صدقۂ فطر کتنا نکالا جائے گا؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- اگر گیہوں یا آٹے کے ذریعہ صدقہ فطر نکالا جائے تو اُس کا وزن تقریباً پونے دوکلو ہوتا ہے۔ اور ہمارے یہاں مرادآباد میں اِس سال (۱۴۴۱ھ) مدرسہ شاہی کی طرف سے احتیاطاً ۵۰؍روپئے فی صدقۃ الفطر کا اعلان کیا گیا ہے۔ اوراگرکسی اورشہر میں اُس کی قیمت کم وبیش ہوتو یہ مقدار کم زیادہ بھی ہوسکتی ہے، ہر جگہ کے علماء اور ذمہ دار حضرات جو اعلان کریں اُس کی پابندی کی جانی چاہئے۔ علاوہ اَزیں یہ تو صدقۃ الفطر کا کم سے کم حساب ہے۔ اگر کھجور یا کشمش سے صدقۃ الفطر کا حساب لگایا جائے تو وہ ساڑھے تین کلو کا ہوگا۔ فرض کیجئے کہ اگر کھجور ۲۰۰؍روپئے کلو ہے تو ایک صدقۃ الفطر ۷۰۰؍روپئے کا بیٹھے گا، وغیرہ؛ لہٰذا جو حضرات وسعت اور استطاعت رکھتے ہیں، اُنہیں گیہوں کے بجائے کھجور یا کشمش سے حساب لگانا چاہئے۔

عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال: كنا نخرج الصدقة صاعًا من شعير. (صحيح البخاري، كتاب الزكاة / باب فرض الصدقة الفطر ٢٠٤/١ رقم: ١٤٨٣ ف: ١٥٠٥)

عن عياض بن عبد الله بن سعد بن أبي سرحٍ العامري أنه سمع أبا سعيد الخدري رضي الله عنه يقول: كنا نخرج زكاة الفطر صاعًا من طعام أو صاعًا من شعيرٍ أو صاعًا من تمرٍ أو صاعًا من أقطٍ أو صاعًا من زبيب. (صحيح البخاري ٢٠٤/١ رقم: ١٤٨٤، باب صدقة الفطر صاعا من تمر ١٣١/٢ رقم: ١٥٠٦ ف: ١٥٠٦)

عن بن عمر رضي اللّٰه عنهما قال: فرض رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم صدقة الفطر صاعًا من تمر أو صاعًا من شعير، فكان ابن عمر يعطي التمر فأعوز أهل المدينة من التمر فأعطىٰ شعيرًا. (صحيح البخاري ۱/۲۰۵ رقم: ۱۴۸۹ ف: ۱۵۱۱)

عن بن عباس رضي اللّٰه عنهما قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: صدقة الفطر عن كل صغير وكبير، ذكر وأنثى إلىٰ قوله نصف صاع من بر أو صاع من تمر أو صاع من شعير. (سنن الدار قطني / زكاة الفطر ۲/۱۳۱ رقم: ۲۱۰۰ دار الكتب العلمية بيروت)

عن الحسن قال: خطب ابن عباس رحمه اللّٰه في آخر رمضان على منبر البصرة فقال: أخرجوا صدقة صومكم، فكأن الناس لم يعلموا، فقال: مَن هٰهنا مِن أهل المدينة؟ قوموا إلى إخوانكم فعلموهم فإنهم لا يعلمون. فرض رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم هذه الصدقة صاعًا من تمر أو شعيرٍ، أو نصف صاع من قمح على كل حر أو مملوك، ذكر أو أنثى، صغير أو كبير، فلما قدم علي رضي اللّٰه عنه رأى رخص السعر قال: قد أوسع اللّٰه عليكم فلو جعلتموه صاعًا من كل شيء. قال حميد: وكان الحسن يرى صدقة رمضان على من صام. (سنن أبي داؤد، كتاب الزكاة / باب من روى نصف صاع من قمح ص: ۳۰۴ رقم: ۱۶۲۲ دار الفكر بيروت)

وهي نصف صاع من بر أو دقيقة أو زبيب أو صاع تمر أو شعير. (تنوير الأبصار مع الدر المختار ۳/۳۱۸ زكريا، ۲/۳۶۴ كراچی، البحر الرائق، كتاب الزكاة / باب صدقة الفطر ۲/۲۵۴ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۸ / ۱۴۴۱/۹/۱۰ھ)

گندم سے صدقہ فطر کا وزن

سوال (۵۶۶):- دینی مسائل کی آٹھویں قسط میں گندم سے صدقۃ الفطر کا وزن

پونے دو کلو بتایا گیا، جب کہ ''کتاب المسائل'' میں ایک کلو ۵۷ ۴/ گرام ۶۴۰/ ملی گرام لکھا ہے، تو وزن میں فرق کی کیا وجہ ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- صدقۃ الفطر میں گیہوں کا اصل وزن وہی ہے جو ''کتاب المسائل'' میں لکھا گیا ہے، یعنی ایک کلو ۵۷ ۴/ گرام ۶۴۰/ ملی گرام؛ لیکن احتیاطاً آسانی کے لئے پونے دو کلو کا حساب لگایا جاتا ہے؛ کیوں کہ اصل وزن کے بارے میں دیگر آراء بھی پائی جاتی ہیں، اِس لئے بڑھا کر دینے میں حرج نہیں؛ تاکہ بالیقین واجب اَدا ہوجائے۔ (مستفاد: ایضاح المسائل ۹۸)

وهي نصف صاع من بر أو دقيقه أو سويقه أو صاع تمر أو زبيب أو شعير. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح ص: ۳۹۵ قديمى كتب خانه كراچى، الدر المختار، كتاب الصوم / باب صدقة الفطر ۳/۳۱۸ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۱۴ / ۱۴۴۱/۹/۱۶ھ)

فطرہ کس پر واجب ہے؟

سوال (۵٦٧):- فطرہ کس پر واجب ہے؟ اور اُس کی کیا شرائط ہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- صدقۃ الفطر جو رمضان کے بعد عید الفطر کے موقع پر صاحب نصاب شخص پر اپنی طرف سے اور اپنے ماتحت بچوں وغیرہ کی طرف سے واجب ہوتا ہے؛ اُسے اُردو میں ''فطرہ'' کہا جاتا ہے، اس میں وہی سب شرائط ہیں جو زکوٰۃ میں ہیں؛ لیکن خاص طور پر دو باتوں میں فرق ہے:

(۱) ایک تو یہ کہ زکوٰۃ میں مالِ نامی شرط ہے؛ جب کہ فطرے میں مال کا نامی ہونا شرط نہیں ہے؛ بلکہ ضرورت سے زائد ہر طرح کے مال کو فطرے کے حساب میں شامل کیا جاتا ہے۔

(۲) دوسرے یہ کہ زکوٰۃ میں نصاب پر سال گذرنا شرط ہے؛ جب کہ صدقۃ الفطر میں ایسی کوئی شرط نہیں ہے؛ حتیٰ کہ اگر کوئی شخص عید کے دن صبح صادق کے بعد مال دار ہوا ہو، تو اُس پر حسب ضابطہ صدقہ فطر واجب ہوتا ہے۔

عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: فرض النبي صلى الله عليه وسلم صدقة الفطر – أو قال: رمضان – على الذكر والأنثى، والحر المملوك، صاعًا من تمر أو صاعًا من شعير الخ. (صحيح البخاري، كتاب الزكاة / باب صدقة الفطر على الحر رقم: ١٥١١)

عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: فرض رسول الله صلى الله عليه وسلم صدقة الفطر صاعًا من شعير أو صاعًا من تمر على الصغير والكبير والحر والمملوك. (صحيح البخاري، كتاب الزكاة / باب صدقة الفطر على الصغير والكبير رقم: ١٥١٢)

عن عبد الله رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه فرض صدقة الفطر صاعًا من شعير أو تمر على الصغير والكبير والحر والمملوك. زاد موسىٰ: والذكر والأنثىٰ. (سنن أبي داؤد، كتاب الزكاة / باب زكاة الفطر، باب كم يُؤدى في صدقة الفطر رقم: ١٦١٣)

صدقة الفطر تجب على حر مسلم مكلف مالك لنصاب أو قيمته وإن لم يحل عليه الحول – إلىٰ قولهٖ – ولم يكن للتجارة. (مراقي الفلاح ٧٢٣ دار الكتاب ديوبند)

لأنّه يشترط في الزكاة الحول والنصاب النامي – إلىٰ قولهٖ – وليس شيء من ذلك شرطًا هنا. (شامي / كتاب الزكاة ٣٢٥/٣ زكريا، ٣٦٩/٢ كراچی)

ولم يقيد النصاب بالنمو كما في الزكاة لما قدمناه؛ ولأنها وجبت بقدرة ممكنة لا ميسرة. (البحر الرائق، كتاب الزكاة / باب صدقة الفطر ٤٣٩/٢ دار الكتب العلمية بيروت)

صدقة الفطر واجبة على الحر المسلم إذا كان مالكًا لمقدار النصاب فاضلا عن مسكنه وثيابه وأثاثه وفرسه وسلاحه وعبيده للخدمة، ويخرج ذلك عن نفسه وعن أولاده الصغار وعن مماليكه للخدمة، ولا يؤدي عن زوجته ولا عن أولاده الكبار وإن كانوا في عياله الخ. (القدوري، كتاب الزكاة / باب صدقة الفطر ص: ٦١ دار الكتب العلمية بيروت، ص: ١٨٣ مكتبة البشرىٰ كراچی) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۷ / ۱۴۴۱/۹/۹ھ)

صدقۃ الفطر کے وجوب کی حکمت

سوال (۵٦۸):- جب صاحبِ نصاب شخص نے حسبِ شرائط زکوٰۃ اَدا کردی، تو اُس کے باوجود شریعت میں صدقہ فطر کیوں واجب کیا گیا ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مقاصد سے صدقہ فطر کو لازم فرمایا:

(۱) "طُهْرَةٌ لِلصَّائِمِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ" (یعنی روزے کے دوران کوئی مہمل یا بے حیائی کی بات ہوجائے، تو اُس کی تلافی اِس صدقہ کے ذریعہ کی جائے)

(۲) "طُعْمَةٌ لِلْمَسَاكِيْنِ" (یعنی ہمارے آس پاس رہنے والے غرباء اور مساکین کی اِس بہانے کچھ مدد ہوجائے؛ تاکہ وہ بھی ہمارے ساتھ عید کی خوشیوں میں شریک ہوسکیں) اِسی لئے حدیث میں عید کی نماز سے پہلے پہلے صدقہ فطر کی اَدائیگی کی تاکید کی گئی ہے۔

اور ایک روایت میں یہ بھی منقول ہے کہ صدقہ فطر میں ایک ضرورت مند کو کم اَز کم اتنا پیسہ یا سامان دیا جائے، جس سے وہ اُس دن کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے کا محتاج نہ رہے۔

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: فرض رسول الله صلى الله عليه وسلم زكاة الفطر طهرة للصائم من اللغو والرفث وطعمة للمساكين، من أداها قبل الصلاة فهي زكاة مقبولة، ومن أداها بعد الصلاة فهي صدقة الصدقات. (سنن أبي داؤد، كتاب الزكاة / باب زكاة الفطر ص: ۳۰۲ رقم: ۱٦۰۹ دار الفكر بيروت)

أغنوهم عن المسألة في هذا اليوم. (نصب الراية / كتاب الزكاة ۴۳۲/۲ دار القبلة للثقافة الإسلامية مؤسسة الريان المكتبة المكية، البحر الرائق، كتاب الصوم / باب صدقة الفطر ۴۳۹/۲ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۲۷ / ۱۴۴۱/۹/۲۹ھ)

کیا نابالغ پر فطرہ واجب ہے؟

سوال (۵۶۹):- کیا نابالغ پر فطرہ واجب ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- نابالغ فقیر بچے کی طرف سے اُس کے والد پر فطرہ اَدا کرنا واجب ہوگا؛ البتہ اگر نابالغ بچے کی ملکیت میں بقدر نصاب مال ہو، تو اُس میں سے بھی فطرہ اَدا کیا جاسکتا ہے۔ (کتاب المسائل ۲۸۰/۲)

عن ابن عمر رضي الله عنهما أنه كان يعطي صدقة الفطر عن جميع أهله، صغيرهم و كبيرهم عمن يعول. (سنن الدار قطني / زكاة الفطر ١٢٣/٢ دار الكتب العلمية بيروت)

فيخرجها عن نفسه و أولاده الصغار الفقراء وإن كانوا أغنياء يُخرجها من مالهم. (حاشية الطحاوي على مراقي الفلاح / باب صدقة الفطر ص: ٣٩٤ قديمى كتب خانه كراچى، الهداية ٢٠٨/١، الفتاوىٰ الهندية، كتاب الزكاة / الباب الثامن في صدقة الفطر ١٩٢/١ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۱۷ / ۱۴۴۱/۹/۱۹ھ)

نابالغ بچوں کی طرف سے فطرہ

سوال (۵۷۰):- نابالغ بچوں کا فطرہ کس پر واجب ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- اگر نابالغ بچوں کے پاس اپنا ذاتی مال نہ ہو، تو اُن کا صدقۂ فطر حسب شرائط اُن کے والد پر لازم ہوگا۔ اور اگر بچوں کے پاس خود اپنا مال ہو، تو اُسی سے صدقۂ فطر اَدا کیا جائے گا۔ (تاہم اگر والد اُن کی طرف سے خود اَدا کردے، تو بھی حرج نہیں)

فيخرجها عن نفسه وأولاده الصغار الفقراء، وإن كانوا أغنياء يخرجها من مالهم. (طحطاوي على مراقي الفلاح / باب صدقة الفطر ص: ٣٩٤ كراچى)

وتجب عن نفسه وطفله الفقير. (الفتاوىٰ الهندية ١٩٢/١ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۲۷ / ۱۴۴۱/۹/۲۹ھ)

بالغ غیر صاحب نصاب بیٹے کا صدقہ فطر

سوال (۵۷۱):- جس شخص کا بیٹا بالغ ہو؛ لیکن اُس بیٹے کے پاس بقدر نصاب مال نہ ہو، تو کیا اُس کا صدقہ فطر باپ پر واجب ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- اگر بالغ بیٹا صاحب نصاب نہیں ہے، تو اُس کا صدقہ فطر باپ یا بیٹے کسی پر واجب نہیں ہے؛ تاہم اگر باپ اَدا کردے تو کوئی حرج بھی نہیں؛ بلکہ باعث خیر وبرکت ہوگا۔ اِن شاءاللہ تعالیٰ۔

لا عن زوجته وولده الكبير العاقل ولو أدى عنهما بلا إذنٍ أجزأ استحسانًا للإذن عادةً، أي لو في عياله وإلا فلا. (الدر المختار / كتاب الزكاة ۳۱۷/۳ زكريا، الفتاوىٰ التاتارخانية / كتاب الزكاة ۴۵۹/۳-۴۶۱ زكريا، الهداية / باب صدقة الفطر ۲۰۹/۱، البحر الرائق، كتاب الزكاة / باب صدقة الفطر ۴۴۰/۲-۴۴۱ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۱۰ / ۱۲/۹/۱۴۴۱ھ)

جس سال کا فدیہ نکالیں گے اُس سال کی قیمت کا اعتبار ہوگا

سوال (۵۷۲):- گذشتہ سال روزوں کے فدیہ کی رقم گیہوں کے قیمت کے اعتبار سے علیحدہ کرلی تھی؛ لیکن کسی کو دے نہیں سکے تھے، اَب اگر اُس کی اَدائیگی کی جائے تو کس سال کی قیمت کا اعتبار ہوگا؟ آیا اِس سال کی یا گذشتہ سال کی؟ جب کہ اِمسال گیہوں کی قیمت سال گذشتہ سے زیادہ ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- مسئولہ صورت میں آپ جس سال کا فدیہ اَدا کررہے ہیں اُسی سال کی قیمت کا اعتبار ہے، گذشتہ سال کا فدیہ گذشتہ سال کی قیمت کے اعتبار سے نکلے گا اور اِس سال کا فدیہ موجودہ قیمت کے اعتبار سے نکلے گا۔

ونعتبر القيمة يوم الوجوب، وقالا: يوم الأداء، وفي السوائم يوم الأداء

إجماعًا وهو الأصح، ويقوم في البلد الذي المال فيه، ولو في مفازة ففي أقرب الأمصار إليه. (الدر المختار، كتاب الزكاة / باب زكاة الغنم ۲۱۱/۳ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۳۶ / ۱۴۴۱/۱۱/۲۰ھ)

روزہ نہ رکھنے والے مریض پر صدقہ فطر کا وجوب؟

سوال (۵۷۳):- جو صاحب نصاب شخص کسی بیماری کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکے؛ تو اُس پر صدقہ فطر واجب ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- روزہ نہ رکھ سکنے کے باوجود مذکورہ صاحب نصاب مریض شخص پر حسب شرائط صدقہ فطر واجب ہے؛ اِس لئے کہ صدقہ فطر کی ایک اہم غرض یعنی فقراء ومساکین کی مدد یہاں پائی جارہی ہے۔

تجب على كل حرّ مسلم ذي نصاب فاضل عن حاجته الأصلية ...... عن نفسه متعلق يجب وإن لم يصم لعذرٍ. قوله: وإن لم يصم، الظاهر أنه قيد به بناء على ما هو حال المسلم من عدم تركه الصوم إلا بعذر كما تقدم، نظيره في باب قضاء الفوائت، حيث لم يقل المتروكات ظنًا بالمسلم خيرًا، فحينئذٍ تجب الفطرة وإن أفطر عامدًا لوجود السبب وهو الرأس الذي يمونه ويلي عليه ولو لم يصم كالطفل الصغير والعبد الكافر. ثم رأيت في البدائع ما يشعر بذلك حيث قال: وكذا وجود الصوم في شهر رمضان ليس بشرط وجوب الفطرة، حتى أن من أفطر لكبر أو مرض أو سفر يلزمه صدقة الفطر؛ لأن الأمر بأدائها مطلق عن هذا الشرط، فافهم. (رد المحتار مع الدر المختار / باب صدقة الفطر ۳۱۴/۳-۳۱۵ زكريا، بدائع الصنائع / فصل: وأما بيان من تجب عليه ۷۰/۲ دار الكتب العلمية بيروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۲۷ / ۱۴۴۱/۹/۲۹ھ)

کیا بالغ اَولاد کی طرف سے صدقہ فطر واجب ہے؟

سوال (۵۷۴):- جو ہماری بالغ اَولاد ہے اور وہ گھر میں ہمارے ساتھ رہتی ہے،

اُس کی طرف سے بھی ہم صدقہ فطر نکالیں گے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- بالغ اَولاد اگر بقدر نصاب مال کی مالک نہ ہو، تو اُن کی طرف سے صدقہ فطر کسی پر واجب نہیں ہے۔ اور اگر وہ صاحب نصاب ہو، تو اُس پر حسب شرائط صدقہ فطر واجب ہوگا، اور بہر صورت والد اُن کی طرف سے بطور تبرع واحسان صدقہ فطر اَدا کرسکتا ہے۔ (اور یہی تفصیل بیوی کے بارے میں بھی ہے)

وأما الكبار العقلاء فلا يخرج عنهم عندنا، وإن كانوا في عياله بأن كانوا فقراء زمني، وقال الشافعي – رحمه الله تعالىٰ –: عليه فطرتهم، واحتج بما روي عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال: ادوا عن كل حر وعبد صغير أو كبير فمن تمونون، فإذا كانوا في عياله يمونهم فعليه فطرتهم، ولنا أن أحد شطري السبب وهو الولاية منعدم، والحديث محمول على جواز الأداء عنهم لا على الوجوب. (بدائع الصنائع، كتاب الزكاة / فصل بيان من تجب عليه صدقة الفطر ٢٠٢/٢ المكتبة النعيمية ديوبند)

لا عن زوجته وولده الكبير العاقل ولو أدى عنهما بلا إذن أجزأ استحسانًا للإذن عادةً، أي لو في عياله وإلا فلا (الدر المختار) قوله: لا عن زوجته لقصور المؤنة والولاية، إذ لا يلي عليها في غير حقوق الزوجية، ولا يجب عليه أن يمونها في غير الرواتب كالمداومة. قوله: وولده الكبير العاقل، أي ولو زمنا في عياله لانعدام الولاية. قوله: ولو أدى عنهما، أي عن الزوجة والولد الكبير، وقال في البحر: وظاهر الظهيرية أنه لو أدى عمن في عياله بغير أمره جاز مطلقًا بغير تقييد بالزوجة والولد. قوله: أجزأ استحسانًا، وعليه الفتوىٰ، خانية. (رد المحتار، كتاب الزكاة / باب صدقة الفطر ٣١٧/٣ زكريا، خانية على الهندية، كتاب الزكاة / فصل في صدقة الفطر ٢٢٨/١ دار إحياء التراث العربي بيروت، البحر

الرائق، كتاب الزكاة / باب صدقة الفطر، تحت قوله: تجب على حر مسلم الخ ٢/ ٤٤٠ دار الكتب العلمية بيروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۲۷ / ۹/۲۹ /۱۴۴۱ھ)

کیا مرحومین کی طرف سے صدقہ فطر نکالنا واجب ہے؟

سوال (۵۷۵):- کیا مرحومین کی طرف سے صدقہ فطر اَدا کیا جائے گا؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- مرحومین کی طرف سے صدقہ فطر اَدا نہیں کیا جائے گا؛ البتہ اُن کے لئے ایصالِ ثواب کی نیت سے مطلقاً صدقہ کی اِجازت ہے۔

عن سعد بن عبادة رضي الله عنه أنه قال: يا رسول الله! إن أم سعد ماتت، فأي الصدقة أفضل؟ قال: الماء، فحفر بئرًا، وقال: هذه لأم سعد. (سنن أبي داؤد، كتاب الزكاة / باب في فضل سقي الماء رقم: ١٦٨١)

من صام أو صلى أو تصدق وجعل ثوابه لغيره من الأموات والأحياء جاز، ويصل ثوابها إليهم عند أهل السنة والجماعة، كذا في البدائع. (رد المحتار، كتاب الصلاة / باب صلاة الجنازة، مطلب في القراءة للميت وإهداء ثوابها له ٣/ ١٥٢ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۲۷ / ۹/۲۹ /۱۴۴۱ھ)

نمازِ عید سے پہلے فطرہ اَدا نہ کیا تو کیا حکم ہے؟

سوال (۵۷۶):- اگر عید کی نماز سے پہلے صدقہ فطر اَدا نہ کرسکے، تو پھر کیا ہوگا؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اِرشاد ہے کہ ''جو شخص نمازِ عید سے پہلے صدقہ فطر اَدا کرے، تو اُس کا صدقہ مقبول ہے۔ اور اگر نماز کے بعد اَدا کرے، تو وہ عام صدقوں کی طرح ہے''۔

اِس سے معلوم ہوا کہ جس شخص پر صدقۃ الفطر واجب ہے، وہ اُسے بہر حال اَدا کرے گا؛ لیکن بعد میں اَدا کرنے کی صورت میں ثواب کم ہوجائے گا؛ لہٰذا کامل ثواب کے حصول کے لئے

نمازِ عید سے پہلے صدقۃ الفطر اَدا کرنے کا اہتمام ہونا چاہئے۔

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: فرض رسول الله صلى الله عليه وسلم زكاة الفطر طهرة للصائم من اللغو والرفث وطعمة للمساكين، من أداها قبل الصلاة فهي زكاة مقبولة، ومن أداها بعد الصلاة فهي صدقة من الصدقات.

(سنن أبي داؤد، كتاب الزكاة / باب زكاة الفطر ص: ۳۰۲ رقم: ۱۶۰۹ دار الفكر بيروت)

عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: أمرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم بزكاة الفطر أن تؤدى قبل خروج الناس إلى الصلاة، قال: فكان ابن عمر يؤديها قبل ذلك باليوم واليومين. (سنن أبي داؤد، كتاب الزكاة / باب زكاة الفطر ص: ۳۰۲ رقم: ۱٦۱۰ دار الفكر بيروت)

وأداء فطرته صح عطفه على أكله؛ لأن الكلام كله قبل الخروج. قال الشامي: والواجب مطلق الأداء. (رد المحتار مع الدر المختار، كتاب الصلاة / باب العيدين ٤۸/۳ زكريا)

ولا تسقط صدقة الفطر بالتاخير وإن طال، وكان مؤديًا لا قاضيًا؛ لكن فيه إساءة. (مجمع الأنهر، كتاب الزكاة / باب صدقة الفطر ۳۳۷/۱ دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق، كتاب الزكاة / باب صدقة الفطر ٤٤٥/۲ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۲۸ / ۱۴۴۱/۹/۳۰ھ)

لاک ڈاؤن میں صدقہ فطر کیسے اَدا کریں؟

سوال (۵۷۷): - اگر عید تک لاک ڈاؤن نہ کھلا، تو گھر میں رہتے ہوئے صدقہ فطر کیسے اَدا کریں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد: - پوری کوشش کرنی چاہئے کہ عید سے پہلے پہلے صدقہ فطر مستحقین تک پہنچا دیا جائے، چاہے کیش اَدا کریں یا اِکاؤنٹ کے ذریعہ

پہنچائیں۔ الغرض جوصورت بھی ممکن ہواُسے اپنایا جائے، اگر بالفرض عیدتک اَدا نہ کیا، تو بعد میں بہرحال اَدا کرنا ہوگا۔

عن ابن عمر رضي اللّٰه عنهما أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم كان يأمر بإخراج الزكاة قبل الغدو لصلاة يوم الفطر. (سنن الترمذي، أبواب الزكاة عن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم / باب ما جاء في تقديمها قبل الصلاة رقم: ٦٧٧)

قال الشيخ رحمه اللّٰه: يستحب أداؤها قبل الصلاة، ولو أداها بعد صلاة العيد كان أداء لا قضاءً. قوله: بإخراج الزكاة أي زكاة الفطر قبل الغدو للصلاة يوم الفطر. قال الطيبي: وكان هذا الأمر أمر استحباب لجواز التأخير عن الخروج عند الجمهور إلى الغروب. (العرف الذكي شرح جامع الترمذي ٣٩١/٥ جامعة الإمام أنور شاه ديوبند)

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما قال: فرض رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم زكاة الفطر ...... من أداها قبل الصلاة فهي زكاة مقبولة، ومن أداها بعد الصلاة فهي صدقة من الصدقات. (سنن أبي داؤد، كتاب الزكاة / باب زكاة الفطر رقم: ١٦٠٩)

قال العيني: لا تفضيل بين مدة ومدة وهو الصحيح ...... والصحيح من المذهب أنها لا تسقط بالتأخير؛ لأن وجه القربة فيها معقول فلا يتعذر وقت الأداء فيها بخلاف الأضحية. قوله: ومن أداها بعد الصلاة أي بعد صلاة العيد، وليس فيها ما يدل على أنه إذا أداها بعد الصلاة أنها لا تقبل؛ بل الذي يدل أن إخراجها قبل الصلاة أفضل؛ لئلا يتشاغل الفقير بالمسألة عن الصلاة.

(شرح أبي داؤد للعيني، كتاب الزكاة / باب زكاة الفطر ٣١٨/٦-٣١٩ مكتبة الرشد الرياض)

ووقت الوجوب بعد طلوع الفجر الثاني من يوم الفطر. (الفتاوىٰ الهندية / كتاب الصوم ١٩٢/١ زكريا)

والمختار إذا دخل شهر رمضان يجوز، وقبله لا يجوز، وفي الظهيرية: وعليه الفتویٰ. (الفتاویٰ التاتارخانية ٤٥٢/٣ زكريا)

ولا تسقط صدقة الفطر بالتاخير ولا يكره التأخير وإن طال، وكان مؤديًا لا قاضيًا؛ لكن فيه إساء ة . (مجمع الأنهر، كتاب الزكاة / باب صدقة الفطر ٣٣٧/١ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۷ / ۹/۹/۱۴۴۱ھ)

صدقۂ فطر کی رقم سے راشن تقسیم کرنا

سوال (۵۷۸):- کیا ۱۰-۱۲/ گھر والے فطرے کی رقم اکٹھا کر کے راشن لے کر غریبوں میں تقسیم کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- بہتر ہے کہ ایک صدقۂ فطر کی پوری مقدار ایک فقیر کو دی جائے، اُسے کئی جگہ بانٹ کر نہ دیں، مثلاً ۵۰/ روپئے ۱۰-۱۰/ کر کے پانچ جگہ نہ بانٹیں؛ بلکہ پورے ۵۰/ روپئے ایک فقیر کو دیں؛ لیکن اگر ایک صدقۂ فطر کئی جگہ تقسیم کر دیا تب بھی صدقۂ فطر اَدا ہو جائے گا۔ اور کئی لوگوں کا صدقۂ فطر ایک جگہ جمع کر کے بھی اَدا کیا جا سکتا ہے۔

ولم يتعرض في الكتاب بجواز تفريق صدقة شخص على مساكين، وظاهر ما في التبيين وفتح القدير أن المذهب المنع، وإن القائل الجواز إنما هو الكرخي، وصرح الولوالجي وقاضي خان وصاحب المحيط والبدائع بالجواز من غير ذكر خلاف، فكان هو المذهب كجواز تفريق الزكاة الخ.

(البحر الرائق، كتاب الزكاة / باب صدقة الفطر ٢٥٥/٢-٢٥٦ كراچی، تبيين الحقائق، كتاب الزكاة / باب صدقة الفطر ٣١١/١ المكتبة الإمدادية ملتان)

وجاز دفع كل شخص فطرته إلى مسكين على ما عليه الأكثر وبه جزم في الولوالجية والخانية والبدائع، والمحيط. وصححه في البرهان فكان هو

المذهب كتفريق الزكاة، والأمر في حديث أغنوهم للندب فيفيد الأولية …… كما جاز دفع صدقة جماعة إلى مسكين واحدٍ بلا خلاف يعتد به (الدر المختار) قوله: أغنوهم، وهذا الجواب عما يقال إن الإغناء لا يحصل إلا بدفعها جملة فيجب عملا بالأمر، والجواب أن الأمر للندب وإلا لم يجز التقديم والتاخير، وقد مر الدليل على جوازهما أول الباب، وذلک قرينة على أن الأمر هنا للندب، فخلافه لا يكره تحريمًا بل تنزيهًا، ويتحصل من هذا الجواب أن الدفع إلى متعدد مكروه تنزيهًا ككراهة التاخير. (رد المحتار، كتاب الزكاة / باب صدقة الفطر ۳۳۲/۳ زكريا، الفتاویٰ الهندية، كتاب الزكاة / الباب الثامن في صدقة الفطر ۱۹۳/۱ زكريا، الفتاویٰ التاتارخانية ٤٦١/۳ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۸ / ۱۴۴۱/۹/۱۰ھ)

صباحی مکتب میں صدقہ فطر دینا

سوال (۵۷۹):- کیا صباحی مکتب میں جہاں محلّہ کے بچے صبح آکر پڑھ کر چلے جاتے ہوں، صدقہ فطر دینا جائز ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- ایسے مکتب میں صدقہ فطر نہیں دیا جائے گا؛ کیوں کہ وہاں اُس کا مصرف نہیں پایا جاتا۔

قال اللّٰه تبارک وتعالیٰ: ﴿اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا﴾ [التوبة، جزء آيت: ٦٠]

مصرف الزكاة: هو فقير وهو من لهٗ أدنى شيء أي دون نصاب أو قدر نصاب غير تام الخ. وتحته في الشامية: وهو مصرف أيضًا لصدقة الفطر الخ.

(الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الزكاة / باب المصرف ۲۸۳/۳– ۲۸٤ زكريا، ۳۳۹/۲ كراچی)

الزكاة يجب فيها تمليک المال؛ لأن الايتاء في قوله تعالیٰ: ﴿وَاٰتُوا

الزَّكَاةَ﴾ يقتضي التمليك. (البحر الرائق / كتاب الزكاة ٢٠١/٢ كراچی)

واعلم أن التمليك شرط، قال تعالىٰ: ﴿وَاٰتُوا الزَّكَاةَ﴾ والايتاء: الإعطاء. والإعطاء: التمليك، فلا بد فيها من قبض الفقير أو نائبه ...... لأن التمليك لا يتم بدون القبض. (الاختيار لتعليل المختار / باب مصرف الزكاة ١٢١/١ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۱۰ / ۱۴۴۱/۹/۱۲ھ)

فطرہ میں فی آدمی سو روپیہ دینا

سوال (۵۸۰):- کیا میں فطرہ میں ۵۰؍روپئے فی آدمی کے بجائے ۱۰۰؍روپئے فی آدمی دے سکتا ہوں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- صدقہ فطر میں مقررہ قیمت سے زائد دینا نہ صرف جائز؛ بلکہ مستحسن ہے۔ اور وسعت والے حضرات کو چاہئے کہ وہ گیہوں کے بجائے کھجور اور کشمش سے صدقہ فطر کا حساب لگائیں؛ تاکہ فقراء کا فائدہ زیادہ ہو۔

عن نافع قال: قال عبد الله رضي الله عنه: فعدل الناس بعد نصف صاع من بر. قال: وكان عبد اللّٰه يعطي التمر، فأعوز أهل المدينة التمر عامًا، فأعطى الشعير. (سنن أبي داؤد، كتاب الزكاة / باب زكاة الفطر، باب كم يؤدى في صدقة الفطر رقم: ١٦١٥ دار الفكر بيروت)

فيه دلالة على أن التمر أفضل ما يخرج في صدقة الفطر، وقد روى جعفر الفريابي من طريق أبي مجلز قال: قلت لابن عمر: قد أوسع اللّٰه والبر أفضل من التمر أفلا تعطي البر، قال: لا أعطي إلا كما كان يعطي أصحابي. ويستنبط من ذلك أنهم كانوا يخرجون من أعلى الأصناف التي يقتات بها؛ لأن التمر أعلى من غيره مما ذكر في حديث أبي سعيد، وإن كان ابن عمر

فهم منه خصوصية التمر بذلك، كذا في فتح الباري. (عون المعبود شرح سنن أبي داؤد، كتاب الزكاة / باب زكاة الفطر، باب كم يؤدى في صدقة الفطر ص: ٧٣٤ بيت الأفكار الدولية) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۱۵ / ۱۴۴۱/۹/۱۷ھ)

۱۰/آدمیوں کا صدقہ فطر ایک فقیر کو دینا

سوال (۵۸۱):- ہمارے گھر میں ۱۰/آدمی ہیں، تو ہم اپنا سارے فطرہ کا پیسہ کسی ایک فقیر کو دے سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- متعدد اَفراد کا صدقہ فطر ایک فقیر کو بھی دے سکتے ہیں، اِس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور اگر تقسیم کر کے دیں، تو بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

(اِمدادالفتاویٰ جدید مطول حاشیہ ۴/۱۰۲ زکریا)

أغنوهم عن المسألة في هذا اليوم. (نصب الراية / كتاب الزكاة ٤٣٢/٢ دار القبلة للثقافة الإسلامية مؤسسة الريان المكتبة المكية، البحر الرائق، كتاب الصوم / باب صدقة الفطر ٤٣٩/٢ دار الكتب العلمية بيروت)

ويجوز أن يعطى الواجب جماعة من المساكين، ويعطى ما يجب على جماعة مسكينًا واحدًا؛ لأن الفقراء في حق المصرف كشخص واحدٍ. (الفتاویٰ الولوالجية، كتاب الصوم / الفصل الرابع: وأما صدقة الفطر ٢٤٧/١ دار الكتب العلمية بيروت)

ويجوز أن يعطي الواجب عن واحد جماعة أو على العكس. (خانية على الهندية، كتاب الزكاة / باب في صدقة الفطر ٢٣١/١ دار إحياء التراث العربي بيروت، الفتاویٰ الهندية، كتاب الزكاة / الباب الثامن في صدقة الفطر ١٩٣/١ زكريا، الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الزكاة / باب صدقة الفطر ٣٢/٣ زكريا، البحر الرائق، كتاب الزكاة / باب صدقة الفطر ٤٤٦/٢ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۲۷ / ۱۴۴۱/۹/۲۹ھ)

صدقۃ الفطر کا غلہ فروخت کرکے مدرسہ میں قیمت دینا

سوال (۵۸۲):- مدرسہ کے لئے جمع شدہ صدقہ فطر کا غلہ فروخت کرکے اُس کی قیمت مدرسے میں جمع کرسکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- صدقہ فطر میں جمع شدہ غلہ فروخت کرکے اُس کی قیمت مصارف میں لگانا شرعاً درست ہے، اِس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

وجاز دفع القيمة في زكاة وعشر وخراج وفطرة ونذر وكفارة غير الإعتاق الخ. (الدر المختار، كتاب الزكاة / باب زكاة الغنم ۲۱۰/۳ زكريا، ۲۸۵/۲ كراچی)

ويجوز دفع القيمة، وهي أفضل عند وجدان ما يحتاجه لأنها أسرع لقضاء حاجة الفقير، وإن كان زمن شدة فالحنطة والشعير، وما يؤكل أفضل من الدراهم. قوله: عند وجدان ما يحتاجه أي الفقير أي من هذه الأصناف التي تخرج منها الفطرة بأن كان زمن خصب. قوله: لقضاء حاجة الفقير أي وحاجة الفقير متنوعة. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الزكاة / باب صدقة الفطر ص: ۷۲٤ دارالكتاب ديوبند) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۲۲ / ۱۴۴۱/۹/۲۴ھ)

سعودی عرب میں رہنے والا صدقہ فطر کس کرنسی سے اَدا کرے گا؟

سوال (۵۸۳):- سعودی عرب میں رہنے والا شخص صدقہ فطر کس اعتبار سے اَدا کرے گا؟ سعودی کرنسی کے اعتبار سے یا اپنے ملک کی کرنسی کے اعتبار سے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- عید کے دن آدمی جس ملک میں مقیم ہے، اُسی ملک کی کرنسی کے حساب سے صدقہ فطر نکالے گا، دوسرے ملک کا حساب نہیں لگائے گا۔

وفي صدقة الفطر مكان الرأس المخرج عنه في الصحيح مراعاة لإيجاب الحكم في محل وجود سببه، كذا في فتح القدير، وصحح في

المحيط أنه في صدقة الفطر يؤدي حيث هو، ولا يعتبر مكان الرأس من العبد والولد؛ لأن الواجب في ذمة المولى حتى لو هلك العبد لم يسقط عنه، فاختلف التصحيح كما ترى، فوجب الفحص عن ظاهر الرواية والرجوع إليها، والنقول في النهاية معزيًا إلى المبسوط أن العبرة لمكان من تجب عليه لا بمكان المخرج عنه موافقًا لتصحيح المحيط فكان هو المذهب؛ ولهذا اختاره قاضي خان في فتاويه مقتصرًا عليه، وحكى الخلاف في البدائع فعن محمد يؤدي عن عبيده حيث هو، وهو الأصح. (البحر الرائق / كتاب الصوم ٩٨/٦، شامي / كتاب الصوم ٣٥٥/٢ كراچی)

وأما مكان الأداء، وهو الموضع الذي يستحب فيه إخراج الفطرة، روي عن محمد أنه يؤدي زكاة المال حيث المال، ويؤدي صدقة الفطر عن نفسه وعبيده حيث هو، وهو قول أبي يوسف الأول، ثم رجع، وقال: يؤدي صدقة الفطر عن نفسه حيث هو وعن عبيده حيث هم حكى الحاكم رجوعه وذكر القاضي في شرحه مختصر الطحاوي قول أبي حنيفة مع قول أبي يوسف. (بدائع الصنائع / كتاب الصوم ١٣٦/٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۲۰ / ۱۴۴۱/۹/۲۲ھ)

سعودی عرب میں رہنے والا روپیہ سے صدقہ فطر نکالے یا ریال سے؟

سوال (۵۸۴):- ایک شخص سعودی عرب ملازمت کے لئے گیا ہوا ہے، تو وہ صدقہ فطر ہندوستان کے روپئے کے حساب سے نکالے گا یا سعودی ریال کے حساب سے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- فقہاء نے لکھا ہے کہ عید کے دن آدمی جس جگہ مقیم ہو، صدقۃ الفطر میں وہیں کی قیمت کا اعتبار ہوگا؛ لہٰذا مسئولہ صورت میں جو شخص سعودیہ عرب میں مقیم ہے، وہ وہاں ریال سے صدقہ فطر کا حساب لگائے گا۔ اَب اُس رقم کو

چاہے وہیں اَدا کرے یا روپیوں میں تبدیل کرکے ہندوستان بھیج دے، اُسے دونوں باتوں کا اختیار ہے۔

وفي صدقة الفطر مكان الرأس المخرج عنه في الصحيح مراعاة لإيجاب الحكم في محل وجود سببه، كذا في فتح القدير. وصحح في المحيط أنه في صدقة الفطر يؤدي حيث هو، ولا يعتبر مكان الرأس من العبد والولد؛ لأن الواجب في ذمة المولى حتى لو هلك العبد لم يسقط عنه، فاختلف التصحيح، كما ترى، فوجب الفحص عن ظاهر الرواية والرجوع إليها، والمنقول في النهاية معزيًا إلى المبسوط أن العبرة لمكان من تجب عليه لا بمكان المخرج عنه موافقًا لتصحيح المحيط، فكان هو المذهب، ولهذا اختاره قاضي خان في فتاواه مقتصرًا عليه، وحكى الخلاف في البدائع، فعن محمد يؤدى عن عبيده حيث هو وهو الأصح. وعند أبي يوسف حيث هم، وحكى القاضي في شرح مختصر الطحاوي أن أبا حنيفة مع أبي يوسف. (البحر الرائق، كتاب الزكاة / باب المصرف، تحت قوله: وكره نقلها إلى بلد آخر ٤٣٦/٢ دار الكتب العلمية بيروت، تقريرات الرافعي على رد المحتار / باب الموت ١٤١/٣ زكريا)

وفي الفطرة مكان المؤدي عند محمد وهو الأصح؛ لأن رؤوسهم تبع لرأسه، قوله: وهو الأصح: بل صرح في النهاية والعناية بأنه ظاهر الرواية كما في الشرنبلالية، وهو المذهب، كما في البحر، فكان أولى مما في الفتح من تصحيح قولهما باعتبار مكان المؤدي عنه، قال الرحمتي: وقال في المنح في آخر باب صدقة الفطر: الأفضل أن يؤدي عن عبيده وأولاده وحشمه حيث هم عند أبي يوسف، وعليه الفتوىٰ وعند محمد حيث هو. قلت لكن في التاتارخانية: يؤدي عنهم حيث هو، وعليه الفتوىٰ، وهو قول محمد، ومثله

قول أبي حنيفة وهو الصحيح. (رد المحتار، كتاب الزكاة / باب المصرف ۳۰۷/۳ زكريا، الفتاویٰ التاتارخانية ٤٦٢/٣ زكريا)

ويؤدي صدقة الفطر حيث هو؛ لأن سبب الوجوب رأسه، ومحل الوجوب هو، فيترجح هو بخلاف الزكاة ...... وإذا أدى في موضع آخر جاز. (الفتاویٰ الولوالجية، كتاب الصوم / الفصل الرابع ٢٤٦/١ دار الكتب العلمية بيروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۲۷ / ۱۴۴۱/۹/۲۹ھ)

نفلی صدقۂ فطر نکالنا

سوال (۵۸۵):- ہمارے اُوپر فطرہ واجب تو نہیں ہے؛ لیکن اگر ہم نکال دیں تو کیسا ہے؟ وضاحت فرمائیں۔

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- نفلی طور پر صدقۂ فطر نکالنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے؛ بلکہ عظیم اَجر وثواب کی اُمید ہے، اِن شاء اللہ تعالیٰ۔ ویسے بھی گیہوں کے حساب سے ایک صدقۂ فطر کی قیمت آج کل (۲۰۲۰ء) تقریباً ۵۰/روپئے ہوتی ہے، جس کی اَدائیگی کوئی مشکل نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۶۴۴/۹ ڈابھیل)

صدقة التطوع مستحب في جميع الأوقات، وسنة بدليل الكتاب والسنة، أما الكتاب فقوله تعالىٰ: ﴿مَنْ ذَا الَّذِىْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً﴾ [البقرة، جزء آيت: ٢٤٥] وأمر اللّٰه سبحانه بالصدقة في آيات كثيرة. وأما السنة فأحاديث عديدة منها ...... قوله عليه السلام: إن العبد إذا تصدق من طيب، تقبلها اللّٰه منه، وأخذها بيمينه، فربّاها كما يربي أحدكم مهره أو فصيله الخ. (الفقه الإسلامي وأدلته / حكم صدقة التطوع ٩١٥/٢ دار الفكر بيروت)

اعلم أن الصدقة تستحب بفاضل عن كفايته وكفاية من يمونه ...... وفي

التاتارخانية عن المحيط: الأفضل لمن يتصدق نفلاً أن ينوي لجميع المؤمنين والمؤمنات؛ لأنها تصل إليهم ولا ينقص من أجره شيء. (رد المحتار، كتاب الزكاة / آخر باب المصرف ۳۰۸/۳-۳۰۹ زكريا، ۳۵۷/۲ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۲۷ / ۲۹/۹/۱۴۴۱ھ)

فدیہ کس کو دیا جائے گا؟

سوال (۵۸۶):- جو شخص بیماری کی وجہ سے روزہ نہیں رکھتا، وہ فدیہ کی رقم کس کو اَدا کرے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- روزے کا فدیہ اُنہیں لوگوں کو دیا جائے گا جو زکوٰۃ کے مستحق ہوں، یعنی فقیر اور غریب لوگ۔ (فتاویٰ محمودیہ ۱۰/۱۷۸ ڈابھیل، کتاب النوازل ۴/۵۵۴)

قال الله تبارك وتعالىٰ: ﴿اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ﴾ [التوبة، جزء آيت: ٦٠]

ويجوز إعطاء فدية صلوات وصيام أيام ونحوها، لواحد من الفقراء جملة. (مراقي الفلاح، كتاب الصلاة / فصل في إسقاط الصلاة والصوم ٤٣٩ شيخ الهند ديوبند، ص: ١٧١ دار الكتب العلمية بيروت)

ومصرف هذه الصدقات ما هو مصرف الزكاة. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الزكاة / الباب الثامن في صدقة الفطر ١٩٤/١)

فإن لم يستطع الصوم أطعم ستين فقيرًا كالفطرة أو قيمته (كنز) أي إن لم يقدر على الصوم لمرض لا يرجى برؤه أو كبر، أراد بالإطعام الإعطاء تمليكًا؛ لأنه سيصرح بالإباحة، ولذا قال في البدائع: إذا أراد التمليك أطعم كالفطرة، وإذا أراد الإباحة أطعمهم غداء وعشاء. وقيد بالفقير؛ لأن الغني لا يجوز إطعامه في الكفارات تمليكًا وإباحةً (بحر) قال ابن عابدين: قوله: لأن

مصرفها مصرفها، أي مصرف الكفارة مصرف الفطرة، وهو أي مصرف الفطرة مصرف الزكاة. (البحر الرائق مع حاشية منحة الخالق، كتاب الطلاق / فصل في الكفارة ٤/ ١٨٠ دار الكتب العلمية بيروت وزكريا ديوبند)

مصرف الزكاة والعشر: هو فقير ومسكين وعامل الخ (تنوير الأبصار) قال ابن عابدين: وهو مصرف أيضًا لصدقة الفطر والكفارة والنذر وغير ذلك من الصدقات الواجبة كما في القهستاني. (رد المحتار، كتاب الزكاة / باب المصرف ٣/ ٢٨٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۵ / ۱۴۴۱/۹/۷ھ)

دفع بلاء کے لئے بکری کا صدقہ

سوال (۵۸۷):- دفع بلاء کے لئے بکری کا صدقہ کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- عام طور پر لوگوں میں یہ بات معروف ہے کہ جہاں کوئی بیماری یا کوئی پریشانی آئی، تو اولاً ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ بکرا یا بکری صدقہ کرنا چاہئے، تو اِس سلسلے میں دو باتیں اچھی طرح ذہن نشیں رکھی جائیں:

(۱) پہلی بات تو یہ ہے کہ بلا کسی تعیین وتفصیل کے صدقہ کرنا بلا کو ٹالنے کا ذریعہ ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے؛ لیکن اِس میں کسی چیز کی کوئی تخصیص نہیں ہے، آپ اپنی وسعت کے اعتبار سے جو چیز جتنی چاہیں صدقہ کرسکتے ہیں؛ تاہم ایسی چیز کا صدقہ بہتر ہے جس سے فقیر کو زیادہ نفع ہو۔

عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: باكروا بالصدقة؛ فإن البلاء لا يتخطى الصدقة. (شعب الإيمان للبيهقي رقم: ٣٣٥٣، الترغيب والترهيب مكمل ص: ٢٠٧ رقم: ١٣١٧ بيت الأفكار الدولية)

عن عبد الله رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:

حصنوا أموالكم بالزكاة، وداووا مرضاكم بالصدقة، أعذوا للبلاء الدعاء.

(المعجم الكبير للطبراني ١٠/١٢٨ رقم: ١٠١٩٦ دار إحياء التراث العربي بيروت)

ولو قال: إن برئت من مرضي هذا ذبحت شاة أو عليّ شاة أذبحها فبرئ لا يلزمه شيء؛ لأن الذبح ليس من جنسه فرض؛ بل واجب كالأضحية فلايصح، إلا إذا زاد وأتصدق بلحمها فيلزمه؛ لأن الصدقة من جنسها فرض وهي الزكاة. فتح وبحر. وفي رد المحتار عن الخانية: قال: إن برئت من مرضي هذا ذبحت شاة، وبرئ لا يلزمه شيء، إلا أن يقول: فللّٰه عليّ أن أذبح شاة أهـ. ثم قال لأن قوله ذبحت شاة وَعدٌ لا نذر، ثم قال: ثم لم يجب (أي الصوم) ما لم يقل: للّٰه علي، وفي الاستحسان: يجب، اهـ. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الأيمان / مطلب: في أحكام النذر، ٥/٥٢٣ زكريا، ٣/٧٣٩-٧٤٠ كراچی)

(۲) لیکن یہاں دوسری اہم اور قابل توجہ بات یہ ہے کہ بہت سے لوگوں کے ذہن ودماغ میں یہ بات بیٹھ گئی ہے کہ اگر بیمار آدمی کی طرف سے بکری کو ذبح کردیا جائے، تو یہ جان کا بدلہ ہوجائے گا، اور اُس کی وجہ سے مریض کی جان بچ جائے گی۔ تو جان کے بدلے میں جان کے عقیدے کے ساتھ بکرے یا کسی جانور کو ذبح کرنا قطعاً جائز نہیں ہے، یہ سراسر بدعقیدگی ہے، اِس رسم کو معاشرے سے ختم کرنے کی ضرورت ہے۔ بکرا ذبح کرنے سے مریض کی موت ہرگز ٹل نہیں سکتی، اِس لئے بہر حال بہتر یہی ہے کہ صدقے میں جانور ذبح نہ کیا جائے؛ بلکہ غرباء کو نقد رقم دی جائے۔ (امداد الفتاویٰ جدید مطول حاشیہ ۸/۲۹۶ زکریا)

﴿مَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ﴾ وظاهره أنه ما ذبح به لغير اللّٰه مثل أن يقول: هٰذا ذبيحة لكذا، وإذا كان هٰذا هو المقصود فسواء لفظ به أو لم يلفظ، وتحريم هٰذا أظهر من تحريم ما ذبحه ألحم. (إعلاء السنن ١٧/٩٩ دار الكتب العلمية بيروت)

إن الإراقة لا تعقل قربة، وإنما جعلت قربة بالشرع في وقت

مـخـصـوص فاقتصر كونها قربة على الوقت المخصوص. (بـدائع الصنائع، كتاب الأضـحية / فصل: في كيفية الوجوب ٢٠٢/٤ زكريا، ٦٨/٥ كراچی، الموسوعة الفقهية ٩٣/٥-٩٤ الكويت، شامي / كتاب الأضحية، ٤٣/٩ زكريا، ٣٢٠/٦ كراچی)

وأمـا الـذي يـرجـع إلـى الـمـنظور به فأنواع: ومنها: أن يكون قربة فلا يـصح النذر بما ليس بقربة كالنذر بالمعاصي. (بدائع الصنائع / كتاب النذور ٢٢٦/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۳۰ / ۱۴۴۱/۱۰/۱۴ھ)

❑❖❑

کتاب الصوم

روزہ کے اَہم مسائل

نابالغ اَولاد سے روزہ رکھوانا

سوال (۵۸۸):- کیا نابالغ اَولاد کو رمضان کا فرض روزہ رکھوانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- جو نابالغ بچے ہوشیار ہوں اور روزے کا تحمل کر سکتے ہوں، تو عادت بنانے کے لئے اُن سے روزہ رکھوانا شرعاً درست ہے؛ لیکن اگر بچے کمزور ہوں یا بہت چھوٹے ہوں، تو اُن کو روزہ نہیں رکھوایا جائے گا۔ بعض مرتبہ محض ناموری کے لئے چھوٹے بچوں سے روزہ رکھوا دیا جاتا ہے، یہ صحیح نہیں ہے۔ یہ اُن کے ساتھ زیادتی اور ظلم ہے۔ (کتاب المسائل ۲/۱۵۱)

قال الرازي: يؤمر الصبي إذا أطاقه، وذكر أبو جعفر اختلاف مشائخ بلخ فيه، والأصح أنه يؤمر وهذا إذا لم يضر الصوم ببدنه فإن أضر لا يؤمر به.

(الفتاویٰ الهندية، كتاب الصوم / باب الاعتكاف، المتفرقات ۲۱٤/۱ زكريا)

ويؤمر الصبي بالصوم إذا أطاقه ويضرب عليه ابن عشر كالصلاة في الأصح (الدر المختار) قوله: إذا أطاقه يقال أطاقه وطاقه طوقًا: إذا قدر عليه، والمشاهد في صبيان زماننا عدم إطاقتهم الصوم في هذا السن، قلت: يختلف ذلک باختلاف الجسم واختلاف الوقت صيفًا وشتاءً، والظاهر أنه يؤمر بقدر الإطاقة إذا لم يطق جميع الشهر. (رد المحتار، كتاب الصوم / باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده ۳۸۵/۳ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۲۳ / ۱۴۴۱/۹/۲۵ھ)

نابالغ بچوں کا روزہ تڑوانا

سوال (۵۸۹):- بعض لوگ اپنے نابالغ بچوں کو روزہ رکھوا دیتے ہیں، اور بسا اَوقات یہ بچے دوپہر کے بعد بھوک وپیاس کی وجہ سے بلبلانے لگتے ہیں، اور حالت غیر ہونے لگتی ہے، تو اگر ماں باپ اِن بچوں کا روزہ تڑوادیں تو کوئی گناہ تو نہیں ہوگا؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- جو بچے اتنے چھوٹے ہوں کہ روزے کا تحمل نہ کرسکیں، تو اولاً اُنہیں روزہ نہیں رکھوانا چاہئے، اور اگر رکھوالیا اور پھر اُن کی حالت بگڑنے لگی، تو اُن کا روزہ تڑوادینا چاہئے، اِس سے ماں باپ پر کوئی گناہ وغیرہ لازم نہیں آئے گا۔

(احسن الفتاویٰ ۴/۴۴۰ دارالاشاعت دہلی)

عن علي رضي اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: رفع القلم عن ثلاثة: عن النائم حتى يستيقظ، وعن الصبي حتى يشب، وعن المعتوه حتى يعقل. (سنن الترمذي / أبواب الحدود رقم الحديث: ۱۴۲۳)

ويؤمر الصبيّ بالصوم إذا أطاقه ويضرب عليه ابن عشر كالصلاة في الأصح (الدر المختار) أي يأمره وليه أو وصيه والظاهر منه الوجوب. وكذا ينهى عن المنكرات ليألف الخير ويترك الشر، قوله: إذا أطاقه؛ يقال: أطاقه وطاقه طوقًا، إذا قدر عليه، والإسم الطاقة كما في القاموس. قال ط: وقدر بسبع، والمشاهد في صبيان زماننا عدم إطاقتهم الصوم في هذا السن. قلت: يختلف ذلك باختلاف الجسم واختلاف الوقت صيفًا وشتاءً. والظاهر أنه يؤمر بقدر الإطاقة إذا لم يطق جميع الشهر، قوله: ويضرب أي بيد لا بخشبة، ولا يجاوز الثلاث، كما قيل به في الصلاة. وفي أحكام الأستروشني الصبي إذا أفسد صومه لا يقضى؛ لأنه يلحقه في ذلك مشقة. (رد المحتار، كتاب الصوم / باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده ۳/۳۸۵ زكريا)

وشرط وجوبه: الإسلام والبلوغ والعقل. (فتح القدير / كتاب الصوم ٣٠٢/٢ دار الفكر بيروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۲ / ۱۴۴۱/۹/۴ھ)

چاند کی ۱۳-۱۴-۱۵/ تاریخ کے روزے

سوال (۵۹۰):- چاند کی ۱۳-۱۴-۱۵/ تاریخ کا روزہ رکھا جاتا ہے، یا مہینہ میں کسی اور دن بھی روزہ رکھنے کا حکم ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- ہر مہینے کی ۱۳-۱۴-۱۵/ تاریخوں میں روزہ رکھنا بہتر اور مستحب ہے، اِن کو اَیامِ بیض (روشن دن) کہا جاتا ہے، اور اِس کے علاوہ ہر ہفتے میں پیر اور جمعرات کو بھی روزہ کا اہتمام اَحادیث سے ثابت ہے۔

عن أبي ذر الغفاري رضي اللّٰه عنه يا أباذر! إذا صمت من الشهر ثلاثة أيام فصم ثلاث عشرة وأربع عشرة وخمس عشرة. (سنن الترمذي رقم: ٧٦١، سنن النسائي ٢٤٢٤، مسند أحمد ٢١٤٣٧)

عن عائشة رضي اللّٰه عنها قالت: كان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يصوم الإثنين والخميس. رواه الترمذي والنسائي.

وعن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: تعرض الأعمال يوم الإثنين والخميس فأحب أن يعرض عملا وأنا صائم.

(مشكاة المصابيح، كتاب الصوم / الفصل الثاني ١٧٩-١٨٠ المكتبة الأشرفية ديوبند)

والمندوب كأيام البيض من كل شهر وتحته وهي: الثالث عشر والرابع عشر والخامس عشر. (رد المحتار / كتاب الصوم ٣٣٦/٣ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۴۶ / ۱۴۴۲/۱/۲۴ھ)

ذی الحجہ کے مہینے میں کتنے روزے رکھیں؟

سوال (۵۹۱):- ذی الحجہ کے مہینے میں کتنے روزے رکھنے ضروری ہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- ذی الحجہ کے پہلے عشرہ میں ۹؍دن تک روزے رکھنا مستحب ہے؛ البتہ واجب اورضروری نہیں ہے۔ بعض روایات میں یہ مضمون وارد ہے کہ ذی الحجہ کے شروع دنوں میں سے ہر دن کے روزے کا ثواب ایک سال کے روزوں کے برابر ہے۔

اورخاص طور پرنویں ذی الحجہ یعنی یوم عرفہ کا روزہ مزید فضیلت رکھتا ہے۔ نبی اکرم علیہ السلام نے اِرشادفرمایا کہ ''یوم عرفہ کا روزہ گذشتہ ایک سال اورآئندہ ایک سال کے گناہوں کے لئے کفارہ بنتا ہے''۔

اِس لئے جوحضرات اِن اَیام میں روزے کا اہتمام رکھیں وہ بڑی سعادت اورفضیلت کے مستحق ہوں گے، اِن شاءاللہ تعالیٰ۔

أخرج مسلم عن أبي قتادة ......: صيام يوم عرفة أحتسب على اللّٰه أن يكفر السنة التي قبله والسنة التي بعده، وصيام يوم عاشوراء أحتسب على اللّٰه أن يكفر السنة التي قبله. (صحيح مسلم، كتاب الصيام / باب استحباب صيام ثلاثة أيام من كل شخص وصوم يوم عاشوراء الخ ٣٦٧/١ رقم: ١١٦٢)

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ما من أيام الدنيا أيام، أحب إلى اللّٰه سبحانه أن يتعبد له فيها من أيام العشر. وإن صيام يومٍ فيها ليعدل صيام سنة، وليلة فيها بليلة القدر. (سنن ابن ماجة، كتاب الصيام / باب صيام العشر ص: ٤٠٤ رقم: ١٧٢٨ دار الفكر بيروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۳۸ / ۱۲/۴/۱۴۴۱ھ)

بقرعید کے کن اَیام میں روزے رکھنا منع ہے؟

سوال (۵۹۲):- عیدالاضحیٰ کے موقع پر کتنے دن روزہ رکھنا منع ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- عیدالاضحیٰ میں ۱۰-۱۱-۱۲-۱۳، اِن چاردنوں میں روزہ رکھنا جائزنہیں ہے۔

عن نبيشة الهذلي رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أيام التشريق أيام أكل وشرب. (صحيح مسلم، كتاب الصيام / باب تحريم صوم أيام التشريق ۱/۳٦۰ رقم: ۱۱٤۱) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۴۵ / ۱۷/۱/۱۴۴۲ھ)

شوال کے ٦/روزوں کی فضیلت

سوال (۵۹۳):- عید کے بعد شوال کے مہینے میں ٦/روزے رکھنا شرعاً مسنون ہے یا نہیں؟ آج کل بعض علماء نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ روزے مسنون نہیں ہے، اور وہ دلیل میں مؤطا امام مالک کی ایک عبارت اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول پیش کرتے ہیں، تو ان کا یہ دعویٰ درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- رمضان المبارک کے بعد ماہِ شوال میں چھ روزے رکھنا مسنون اور موجب فضیلت ہے، جمہور علماء اُمت کی یہی رائے ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا کہ: ''جو شخص رمضان المبارک کے روزے رکھنے کے بعد شوال کے مہینے میں ٦/روزے رکھے، تو گویا کہ اُس نے پورے سال روزے رکھے''۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ رمضان کے روزے ملاکر یہ کل ۳٦/روزے ہوجائیں گے، اور ہر نیکی کا ثواب اللہ تعالیٰ کے یہاں دس گنا ہوتا ہے، تو اِس اعتبار سے ۳٦۰/دن روزوں کا ثواب اُسے ملے گا۔ یہ روایت صحیح سند کے ساتھ مسلم شریف وغیرہ میں وارد ہے، اور علماء کے نزدیک قابل قبول ہے۔

اور بعض اَئمہ کی طرف اِس کے متعلق کراہت کے جو اَقوال منسوب ہیں وہ مفتی بہ نہیں ہیں۔ اور فقہاء ومحدثین نے اُن اَقوال کی مناسب تاویلات فرمائی ہیں۔ چناں چہ امام اعظم حضرت امام ابوحنیفہ اور حضرت اِمام اَبویوسف رحمہما اللہ کی طرف منسوب قول (اَولاً تو ثابت نہیں، اور اگر بالفرض ثابت ہو تو اُس) کے معنی بیان کرتے ہوئے علامہ کاسانیؒ وغیرہ نے فرمایا کہ یہ کراہت اُس وقت ہے جب کہ خاص عیدالفطر کے دن سے شروع کرکے ٦/روزے

پورے کئے جائیں، پس اگر یہ صورت نہ ہو یعنی عید کے بعد ۲؍شوال سے روزوں کی ابتداء کرے،تو کوئی کراہت نہیں۔

اورحضرت امام مالکؒ کے کراہت والےقول کامحمل وہ صورت ہے جب کہ اِن روزوں کوایساواجب اورضروری سمجھا جائے کہ رمضان کے روزوں میں اِضافہ محسوس ہونے لگے،اور جاہل عوام میں غلط بات چل پڑنے کا خطرہ ہو؛لیکن اگر ایسا کوئی اندیشہ نہ ہو،تو اِن روزوں کو مکروہ قرار دینے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

عن أبي أيوب الأنصاري رضي اللّٰه تعالىٰ عنه أنه حدثه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: من صام رمضان ثم أتبعه ستًا من شوال كان كصيام الدهر. (صحيح مسلم، كتاب الصيام / باب استحباب صوم ستة أيام من شوال اتباعًا لرمضان ٣٦٩/١ رقم: ١١٦٤)

قال النووي: فيه دلالة صريحة لمذهب الشافعي وأحمد وداؤد وموافقيهم في استحباب صوم هذه الستة، وقال مالك وأبو حنيفة: يكره ذلك. قال مالك في الموطا: ما رأيت أحدًا من أهل العلم يصومها، قالوا: فيكره لئلا يظن وجوبه. ودليل الشافعي وموافقيهم هذا الحديث الصحيح الصريح، وإذا ثبتت السنة لا تترك لترك بعض الناس أو أكثرهم أو كلهم لها، وقولهم قد يظن وجوبها ينتقض بصوم عرفه وعاشوراء وغيرهما من الصوم المندوب. قال أصحابنا: والأفضل أن تصام الستة متوالية عقب يوم الفطر، فإن فرقها أو أخرها عن أوائل شوال إلى أواخره حصلت فضيلة المتابعة؛ لأنه يصدق أنه أتبعه ستًا من شوال. قال العلماء: وإنما كان ذلك كصيام الدهر؛ لأن الحسنة بعشر أمثالها، فرمضان بعشرة أشهر والستة بشهرين، وقد جاء هذا في حديث مرفوع في مسائل النسائي. (المنهاج على صحيح مسلم ص: ٧٢٣ بيت الأفكار الدولية)

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: كل عمل ابن آدم يضاعف الحسنة عشر أمثالها إلى سبع مائة ضعف الخ. (صحيح مسلم، كتاب الصوم / باب فضل الصيام رقم: ١١٥١، سنن ابن ماجة، كتاب الصوم / باب ما جاء في فضل الصيام رقم: ١٦٣٨، سنن النسائي، كتاب الصيام / ذكر الاختلاف على أبي صالح في هذا الحديث يوم رقم: ٢٢١٦)

عن ابن عمر رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من صام رمضان وأتبعه ستًا من شوال خرج من ذنوبه كيوم ولدته أمه". رواه الطبراني في الأوسط، انتهى. قلت: وما أورد علىٰ بعضها من الضعف منجبرٌ بكثرة الطرق علىٰ أن مثل ذلك مغتفر في الفضائل. (أوجز المسالك، كتاب الصيام / جامع الصيام ٣٥٨/٥ دار القلم دمشق)

قال يحيىٰ: سمعت مالكًا يقول في صيام ستة أيام بعد الفطر من رمضان أنه لم ير أحدًا من أهل العلم والفقه يصومها، ولم يبلغني ذٰلك من أحد من السلف، وأن أهل العلم يكرهون ذٰلك ويخافون بدعته وأن يلحق برمضان ما ليس منه أهل الجهالة والجفاء ولو رأوا في ذٰلك رخصة عند أهل العلم ورأوهم يعملون ذٰلك. (أوجز المسالك، كتاب الصيام / جامع الصيام ٣٥٣/٥-٣٥٤ دار القلم دمشق)

قال الشيخ في الأوجز: فعلم بذٰلك كله أن المرجح عند الحنفية هو الندب، وما حكى عنهم خلاف ذلك إما مرجوح غير رواية الأصول أو محمول علىٰ صوم يوم العيد. (أوجز المسالك، كتاب الصيام / جامع الصيام ٣٥٧/٥ دار القلم دمشق)

وندب تفريق صوم الست من شوال، ولا يكره التتابع على المختار، خلافًا للثاني، حاوي. والاتباع المكروه أن يصوم الفطر وخمسة بعده، فلو أفطر لم يكره؛ بل يستحب ويسن ابن كمال. (تنوير الأبصار مع الدر

المختار) قوله على المختار: قال صاحب الهداية في كتابه التجنيس: إن صوم الستة بعد الفطر متتابعة، منهم من كرهه، والمختار أنه لا بأس؛ لأن الكراهة إنما كانت؛ لأنه لا يؤمن من أن يعد ذلك من رمضان، فيكون تشبهًا بالنصارى، والآن زال ذلك المعنى أهـ، ومثله في كتاب النوازل لأبي الليث، والواقعات للحسام الشهيد، والمحيط البرهاني، والذخيرة. وفي الغاية عن الحسن بن زياد: أنه كان لا يرى بصومها بأسًا، ويقول: كفى بيوم الفطر مفرقًا بينهن وبين رمضان اهـ، وفيها أيضًا عامة المتأخرين لم يروا به بأسًا.

واختلفوا هل الأفضل التفريق أو التتابع اهـ، وفي الحقائق: صومها متصلاً بيوم الفطر يكره عند مالك، وعندنا لا يكره، وإن اختلف مشايخنا في الأفضل. وعن أبي يوسف أنه كرهه متتابعًا، والمختار لا بأس به اهـ، وفي الوافي والكافي والمصفى: يكره عند مالك، وعندنا لا يكره، وتمام ذلك في رسالة تحرير الأقوال في صوم الست من شوال للعلامة قاسم، وقد رد فيها على ما في منظومة التباني وشرحها من عزوه الكراهة مطلقًا إلى أبي حنيفة وأنه الأصح بأنه على غير رواية الأصول، وأنه صحح ما لم يسبقه أحد إلى تصحيحه وأنه صحح الضعيف وعمد إلى تعطيل ما فيه الثواب الجزيل بدعوى كاذبة بلا دليل، ثم ساق كثيرًا من نصوص كتب المذهب، فراجعها، فافهم. قوله: والإتباع المكروه الخ: العبارة لصاحب البدائع، وهذا تأويل لما روي عن أبي يوسف على خلاف ما فهمه صاحب الحقائق، كما في رسالة العلامة قاسم، لكن ما مر عن الحسن بن زياد يشير إلى أن المكروه عند أبي يوسف تتابعها، وإن فصل بيوم الفطر فهو مؤيد لما فهمه في الحقائق، تأمل.

(رد المحتار، كتاب الصوم / باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده ٤٢١/٣-٤٢٢ زكريا، بدائع الصنائع، كتاب الصوم / الصيام في الأيام المكروهة ٢١٥/٢ زكريا)

قال ابن الهمام: صوم ستة من شوال عن أبي حنيفة وأبي يوسف كراهته، وعامة المشائخ لم يروا به بأسًا، واختلفوا فقيل: الأفضل وصلها بيوم الفطر، وقيل: بل تفريقها في الشهر، وجه الجواز أنه قد وقع الفصل بيوم الفطر فلم يلزم التشبه بأهل الكتاب. وجه الكراهة أنه يُفضي إلىٰ اعتقاد لزومها من العوامّ لكثرة المداومة، ولذا سمعنا من يقول يوم الفطر: نحن إلى الآن لم يأت عيدنا أو نحوه، فأما عند الأمن، فلا بأس لورود الحديث به. (فتح القدير، كتاب الصوم / قبيل فصل في العوارض ٢/٣٥٥ دار الكتب العلمية بيروت)

المندوب فهو صوم ثلاثة من أيام البيض ...... وصوم ست من شوال. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح ص: ٦٣٩ المكتبة الأشرفية ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۲۸ / ۱۴۴۱/۹/۳۰ھ)

کیا شوال کے ۶/ روزوں میں تتابع شرط ہے؟

سوال (۵۹۴):- شوال کے ۶/ روزے مسلسل رکھے جائیں گے یا الگ الگ؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- شش عید کے روزے ایک ساتھ مسلسل بھی رکھ سکتے ہیں، اور اگر پورے مہینے میں الگ الگ رکھیں تو مزید بہتر ہوگا؛ گویا کہ دونوں باتوں کا اختیار ہے۔ اور اُنہیں عید کے فوراً بعد رکھنا بھی ضروری نہیں ہے؛ بلکہ شوال کے کسی بھی حصے میں یہ روزے رکھے جاسکتے ہیں۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند ۶/۴۸۹)

وندب تفريق صوم الست من شوال، ولا يكره التتابع على المختار، خلافًا للثاني، حاوي. والاتباع المكروه أن يصوم الفطر وخمسة بعده، فلو أفطر لم يكره؛ بل يستحب ويسن. (الدر المختار، كتاب الصوم / باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده ٣/٤٢٢ زكريا)

واختلفوا فقيل: الأفضل وصلها بيوم الفطر، وقيل بل تفريقها في الشهر. (فتح القدير، كتاب الصوم / قبيل فصل في العوارض ٢/٣٥٥ دار الكتب العلمية بيروت)

وتـفـريـق صـوم الـسـنـة في شوال أبعد عن الكراهة والتشبه بالنصارىٰ.

(شـرح الـوقـاية، كـتـاب الـصـوم / قبيل باب الاعتكاف ٢٤٩/١ مؤسسة الوراق للطباعة والنشر) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۲۸ / ۳۰/۹/۱۴۴۱ھ)

قضا روزوں میں شش عید کے روزوں کی نیت؟

سـوال (۵۹۵):- اگر کسی کے روزے رمضان میں قضا ہوجائیں اور وہ شوال میں اُن فرض روزوں کی قضا کرے، تو اُنہیں کے ساتھ شش عید کے روزوں کی نیت کرسکتا ہے یا نہیں؟ اُسے دونوں روزوں کا ثواب مل جائے گا یا نہیں؟

الـجـواب حـامـدًا ومـصـليًا أما بعد :- رمضان المبارک کے قضا روزوں کے ضمن میں شش عید کے روزوں کی فضیلت حاصل نہ ہوگی۔ اِس کی توجیہ فرماتے ہوئے حکیم الامت حضرت اَقدس مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک ملفوظ میں فرمایا کہ یہاں پر پورے سال روزے کے ثواب کی علت ۳۶؍ روزوں کے عدد کا پورا ہونا ہے، اَب اگر قضا اور نفل میں تداخل مان لیا جائے تو ۳۶؍ کا عدد پورا نہیں ہوگا؛ بلکہ کمی رہ جائے گی؛ پس اگر قضا کی نیت سے روزہ رکھا جائے گا تو وہ صرف قضا کا ہوگا، اور شش عید کی نیت سے روزہ رکھا جائے تو وہ نفل ہوگا، اُس سے فریضہ اَدا نہ ہوگا۔ شش عید کی فضیلت حاصل کرنے کے لئے قضا کے علاوہ مزید ۶؍ روزے رکھنے ہوں گے۔ (مستفاد: ملفوظاتِ حکیم الامت جلد۳؍ ملفوظ: ۵۳۹، فتاویٰ دارالعلوم قدیم عزیزیہ ۳؍ ۴۰)

ومتى نوى شيئين مختلفين متساويين في الوكادة والفريضة، ولا رجحان لأحـدهما على الآخر بطلاً، ومتى ترجح أحدهما على الآخر ثبت الراجح، كذا في مـحـيـط الـسـرخسـي ...... فإذا نوى عن قضاء رمضان والنذر كان عن قضاء رمـضـان استـحسانًا، وإن نوى النذر المعين والتطوع ليلاً أو نهارًا أو نوى النذر المعين، وكفارة مـن الـلـيـل يـقـع عن النذر المعين بالإجماع، كذا في السراج

الـوهـاج. ولـو نـوى قـضاء رمضان، وكفارة الظهار كان عن القضاء استحسانًا، كـذا فـي فتـاوىٰ قـاضـي خـان. وإذا نوى قضاء بعض رمضان، والتطوع يقع عن رمـضـان فـي قـول أبي يوسف رحمه اللّٰه تعالىٰ، وهو رواية عن أبي حنيفة رحمه اللّٰه تعالىٰ، كذا في الذخيرة. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الصوم / الباب الأول ١٩٦/١ زكريا)

ولـو نـوى بـصومه قضاء رمضان والتطوع كان عن القضاء في قول أبي يـوسف. وقـال محمد: يكون عن التطوع ...... ولأبي يوسف أن نية التعيين في التـطـوع لـغو فلغت وبقي أصل النية فصار كأنه نوى قضاء رمضان والصوم لو كـان كـذلك يـقـع عـن الـقـضـاء كـذا هـذا. فإن نوى قضاء رمضان وكفارة الـظهـار، قـال أبويوسف: يكون عن القضاء استحسانًا، والقياس أن يكون عن التـطـوع وهـو قـول مـحـمـد ...... وجـه الاستحسان أن الترجيح لتعيين جهة الـقـضـاء؛ لأنـه خـلف عـن صوم رمضان وخلف الشيء ينوب مقامه كأنه هو. وصـوم رمضان أقوى الصيامات حتى تندفع به نية سائر الصيامات؛ ولأنه بدل صـوم وجـب بإيجاب اللّٰه تعالىٰ ابتداء وصوم كفارة الظهار وجد بسبب وجد مـن جهة الـعبـد، فكان القضاء أقوى فلا يزاحمه الأضعف. (بـدائع الصنائع، كتاب الصوم / وقت النية ٢٢٩/٢ المكتبة النعيمية ديوبند)

ولـو نـوى صـوم الـقـضـاء والـنفل والزكاة والتطوع أو الحج المنذور والتـطـوع يـكـون تطوعًا عند محمد؛ لأنهما بطلتا بالتعارض فبقي مطلق النية فـصـار نـفلاً، وعند أبي يوسف يقع عن الأقوى ترجيحًا له عند التعارض، وهو الـفرض أو الواجب. (تبيـيـن الـحـقـائـق شـرح كـنـز الدقائق، كتاب الطلاق / قبيل باب اللعان ٢٢٢/٣ دار الكتب العلمية بيروت، ١٣/٣ مطبعة أميرية بولاق مصر) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۲۸ / ۱۴۴۱/۹/۳۰ھ)

کیا شش عید کے روزے شوال کے بعد بھی رکھ سکتے ہیں؟

سوال (۵۹۶):- اگر شش عید کے روزے چھوٹ گئے تو کیا دوسرے کسی مہینے میں اُنہیں رکھا جائے گا؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- حدیث میں شش عید کے روزوں کی فضیلت صرف شوال کے مہینے کے ساتھ خاص ہے؛ لہٰذا کسی دوسرے مہینے میں روزہ رکھنے سے یہ فضیلت حاصل نہ ہوگی۔ اور چوں کہ یہ نفلی روزے ہیں؛ لہٰذا اگر کوئی شخص اُنہیں شوال میں نہ رکھ سکے تو بعد میں اُن کی قضا نہیں ہے۔

عن أبي أيوب الأنصاري رضي اللّٰه تعالىٰ عنه أنه حدثه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: من صام رمضان ثم أتبعه ستًا من شوال كان كصيام الدهر. (صحيح مسلم، كتاب الصيام / باب استحباب صوم ستة أيام من شوال اتباعًا لرمضان ٣٦٩/١ رقم: ١١٦٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۲۸ / ۱۴۴۱/۹/۳۰ھ)

کیا محرم کے مہینے میں بھی ۱۰/روزے رکھنے ہوتے ہیں؟

سوال (۵۹۷):- کیا محرم کے مہینے میں بھی ۱۰/روزے رکھنے ہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- محرم میں صرف یوم عاشوراء کا روزہ رکھنا مسنون ہے، یعنی محرم کی دسویں تاریخ کو محرم کا روزہ رکھا جائے، اور اُس کے ساتھ اگر نویں یا گیارھویں کا روزہ بھی ملالیں تو اور بہتر اور افضل ہے؛ تاکہ یہودیوں کی مشابہت نہ ہو۔

یوم عاشوراء کے روزے کی بڑی فضیلت ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا کہ ”گذشتہ ایک سال کے چھوٹے موٹے گناہ اس کے ذریعہ سے معاف ہوجاتے ہیں، باقی ۱۰/دن تک روزہ رکھنے کی بات محرم کے بارے میں منقول نہیں ہے۔ (کتاب النوازل ۳۲۴/۶ مکتبہ جاوید دیوبند)

عـن أبي قتادة رضي اللّٰہ عنه أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم سئل عن صیام یوم عاشوراء، فقال: یکفر السنة الماضیة. رواہ مسلم وغیرہ وابن ماجة ولـفظه قال: صیام یوم عاشوراء إني أحتسب علی اللّٰہ أن یکفر السنة التي بعدہ.

(الترغیب والترهیب، کتاب الصوم / الترغیب في صوم یوم عاشوراء الخ ۲/ ۷۰ دار الکتب العلمیة بیروت)

سمعت عبد اللّٰہ ابن عباس رضي اللّٰہ عنهما یقول حین صام رسول اللّٰہ صـلـی اللّٰہ علیه وسلم یوم عاشوراء، وأمر بصیامه، قالوا: یارسول اللّٰہ! إنه یوم تـعـظـمه الیهودُ والنصاریٰ، فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: ”فإذا کان الـعام المقبل – إن شاء اللّٰہ – صمنا الیوم التاسع“. قال: فلم یأت العامُ المقبلُ حتـی تـوفي رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم. (صحیح مسلم، کتاب الصیام / باب أي یوم یصام في عاشوراء رقم: ١١٣٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۴۲ / ۱۴۴۱/۱۲/۲۵ھ)

نفلی روزہ کی نیت فجر کے بعد کرنا

سـوال (۵۹۸):- ۹؍محرم کو فجر کے بعد تقریباً ۶؍ بجے ہم نے روزے کی نیت کی، تو روزہ درست ہوا یا نہیں؟ جب کہ صبح صادق کے بعد سے کچھ کھایا پیا نہیں تھا؟

الـجـواب حـامـدًا ومـصـلیًا أما بعد:- مسئولہ صورت میں روزہ درست ہوگیا؛ اِس لئے کہ نفلی روزے میں اگر آدمی ضحوۂ کبریٰ سے پہلے پہلے نیت کرلے، تو اُس کا روزہ درست ہوجاتا ہے۔

فیـصـح أداء صوم رمضان والنذر المعین والنفل بنیة من اللیل …… إلی الضحوۃ الـکبـریٰ لا بـعـد لهـا قـوله إلی الضحوۃ الکبریٰ ”المراد بها نصف الـنهار الشرعي …… النهار الشرعي من طلوع الفجر إلی الغروب. (الدر المختار مع رد المحتار / کتاب الصوم ۳/ ۳۳۸-۳۴۱ زکریا)

عن عائشة رضي اللّٰه عنها أن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم كان يدخل على بعض أزواجه، فيقول هل عندكم شيء قالت فقلت يا رسول اللّٰه ما عندنا شيء قال فإني صائم. (صحيح مسلم / باب جواز صوم النافلة بنية من النهار قبل الزوال ٣٦٤/١، بدائع الصنائع ٢٢٩/٢ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۴۴ / ۱۴۴۲/۱/۱۰ھ)

روزے میں زبان سے نیت کرنا ضروری نہیں

سوال (۵۹۹):- کیا روزے کے لئے زبان سے نیت ضروری ہے؟ یا صرف سحری میں اُٹھنا اور روزہ کی حالت میں رہنا ہی کافی ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- روزہ یا دیگر عبادات میں زبان سے نیت کرنا کوئی ضروری نہیں ہے؛ بلکہ صرف دل کا اِرادہ کافی ہے، اور روزے کی نیت سے سحری کھائی جائے تو یہ بھی کافی ہے۔

النية معرفة بالقلب أنه يصوم . (الفتاویٰ التاتار خانية ، كتاب الصوم / الفصل الثالث في النية ٣٦٨/٣ رقم: ٤٥٩٠ زكريا، رد المحتار / كتاب الصوم ٣٤٥/٣ زكريا، ٣٨٠/٢ كراچی)

والنية معرفته بقلبهٖ أن يصوم ...... الخ، والتسحر في رمضان نية. (الفتاویٰ الهندية / كتاب الصوم ١٩٥/١ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۲۱ / ۱۴۴۱/۹/۲۳ھ)

روزہ دار کا دن کا اکثر وقت سوکر گذارنا

سوال (٦٠٠):- اگر کوئی شخص روزے کی حالت میں دن کے اکثر حصے میں سونے کی حالت میں گذار دے، تو اس سے روزے پر کچھ فرق تو نہیں پڑتا؟ کیوں کہ موجودہ حالت میں زیادہ تر وقت سونے میں ہی گذر رہا ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- اگر فرائض وواجبات میں کوئی خلل نہ

ہو، تو محض سونے سے روزہ میں کوئی خرابی نہیں آتی؛ لیکن زیادہ سونا بھی اچھا نہیں ہے۔ اِس کی وجہ سے آدمی بہت سی نیکیوں سے محروم رہ جاتا ہے؛ اِس لئے بلاوجہ سونے سے احتراز کرنا چاہئے۔ خاص کر رمضان المبارک کے متبرک لمحات کو سوکر ضائع نہیں کرنا چاہئے۔

عن ابن بريدة عن أبيه رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: يجيء القرآن يوم القيامة كالرجل الشاحب فيقول: أنا الذي أسهرت ليلك، وأظمأت نهارك. (سنن ابن ماجة، كتاب الأدب / باب ثواب القرآن رقم: ٣٧٨١)

عن أبي سعيد الخدري رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: من صام رمضان وعرف حدوده، وتحفظ ما ينبغي له أن يتحفظ، كفر ما قبله. (الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان، كتاب الصوم / ذكر تفضل اللّٰه بمغفرة ما تقدم الخ ٣١٢/٤ رقم: ٣٤٣٧ دار التأهيل)

روي عن عمر بن الخطاب رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ذاكر اللّٰه في رمضان مغفور له، وسائل اللّٰه فيه لا يخيب. (رواه الطبراني في الأوسط، الترغيب والترهيب مكمل / كتاب الصوم ص: ٢٣٦ رقم: ١٥٢١ بيت الأفكار الدولية)

عن ابن عمر رضي اللّٰه عنهما قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: رب صائم حظه من صيامه الجوع والعطش، ورب قائم حظه من قيامه السهر. رواه الطبراني في الكبير. (الترغيب والترهيب مكمل / كتاب الصوم ص: ٢٥٢ رقم: ١٦٦٩ بيت الأفكار الدولية) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۲۲ / ۲۴/۹/۱۴۴۱ھ)

روزہ میں دانت گھسوانا یا نکلوانا

سوال (٦٠١):- دانتوں کی صفائی، گھسائی یا دانت نکلوانے یا لگوانے سے روزہ ٹوٹتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- روزہ کی حالت میں دانت نکلوانے یا صفائی اور گھسائی کرانے سے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا؛ لیکن اگر اِس دوران دوا یا خون حلق سے نیچے اُتر جائے، تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ اِس لئے بہتر یہی ہے کہ یہ سب کام اِفطار کے بعد کرائے جائیں؛ تاکہ روزہ ٹوٹنے کا خطرہ نہ رہے۔

أو خرج الدم من بين أسنانه ودخل حلقه يعني ولم يصل إلى جوفه، أما إذا وصل فإن غلب الدم أو تساويًا فسد وإلا لا، إلا إذا وجد طعمه، بزازية. واستحسنه المصنف وهو ماعليه الأكثر (الدر المختار) قلت: ومن هذا يعلم حكم من قلع ضرسه في رمضان ودخل الدم إلى جوفه في النهار ولو نائمًا، فيجب عليه القضاء، إلا أن يفرق بعدم إمكان التحرز فيكون كالقيء الذي عاد بنفسه، فليراجع. (رد المحتار مع الدر المختار، كتاب الصوم / باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده ٣٦٧/٣-٣٦٨ زكريا)

ولو خرج دم من أسنانه فدخل حلقه فإن غلب الريق أفطره، وكذا إن ساواه استحسانًا وإلا لا، هٰذا ما عليه أكثر المشائخ. وفي السراج عن الوجيز: لو كان الدم غالبًا لا يفطر وهو الصحيح إلحاقًا له بما بين الأسنان بجامع عدم الاحتراز عنه. (النهر الفائق شرح كنز الدقائق، كتاب الصوم / باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده ١٨/٢ دار الكتب العلمية بيروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۲۶ / ۱۴۴۱/۹/۲۸ھ)

رمضان کے بعد گناہوں سے کیسے بچیں؟

سوال (۶۰۲) :- میں رمضان کے روزے بھی رکھتا ہوں، راتوں کو عبادت بھی کرتا ہوں، حرم شریف میں آخری عشرے کا اعتکاف بھی کرتا ہوں، گناہوں سے توبہ بھی کرتا ہوں؛ لیکن رمضان کا مہینہ گذرنے کے بعد پھر طبعیت گناہوں کی طرف مائل ہوجاتی ہے، تو مجھے کوئی

ایسا وظیفہ بتادیجئے کہ میں گناہوں سے باز آسکوں۔

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- بات اصل میں یہ ہے کہ رمضان المبارک میں نیکی کا ماحول بنا رہتا ہے؛ کیوں کہ سرکش شیاطین بند رہتے ہیں، اور خیر کی فضائیں عام ہوتی ہیں، جس کی بنا پر آدمی تھوڑی توجہ سے بھی اِطاعت کی طرف مائل ہوجاتا ہے؛ لیکن رمضان المبارک حقیقت میں ایک تربیتی مہینہ ہے، کوشش یہ ہونی چاہئے کہ رمضان میں جو کیفیات پیدا ہوئیں، آئندہ گیارہ مہینوں تک بھی باقی رہیں، اِس کے لئے درج ذیل باتوں کی طرف توجہ مفید ہوگی:

(۱) معنی کے استحضار کے ساتھ درج ذیل قرآنی دعا کا اہتمام رکھیں: ﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ﴾ [آل عمران:] (اے ہمارے رب! ہدایت سے نوازنے کے بعد ہمارے دلوں میں کجی مت ڈالئے، اور ہم کو اپنی جانب سے خصوصی رحمت عطا فرمایئے، بے شک آپ بہت نوازنے والے ہیں) جتنا جی لگا کر یہ دعا مانگی جائے گی، اِن شاء اللہ اُتنی ہی خیر کی توفیق میسر ہوگی۔ نیز اِس مضمون کی دیگر اَدعیہ ماثورہ کا بھی وِرد رکھا جائے۔

(۲) دوسرے یہ کہ ہمت بلند رکھی جائے؛ کیوں کہ جب تک آدمی کی ہمت مضبوط نہ ہو تو اُس سے نہ دنیا کا کام صحیح ہوسکتا ہے اور نہ آخرت کا۔ اِس لئے پختہ عزم اور اِرادہ کریں کہ اَب گناہ کے قریب نہیں جائیں گے، اور اِطاعت پر قائم رہیں گے۔ اگر ہمت رہے گی تو اللہ تعالیٰ کی مدد بھی شامل حال ہوگی۔ مثل مشہور ہے: ''ہمتِ مرداں مدد خدا''۔ اِن شاء اللہ تعالیٰ۔

(۳) تیسرے یہ کہ اِطاعت کا ماحول بنائے رکھنے کے لئے اُن اَسباب سے دور رہنا بھی ضروری ہے، جو اِنسان کو گمراہ کرنے کا ذریعہ بنتے ہیں۔ مثلاً: غلط قسم کی سوسائٹی، بدعمل دوست واَحباب، یا جدید آلات کا غلط استعمال وغیرہ۔ تو اِن باتوں کی وجہ سے دوبارہ طبعیت گناہ کی طرف لوٹ آتی ہے؛ لہٰذا گناہ کے ذرائع اور اَسباب سے اجتناب لازم ہے۔

(۴) چوتھے یہ کہ غلطی یا گناہ ہوجانے پر اپنے اُوپر کوئی مالی یا بدنی عبادت لازم کرلی جائے۔ مثلاً: یہ کہے کہ اگر مجھ سے فلاں گناہ ہوا تو میں اتنے پیسے صدقہ کروں گا، یا اتنی نمازیں پڑھوں گا، وغیرہ۔ تو اُمید ہے کہ آدمی کے ذہن پر دباؤ بنے گا اور وہ برائی کے قریب نہیں جائے گا، اِن شاءاللہ تعالیٰ۔

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ﴾ [آل عمران:]

عن أبي هرير ة رضي اللّٰه عنه عن النبي صلی اللّٰه عليه وسلم: المرء علی دين خليله، فلينظر أحدكم من يخالل. (المسند لإمام أحمد / مسند أبي هريرة ١٤٢/١٤ رقم: ٨٤١٧ ط: الرسالة)

اللّٰهم حبب إلينا الإيمان، وزينه في قلوبنا وكره إلينا الكفر والفسوق والعصيان واجعلنا من الراشدين. (مجمع الزوائد / عن رفاعة بن رافع ١٢٤/٦ رقم: ١٠١٧٢، الأدب المفرد للبخاري رقم: ٥٣٨)

عن أم سلمة رضي اللّٰه عنها أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم كان يكثر في دعائه أن يقول: اللّٰهم مقلب القلوب ثبت قلبي علی دينك، قالت: قلت يا رسول اللّٰه! وإن القلوب لتنقلب؟ قال: نعم، ما من خلق اللّٰه من بشر من بني آدم إلا وقلبه بين إصبعين من أصابع اللّٰه عزوجل، فإن شاء اللّٰه أقامه وإن شاء أزاغه، فنسأل اللّٰه أن لا يزيغ قلوبنا بعد إذ هدانا، ونسأله أن يهب لنا من لدنه رحمة أنه هو الوهاب. قلت: رواه أحمد وإسناده حسن. (مجمع الزوائد، كتاب الأدعية / باب الأدعية الماثورة عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم التي دعا بها وعلمها ٤٧١/٢٠ رقم: ١٧٣٣٦ دار المنهاج) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۲۴ / ۱۴۴۱/۹/۲۶ھ)

رمضان میں شیاطین مقید ہونے کے باوجود جنات کیوں مسلط ہوجاتے ہیں؟

سوال (۶۰۳):- حدیث ہے کہ رمضان میں سرکش شیاطین قید کردئے جاتے ہیں، جب کہ ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے مرد عورتوں پر رمضان میں بھی شیاطین مسلط ہوئے رہتے ہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- حدیث میں رمضان المبارک میں تمام شیاطین وجنات کی بندش کا ذکر نہیں ہے؛ بلکہ صرف سرکش جنات وغیرہ کی قید کا ذکر ہے، یعنی عمومی اعتبار سے لوگوں کو گمراہ کرنے والے شیاطین وجنات کے وہ ٹولے جو عمومی طور پر لوگوں کو گمراہ کرنے اور اچھائیوں سے روکنے پر لگے رہتے ہیں، اُن کی پکڑ دھکڑ ہوجاتی ہے؛ لہٰذا اُن کے علاوہ اگر کوئی جن کسی پر آجائے تو وہ اِس حدیث کے خلاف نہیں ہے۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا كان أول ليلة من شهر رمضان صفدت الشياطين ومردة الجن، وغلقت أبواب النيران، فلم يفتح منها بابٌ، وفتحت أبواب الجنة، فلم يغلق منها بابٌ، وينادي مناد: يا باغي الخير أقبل، ويا باغي الشر أقصر، ولله عتقاء من النار، وذلک کل ليلة. (سنن الترمذي، أبواب الصيام / باب ما جاء في فضل شهر رمضان رقم: ٦٨٢)

فإن قال قائل: فما أمارة ذلک، ونحن نرى الفاسق في رمضان لا يرعوي عن فسقه، وإن ترک بابًا أتى بابًا آخر؟ قلنا: أمارة ذلک تنزُّه أكثر المُنهمكين في الطغيان عن المعاصي ورجوعهم إلى الله بالتوبة، وإكبابهم على إقام الصلاة بعد التهاون بها، وإقبالهم على تلاوة كتاب الله واستماع الذكر بعد الإعراض عنهما، وتركهم ارتكاب المحظورات بعد حرصهم عليها. وأما ما يوجد من خلاف ذلک في بعضهم ويؤنس عنهم من الأباطيل

والأضاليل فإنها تأثيرات من تسويلات الشياطين أغرقت في عمق تلك النفوس الشريرة، وباضت في رؤوسها، وقد أشار بعض العلماء فيه إلى المعنى الذي ذكرنا. (كتاب المسير ٤٥٦/٢ بحوالة: الجامع الكبير للإمام الترمذي مع الكوكب الدري، أبواب الصوم عن رسول الله صلى الله عليه وسلم / باب ما جاء في فضل شهر رمضان ٥/٣-٦ تحت رقم: ٦٨٢ مركز الشيخ أبي الحسن الندوي مظفرفور أعظم جراه)

قوله: وسلسلت الشياطين أي قيدت بالسلاسل ردتهم. (مرقاة المفاتيح ٣٨٧/٤ دار الكتب العلمية بيروت)

قال القاضي عياض: يحتمل أنه على ظاهره وحقيقته، وأن تفتيح أبواب الجنة وتغليق أبواب جهنم وتصفيد الشياطين علامة لدخول الشهر وتعظيم لحرمته ويكون التصفيد ليمتنعوا من إيذاء المؤمنين والتهويش عليهم، قال: ويحتمل أن يكون المراد المجاز، ويكون إشارة أبي كثرة الثواب والعفو، وإن الشياطين يقل إغواؤهم وإيذاؤهم ليصيرون كالمصفدين، ويكون تصفيدهم عن أشياء دون أشياء ولناس دون ناس، ويؤيد هذه الرواية الثانية فتحت أبواب الرحمة. وجاء في حديث آخر: صفدت مردة الشياطين. (المنهاج شرح مسلم للإمام النووي، أول كتاب الصيام / باب فضل شهر رمضان ص: ٦٨٠ رقم: ١٠٧٩ بيت الأفكار الدولية) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۹ / ۱۴۴۱/۹/۱۱ھ)

روزے کی حالت میں جنابت سے غسل میں تاخیر

سوال (۶۰۴):- ایک شخص کو فجر کی نماز کے بعد روزے کی حالت میں سوتے ہوئے جنابت لاحق ہوگئی؛ لیکن اُس پر نیند کا ایسا غلبہ تھا کہ مسلسل سوتا رہا، اور ظہر سے پہلے اُٹھ کر غسل کیا، تو غسل میں تاخیر کی وجہ سے روزے پر کوئی اثر تو نہیں پڑے گا؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- مسئولہ صورت میں بحالت روزہ جنابت اور غسل میں تاخیر کی وجہ سے روزے پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، اور کوئی گناہ بھی نہ ہوگا؛ تاہم بلاوجہ دیر تک ناپاک نہیں رہنا چاہئے، اور جلد اَز جلد غسل کی فکر کرنی چاہئے۔

أو أصبح جنبًا وإن بقي كل اليوم لم يفطر. (الدر المختار، كتاب الصوم / باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده ٣٧٢/٣ زكريا، الفتاویٰ التاتارخانية / كتاب الصوم ٣٧٤/٣ زكريا)

الجنب إذا أخر الاغتسال إلى وقت الصلاة لا يأثم، كذا في المحيط. قد نقل الشيخ سراج الدين الهندي: الإجماع على أنه لا يجب الوضوء على المحدث، والغسل على الجنب والحائض والنفساء قبل وجوب الصلاة أو إرادة ما لا يحل إلا به، كذا في البحر الرائق. كالصلاة وسجدة التلاوة ومس المصحف ونحوه، كذا في محيط السرخسي. (الفتاویٰ الهندية / كتاب الطهارة ١٦/١ زكريا، رد المحتار / كتاب الطهارة ١٩٢/١ زكريا، البحر الرائق / كتاب الطهارة ١١٣/١ دار الكتب العلمية بيروت وزكريا ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۲۱ / ۱۴۴۱/۹/۲۳ھ)

روزہ کی قضا سے بچنے کے لئے مانع حیض دوا کھانا

سوال (۶۰۵):- ایک عورت نے ناپاکی روکنے والی دوا استعمال کی؛ تاکہ اُس کے روزے قضا نہ ہوں، تو اُس کے روزے کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- اگر مانع حیض دوا استعمال کی، جس کی وجہ سے رمضان کا کوئی روزہ قضا نہیں ہوا، تو شرعاً اِس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے؛ لیکن طبی اعتبار سے ایسی دواؤں کا استعمال مضر بتایا گیا ہے، اِس لئے اچھے ڈاکٹر سے مشورہ کے بغیر وہ دوائیں استعمال نہیں کرنی چاہئیں۔ (کتاب المسائل ۳۹۶/۳، محقق ومدلل جدید مسائل ۱۷۷/۱)

يقول البهوتي الحنبلي رحمه الله: يجوز شرب دواء مباح لقطع

الحيض مع أمن الضرر. وقال القاضي: لا يباح إلا بإذن الزوج ...... ويجوز لأنثى شرب دواء مباح لحصول الحيض، لا قرب رمضان لتفطره، كالسفر للفطر، انتهى. (كشاف القناع ٢١٨/١)

وقال ابن رشد رحمه اللّٰه: سئل مالك عن المرأة تخاف تعجيل الحيض، فيوصف لها شراب تشربه لتأخير الحيض؟ قال: ليس ذلك بصواب، وكرهه. قال ابن رشد إنما كرهه مخافة أن تدخل على نفسها ضررًا بذلك في جسمها، انتهى. (مواهب الجليل ٥٣٨/١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۲۱ / ۱۴۴۱/۹/۲۳ھ)

ایسا بوڑھا شخص جو روزہ اور فدیہ پر قادر نہ ہو وہ کیا کرے؟

سوال (٦٠٦):- ایک بوڑھا شخص کمزوری کی بنا پر روزہ نہیں رکھ سکتا، اور حالات کی تنگی کی وجہ سے فدیہ بھی اَدا نہیں کرسکتا، تو ایسی صورت میں اُسے کیا کرنا چاہئے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- حضرات فقہاء نے لکھا ہے کہ جو شخص نہ تو روزہ رکھ سکے، اور نہ ہی اُس کے پاس روزے کا فدیہ اَدا کرنے کی وسعت ہو، تو اُسے چاہئے کہ بس اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا رہے، اُمید ہے کہ اُس سے عنداللہ مؤاخذہ نہ ہوگا، اِن شاء اللہ تعالیٰ۔

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما قال: إذا عجز الشيخ الكبير عن الصيام أطعم عن كل يوم مدًا مدًا، إسناده صحيح. (سنن الدار قطني، كتاب الصيام / باب الإفطار في رمضان لكبر الخ ١٩٣/٣ رقم: ٢٣٧٤ مؤسسة الرسالة بيروت)

وللشيخ الفاني العاجز عن الصوم الفطر ويفدي وجوبًا ولو في أول الشهر وبلا تعدد فقير كالفطرة لو موسرًا وإلا فيستغفر اللّٰه (الدر المختار) قوله للشيخ الفاني: أي الذي فنيت قوته أو أشرف على الفناء، ولذا عرفوه بأنه الذي كل يوم في نقص إلى أن يموت، نهر. ومثله ما في القهستاني عن الكرماني:

المريض إذا تحقق اليأس من الصحة فعليه الفدية لكل يوم من المرض. (رد المحتار، كتاب الصوم / فصل في العوارض المبيحة لعدم الصوم ٣/ ٤١٠ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۲۳ / ۲۵/ ۹/ ۱۴۴۱ھ)

شوگر کے دائمی مریض کے لئے روزہ نہ رکھنے کا حکم

سوال (٦٠٧):- میں ہائی لیول شوگر کا مریض ہوں، فی الحال روزہ رکھنے پر قدرت نہیں ہے، اورآئندہ قضا رکھنے کا بھی بظاہر امکان نہیں ہے، تو مجھے کیا کرنا چاہئے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- اگر واقعۃً آپ بیماری کی وجہ سے روزہ رکھنے پر قادر نہیں ہے، اور اِس بیماری سے شفا کی بھی اُمید نہیں ہے، تو آپ کے لئے گنجائش ہے کہ ہر روزے کے بجائے فدیہ اَدا کردیں، یعنی ایک روزے کے بدلے میں ایک فقیر کو صبح وشام کھانا کھلائیں یا ایک صدقہ فطر یا اُس کی قیمت کسی مستحق فقیر کو دے دیں۔ (محقق ومدلل جدید مسائل ۱/ ۲۱۱)

قال اللّٰه تبارک وتعالیٰ: ﴿وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ﴾

[البقرة، جزء آيت: ١٨٤]

قال ابن عباس: هو للشيخ الكبير والمرأة الكبيرة لا يستطيعان أن يصوما فيطعمان مكان كل يوم مسكينًا. وأما الشيخ الفاني الهرم الذي لا يستطيع الصيام فله أن يفطر ولا قضاء عليه؛ لأنه ليست له حال يصير إليها يتمكن فيها من القضاء، ولكن هل يجب عليه إذا أفطر أن يطعم عن كل يوم مسكينًا إذا كان ذا جِدة؟ فيه قولان للعلماء: الثاني وهو الصحيح، وعليه أكثر العلماء أنه يجب عليه فدية عن كل يوم كما فسره ابن عباس وغيره من السلف على قراءة من قرأ: ﴿وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ﴾ أي يتجشمونه، كما قاله ابن مسعود وغيره، وهو اختيار البخاري فإنه قال: وأما الشيخ الكبير إذا لم

يطق الصيام فقد أطعم أنس بعد أن كبر عامًا أو عاملين كل يوم مسكينًا خبزًا ولحمًا وأفطر. وهذا اللفظ علقه البخاري قد أسنده الحافظ أبو يعلى الموصلي في مسنده الخ. (تفسير ابن كثير مكمل ص: ١٤٦ دار السلام رياض)

وللشيخ الفاني العاجز عن الصوم الفطر ويفدي (الدر المختار) قوله: والشيخ الفاني أي الذي فنيت قوته أو أشرف على الفناء ...... ومثله ما في القهستاني عن الكرماني: المريض إذا تحقق اليأس من الصحة فعليه الفدية لكل يوم من المرض. (رد المحتار، كتاب الصوم / باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده ٤١٠/٣ زكريا، فتح القدير / فصل في العوارض ٣٥٦/٢ دار الفكر بيروت)

المريض إذا خاف على نفسه التلف أو ذهاب عضو يفطر بالإجماع، وإن خاف زيادة العلة وامتداده فكذلك عندنا وعليه القضاء إذا أفطر، كذا في المحيط. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الصوم / الباب الخامس في الأعذار التي تبيح الإفطار ٢٠٧/١ زكريا، الفتاوىٰ التاتارخانية ٤٠٣/٣ رقم: ٤٦٩٧ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۷ / ۹/۹/۱۴۴۱ھ)

کورونا پازیٹیو مریض کے لئے روزہ چھوڑنے کا حکم

سوال (۶۰۸): - دہلی میں ایک آئیسولیشن سینٹر میں ۲۵۰؍لوگ ہیں، جن میں ۷۰؍ حضرات کی کورونا رپورٹ پوزیٹو ہے، اُن کے بارے میں ڈاکٹروں کا یہ کہنا ہے کہ یہ حضرات روزہ نہ رکھیں، اگر اِس کا خیال نہ رکھا تو اُن کے لئے سخت خطرہ ہوسکتا ہے؛ کیوں کہ اِس خطرناک مرض کی اَب تک کوئی دوا تجویز نہیں ہوئی ہے، تو سوال یہ ہے کہ اُن حضرات کے لئے روزہ رکھنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد: - ایسے لوگوں کے لئے شریعت میں روزہ نہ رکھنے کی گنجائش ہے۔ قرآن پاک میں ہے: ﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى

سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ آخَرَ﴾ [البقرة، جزء آیت: ۱۸٤] (یعنی تم میں سے جو شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو، اُس کے لئے دیگر ایام میں قضا روزہ رکھنے کی گنجائش ہے) اِس لئے ہم یہی مشورہ دیں گے کہ جو لوگ کورونا کے مرض میں مبتلا ہیں، اور ڈاکٹر حضرات کہہ رہے ہیں کہ روزہ اُن کے لئے نقصان دہ ہے، تو وہ اِس رخصت پر عمل کریں، اور اِس وقت روزہ نہ رکھیں؛ تاکہ اُن کی جان محفوظ ہو اور اُن کو جلد از جلد شفا حاصل ہو۔ شفایابی کے بعد روزہ رکھیں تو بہتر ہے۔

قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيْضًا اَوْ عَلىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ آخَرَ﴾ [البقرة: ۱۸٤]

الثانية: أن يقدر على الصوم بضرر ومشقة، فهذا يستحب له الفطر ولا يصوم إلا جاهلٌ. قال ابن سيرين: متى حصل الإنسان في حال يستحق بها اسم المرض صح الفطر قياسًا على المسافر لعلة السفر، وإن لم تدع إلى الفطر ضرورة ...... وقال جمهور من العلماء: إذا كان به مرض يؤلمه ويؤذيه أو يخاف تماديه أو يخاف تزيّده صح له الفطر .... قلت: قول ابن سيرين أعدل شيء في هٰذا الباب إن شاء اللّٰه تعالىٰ. قال البخاري: اعتللت بنيسابور علة خفيفة، وذٰلک في شهر رمضان فعادني إسحق بن راهويه في نفر من أصحابه، فقال لي: أفطرت يا أبا عبد اللّٰه! فقلت: نعم، فقال: خشيت أن تضعف عن قبول الرخصة، قلت: حدثنا عبدان عن ابن المبارک عن ابن جريج قال: قلت لعطاء: من أي المرض أفطر؟ قال: من أي مرض كان. كما قال تعالىٰ: ﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيْضًا﴾ قال البخاري: وهٰذا الحديث لم يكن عند إسحق. وقال أبوحنيفة: إذا خاف الرجل علىٰ نفسه وهو صائم إن لم يفطر أن تزداد عينه وجعٌ أو حماه شدة أفطر. (الجامع لأحكام القرآن الكريم للقرطبي ج: ۱ جزء: ۲ ص: ۲۵۸ دار الفكر بيروت)

لمسافر أو مريض خاف الزيادة لمرضه وصحيح خاف المرض، وخادمة خافت الضعف بغلبة الظن بأمارة أو تجربة أو بإخبار طبيب حاذق مسلم مستور …… الفطر يوم العذر وقضوا لزومًا ما قدروا بلا فدية. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الصوم / فصل في العوارض / المبيحة لعدم الصوم ٤٠٤/٣ زكريا، ٤٢٢/٢ كراچی، هكذا في الفتاویٰ الهندية ٢٠٧/١ زكريا)

والمرض الذي يبيح الفطر ما يخاف منه الموت أو زيادة علة، حتیٰ لو خاف أنه لو لم يفطر يزداد عينه وجعًا أو حماه شدة حل له أن يفطر. (الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب الصوم / الفصل السابع في الأسباب المبيحة للفطر ٤٠٣/٣ رقم: ٤٦٩٧ زكريا)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۲ / ۱۴۴۱/۹/۴ھ)

شدتِ مرض کی وجہ سے روزہ توڑنا

سوال (٦٠٩):- شدتِ مرض کی وجہ سے اگر کوئی مسلمان ڈاکٹر مریض کو روزہ توڑنے کا مشورہ دے، اور وہ روزہ توڑ دے، تو کیا صرف قضا واجب ہوگی یا کفارہ بھی لازم ہوگا؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- مریض اگر مرض کی وجہ سے روزہ توڑ دے تو اُس پر صرف قضا لازم ہے کفارہ نہیں؛ کیوں کہ وہ شرعاً معذور ہے۔ (کتاب المسائل ۱۶۶/۲)

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ اَيَّامٍ اُخَرَ﴾ [البقرة، جزء آيت: ١٨٤]

أو مريض خاف الزيادة لمرضه وصحيح خاف المرض …… بغلبة الظن بأمارة أو تجربة أو بإخبار طبيب حاذق مسلم مستور – إلیٰ قوله – الفطر وقضوا لزومًا. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الصوم / فصل في العوارض، المبيحة العدم الصوم ٤٠٤/٣ زكريا، ٤٢٢/٢ كراچی)

المريض إذا خاف على نفسه التلف أو ذهاب عضو يفطر بالإجماع، وإن خاف زيادة العلة وامتداده فكذلك عندنا وعليه القضاء إذا أفطر، كذا في المحيط. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الصوم / الباب الخامس في الأعذار التي تبيح الإفطار ٢٠٧/١ زكريا، الفتاوىٰ التاتارخانية ٤٠٣/٣ رقم: ٤٦٩٧ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۷ / ۱۴۴۱/۹/۹ھ)

کورونا پازیٹیو مریض کو پلازما عطیہ کرنے کے لئے روزہ توڑنا

سوال (۶۱۰):- جولوگ کورونا پازیٹو تھے؛ لیکن اللہ تعالیٰ نے اُنہیں شفا عطا فرمادی، تو اَب جو اِس وقت مریض ہیں اُن کے علاج کے لئے صحت یافتہ لوگوں کے پلازما کی ضرورت پڑ رہی ہے، یعنی اُن کے خون کے کچھ ذرات نکال کر کورونا پازیٹو مریضوں کے جسم میں داخل کئے جاتے ہیں، اِس سے اُن کے جسم کی قوتِ مدافعت بڑھ جاتی ہے، اور اُن کے لئے شفا کی اُمید قوی ہوجاتی ہے، مگر پلازما عطیہ کرنے والوں کے لئے لازم ہے کہ چار پانچ گھنٹہ اُنہیں وقفہ وقفہ سے پانی پینا پڑے گا، اِس کے بعد ہی اُن کو اس مشین پر لٹایا جاتا ہے، پھر اُن کا پلازما نکالا جاتا ہے۔ تو اَب سوال یہ ہے کہ جو دوسروں کی جان بچانے کے لئے اپنا خون دے رہا ہے، اُن کے لئے روزہ کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- اگر اِس کے علاوہ متبادل کوئی شکل نہ رہے اور جان بچانے کے لئے اُن لوگوں کا خون لینا ضروری ہو؛ جیسا کہ آج کل ڈاکٹر حضرات کہہ بھی رہے ہیں، تو دوسرے کی جان بچانے کے لئے فی الوقت روزہ چھوڑنے کی گنجائش ہے۔ بہتر یہ ہے کہ جس صبح کو یہ کام کرنا ہے اُس دن روزہ رکھے ہی نہیں۔ اور اگر رکھ لیا اور پھر ایسی مجبوری پیش آگئی اور کوئی شکل بھی اس کے علاوہ نہیں ہے، ایسا بھی نہیں ہے کہ افطار کے بعد خون دے سکے؛ کیوں کہ سرکاری نظام ایسا ہی ہے، اور اُن کی طرف سے تقاضا ہے تو ایسی مجبوری میں اگر وہ روزہ رکھ کر توڑ دیں گے تو اُن پر کفارہ لازم نہیں ہوگا؛ بلکہ صرف قضا لازم ہوگی۔

اور اِس بارے میں آج سے دوڈھائی سال پہلے ''ادارۃ المباحث الفقھیہ جمعیۃ علماء ہند'' کا ایک فقہی اجتماع جمبوسر گجرات میں ہوا تھا، وہاں ایک تجویز اِس قسم کی منظور کی گئی تھی کہ کسی کی جان بچانے کے لئے روزہ توڑنا پڑے، تو اس روزہ کے بدلے میں صرف قضا لازم ہوگی کفارہ لازم نہیں ہوگا۔ ملک کے اہم مفتیان کرام نے اس تجویز کی تائید کی تھی۔

وفي الظهيرية: رضيع مبطون يخاف موته من هٰذا الدواء، وزعم الأطباء أن الظئر إذا شربت دواء كذا برئ الصغير وتماثل وتحتاج الظئر إلىٰ أن تشرب ذلک نهارًا في رمضان، قيل: لها ذٰلک، إذا قال ذلک الأطباء الحذاق ...... أطلق في الكتاب الأطباء الحذاق. قال رضي اللّٰه عنه: وعندي هٰذا محمول على الطبيب المسلم دون الكافر. (البحر الرائق، كتاب الصوم / فصل في العوارض ٤٩٣/٢ دار الكتب العلمية بيروت، ٢٨٢/٢ كراچی)

وفي مجموع النوازل: سئل الشيخ عن صغير رضيع مبطون يخاف موته بهذا الدواء، وله ظئر يزعم الأطباء أن الظئر إذا شربت دواء، كذا يبرأ هذا الصغير، وتحتاج الظئر أن تشرب ذلک نهارًا في رمضان، هل يجوز لها الإفطار بهذا العذر؟ قال: نعم! إذا قال الأطباء البصراء بذلک. وفي الظهيرية: قال: وعندي هذا محمول على الطبيب المسلم دون الكافر، كمسلم شرع في الصلاة بالتيمم فوعد له كافر إعطاء الماء؛ فإنه لا يقطع الصلاة. (الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب الصوم / الفصل السابع في الأسباب المبيحة للفطر ٤٠٥/٣ رقم: ٤٧٠٢ زكريا) ***فقط واللہ تعالیٰ اعلم***

(دینی رہنمائی:۲ / ۱۴۴۱/۹/۴ھ)

❍❖❍

جن چیزوں سے روزہ فاسد نہیں ہوتا

روزہ رکھنے کے بعد خود بخود قے ہوگئی

سوال (۶۱۱):- فجر کی نماز کے بعد روزہ رکھنے کی حالت میں خود بخود قے ہوگئی، تو روزہ رہے گا یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- خود بخود قے ہونے سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے؛ (البتہ اگر بالقصد منہ بھر کر قے کی جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا) (احسن الفتاویٰ ۴/۴۴۳ دارالاشاعت دہلی، کتاب المسائل ۲/۱۵۵)

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من ذرعه قيء وهو صائم فليس عليه قضاءٌ، وإن استقاء فليقض. (سنن أبي داؤد، كتاب الصوم / باب الصائم يستقيء عامدًا رقم الحديث: ۲۳۸۰)

قوله: ذرعه أي سبقه وغلبه في الخروج، قوله: فليس عليه قضاء؛ لأنه لم يفسد صومه فلا يجب قضاؤه، قوله: وإن استقاء عمدًا ...... قال: والحديث يدل على أنه لا يبطل صوم من غلبه القيء، ولا يجب عليه القضاء، ويبطل صوم من تعمد إخراجه ولم يغلبه، ويجب عليه القضاء، وقد ذهب إلى هذا علي وابن عمر وزيد بن أرقم والشافعي. قلت: وكذلك قالت الحنفية. (بذل المجهود، كتاب الصيام / باب الصائم يستقيء عامدًا ۸/۵۳۳-۵۳۵ مركز الشيخ أبي الحسن الندوي مظفرفور أعظم جراه)

وإن ذرعه القيء وخرج ولم يعد لا يفطر مطلقًا ملأ أو لا، فإن عاد بلا صنعه ولو هو ملأ الفم مع تذكره للصوم لا يفسد، خلافاً للثاني، وإن أعاده أو قدر حمصة منه فأكثر، حدادي. أفطر إجماعًا ولا كفارة إن ملأ الفم وإلا لا، هو المختار. وإن استقاء أي طلب القيء عامدًا أي متذكرًا لصومه إن كان مِلء الفم فسد بالإجماع مطلقًا، وإن أقل لا عند الثاني وهو الصحيح. لكن ظاهر الرواية كقول محمدؒ إنه يفسد كما في الفتح عن الكافي. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الصوم / باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده ۳۹۲/۳-۳۹۳ زكريا، مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي / باب في بيان ما لا يفسد الصوم ۳۶۲ كراچی، البحر الرائق، كتاب الصوم / باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده ۴۷۹/۲ زكريا، ۲۷۴/۲ كراچی)

فإن ذرعه القيء لم يفطر لقوله عليه السلام: من قاء فلا قضاء عليه، ومن استقاء عامدًا فعليه القضاء، ويستوي فيه ملء الفم فما دونه ...... فإن استقاء عمدًا ملء فيه فعليه القضاء لما روينا. (الهداية، كتاب الصوم / باب ما يوجب القضاء والكفارة ۱۱۰/۲ مكتبة البشرىٰ كراچی، ۲۱۸/۱ المكتبة الأشرفية ديوبند)

ثم الجمع بين آثار الفطر مما دخل وبين آثار القيء أن في القيء يتحقق رجوع شيء مما يخرج وإن قل، فلاعتباره يفطر وفيما إذا ذرعه إن تحقق ذٰلك أيضًا لكن لا صنع له فيه، ولا لغيره من العباد فكان كالنسيان لا الإكراه والخطأ.

(فتح القدير، كتاب الصوم / باب ما يوجب القضاء والكفارة ۳۳۴/۲ دار الفكر بيروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۱ / ۱۴۴۱/۹/۳ھ)

روزہ میں خون کی قے

سوال (۶۱۲):- اگر روزے کی حالت میں خون کی قے ہوجائے، تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- روزے کی حالت میں اگر خودبخود

خون وغیرہ کی قے ہوئی ہے، تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

إذا قاء أو استقاء ملء الفم أو دونه عاد بنفسه أو أعاد أو خرج فلا فطر على الأصح، إلا في الإعادة والاستقاء بشرط ملء الفم، هكذا في النهر الفائق. وهذا كله في قيء طعام أو ماء أو مرة أو دم. (الدر المختار، كتاب الصوم / باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد الصوم ۳۹۳/۳ زكريا، الفتاویٰ الهندية، كتاب الصوم / الباب الرابع ۲۰٤/۱ زكريا، فتاویٰ خانية على الهندية، كتاب الصوم / الفصل السادس فيما يفسد الصوم ۲۱۱/۱ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۱۶ / ۱۴۴۱/۹/۱۸ھ)

روزہ میں بلغم اور جمے ہوئے خون کی قے

سوال (۶۱۳):- اگر کسی کو کھانسی کے ساتھ بے اختیار ایسی قے ہوجائے جس میں بلغم کے ساتھ جما ہوا خون ہو اور منہ بھر کے نکلے، تو روزے کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- جو قے خودبخود نکلے، اُس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، چاہے منہ بھر کر ہو یا اُس سے کم ہو۔ اِسی طرح بلغمی ہو یا خونی ہو، یا کھانے کی قے ہو، اور اُسے دوبارہ نہ نگلا جائے؛ بلکہ سب باہر کردی جائے، تو اُس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ البتہ اگر جان بوجھ کر منہ بھر کر قے کی، یا تھوڑی سی قے کو پھر واپس لوٹا لیا، تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

وإن ذرعه القيء وخرج لا يفطر مطلقاً ...... وهٰكذا كله في قيء طعامٍ أو ماءٍ أو مرةٍ أو دمٍ؛ فإن كان بلغمًا فغير مفسدٍ مطلقًا (الدر المختار) قوله: أو دم، الظاهر أن المراد به الجامد. قوله: ”فإن كان بلغمًا“ أي صاعدًا من الجوف، أما إذا كان نازلاً من الرأس فلا خلاف في عدم إفساده الصوم، كما لا خلاف في عدم نقضه الطهارة. كذا في الشرنبلالية. (رد المحتار مع الدر المختار، كتاب الصوم / باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده ۳۹۲/۳-۳۹٤ زكريا، مراقي الفلاح مع حاشية

الطحطاوي / باب في بيان ما لا يفسد الصوم ٣٦٢ كراچی، الهداية، كتاب الصوم / باب ما يوجب القضاء والكفارة ٢/ ١١٠ مكتبة البشرىٰ كراچی)

والثانية إن كان ملء الفم وأعاده أو شيئًا منه قدر الحمصة فصاعدًا أفطر إجماعًا، أما عند أبي يوسف فلأنه ملء الفم فكان خارجًا وما كان خارجًا إذا أدخله جوفه فسد صومه، ومحمد رحمه اللّٰه يقول: قد وجد منه الصنع.

(البحر الرائق، كتاب الصوم / باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده ٢/ ٢٧٤ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۲ / ۱۴۴۱/۹/۴ھ)

ڈکار کے ساتھ حلق میں پانی آکر واپس چلا گیا

سوال (۶۱۴):- اگر ڈکار کے ساتھ تھوڑا سا پانی حلق میں آئے اور خود ہی واپس ہوجائے، تو روزہ کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- بلاارادہ حلق میں پانی لوٹ جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

إذا قاء أو استقاء ملء الفم أو دونه عاد بنفسه أو أعاد أو خرج فلا فطر على الأصح إلا في الإعادة، والاستقاء بملء بشرط ملء الفم. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الصوم / الباب الرابع فيما يفسد وما لا يفسده ١/ ٢٠٤، الفتاوىٰ التاتارخانية ٣/ ٣٧٥ زكريا، الدر المختار مع الشامي، كتاب الصوم / باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده ٣/ ٣٩٢ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۱۴ / ۱۴۴۱/۹/۱۶ھ)

روزہ میں بلغم یا لعابِ دہن حلق سے نیچے اُتر جانا؟

سوال (۶۱۵):- روزے کی حالت میں بلغم یا لعابِ دہن حلق سے نیچے اُتر جائے، تو اِس سے روزے پر کچھ فرق پڑے گا یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- لعابِ دہن یا بلغم کے منہ کے اندر رہتے ہوئے نگلنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ (بہشتی زیور ۳/۲۱)

ولو دخل المخاط أنفه من رأسه ثم استشمه فأدخل حلقه عمدًا لم يفطره؛ لأنه بمنزلة ريقه. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الصوم / الباب الرابع فيما يفسد وما لا يفسد ۲۰۳/۱ زكريا، الدر المختار، كتاب الصوم / باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده ۳۷۳/۳ زكريا، فتح القدير، كتاب الصوم / باب ما يوجب القضاء والكفارة ۳۳۲/۲ دار الفكر بيروت، الفتاویٰ التاتارخانية ۳۸٤/۳ زكريا)

أو خرج بزاقه من الفم إلى الذقن ولم ينقطع فابتلعها لا يفسد صومه. (قاضي خان على هامش الهندية، كتاب الصوم / الفصل الخامس فيما لا يفسد الصوم ۲۰۸/۱) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۲۱ / ۱۴۴۱/۹/۲۳ھ)

روزہ میں سرمہ کا اثر حلق تک پہنچ گیا

سوال (٦١٦):- ایک صاحب نے روزے کی حالت میں سرمہ لگایا، اور اُس کا اثر منہ یا بلغم میں محسوس ہوا، پھر تھوک نگل لیا، تو روزے پر اُس کا کیا اثر ہوگا؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- سرمہ لگانے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا؛ اگرچہ اُس کا رنگ یا ذائقہ منہ یا بلغم میں محسوس ہو۔

أو أقطر بشيء من الدواء في عينه لا يفسد الصوم عندنا وإن وجد طعم ذلك في حلقه. (الفتاویٰ التاتارخانية ۳۷۹/۳ زكريا)

اختلف الفقهاء فيما يوضع في العين كالكحل ونحوه، هل يفطر أو لا؟ وخلافهم هٰذا مبني على أمر آخر، وهو هل تعتبر العين منفذًا كالفم، أو ليس بينها وبين الجوف قناة، ولا تعد منفذًا، وإنما يصل ما يوضع فيها إلى الجوف

عـن طـريـق الـمسـام، فـذهـب الأحـنـاف و الشافعية إلى أنه لا منفذ بين العين والجوف أو الدماغ، وبناءً على ذلك فهم لا يرون ما يوضع في العين مفطرًا.

ولـم أجـد لـلـمتـقدمين كلامًا حول قطرة العين نصًا، لكن ظهر جليًا من خلال كـلام قطرة الأذن والكحل في العين أن الضابط عندهم هو كونها منفذًا أو لا، فـإذا أردنـا مـعـرفة حكم قطرة العين عند الفقهاء المتقدمين فهو على الخلاف السابق في الكحل. وأما المعاصرون فقد اختلفوا في قطرة العين كما يلي:

القول الأول: ذهب أكثر أهل العلم إلى أن قطرة العين لا تفطر.

الأدلة: ١ :- أن جـوف الـعين لا تتسع لأكثر من قطرة واحدة، والقطرة الـواحـدة حجمها قليل جدًا، فإن الملعقة الواحدة الصغيرة تتسع إلى ٥ سم ٣ من السوائل، وكل سم ٣ يـمثـل خـمس عشرة قطرة، فالقطرة الواحدة تـمثل جـزءًا مـن خـمسة وسبـعيـن جـزءًا مـما يوجد في الملعقة الصغيرة. وبعبارة أخرى حجم القطرة الواحدة (٠٫٠٦) من السم ٣. وإذا ثبت أن حجم القطرة قليل؛ فإنه يعفى عنه، فهو أقل من القدر المعفو عنه مما يبقى من المضمضة.

٢ :- أن هـذه القطرة أثناء مرورها في القناة الدمعية تمتص جميعها ولا تـصـل إلـى الـبـلـعـوم، أمـا الـطعم الذي يشعر به في الفم فليس لأنها تصل إلى الـبـلـعـوم، بل لأن آلة التذوق الوحيدة هي اللسان، فعندما تمتص هذه القطرة تـذهـب إلـى مناطق التذوق في اللسان، فتصبح طعمًا يشعر بها المريض، هذا قرر بعض الأطباء، وإذا ثبت هذا فهو حاسم في المسألة.

٣:- أن القطرة في الـعيـن لا تـفطر؛ لأنها ليست منصوصًا عليها، ولا بـمـعـنـى الـمـنـصـوص عـليه، والعين ليست منفذًا للأكل والشرب ولو لطخ الإنسـان قـدميـه ووجـد طـعـمـه فـي حـلـقه لم يفطره؛ لأن ذلك ليس منفذًا فكذلك إذا قطر في عينه.

القول الثاني: أن قطرة العين تفطر.

الراجح:- الذي يظهر، والله تعالىٰ أعلم، أن أرجح القولين القول الأول، وأنه ليس هناک ما يعتمد عليه في جعل قطرة العين مفسدة للصيام. (مفطرات الصوم المعاصرة ص: ٣١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۲۱ / ۱۴۴۱/۹/۲۳ھ)

گردے کا درد روکنے کے لئے روزہ میں انجکشن لگوانا

سوال (۶۱۷):- روزہ رکھنے کے بعد اگر گردے میں شدید درد ہو جائے، تو گردے کے درد کو روکنے کے لئے انجکشن لگانے سے روزہ رہے گا یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- انجکشن لگانے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا؛ لہٰذا روزے کی حالت میں درد روکنے کے لئے انجکشن لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔
(فتاویٰ محمودیہ ۱۵۲/۱۰ ڈابھیل، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۴۰۸/۶، کفایت المفتی ۳۷۷/۶ جدید زکریا، اِمدادالمفتیین ص: ۲۱۱ دارالاشاعت کراچی)

أما ما وصل إلى الجوف أو إلى الدماغ عن غير المخارق الأصلية بأن داوى الجائفة والآمة فإن داواها بدواء يابس لا يفسد؛ لأنه لم يصل إلى الجوف ولا إلى الدماغ، ولو علم أنه وصل يفسد في قول أبي حنيفة، وإن داواها بدواءٍ رطب يفسد عند أبي حنيفة، وعندهما لا يفسد، هما اعتبرا المخارق الأصلية؛ لأن الوصول إلى الجوف من المخارق الأصلية متيقن به، ومن غيرها مشكوک فيه، فلا نحكم بالفساد مع الشک. (بدائع الصنائع، كتاب الصوم / مفسداته ٢٤٣/٢ المكتبة النعيمية ديوبند، ٦٠٧/٢ دار الكتب العلمية بيروت)

فرع: لو أوصل الدواء إلى داخل لحم الساق أو غرز فيه سكينًا أو غيرها فوصلت مخه لم يفطر بلا خلافٍ؛ لأنه لا يعد عضوًا مجوفًا. (شرح مهذب للنووي / كتاب الصيام ٣٨٠/٧ دار الكتب العلمية بيروت)

وأكثر المشائخ اعتبروا الوصول إلى الجوف في الجائفة والآمة إن عرف أن اليابس وصل إلى الجوف يفسد صومه بالاتفاق، وإن لم يعرف أن الرطب لا يصل إلى الجوف لا يفسد، كذا ذكر شمس الأئمة السرخسي. (الفتاویٰ التاتارخانية / كتاب الصوم ٣٧٩/٣ زكريا، رد المحتار، كتاب الصوم / باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده ٣٧٦/٣ زكريا)

قال في النهر: لأن الموجود في حلقه أثر داخل من المسام الذي هو خلل البدن، والمفطر إنما هو الداخل من المنافذ للاتفاق، على أن من اغتسل في ماء فوجد برده في باطنه أنه لا يفطر. (رد المحتار، كتاب الصوم / باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده ٣٦٧/٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۱ / ۱۴۴۱/۹/۳ھ)

روزہ میں دوا کی کلی کرنا

سوال (۶۱۸):- منہ کے اندر چھالے اور زخم ہو گئے ہیں، تو کیا روزہ کی حالت میں منہ کے اندر دوا لگا سکتے ہیں، یا دوا کی کلی کر سکتے ہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- روزہ میں دوا کی کلی کی جا سکتی ہے، اِس میں کوئی حرج نہیں ہے؛ البتہ اِس کا خیال رہے کہ دوا حلق میں نہ جانے پائے، ورنہ روزہ ٹوٹ جائے گا۔

أو خرج الدم من بين أسنانه ودخل حلقه يعني ولم يصل إلى جوفه لا يفطر. (شامي / كتاب الصوم ٣٦٧/٣ زكريا)

لأن الفم له حكم الظاهر حتى لا يفسد صومه بالمضمضة. (الهداية / كتاب الصوم ٢١٨/١ المكتبة الأشرفية ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۱۲ / ۱۴۴۱/۹/۱۴ھ)

کیا گلوکوز چڑھانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

سوال (۶۱۹):- روزہ کی حالت میں بیمار کوگلوکوز چڑھانے سے روزہ ٹوٹے گا یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- گلوکوز چڑھانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا؛ البتہ محض قوت حاصل کرنے کے لئے روزے کی حالت میں گلوکوز چڑھانا پسندیدہ نہیں ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم زکریا ۲۹۹/۳ مجلس الجوث والافتاء، کتاب الفتاویٰ ۳۹۱/۳ نعیمیہ دیو بند، منتخبات نظام الفتاویٰ ۵۴۹/۱ ایفا پبلی کیشنز دہلی، ایضاح المسائل ص:۸۴)

أما ما وصل إلى الجوف أو إلى الدماغ عن غير المخارق الأصلية بأن داوى الجائفة والأمة فإن داواها بدواء يابس لا يفسد؛ لأنه لم يصل إلى الجوف ولا إلى الدماغ، ولو علم أنه وصل يفسد في قول أبي حنيفة، وإن داواها بدواءٍ رطب يفسد عند أبي حنيفة، وعندهما لا يفسد، هما اعتبرا المخارق الأصلية؛ لأن الوصول إلى الجوف من المخارق الأصلية متيقن به، ومن غيرها مشكوك فيه، فلا نحكم بالفساد مع الشك. (بدائع الصنائع، كتاب الصوم / مفسداته ٢٤٣/٢ المكتبة النعيمية ديوبند، ٦٠٧/٢ دار الكتب العلمية بيروت)

فرع: لو أوصل الدواء إلى داخل لحم الساق أو غرز فيه سكينًا أو غيرها فوصلت إلى مخه لم يفطر بلا خلافٍ؛ لأنه لا يعد عضوًا مجوفًا. (شرح مهذب للنووي / كتاب الصيام ٣٨٠/٧ دار الكتب العلمية بيروت)

وأكثر المشائخ اعتبروا الوصول إلى الجوف في الجائفة والآمة إن عرف أن اليابس وصل إلى الجوف يفسد صومه بالاتفاق، وإن لم يعرف أن الرطب لا يصل إلى الجوف لا يفسد، كذا ذكر شمس الأئمة السرخسي. (الفتاویٰ التاتارخانية / كتاب الصوم ٣٧٩/٣ زكريا، رد المحتار، كتاب الصوم / باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده ٣٧٦/٣ زكريا)

قال في النهر: لأن الموجود في حلقه أثر داخل من المسام الذي هو خلل البدن، والمفطر إنما هو الداخل من المنافذ للاتفاق، على أن من اغتسل في ماء فوجد برده في باطنه أنه لا يفطر. (رد المحتار، كتاب الصوم / باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده ٣٦٧/٣ زكريا)

لأن المفطر إنما هو الداخل من المنافذ ولهذا اتفقوا على أن من اغتسل فوجد برد الماء في باطنه لا يفطر. (فتح المعين ٤٣١/١)

وإن وصل عين الكحل إلى باطنه فذلك من قبل المسام، لا من قبل المسالك، إذ ليس بين العين إلى الحلق مسلك فهو نظير الصائم يشرع في الماء فيجد برودة الماء في كبده. (المبسوط للإمام السرخسي ٦٧/٣)

والداخل من المسام لا ينافي كما لو اغتسل بالماء البارد. (الهداية / باب ما يوجب القضاء والكفارة ٢١٧/١)

وفي البدائع: تحت مسئلة الاكتحال: وما يوجد من طعمه فذاك أثره لا عينه. (بدائع الصنائع ٩٣/٢ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۵ / ۱۴۴۱/۹/۷ھ)

روزہ میں انسولین کا انجکشن لگانا

سوال (٦٢٠):- شوگر کے مریض بعض مرتبہ کھانے سے پہلے انسولین کا انجکشن لگاتے ہیں، تو سوال یہ ہے کہ افطار سے ۵/منٹ پہلے شوگر کا مریض انسولین کا انجکشن لگا سکتا ہے یا نہیں؛ کیوں کہ اُسے عام طور پر پیٹ میں لگایا جاتا ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- اِنسولین کا انجکشن براہِ راست معدہ تک نہیں پہنچتا؛ بلکہ گوشت کے اندر لگایا جاتا ہے، اِسی لئے اِس کا پیٹ میں لگانا ضروری نہیں ہے، ران اور کولہے وغیرہ میں بھی لگا سکتے ہیں؛ لہٰذا جو حکم عام انجکشنوں کا ہے وہی حکم اِنسولین کا

بھی ہے کہ اِس کی وجہ سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ تو اگر کسی کو ایسی ضرورت پیش آرہی ہے تو وہ روزے کی حالت میں اِنسولین کا انجکشن لگا سکتا ہے۔ (اِمداد الاحکام ۱۳۰/۲ مکتبہ دار العلوم کراچی)

أما ما وصل إلى الجوف أو إلى الدماغ عن غير المخارق الأصلية بأن داوى الجائفة والأمة فإن داواها بدواء يابس لا يفسد؛ لأنه لم يصل إلى الجوف ولا إلى الدماغ، ولو علم أنه وصل يفسد في قول أبي حنيفة، وإن داواها بدواءٍ رطب يفسد عند أبي حنيفة، وعندهما لا يفسد، هما اعتبرا المخارق الأصلية؛ لأن الوصول إلى الجوف من المخارق الأصلية متيقن به، ومن غيرها مشكوك فيه، فلا نحكم بالفساد مع الشك. (بدائع الصنائع، كتاب الصوم / مفسداته ۲٤۳/۲ المكتبة النعيمية ديوبند، ٦۰۷/۲ دار الكتب العلمية بيروت)

فرع: لو أوصل الدواء إلى داخل لحم الساق أو غرز فيه سكيناً أو غيرها فوصلت مخه لم يفطر بلا خلافٍ؛ لأنه لا يعد عضواً مجوفاً. (شرح مهذب للنووي / كتاب الصيام ۳۸۰/۷ دار الكتب العلمية بيروت)

فالمعتبر حقيقة الوصول حتى لو علم وصول اليابس أفسد أو عدم وصول الطري لم يفسد. (شامي / كتاب الصوم ۳۷٦/۳ زكريا، الفتاویٰ التاتارخانية / كتاب الصوم ۳۷۹/۳ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۳۰ / ۱۴۴۱/۹/۵ھ)

روزہ کی حالت میں کورونا ٹیسٹ کرانا

سوال (٦٢١):- روزہ کی حالت میں ’’کورونا ٹیسٹ‘‘ کرانا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- معتبر ڈاکٹروں سے تحقیق کے بعد یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ ’’کورونا ٹیسٹ‘‘ کے لئے گلے میں جو ’’اِسٹک‘‘ ڈالی جاتی ہے، اُس پر تھوڑی سی روئی لگی رہتی ہے، اُس پر کوئی چکنائی یا گلیسرین نہیں ہوتی؛ بلکہ وہ خشک اِسٹک ہوتی

ہے، جسے گلے کے ذریعے سے اندر سانس کی نلی میں ڈال کر اُس کے ذریعہ بلغم نکالا جاتا ہے، اور اِسٹک کا دوسرا سرا حلق میں ڈالنے والے ڈاکٹر کے ہاتھ میں ہوتا ہے، اِس لئے اِس طرح کے ٹیسٹ سے روزہ پر کوئی اثر نہیں پڑے گا اور روزہ درست رہے گا؛ لہٰذا اگر ضرورت ہو تو ایسا ٹیسٹ روزہ کی حالت میں بھی کرایا جاسکتا ہے؛ تاہم اگر گنجائش ہو اور کوئی جلدی نہ ہو تو اِفطار کے بعد کرانا زیادہ بہتر ہے۔ (دیکھئے: فتویٰ دارالعلوم دیوبند رقم الفتویٰ: ۷۴۶ن، فتویٰ جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی، فتویٰ نمبر: ۱۴۴۱۰۹۲۰۰۱۶۸)

وكذا لو ابتلع خشبة أو خيطًا ولو فيه لقمة مربوطة إلا أن ينفصل منها شيء، ومفاده أن استقرار الداخل في الجوف شرط للفساد، بدائع. أو أدخل إصبعه اليابسة فيه أي دبره أو فرجها، ولو مبتلة فسد (الدر المختار) قوله: "وكذا لو ابتلع خشبة": أي: عودًا من خشب إن غاب في حلقه أفطر وإلا فلا. قوله: "مفاده": أي: مفاد ما ذكر متنًا وشرحًا، وهو أن ما دخل في الجوف إن غاب فيه فسد، وهو المراد بالاستقرار، وإن لم يغب؛ بل بقي طرف منه في الخارج أو كان متصلاً بشيء خارج لا يفسد لعدم استقراره. قوله ولو مبتلة فسد لبقاء شيءٍ من البلة في الداخل. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الصوم / باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده ٣٦٩/٣ زكريا)

لأن فساد الصوم متعلق بالدخول شرعًا، قال النبي صلى الله عليه وسلم: "الفطر مما يدخل، والوضوء مما يخرج". علق كل جنس الفطر بكل ما يدخل، ولو حصل لا بالدخول لم يكن كل جنس الفطر معلقًا بكل ما يدخل؛ لأن الفطر الذي يحصل بما يخرج لا يكون ذٰلك الفطر حاصلاً بما يدخل. (بدائع الصنائع، كتاب الصوم / أركان الصيام ٦٢٥/٢ دار الحديث القاهرة، ٢٤٢/٢ المكتبة النعيمية ديوبند)

لأن الحجامة ليست إلا إخراج شيء من الدم، والفطر مما يدخل والوضوء مما يخرج، كذا قال رسول الله صلى الله عليه وسلم. (بدائع الصنائع، كتاب الصوم / فصل فيما يستحب للصائم وما يكره ٦٤١/٢ دار الكتب العلمية بيروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۳ / ۱۴۴۱/۹/۵ھ)

روزہ کی حالت میں آنکھ میں دواڈالنا

سوال (٦٢٢):- میری آنکھ میں تکلیف ہے، آنکھ دکھنے آرہی ہے تو روزہ کی حالت میں آنکھ میں دواڈال سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- روزہ کی حالت میں آنکھ میں دواڈال سکتے ہیں، اِس سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے۔ (احسن الفتاویٰ ۴/۴۳۹ دارالاشاعت دہلی، فتاویٰ دارالعلوم زکریا ۳/۲۸۸)

ولو أقطر شيئًا من الدواء في عينه لا يفطر صومه عندنا، وإن وجد طعمه في حلقه. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الصوم / الباب الرابع فيما يفسد وما لا يفسد ٢٠٣/١، الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب الصوم / الفصل الرابع فيما يفسد الصوم وما لا يفسد ٣٧٩/٣ رقم: ٤٣٠ ٦ زكريا، مراقي الفلاح ٣٦١)

ولو وضع في عينه لبنًا أو دواءً مع الدهن فوجد طعمه في حلقهٖ لا يفسد صومه، إذ لا عبرة بما يكون من المسام. (مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، كتاب الصوم / باب في بيان ما لا يفسد الصوم ٢٣٩ دار الكتب العلمية بيروت، ٣٦١ قديمى كتب خانه آرام باغ كراچی)

قوله: وإن وجد طعمه في حلقه: أي طعم الكحل أو الدهن، كما في السراج، وكذا لو بزق فوجد لونه في الأصح، بحر. قال في النهر: لأن الموجود في حلقه أثر داخل من المسام الذي هو خلل البدن والمفطر إنما هو الداخل من المنافذ. (رد المحتار، كتاب الصوم / باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده ٣٦٧/٤ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۲ / ۱۴۴۱/۹/۴ھ)

روزہ کی حالت میں داڑھ نکلوانا

سوال (۶۲۳):- روزہ کی حالت میں داڑھ نکلوا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- اِس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر داڑھ اِس طرح نکالے کہ خون کا کوئی حصہ حلق کے نیچے نہ جائے تو فی نفسہٖ اُس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا؛ لیکن ہوتا یہ ہے کہ داڑھ نکالنے کے لئے پہلے اُس حصے کو سُن کیا جاتا ہے، اور سُن ہونے کا اثر کئی گھنٹے تک رہتا ہے، جس کی وجہ سے پتہ نہیں چل پاتا کہ حلق میں کیا چیز چلی گئی؛ لہٰذا جب اِس بات کا امکان غالب ہوجائے کہ خون حلق میں چلا گیا ہے، تو یقیناً روزہ ٹوٹ جائے گا، اِس لئے روزے کی حالت میں بلا شدید ضرورت کے داڑھ نہیں نکلوانی چاہئے۔ (احسن الفتاویٰ ۴/۴۳۶ دار الاشاعت دہلی، ایضاح المسائل ۸۷ نعیمیہ دیوبند، کتاب الفتاویٰ ۳/۴۷۳)

أو خرج الدم من بين أسنانه ودخل حلقه يعني ولم يصل إلى جوفه، أما إذا وصل فإن غلب الدم أو تساويا فسد وإلا لا، إلا إذا وجد طعمه، بزازية. واستحسنه المصنف وهو ماعليه الأكثر (الدر المختار) قلت: ومن هذا يعلم حكم من قلع ضرسه في رمضان ودخل الدم إلى جوفه في النهار ولو نائمًا، فيجب عليه القضاء، إلا أن يفرق بعدم إمكان التحرز فيكون كالقيء الذي عاد بنفسه، فليراجع. (رد المحتار مع الدر المختار، كتاب الصوم / باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده ۳/۳۶۷-۳۶۸ زكريا)

ولو خرج دم من أسنانه فدخل حلقه فإن غلب الريق أفطره، وكذا إن ساواه استحسانًا وإلا لا، هٰذا ما عليه أكثر المشائخ. وفي السراج عن الوجيز: لو كان الدم غالبًا لا يفطر وهو الصحيح إلحاقًا له بما بين الأسنان بجامع عدم الاحتراز عنه. (النهر الفائق شرح كنز الدقائق، كتاب الصوم / باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده ۲/۱۸ دار الكتب العلمية بيروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۴ / ۱۴۴۱/۹/۶ھ)

روزہ کی حالت میں دانت سے خون نکلنا

سوال (۶۲۴):- اگر دانت سے اِس طرح خون آئے کہ کبھی خون غالب ہو اور کبھی تھوک غالب ہو، اور وہ حلق میں چلا جائے، تو ایسے شخص کے روزے کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- اگر دانت سے نکلنے والا خون اتنا زیادہ ہو کہ تھوک پر غالب آ جائے، یا تھوک کے برابر ہو، اور وہ پیٹ میں چلا جائے، تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ اور اگر تھوک غالب ہو اور خون مغلوب ہو، تو اُس کے پیٹ میں جانے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ اِسی طرح اگر دانت سے خون نکلا؛ لیکن پیٹ میں نہیں گیا تو بھی روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

(احسن الفتاویٰ ۴/۴۴۷ دارالاشاعت دہلی، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۶/۴۱۴ مکتبہ دارالعلوم دیوبند)

الدم إذا خرج من الأسنان ودخل حلقه إن كانت الغلبة للبزاق لا يضره، وإن كانت الغلبة للدم يفسد صومه وإن كانا سواء أفسد أيضًا استحسانًا. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الصوم / الباب الرابع فيما يفسد وما لا يفسد ۱/۲۰۳ دار إحياء التراث العربي بيروت)

وكذا إذا خرج الدم من بين أسنانه والبزاق غالب فابتلعه ولم يجد طعمه لا يفسد صومه، وإن كانت الغلبة للدم فسد صومه، وإن استويا فسد احتياطًا. (خانية على الهندية، كتاب الصوم / الفصل الخامس فيما لا يفسد الصوم ۱/۲۰۸ دار إحياء التراث العربي بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۷ / ۱۴۴۱/۹/۹ھ)

روزہ میں پیلو اور نیم کے علاوہ کی مسواک کرنا

سوال (۶۲۵):- روزے کی حالت میں پیلو اور نیم کے علاوہ کوئی مسواک کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- روزے کی حالت میں ہر طرح کی

مسواک کی اِجازت ہے، چاہے وہ پیلو کی ہو، نیم کی ہو، زیتون کی ہو، یا کسی اور چیز کی ہو؛ حتیٰ کہ فقہاء نے یہاں تک لکھا ہے کہ اگر نیم وغیرہ کی تر مسواک ہے، تو اُس کو بھی روزے کی حالت میں مطلقاً صبح وشام کسی وقت بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔ (اِمداد الفتاویٰ جدید مطول حاشیہ ۴/۲۷۰ زکریا)

عن عامر بن ربيعة رضي الله عنه قال: رأيت النبي صلى الله عليه وسلم ما لا أحصي يتوسک وهو صائمٌ. (سنن الترمذي، أبواب الصوم / باب ما جاء في السواك للصائم ١٥٤/١، سنن أبي داؤد، كتاب الصيام / باب السواك للصائم ٣٢٢/١، مشكاة المصابيح، كتاب الصوم / باب تنزيه الصوم ١٧٦/١)

قال المظهر: لا يضر السواک للصائم في جميع النهار؛ بل هو سنة عند أكثر أهل العلم، وبه قال مالک وأبوحنيفة؛ لأنه مطهر. قال الشمني: لا يكره للصائم استعمال السواک سواء كان رطبًا أو مبلولا قبل الزوال أو بعده وهو قول مالک. والخلوف بضم الخاء المعجمة على الصحيح، تغير رائحة الفم من خلو المعتدة وذلک لا يزال بالسواک. قال ابن الهمام: بل إنما يزيل أثره الظاهر عن السن من الاصفرار وهذا لأن سبب الخلوف خلو المعدة من الطعام، والسواک لا يفيد شغلها بطعام ليرتفع السبب، ولهذا روي عن معاذ مثل ما قلنا. روى الطبراني عن عبد الرحمن بن غنم، قال سألت معاذ بن جبل: أتسوک وأنا صائم؟ قال نعم، قلت: أي النهار أتسوک؟ قال: أي النهار شئت غدوة وعشية. قلت: إن الناس يكرهونه عشية، ويقولون إن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لخلوف فم الصائم أطيب عند الله من ريح المسک، فقال: سبحان الله لقد أمرهم بالسواک وهو يعلم أنه لا بد بفي الصائم خلوف وإن استاک وما كان بالذي يأمرهم أن ينتفعوا أفواههم عمدًا ما في ذلک من الخير شيء؛ بل فيه شر إلا من ابتلي ببلاء لا يجد منه بدًا الخ.

(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب الصوم / باب تنزيه الصوم ٤٣٩/٤-٤٤٠ دار الكتب العلمية بيروت، مجمع الزوائد، كتاب الصيام / باب السواك للصائم ٤٠٨/٧ رقم: ٥٠١٦ دار المنهاج)

ولا بأس بالسواك الرطب واليابس في الغداة والعشي عندنا الخ.

(الفتاوىٰ الهندية، كتاب الصوم / الباب الثالث فيما يكره للصائم وما لا يكره ١٩٩/١ زكريا، الهداية، كتاب الصوم / باب ما يوجب القضاء والكفارة ٢٢١/١، بدائع الصنائع، كتاب الصوم / بيان ما يسن وما يستحب للصائم وما يكره ٢٦٨/٢ زكريا)

ولا يكره سواك ولو عشيًا أو رطبًا بالماء على المذهب (الدر المختار) بل يسن للصائم كغيره، صرح به في النهاية لعموم قوله عليه السلام: لو لا أن أشق على أمتي لأمرتهم بالسواك عند كل وضوء وعند كل صلاة. تناوله الظهر والعصر والمغرب. قوله على المذهب: وكره الثاني المبلول بالماء لما فيه من إدخاله فمه من غير ضرورة، وردّ بأنه ليس بأقوى من المضمضة، أما الرطب الأخضر فلا بأس به اتفاقًا، كذا في الخلاصة. (رد المحتار، كتاب الصوم / باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده ٣٩٩/٣ زكريا، ٤١٩/٢ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۷ / ۱۴۴۱/۹/۹ھ)

روزہ میں وکس سونگھنا

سوال (٦٢٦):- روزہ میں وکس سونگھنا کیسا ہے؟ روزہ فاسد تو نہیں ہوگا؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- محض وکس سونگھنے سے روزہ فاسد نہیں ہوگا؛ البتہ ناک کے اندر باقاعدہ وکس نہ لگایا جائے؛ کیوں کہ اِس میں سانس کے ساتھ وکس کے اَجزاء اندر جانے کا احتمال ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم زکریا ۲۸۳/۳ مجلس البحوث والافتاء)

لا يكره لصائم شم رائحة المسك والورد ونحوه مما لا يكون جوهرًا متصلاً كالدخان. (مراقي الفلاح مع الطحطاوي / باب في بيان ما لا يفسد الصوم ص: ٣٦١

قديمى كتب خانه كراچى، ٢٣٩ دار الكتب العلمية بيروت)

ومفاده أنه لو أدخل حلقه الدخان أفطر لإمكان التحرز عنه (الدر المختار) وهذا مما يغفل عنه كثير من الناس، ولا يتوهم أنه كشم الورد ومائه والمسك، لوضوح الفرق بين هواء تطيب بريح المسك وشبهه وبين جوهر دخان وصل إلى جوفه بفعله. (رد المحتار، كتاب الصوم / باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده ٣٦٦/٣ زكريا، حاشية الطحطاوي على الدر المختار / باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده ٤٥٠/١ مكتبة الاتحاد ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۸ / ۱۴۴۱/۹/۱۰ھ)

روزے کی حالت میں پیٹ پر گیلا کپڑا ڈالنا

سوال (۶۲۷):- روزے کی حالت میں پیٹ پر گیلا کپڑا ڈالنا کیسا ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- روزے کی حالت میں پیٹ پر گیلا کپڑا ڈالنا جائز ہے۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت ہے کہ آپ گرمی میں رومال بھگو کر گیلا رومال سر پر رکھا کرتے تھے۔ (کتاب المسائل ۱۵۸/۲)

عن أبي بكر بن عبد الرحمن عن بعض أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم أن النبي صلى الله عليه وسلم رُئِيَ بالعرج وهو يصب على رأسه ماءً وهو صائم من الحرِّ أو من العطش. (المسند لإمام أحمد بن حنبل، مسند الأنصار / حديث رجل من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم ٤٥٣/٣٨ رقم: ٢٣٤٦٧)

عن عبد الله بن أبي عثمان قال: رأيت ابن عمر وهو صائم يبل الثوب ثم يلقيه عليه. (المصنف لابن أبي شيبة، الصيام / ما ذكر في الصائم يتلذذ بالماء ١٨٦/٦ رقم: ٩٣٠٣، هامش الفتاوىٰ التاتارخانية ٣٩٨/٣ زكريا)

ولا بأس للصائم...... أن يلتف بالثوب المبلول هو المختار. وعن ابن

عبـاس أنـه بـل الثـوب وتـلفف عليه وهو صائم؛ ولأنه ليس فيه تعريض الصوم على الفساد. (الفتاویٰ التاتارخانية / كتاب الصوم ۳۹۸/۳ زكريا)

والتـلـفف بـالثوب المبلول ...... وقال أبويوسف: لا يكره وهو الأظهر، لما روي أن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم صبَّ على رأسه ماء من شدة الحر وهو صـائم؛ ولأن فيه إظهار ضعف بنيته وعجز بشريته، فإن الإنسان خلق ضعيفًا لا إظهـار الفجر. (البـحـر الـرائـق، كتـاب الـصوم / باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده ٤٩٠/٢ دار الكتب العلمية بيروت وزكريا ديوبند، ٢٨٠/٢ كراچی، كذا في مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر، كتاب الصوم / باب موجب الفساد ٢٤٨/١ دار إحياء التراث العربي بيروت)

وكذا لا تكره حجامة وتلفف بثوب مبتل ...... به يفتى. (الدرالمختار مع رد المحتار، كتاب الصوم / باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده ٣٩٩/٣ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۴ / ۱۴۴۱/۹/۶ھ)

روزہ میں ناف کے اندر تیل ڈالنا

سوال (۶۲۸):- روزہ کی حالت میں ناف میں تیل ڈالنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- اِس بارے میں ڈاکٹروں سے تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ ناف کا کوئی بھی رابطہ براہِ راست پیٹ سے نہیں ہے، اس میں کوئی چیز ڈالی جائے تو اُس کا اثر مسامات کے ذریعہ تو پیٹ تک پہنچ سکتا ہے؛ لیکن براہِ راست نہیں پہنچ سکتا؛ لہٰذا ناف میں تیل یا دوا ڈالنے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

وما يدخل من مسام البدن من الدهن لا يفطر. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الصوم / الباب الرابع فيما يفسد وما لا يفسد ٢٨٣/١ قديم زكريا)

والمفطر إنما هو الداخل من المنافذ. (رد المحتار، كتاب الصوم / باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده ٣٦٧/٣ زكريا)

المسألة الثانية: الدهانات والمراهم واللصقات العلاجية: في داخل الجلد أوعية دموية، فما يوضع على سطح الجلد يمتص عن طريق الشعرات الدموية إلى الدم، وهو امتصاص بطئ جدًا. وقد سبق أن حقن العلاج حقنًا مباشرًا في الدم لا يفطر، فمن باب أولى هذه الدهانات والمراهم ونحوها؛ بل حكى بعض المعاصرين الإجماع على أنها لا تفطر، وهو من قرارات المجمع الفقهي. (مفطرات الصيام المعاصرة ص: ٣٦ تاليف: د: أحمد بن محمد الخليل الأستاذ المساعد في قسيم الفقه بجامعة قصيم) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۴ / ۱۴۴۱/۹/۶ھ)

روزہ میں بال کٹانا یا داڑھی شیونگ کرانا

سوال (٦٢٩):- روزہ کی حالت میں بال کاٹنا یا داڑھی شیونگ کرانا کیسا ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- اگرچہ کسی طرح کے بال کاٹنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا؛ لیکن کسی مسلمان کے لئے روزہ ہو یا بلا روزہ؛ کسی بھی حالت میں ڈاڑھی کی شیونگ کرانا یا منڈانا یا خشخشی کرانا جائز نہیں ہے۔ بہتر ہے کہ اِس مبارک مہینہ میں ایسی باتوں سے آدمی سچی توبہ کرے، اور داڑھی رکھنے کا پختہ اِرادہ کرے۔

عن ابن عمر رضي الله عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم أمر بإحفاء الشوارب وإعفاء اللحى. (سنن الترمذي، أبواب الآداب / باب ما جاء في إعفاء اللحية ١٠٥/٢ المكتبة الأشرفية ديوبند)

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: رب صائم ليس له من صيامه إلا الجوع، ورب قائم ليس له من قيامه إلا السهر. (سنن ابن ماجة، كتاب الصيام / باب ما جاء في الغيبة والرفث للصائم رقم: ١٦٩٠)

قال الغزالي: قيل هو الذي يفطر على حرام أو من يفطر على لحوم

الـناس بالغيبة أو من لا يحفظ جوارحه عن الآثام. (فيض القدير للمناوي / حرف الراء ٢١/٣ دار الفكر بيروت)

وأما الأخذ منها وهي دون ذٰلک كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم يبحه أحد وأخذ كلها فعل اليهود ومجوس الأعاجم. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الصـوم / بـاب مـا يـفسد الصوم وما لايفسده، مطلب: في الأخذ من اللحية ٣٩٨/٣ زكريا، فتح القدير، كتاب الصوم / باب ما يوجب القضاء والكفارة ٣٥٢/٢ المكتبة الأشرفية ديوبند) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۴ / ۱۴۴۱/۹/۶ھ)

روزہ میں جنابت کی حالت میں صبح کرنا

سـوال (۶۳۰):- ایک حدیث کی تحقیق مطلوب ہے کہ ’’سرورعالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بسا اَوقات روزہ رکھتے تھے، اور صبح صادق کے بعد غسل جنابت فرماتے تھے‘‘۔ گویا کہ آپ کا روزہ حالت جنابت میں شروع ہوتا تھا، تو سوال یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے یا نہیں؟

الـجـواب حـامـدًا ومـصـليًا أما بعد :- یہ حدیث صحیح ہے، روزہ کے لئے جنابت سے پاک ہونا شرط نہیں ہے؛ لہٰذا اگر جنابت کی حالت میں روزہ شروع کیا، تو اُس کی وجہ سے روزہ فاسد نہ ہوگا۔ (البتہ اگر بعد میں غسل نہیں کیا اور فجر کی نماز جان بوجھ کر قضا کردی، تو وہ یقیناً گنہگار ہوگا) (فتاویٰ محمودیہ ۱۰/۱۲۷ ڈابھیل، فتاویٰ قاسمیہ ۱۱/۶۸۴ زکریا)

عـن عائشة رضي اللّٰه عنها قالت: كان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يـدركـه الـفـجـر في رمضان وهو جنب من غير حلم فيغتسل ويصوم. (صحيح البخاري، كتاب الصوم / باب اغتسال الصائم رقم: ١٩٣٠)

عـن عائشة وأم سلمة رضي اللّٰه عنهما زوجَي النبي صلى اللّٰه عليه وسلم أنهـمـا قـالتا: كان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يصبح جنبًا – قال عبد اللّٰه الأذرمي في حديثه في رمضان – من جماع غير احتلام ثم يصوم. (سنن أبي داؤد، كتاب الصيام / باب في من أصبح جنبًا في شهر رمضان ٣٢٤/١-٣٢٥ رقم: ٢٣٨٨)

قال القرطبي: في هٰذا فائدتان: إحداهما أنه كان يجامع في رمضان ويؤخر الغسل إلى بعد طلوع الفجر بيانًا للجواز. (عمدة القاري، كتاب الصوم / باب الصائم يصبح جنبًا ٤/١١، أوجز المسالك / كتاب الصيام ٨٣/٥ تحقيق: الدكتور الفدوي، فتح الباري، كتاب الصوم / باب الصائم يصبح جنبًا ١٤٤/٤ تحت رقم: ١٩٢٥ دار المعرفة بيروت)

قال الملا علي القاري رحمه الله: ظاهر الحديث قول عامة العلماء من أصبح جنبًا اغتسل وأتم صومه ...... وقال البيضاوي: في قوله تعالىٰ: ﴿فَالآنَ بَاشِرُوْهُنَّ﴾ [البقرة: ١٨٧] في تجويز المباشرة إلى الصبح الدلالةُ علىٰ جواز تاخير الغسل إليه، وصحة صوم المصبح جنبًا. قال الطيبي: لأن المباشرة إذا كانت مباحة إلى الانفجار لم يمكنه الاغتسال إلا بعد الصبح. (مرقاة المفاتيح، كتاب الصوم / باب تنزيه الصوم ٤٣١/٤ دار الكتب العلمية بيروت)

الجنب إذا أخر الاغتسال إلىٰ وقت الصلاة لا يأثم، كذا في المحيط. (الفتاوىٰ الهندية / كتاب الطهارة ١٦/١ قديم زكريا)

لو أصبح جنبًا لا يضره. (البحر الرائق، كتاب الصوم / باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده ٤٧٦/٢ زكريا، ٢٨٣/٢ كوئٹه) *فقط واللہ تعالیٰ اعلم*

(دینی رہنمائی:۲ / ۱۴۴۱/۹/۴ھ)

○❖○

مفسداتِ روزہ

روزہ میں بھپارہ اور اِنہیلر لینا

سوال (۶۳۱):- اگر کوئی سانس کا مریض ہے یا اُسے نزلہ زیادہ ہو رہا ہے، تو وہ روزہ کی حالت میں بھپارہ لے سکتا ہے یا نہیں؟ گرم پانی میں وکس ڈال کر اس کا بھپارہ لیا جاتا ہے؟

الجواب حامدًا ومصلیًا أما بعد:- بھپارہ لینے سے بہر حال روزہ ٹوٹ جاتا ہے، چاہے اُس میں دوا شامل ہو یا خالص گرم پانی ہو؛ کیوں کہ اُس کے ذریعہ سے دوا یا پانی کے اثرات اندر تک پہنچ جاتے ہیں۔

(اِسی طرح دمے کے مریضوں کے لئے اِنہیلر لیا جاتا ہے جس میں ایک کیپسول ہوتا ہے جو مشین کے ذریعہ سے حلق میں داخل کیا جاتا ہے، تو عام مفتیانِ کرام کا فتویٰ اِس بارے میں یہی ہے کہ اِنہیلر سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؛ کیوں کہ اُس میں کیپسول کے ذرات سانس کے ساتھ اندر تک پہنچ جاتے ہیں؛ لیکن اگر کوئی صحت مند آدمی ہے، اور وہ دمے کے مرض میں مبتلا ہو گیا، باقی اُسے کوئی پریشانی نہیں ہے، صرف سانس کی تکلیف ہے، اور اِس طرح کا مرض ہے کہ زندگی بھر اُسے ٹھیک ہونے کا امکان بھی نہیں ہے، تو وہ کیا کرے؟ تو اِس کے متعلق ہمارے بعض مفتیانِ کرام نے یہ رائے دی ہے کہ وہ اس وقت اِنہیلر کے ساتھ ہی روزہ رکھ لے، بعد میں جب اللہ تعالیٰ شفا عطا فرمائیں تو قضا کرلے۔ اور اگر قضا کا موقع نہ ہو تو اُن روزوں کے بدلے میں فدیہ دیدے؛ تاکہ یقینی طور پر اس سے یہ فریضہ ساقط ہو جائے، یہ محتاط رائے ہے) (المسائل المہمہ ۱/۱۰۰، کتاب الفتاویٰ ۳/۳۹۵ نعیمیہ دیوبند، محمود الفتاویٰ ۴/۳۶۶ جمبوسر گجرات، فتاویٰ قاسمیہ ۱۱/۴۹۳ اشرفیہ دیوبند)

وفيما ذكرنا إشارة إلى أنه من أدخل بصنعه دخانًا حلقه بأي صورة كان الإدخال فسد صومه، سواء كان دخان عنبر أو عود أو غيرهما، حتى من تبخر ببخور فآواه إلى نفسهٖ واشتم دخانًا ذاكرًا لصومه أفطر لإمكان التحرز عن إدخال المفطر جوفه ودماغه. وهذا يغفل عنه كثير من الناس فلينبه له. (مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي، كتاب الصوم / باب في بيان ما لا يفسد الصوم ٦٦٠ دار الكتاب ديوبند، الفقه الإسلامي وأدلته ٦٥٧/٢)

قوله: إنه لو أدخل في حلقه الدخان بأي صورة كان الإدخال حتى لو تبخر ببخور فاٰواه إلى نفسه واشتمه ذاكرًا لصومه أفطر لإمكان التحرز عنه. وهذا مما يغفل عنه كثير المناس، ولا يتوهم أنه كشم الورد ومائه والمسك لوضوح الفرق بين هواء تطيب بريح المسك وشبهه وبين جوهر دخان وصل إلى جوفه بفعله. إمداد (شامي، كتاب الصوم / باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده ٣٦٦/٣ زكريا، ٣٩٥/٢ كراچی)

أو دخل حلقه مطرٌ أو ثلجٌ، قال الشامي: فيفسد في الصحيح. (شامي، كتاب الصوم / باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده ٣٧٨/٣ زكريا، ٣٩٥/٢ كراچی)

بخّاخ الربو: علبة فيها دواءٌ سائل يحتوي على ثلاثة عناصر: (١) مواد كيميائية (٢) ماء (٣) أوكسيجين؛ ويتم استعماله بأخذ شهيقٍ عميقٍ مع الضغط على البخاخ في نفس الوقت، وعندئذٍ يتطاير الرذاذ، ويدخل عن طريق الفم إلى البلعوم الفمي، ومنه إلى الرغامي، فالقصبات الهوائية؛ ولكن يبقى جزء منه في البلعوم الفمي، وقد تدخل كمية قليلةٌ جدًا إلى المريء.

حكم بخاخ الربو: اختلف المعاصرون فيه علىٰ قولين:

القول الأول:– أن بخاخ الربو لا يفطر، ولا يفسد صوم الصائم، وهو

قول شيخنا عبد العزيز بن باز، وشيخنا محمد بن صالح العثيمين، والشيخ عبد اللّٰه بن جبرين، والدكتور محمد الخياط.

الأدلة:- (١) أن الداخل من بخاخ الربو إلى المريء، ومن ثم إلى المعدة قليل جدًا، فلا يُفطِّر قياسًا على المتبقي من المضمضة والاستنشاق (٢) أن دخول شيء إلى المعدة من بخاخ الربو أمر ليس قطعيًا؛ بل مشكوك فيه، أي قد يدخل وقد لا يدخل، والأصل صحة الصيام وعدم فساده، واليقين لا يزول بالشک (٣) أنه لا يشبه الأكل والشرب؛ بل يشبه سحب الدم للتحليل والإبر غير المغذية (٤) أن البخاخ يتبخر ولا يصل إلى المعدة، وإنما يصل إلى القصبات الهوائية (٥) ذكر الأطباء أن السواک يحتوي على ثمانية موادٍ غذائية، تقي الأسنان واللثة من الأمراض، وهي تنحل باللعاب، وتدخل البلعوم. وقد جاء في صحيح البخاري: عن عامر بن ربيعة رضي اللّٰه عنه رأيت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يستاک وهو صائم ما لا أحصي، فإذا كان عفي عن هذه المواد التي تدخل إلى المعدة؛ لكونها قليلةً وغير مقصودةٍ، فكذلک ما يدخل من بخاخ الربو يُعفى عنه للسبب ذاته.

القول الثاني :- أن بخاخ الربو يُفطّر، ولا يجوز تناوله في رمضان إلا عند الحاجة للمريض، ويقضي ذلک اليوم، وهو قول الدكتور فضل حسن عباس، والشيخ محمد المختار السلامي، والدكتور محمد الألفي، والشيخ محمد تقي العثماني، والدكتور وهبة الزحيلي.

دليل القول الثاني:- أن محتوى البخاخ يصل إلى المعدة عن طريق الفم فهو مفطر. (مفطرات الصيام المعاصرة / للدكتور أحمد بن محمد الخليل ص: ١٦-١٨ مكتبة صيد الفوائد) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۲ / ۱۴۴۱/۹/۴ھ)

روزہ میں بھپارہ لینا

سوال(۶۳۲):- روزہ کی حالت میں مشین وغیرہ سے بھپارہ لیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- بھپارہ لینے سے بہرحال روزہ ٹوٹ جائے گا، چاہے مشین سے ہو یا بغیر مشین کے، اورخواہ دوا ڈال کر ہو یا بغیر دوا ڈالے، بہرصورت یہ عمل مفسد صوم ہے۔(کتاب المسائل۲/۱۶۲)

وفيما ذكرنا إشارة إلى أنه من أدخل بصنعه دخانًا حلقه بأي صورة كان الإدخال فسد صومه، سواء كان دخان عنبر أو عود أو غيرهما، حتى من تبخر ببخور فآواه إلى نفسهٖ واشتم دخانًا ذاكرًا لصومه أفطر لإمكان التحرز عن إدخال المفطر جوفه ودماغه. وهذا يغفل عنه كثير من الناس فلينبه له. (مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي، كتاب الصوم / باب في بيان ما لا يفسد الصوم ٦٦٠ دار الكتاب ديوبند، الفقه الإسلامي وأدلته ٦٥٧/٢)

قوله: إنه لو أدخل في حلقه الدخان بأي صورة كان الإدخال حتى لو تبخر ببخور فاٰواه إلى نفسه واشتمه ذاكرًا لصومه أفطر لإمكان التحرز عنه. وهذا مما يغفل عنه كثير الناس، ولا يتوهم أنه كشمّ الورد ومائه والمسك لوضوح الفرق بين هواء تطيب بريح المسك وشبهه وبين جوهر دخان وصل إلى جوفه بفعله. إمداد (شامي، كتاب الصوم / باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده ٣٦٦/٣ زكريا، ٣٩٥/٢ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۱۴ / ۱۴۴۱/۹/۱۶ھ)

روزہ کی حالت میں کان میں دوا ڈالنا

سوال(۶۳۳):- اگر روزہ کی حالت میں کسی کے کان میں تکلیف اور درد ہے، تو کان میں دوا ڈالنے سے روزہ ٹوٹے گا یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- ہمارے فقہاء نے لکھا ہے کہ کان میں اگر دوا ڈالی جائے گی تو روزہ ٹوٹ جائے گا، اور قضا لازم ہوگی، اس لئے اگر کان میں زیادہ تکلیف ہے تو فی الحال انجکشن وغیرہ لگوالیا جائے اور افطار کے بعد دوا ڈالی جائے؛ تاکہ روزہ کے اندر کوئی شبہ اور شک نہ رہے۔ (کتاب المسائل ۲/۸۷، فتاویٰ قاسمیہ ۱۱/۴۸۵)

ومن احتقن أو استعطّ أو أقطر في أذنه دهنًا أفطر ولا كفارة عليه الخ.

(الهداية، كتاب الصوم / باب ما يوجب القضاء والكفارة ۲۲۰/۱ المكتبة الأشرفية ديوبند، ۴۳۷/۱ مكتبة بلال ديوبند، مراقي الفلاح ۶۷۲ دار الكتاب ديوبند، مجمع الأنهر ۳۵۶/۱ دار الكتب العلمية بيروت)

إذا استعّط أو أقطر في أذنه إن كان شيئًا يتعلق به صلاح البدن نحو الدهن والدواء يفسد صومه من غير كفارة، وإن كان شيئًا لا يتعلق به صلاح البدن كالماء، قال مشائخنا: ينبغي أن لايفسد صومه. (الفتاویٰ التاتارخانية ۳۷۷/۳ رقم: ۴۶۲۰ زكريا، الدر المختار مع الشامي ۳۷۶/۳ زكريا، ۴۰۲/۲ كراچی) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۲ / ۱۴۴۱/۹/۴ھ)

منہ بھر کر قے کرنے سے روزے اور وضو کا حکم

سوال (۶۳۴):- منہ بھر قے کرنے سے کیا وضو اور روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- منہ بھر کر قے سے مطلقاً وضو ٹوٹ جائے گا۔ اور روزے کے بارے میں یہ تفصیل ہے کہ اگر خود بخود قے آئی تو روزہ نہیں ٹوٹے گا، اور اگر قصداً منہ بھر کر قے کی ہے، تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

أما القيء فإنه إذا كان ملأ الفم بأن كان لا يمكن معه التكلم، وقيل: إن لا يمكن إمساكه إلا بتكلف فإنه ينقض الوضوء، سواء كان ذلك طعامًا أو ماء أو مرة صفراء أو سوداء. (حلبي كبير / فصل في نواقض الوضوء ص: ۱۲۹ لاهور)

وإن ذرعه القيء وخرج ولم يعد لا يفطر مطلقًا ملأ أو لا، فإن عاد بلا

صنعه ولو هو ملء الفم مع تذكره للصوم لا يفسد، وإن أعاده أفطر إجماعًا ولا كفارة إن ملأ الفم وإلا لا وهو المختار، وإن استقاء أي طلب القيء عامدًا أي متذكرًا لصومه إن كان ملء الفم فسد بالإجماع مطلقًا، وإن أقل لا، فإن عاد بنفسه لم يفطر، وإن أعاده ففيه روايتان أصحهما لا يفسد، وهذا كله في قيء طعام أو ماء أو مرة أو دم، فإن كان بلغمًا فغير مفسد مطلقًا. (الدر المختار، كتاب الصوم / باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده ۳۹۲/۳-۳۹٤ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۲۳ / ۱۴۴۱/۹/۲۵ھ)

رمضان میں روزہ توڑ کر زوجین کا جماع کرنا

سوال (۶۳۵):- رمضان کے اندر روزے کی حالت میں میاں بیوی پر شہوت کا غلبہ ہوا، پھر اُنہوں نے پہلے تو روزہ توڑا، اور پھر اپنی خواہش کی تکمیل کی، تو اُن پر کیا حکم ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- مذکورہ میاں بیوی رمضان المبارک میں بالقصد روزہ توڑ کر بہت بڑے گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں، اَولاً اُن پر سچے دل سے توبہ واستغفار لازم ہے۔ نیز اُن میں سے ہر ایک پر روزہ توڑنے کا کفارہ بھی واجب ہے، اور وہ یہ ہے کہ ایک قضا روزے کے ساتھ دو مہینے کے لگاتار روزے رکھنے ہوں گے، اگر بیچ میں کوئی بھی روزہ (بلاشرعی عذر مثلاً: حیض ونفاس) ناغہ ہوگیا تو اَز سرِ نو روزے رکھے جائیں گے۔ اور جب تک بھی روزہ رکھنے کی طاقت ہو، اُس کے بجائے صدقہ (۶۰ر مسکینوں کو کھانا کھلانے) سے ذمہ فارغ نہ ہوگا۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: جاء رجل إلى النبي صلى الله عليه وسلم فقال: هلكت يا رسول الله! قال: وما أهلكك؟ قال: وقعت على امرأتي في رمضان، قال: هل تجد ما تعتق رقبة؟ قال: لا، قال: فهل تستطيع أن تصوم شهرين متتابعين؟ قال: لا، قال: فهل تجد ما تطعم ستين مسكينًا؟ قال: لا،

قال: ثم جلس، فأتي النبي صلى اللّٰه عليه وسلم بعرقٍ فيه تمرٌ، فقال: تصدق بهذا الخ، قال: أفقر منا؟ فما بين لابتيها أهلُ بيتٍ أحوجُ إليه منا، فضحك النبي صلى اللّٰه عليه وسلم حتى بدت أنيابه، ثم قال: اذهب فأطعمه أهلك.
(صحيح مسلم، كتاب الصيام / باب تغليظ تحريم الجماع في نهار رمضان الخ رقم: ١١١١ بيت الأفكار الدولية، صحيح البخاري رقم: ١٩٣٦)

قوله: هل تستطيع أن تصوم شهرين متتابعين، فيه حجة لمذهبنا ومذهب الجمهور وأجمع عليه في الأعصار المتأخرة وهو اشتراط التتابع في صيام هذين الشهرين حكي عن ابن أبي ليلى أنه لا يشترطه. (المنهاج شرح النووي على صحيح مسلم تحت رقم: ١١١١ بيت الأفكار الدولية)

ومن جامع في إحدى السبيلين عامدًا فعليه القضاء والكفارة، ولو أكل أو شرب ما يتغذى به أو يداوى به فعليه القضاء والكفارة. (الهداية / كتاب الصوم ٢١٩/١ المكتبة الأشرفية ديوبند، الدر المختار ٣٨٦/٣ زكريا)

والكفارة تحرير رقبة ...... فإن عجز عنه صام شهرين متتابعين ليس فيها يوم عيد ولا أيام التشريق، فإن لم يستطع الصوم أطعم ستين مسكينًا، والشرط أن يغديهم ويعشيهم غداء وعشاء مشبعين. (نور الإيضاح مع مراقي الفلاح، كتاب الصوم / فصل في الكفارة وما يسقطها عن الذمة ص: ٢٤٣، رد المحتار، كتاب الصوم / باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده ٣٩٠/٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۱۲ / ۱۴۴۱/۹/۱۴ھ)

رمضان کا روزہ قصداً توڑنے کا کیا کفارہ ہے؟

سوال (٦٣٦):- رمضان میں کوئی روزہ جان بوجھ کرتوڑ دیا،تو کفارے کے کتنے روزے رکھنے ہوں گے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- اگر جان بوجھ کر رمضان کا روزہ توڑا ہے، تو کفارے میں ۲/ مہینے لگاتار روزے رکھنے پڑیں گے، اور توڑے ہوئے روزے کی قضا بھی لازم ہوگی، اِس طرح ۶۱/ روزے رکھنے ہوں گے۔

وكفارة الظهار قال تعالىٰ: ﴿فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَتَمَآسَّا، فَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا، ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ، وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ، وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ [المجادلة: ٣-٤]

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه أن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم أمر الذي أفطر يومًا من رمضان بكفارة الظهار. (سنن الدار قطني، كتاب الصوم / باب ما يوجب القضاء والكفارة ١٧٠/٢ رقم: ٢٢٨٣، السنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب الصيام / باب التغليظ علىٰ من أفطر يومًا من شهر رمضان متعمدًا من غير عذرٍ ٣٨٦/٤ رقم: ٨٠٦٩ دار الكتب العلمية بيروت)

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه أن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال في رجل وقع علىٰ أهله في رمضان: اعتق رقبة، قال: ما أجدها، قال: فصم شهرين، قال: ما استطيع، قال: فاطعم ستين مسكينًا. (السنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب الصيام / باب رواية من روىٰ هٰذا الحديث مطلقة في الفطر الخ ٣٨١/٤ رقم: ٨٠٥٤)

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه أن رجلاً أكل في رمضان، فأمره النبي صلى اللّٰه عليه وسلم أن يعتق رقبةً أو يصوم شهرين أو يطعم ستين مسكينًا. (سنن الدار قطني، كتاب الصيام / باب القبلة للصائم ١٧٠/٢ رقم: ٢٢٨٤)

ومن جامع في أحد السبيلين عامدًا فعليه القضاء والكفارة...... ولو أكل أو شرب ما يتغذى بهٖ أو يداوىٰ بهٖ فعليه القضاء والكفارة. (الهداية، كتاب الصوم / باب ما يوجب القضاء والكفارة ٢١٩/١ المكتبة الأشرفية ديوبند، الفتاوىٰ الهندية، كتاب الصوم / الباب الرابع: النوع الثاني في ما يوجب القضاء والكفارة ٢٠٥/١-٢٠٦، البحر الرائق، كتاب الصوم / باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده ٢٧٦/٢ كراچی)

والكفارة تحرير رقبة ...... فإن عجز عنه صام شهرين متتابعين ليس فيها يوم عيد ولا أيام التشريق فإن لم يستطع الصوم أطعم ستين مسكينًا، والشرط أن يغديهم ويعشيهم غداء وعشاء مشبعين. (حاشية الطحطاوي علىٰ مراقي الفلاح، كتاب الصوم / باب ما يفسد به الصوم وتجب به الكفارة ٣٦٦، الفتاوىٰ الولوالجية، كتاب الصوم / الفصل الثاني فيما يوجب الكفارة الخ ٢٢٥/١، مجمع الأنهر، كتاب الصوم / باب موجب الفساد ٣٥٣/١ مكتبة فقيه الأمة ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۳۰ / ۱۴۴۱/۱۰/۱۴ھ)

ایک روزہ چھوڑنے کا فدیہ یا کفارہ

سوال (۶۳۷):- ایک روزہ چھوڑنے کا فدیہ اور کفارہ کیا ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- جان بوجھ کر بلا عذر رمضان المبارک کا روزہ چھوڑنا سخت ترین گناہ ہے۔ یہ اِتنا سخت جرم ہے کہ کفارہ سے بھی اُس کی تلافی نہیں ہوسکتی، بس بعد میں سچی توبہ واستغفار اور چھوٹے ہوئے روزے کی قضا لازم ہوگی۔

لیکن اگر کوئی ایسا معذور یا ضعیف العمر کمزور شخص ہے، جس کے آئندہ صحت یاب ہوکر روزہ رکھنے کی اُمید نہیں ہے، تو وہ ہر روزے کے بدلے میں ایک فطرے کی مقدار یعنی تقریباً پونے دوکلو گیہوں یا اُس کی قیمت فدیہ میں دے گا۔ (کفایت المفتی ۳۰۱/۶ زکریا)

قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ﴾ [البقرة، جزء آيت: ١٨٤]

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من أفطر يومًا من رمضان من غير رخصة ولا مرض لم يقض عنه صوم الدهر كله وإن صامه. (سنن الترمذي، أبواب الصوم عن رسول الله صلى الله عليه وسلم / باب ما جاء في الإفطار متعمدًا رقم: ٧٢٣، مشكاة المصابيح ١٧٧/١ المكتبة الأشرفية ديوبند)

قال الطيبي: أي لم يجد فضيلة الصوم المفروض بصوم النفل وإن سقط قضاؤه بصوم يوم واحدٍ، قال ابن الملك: وإلا فالإجماع على أنه يقضى يومًا مكانه. (مرقاة المفاتيح، كتاب الصوم / باب تنزيه الصوم ٤٤/٤ دار الكتب العلمية بيروت)

اعلم أن الفرض ما ثبت بدليل قطعي لا شبهة فيه كالإيمان والأركان الأربعة، وحكمه اللزوم علمًا: أي حصول العلم القطعي بثبوته. وتصديقًا بالقلب: أي لزوم اعتقاد حقيّته، وعملاً بالبدن حتى يكفر جاحده ويفسق تاركه بلا عذر. (رد المحتار / كتاب الأضحية ٤٥٤/٩ زكريا)

موضوع ترجمة الترمذي، وحديث الباب زجر تارک صوم رمضان، فإليک استيفاء شرحه محرزًا، فأقول: إن من أفطر عمدًا وترک صومًا من رمضان فيجب عليه القضاء عند الأئمة الأربعة وجمهرة الأمة وكافة الفقهاء، وبالقضاء يفرغ ذمته عن الفريضة وإن فاتته الفضيلة ...... وبالجملة كافة الفقهاء وجمهور العلماء لم يقولوا بعدم القضاء بظاهر حديث الباب وإنما معناه عندهم أن الثواب التي فاته بعدم الصوم في رمضان لا يمكن أن يدركه طول عمره بالصيام في غير رمضان، وإن كانت نفس ذمته تفرغ بنفس القضاء ...... ويقول الراقم: ويحتمل أن يقال في معناه: أن الإثم لهذا التقصير لا يرفع بنفس القضاء وإن كان أصل الفرض يسقط في الدنيا بالقضاء، فهناک شيئان: بدل الإفطار والإثم، فالأول يرفع بالصيام والثاني بالتوبة، أو يقال بالتفويض إلى الله سبحانه في الآخرة إن شاء عذبه بهذا التأخير وإن شاء غفر له، لا أنه لا قضاء عليه أصلا. وهذا أقرب نظرًا إلى الآثار المروية عن ابن مسعود وأبي هريرة وعلي – رضي الله عنهم – والله اعلم. (معارف السنن / تعمد الإفطار وكفارته ٣٩١/٥-٣٩٢ ايچ ايم سعيد كراچى) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۲۲ / ۱۴۴۱/۹/۲۴ھ)

روزہ قضا کرنے پر حاملہ عورت پر کفارہ لازم نہیں

سوال (۶۳۸):- اگر کوئی حاملہ عورت روزہ نہ رکھ سکے، تو کیا بعد میں صرف قضا کرے گی یا کفارہ بھی دے گی؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- حاملہ عورت کے لئے روزہ نہ رکھنے کی رخصت ہے، وہ بعد میں صرف قضا کرے گی، اُس پر کفارہ لازم نہیں ہے۔

وقال الحسن وإبراهيم في المرضعة والحامل إذا خافتا على أنفسهما أو ولدهما تفطران ثم تقضيان. (صحيح البخاري / كتاب التفسير ٦٤٧/٢ رقم الباب: ٢٥)

عن أنس رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: إن الله وضع عن المسافر نصف الصلاة والصوم وعن الحبلى والمرضع. (سنن النسائي، كتاب الصيام / ذكر اختلاف معاوية بن سلام وعلي بن المبارك في هذا الحديث رقم: ٢٢٧٤، سنن الترمذي، أبواب الصيام عن رسول الله صلى الله عليه وسلم / باب الرخصة في الإفطار للحبلى والمرضع رقم: ٧١٥)

قال الشيخ رحمه الله: إن خشيت الحبلى والمرضع على ولدها، جاز لهما الإفطار، وتقضيان في ما بعده، وليس عليها الفدية. (العرف الذكي شرح سنن الترمذي ٤٩٤/٥ جامعة الإمام أنور شاه ديوبند)

إذا خافت الحامل أو المرضعة على أنفسهما أو على ولدهما جاز الفطر وعليهما القضاء. (الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب الصوم / الفصل السابع في الأسباب المبيحة للفطر ٤٠٤/٣ رقم: ٤٦٩٩ زكريا، الدر المختار، كتاب الصوم / فصل في العوارض المبيحة لعدم الصوم ٤٠٣/٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۷ / ۱۴۴۱/۹/۹ھ)

روزہ رکھ کر دن میں ماہواری شروع ہوگئی

سوال (۶۳۹):- ایک عورت نے روزہ رکھا تھا؛ لیکن دن میں وہ ناپاک ہوگئی، تو اُس کا روزہ باقی رہا یا نہیں؟ اور وہ شام تک کس طرح رہے گی؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- ناپاکی شروع ہوتے ہی اُس کا روزہ ٹوٹ جائے گا اور بعد میں قضا لازم ہے؛ لیکن شام تک اُسے روزہ داروں کی طرح رہنا ضروری نہیں ہے، ضرورت ہو تو کھا پی سکتی ہے۔ (کتاب الفتاویٰ ۴۰۶/۲ مکتبہ نعیمیہ دیوبند)

وأما في حالة تحقق الحيض والنفاس فيحرم الإمساك؛ لأن الصوم منهما حرام، والتشبه بالحرام حرام، وعليهم القضاء إلا الأخرين الصبي إذا بلغ والكافر إذا أسلم الخ. (طحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصوم / فصل يجب الإمساك ص: ۳۷۰-۳۷۱ قديمی كتب خانه كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۱۰ / ۱۴۴۱/۹/۱۲ھ)

شدتِ درد کی وجہ سے دن میں دوا کھانا

سوال (۶۴۰):- ایک عورت کے سر میں شدید درد ہو، اور دن میں ۳/ بجے دوا کھانی پڑی، تو روزہ کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- دوا کھانے کی وجہ سے روزہ ٹوٹ گیا، قضا لازم ہے؛ البتہ کفارہ لازم نہیں ہے۔ (بہشتی زیور ۱۷/۳)

المريض إذا خاف على نفسه التلف أو ذهاب عضو يفطر بالإجماع وإن خاف زيادة العلة وامتداده فكذلك عندنا وعليه القضاء إذا أفطر.

(الفتاویٰ الهندية، كتاب الصوم / الباب الخامس في الأعذار التي تبيح الإفطار ۲۰۷/۱ زكريا، الفتاویٰ التاتارخانية ۴۰۳/۳ زكريا)

ويباح الفطر لمريض خاف بالاجتهاد أو بأخبار طبيب مسلم غير ظاهر

الفسق، وقيل عدالته، والمراد بالخوف غلبة الظن زيادة مرضه الكائن أو امتداده أو وجع العين أو جراحة أو صداع أو غيره، ويدخل فيه خوف عود المرض ونقصان العقل، والصحيح الذي يخشى أن يمرض بالصوم فهو كالمريض، كما في التبيين. (الهداية، كتاب الصوم / باب ما يوجب القضاء والكفارة ۲۲۱/۱ المكتبة الأشرفية ديوبند، ۱۱۹/۲ مكتبة البشرىٰ كراچی، مجمع الأنهر، كتاب الصوم / فصل في بيان وجوه الأعذار المبيحة للإفطار وما يتعلق بها ۲٤۸/۱ دار إحياء التراث العربي بيروت، تبيين الحقائق، كتاب الصوم / فصل في العوارض ۱۸۹/۲ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۱۱ / ۱۳/۹/۱۴۴۱ھ)

نصف النہار سے پہلے روزہ کی نیت نہ کرسکا؟

سوال (۶۴۱):- میری طبیعت خراب تھی، خیال یہ ہوا کہ اگر دن میں طبیعت ٹھیک رہی تو زوال سے پہلے نیت کرلوں گا؛ لیکن سوگیا، اور نصف النہار کے بعد آنکھ کھلی، تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- مسئولہ صورت میں چوں کہ نصف النہار شرعی (ضحوۂ کبریٰ) سے پہلے روزہ کی نیت نہیں پائی گئی؛ لہٰذا آپ کا روزہ نہیں ہوا، بعد میں قضا کریں۔

فيصح أداء صوم رمضان والنذر المعين والنفل بنية من الليل ......، إلى الضحوة الكبرىٰ لا بعدها (الدر المختار) قوله: إلى الضحوة الكبرىٰ المراد بها نصف النهار الشرعي، والغاية غير داخلة في المغيا، كما أشار إليه المصنف بقوله: لا عندها ......، قال في الهداية وفي الجامع الصغير: قبل نصف النهار وهو الأصح؛ لأنه لا بد من وجود النية في أكثر النهار، ونصفه من وقت طلوع الفجر إلى وقت الضحوة لا وقت الزوال فتشترط النية قبلها لتحقق في الأكثر. (رد المحتار / كتاب الصوم ۳۳۸/۳-۳٤۱ زكريا، الفتاوىٰ الهندية / كتاب الصوم ۱۹٥/۱ زكريا، كذا في البحر الرائق / كتاب الصوم ۲٦۰/۲ كراچی) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۹ / ۱۱/۹/۱۴۴۱ھ)

رمضان کا فوت شدہ روزہ کب رکھیں؟

سوال (۶۴۲):- اگر رمضان المبارک کا ایک روزہ یا کئی روزے کسی وجہ سے چھوٹ جائیں، تو اُن کی اَدائیگی کب ہوگی؟ نیز تمام فوت شدہ روزے ایک ساتھ رکھنے ضروری ہیں یا فصل کے ساتھ بھی رکھ سکتے ہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- عید کے بعد جب سہولت ہو تو چھوٹے ہوئے روزے قضا کر سکتے ہیں، سب کو ایک ساتھ رکھنا ضروری نہیں ہے۔

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿فَعِدَّةٌ مِنْ اَيَّامٍ اُخَرَ﴾ [البقرة، جزء آيت:]

قال القرطبي: أي من يكن منكم مريضًا أو مسافرًا فأفطر فليقض، وقوله: فعدة يقتضي استيفاء عدد ما أفطر فيه، ولا شك أنه لو أفطر بعض رمضان وجب قضاء ما أفطر بعده بعدده، كذلک يجب أن يكون حكم إفطاره جميعه في اعتبار عدده ...... السابعة اختلف الناس في وجوب تتابعها على قولين: ...... قال الباجي في المنتقى: يحتمل أن يريد الإخبار عن الوجوب، ويحتمل أن يريد الإخبار عن الاستحباب، وعلى الاستحباب جمهور الفقهاء، إن فرقه أجزأه، وبذلک قال مالک والشافعي، والدليل على صحة هذا قوله تعالیٰ: ﴿فَعِدَّةٌ مِنْ اَيَّامٍ اُخَرَ﴾ ولم يخص متفرقة من متتابعة، وإذا أتى بها متفرقة فقد صام عدة من أيام أخر، فوجب أن يجزيه. ...... الثامنة: لما قال تعالیٰ: ﴿فَعِدَّةٌ مِنْ اَيَّامٍ اُخَرَ﴾ دل ذلک على وجوب القضاء من غير تعيين لزمان؛ لأن اللفظ مسترسل على الأزمان لا يختص ببعضها دون بعض ...... غير أنه يستحب له تعجيل القضاء لئلا تدركه المنية فيبقى عليه الفرض.

(الجامع لأحكام القرآن الكريم جزء ۲۶۳/۲ دار الفكر بيروت)

عن أبي سلمة قال: سمعت رعائشة رضي اللّٰه عنها تقول: كان يكون

علي الصوم من رمضان، فما استطيع أن أقضي إلا في شعبان. قال يحييٰ: الشغل من النبي، أو بالنبي صلى الله عليه وسلم. (صحيح البخاري، الصوم / باب متى يقضي قضاء رمضان؟ رقم: ١٩٥٠)

وفي الحديث دلالة على جواز تأخير قضاء رمضان مطلقًا، سواء كان لعذرٍ أو لغير عذر. (فتح الباري، كتاب الصوم / باب متى يقضي قضاء رمضان تحت رقم: ١٠٥ دار الكتب العلمية بيروت)

قال النووي: من أراد قضاء صوم رمضان ندب مرتبًا متواليًا، فلو قضاه غير مرتب أو مفرقًا جاز عندنا وعند الجمهور؛ لأن اسم الصوم يقع على الجميع. (المنهاج شرح النووي على صحيح مسلم ص: ٧٠٩ بيت الأفكار الدولية) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۲۳ / ۱۴۴۱/۹/۲۵ھ)

کفارۂ صوم میں ایک مسکین کو ۶۰؍ مسکینوں کے کھانے کی رقم دینا

سوال (۶۴۳):- روزے کے کفارے میں کیا ایک مسکین کو ۶۰؍ مسکینوں کے کھانے کی رقم دے سکتے ہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- روزے کے کفارہ میں اگر ایک مسکین کو ایک ہی دن میں ۶۰؍ مسکینوں کے کھانے کے پیسے دے دیے جائیں، تو وہ کافی نہ ہوگا؛ بلکہ یہ اَدا کردہ رقم صرف ایک دن کھانا کھلانے کی طرف سے سمجھی جائے گی؛ البتہ اگر ایک مسکین کو ۶۰؍ دن تک ہر دن الگ الگ قیمت دی، تو اَدائیگی درست ہوجائے گی۔ اِسی طرح ایک ہی دن میں ۶۰؍ مسکینوں کو الگ الگ خوراک کے لئے پیسے دیے، تو بھی کفارہ اَدا ہوجائے گا۔

ولو أطعم فقيرًا ستين يومًا أجزأه؛ لأنه يتجدد الحاجة بكل يوم يصير بمنزلة فقير آخر. (مراقي الفلاح على نور الإيضاح، كتاب الصوم / فصل في الكفارة وما يسقطها عن الذمة ص: ٢٤٤ دار الكتب العلمية بيروت، حاشية الطحطاوي ص: ٣٦٦ قديمى كتب خانه كراچى)

أطعم ستين مسكينًا كالفطرة قدرًا ومصرفًا أو قيمةً ذلك من غير المنصوص، وإن أراد الإباحة فغداهم وعشاهم أو غداهم، وأعطاهم قيمة العشاء أو عكسه، أو أطعمهم غدائين أو عشائين جاز. كما جاز لو أطعم واحدًا ستين يومًا لتجدد الحاجة. ولو أباحه كل الطعام في يوم واحد دفعة أجزأ عن يومه ذلك فقط اتفاقًا، وكذا إذا ملكه الطعام بدفعات في يوم واحد على الأصح، ذكره الزيلعي لفقد التعدد حقيقة وحكمًا (الدر المختار) قوله: وكذا إذا ملكه، أي لا يجزئ إلا عن يوم واحدٍ. قوله: لفقد التعدد علة للمسئلتين. قال في المنح: لأنه لما اندفعت حاجته في ذلك اليوم فانصرف إليه بعد ذلك يكون إطعام الطاعم فلا يجوز. (الدر المختار مع رد المحتار / كتاب الصوم ٥/١٤٣-١٤٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۱۹ / ۱۴۴۱/۹/۲۱ھ)

متعدد روزوں میں کفارہ ایک ہوگا یا زیادہ

سوال (۶۴۴):- ایک شخص نے زندگی میں بہت سے روزے توڑ دیے، پھر توبہ کرلی اور کفارہ کے ۶۰/روزے بھی رکھ لئے، اَب سوال یہ ہے کہ یہ کفارہ توڑے ہوئے تمام روزوں کا ہوگا یا صرف ایک روزے کا ہوگا؟ یا صرف ایک رمضان کے چھوٹے ہوئے روزوں کا ہوگا؟ اگر سب کا کفارہ نہیں ہوا تو کیا اُس کو مزید کفارے اَدا کرنے ہوں گے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- اِس بارے میں مفتیانِ کرام نے یہ بات لکھی ہے کہ اگر کسی شخص نے رمضان کا روزہ کھاپی کر توڑا ہے، تو ایک ہی کفارہ اُس کے تمام روزوں کے لئے (خواہ کسی بھی رمضان میں توڑے گئے ہوں) کافی ہوجائے گا، بشرطیکہ پہلے کفارہ اَدا نہ کیا ہو، بعد میں ایک ہی کفارہ سب کے لئے کافی ہوجائے گا۔

اور اگر اُس نے نعوذ باللہ رمضان کا روزہ جماع یعنی بیوی کے ساتھ قربت کرکے توڑا

ہے تو اِس صورت میں ہر رمضان کے روزے کے بدلے میں ایک کفارہ لازم ہوگا، ایک کفارہ پچھلے تمام واقعات کے لئے مطلق کافی نہیں ہوگا، اور جب کفارہ اَدا کرلیا اُس کے بعد پھر کوئی اِس طرح کا عمل کرلیا تو نیا کفارہ بہرحال لازم ہے چاہے کھاپی کر توڑا ہو یا بیوی کے پاس جاکر توڑے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۵/۲۰۶ زکریا)

ولو تكرر فطره ولم يكفر للأول يكفيه واحدة ولو في رمضانين عند محمد، وعليه الاعتماد، بزازية ومجتبى وغيرهما. واختار بعضهم للقوي، قوله: ولم يكفر للأول، أما لو كفر فعليه أخرىٰ في ظاهر الرواية للعلم بأن الزجر لم يحصل بالأولى. قوله: وعليه الاعتماد نقله في البحر عن الأسوار، ونقل قبله عن الجوهرة لو جامع في رمضانين فعليه كفارتان وإن لم يكفر للأولى في آخر الرواية وهو الصحيح. (الدر المختار مع الشامي ۳/۳۹۱)

(دینی رہنمائی: ۴۰ / ۱۴۴۱/۱۲/۱۱ھ)

شوال کے روزوں کی قضا

سوال (۶۴۵):- اگر بیماری کی وجہ سے شوال کے ۶/روزے چھوٹ جائیں اور نہ رکھ سکیں، تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- شوال کے روزوں کی قضا کا حکم نہیں ہے؛ البتہ نفلی روزے جب چاہیں رکھ سکتے ہیں، مگر اُس سے شوال کی فضیلت حاصل نہ ہوگی۔

عن أبي أيوب عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: من صام رمضان ثم أتبعه ستًا من شوال، فذاك صيام الدهر. (إعلاء السنن، كتاب الصوم / باب استحباب صيام ستة ۹/۱۷٤ رقم: ۲۰٤۱)

استفيد منه أن من لم يصمه بعذر لا استحباب له، كذا في شرح الاقناع. وقوله: ”صام الدهر“ أي السنة، وفي شرح الاقناع: أي كأنه صام

السـنة فـرضًـا، وإلا فـلا فـائدة في تـخصيص رمضان وست من شوال، فإن من يـصوم ستًا وثلاثين من أي زمن كان يحصل له صوم سنة، فتأمل؛ فإنه عجيب.
(تـعـليـقـات الشيخ محمد زكريا على بذل المجهود، كتاب الصيام / باب في صوم ستة أيام من شوال ٦٤٢/٨ مركز الشيخ أبي الحسن علي الندوي)

ولا تـحـصـل الـفـضـيـلة بـصـيـامهـا أي الستة أيام في غير شوال بظاهر الأخبار. (كشـاف الـقـنـاع عن متن الاقناع للعلامة البهوتي، كتاب الصوم / باب صوم التطوع وما يكره منه ٣٣٧/٢ عالم الكتب بيروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۳۴ / ۱۴۴۱/۱۱/۶ھ)

اَیامِ ناپاکی کے چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا کیسے کریں؟

سـوال (۶۴۶):- ناپاکی کی وجہ سے جو روزے چھوٹ جاتے ہیں اُن کی قضا کس طرح کریں؟ تو کیا اُن کا بھی فدیہ دینا ہوگا؟ اور اگر چھوٹے ہوئے روزوں کی تعداد معلوم نہ ہوتو کیا کیا جائے؟

الـجـواب حـامـدًا ومـصـليًا أما بعد:- ناپاکی کے اَیام کے روزوں کی بعد میں قضا ضروری ہے، فدیہ کافی نہیں۔ اور اگر چھوٹے ہوئے روزوں کی حتمی تعداد معلوم نہ ہوتو زیادہ سے زیادہ کا اَندازہ لگا کر روزوں کی قضا کی جائے گی۔

عـن مـعاذة قالت: سألت عائشة رضي الله عنها فقلت: ما بال الحائض تـقضي الصوم ولا تقضي الصلاة؟ فقالت: أحرورية أنت؟ قالت: قلت: ليست بحرورية، ولكني أسأل. قالت: قد كان يصيبنا ذلک مع رسول الله صلى الله عـلـيـه وسـلـم فيأمر بقضاء الصوم، ولا يأمر بقضاء الصلاة. (الـمسند للإمام أحمد / مسند الصديقة عائشة بنت الصديق رضي الله عنها رقم: ٢٥٩٥١)

حيض يمنع صلاة وصومًا فتقضيه دونها (كنز) قوله: فتقضيه دونما أي

فتقضي الصوم لزومًا دون الصلاة لما في الكتب الستة عن معاذة قالت: سألت عائشة فقلت: ما بال الحائض تقضي الصوم ولا تقضي الصلاة؟ فقالت: أحرورية أنت؟ قلت: لست بحرورية؛ ولكني أسأل قالت: كان يصيبنا ذلك فنؤمر بقضاء الصوم ولا نؤمر بقضاء الصلاة. وعليه انعقد الإجماع؛ ولأن في قضاء الصلاة حرجًا بتكررها في كل يوم وتكرر الحيض في كل شهر بخلاف الصوم حيث يجب في السنة شهرًا واحدًا والمرأة لا تحيض عادة في الشهر إلا مرة فلا حرج. وإنما وجب عليها قضاء الصوم وإن نفست رمضان كله؛ لأن وجوده في رمضان كله نادر فلا يعتبر. (البحر الرائق، كتاب الطهارة / باب الحيض ۳۳۸/۱ دار الكتب العلمية بيروت وزكريا ديوبند)

يمنع صلاة مطلقًا ولو سجدة شكر وصومًا وجماعًا وتقضيه لزومًا دونها للحرج (الدر المختار) قال الطحطاوي: قوله صومًا: أي يحترمه ويمنع صحته ولا يمنع وجوبه لتأهلها لتعلق الخطاب به لعدم الحرج إذ غاية ما تقضى في السنة خمسة عشر يومًا إذا كان حيضها عشرة وطهرها خمسة عشر أفاده في البحر (قوله وجماعًا) أي يحترمه، أي يحترمه، وكذا يحرم ما في حكمه وهو قربان ما تحت الإزار (قوله للحرج) علة لقول المصنف دونها، قال في البحر: لأن في ضاء الصلاة حرجًا بتكررها في كل يوم وتكرر الحيض في كل شهر، بخلاف الصوم فإنه يجب في السنة شهرًا واحدًا، ولا تحيض عادة في الشهر إلا مرةً فلا حرج. (طحطاوي على الدر المختار / باب الحيض ۱۴۸/۱ مكتبة الاتحاد ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۲۴ / ۲۶/۹/۱۴۴۱ھ)

کیا فدیہ حاملہ کے روزہ کا بدل بن سکتا ہے

سوال (۶۴۷):- اگر کوئی حاملہ عورت کمزوری کی بنا پر ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق

روزہ نہ رکھے، تو اُس کی قضا کا کیا حکم ہے؟ کیا فدیہ دینے سے ذمہ ساقط ہوجائے گا؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- حاملہ عورت کے لئے رمضان کا روزہ چھوڑنے کی اِجازت ہے؛ لیکن بعد میں حسب سہولت اُن روزوں کی قضا لازم ہے، فدیہ کافی نہیں۔ (بہشتی زیور ۳/۱۷)

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿فَمَنْ كَانَ مِنكُمْ مَرِيضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ﴾ [البقرہ، جزء آیت: ١٨٤]

عن أنس رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: إن اللّٰه وضع عن المسافر نصف الصلاة، والصوم، وعن الحبلى والمرضع. (سنن النسائي، كتاب الصيام / ذكر اختلاف معاوية بن سلام وعلي بن المبارك في هذا الحديث رقم: ٢٢٧٤)

لمسافر أو حامل أو مرضع، أما كانت أو ظئرًا على الظاهر خافت بغلبة الظن على نفسها أو ولدها ...... الفطر يوم العذر وقضوا لزومًا ما قدروا بلا فدية ولا ولاء؛ لأنه على التراخي. قوله: قضواء، أي من تقدم حتى الحامل والمرضع، قوله: بلا فدية، أشار إلى خلاف الإمام الشافعيؒ حيث قال: بوجوب القضاء والفدية لكل يوم مد حنطة كما في البدائع. (رد المحتار مع الدر المختار، كتاب الصوم / باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده ٤٠٥/٣ زكريا، الفتاویٰ الهندية ٢٠٧/١ زكريا، الفتاویٰ التاتارخانية ٤٠٤/٣ زكريا، البحر الرائق / فصل في العوارض ٤٩٩/٢ زكريا) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۲۴ / ۱۴۴۱/۹/۲۶ھ)

سحر واِفطار کے مسائل

جنتری میں لکھے ہوئے ختم سحری کے وقت سے پانچ منٹ بعد تک کھاتے رہنا

سوال (۶۴۸):- اگرکوئی شخص جنتری میں لکھے ہوئے ختم سحری کے وقت سے پانچ منٹ بعد تک کھاتا رہے تو اس کا روزہ ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- بہتر یہی ہے کہ مروجہ مطبوعہ جنتریوں میں ختم سحری کا جو وقت لکھا ہوا ہے، اُس سے پہلے ہی کھانے پینے سے رک جانا چاہئے، احتیاط کا تقاضا یہی ہے۔ اوراس کے ۶-۷/ یا ۱۰/منٹ کے بعد فجر کی اَذان دینی چاہئے۔ (احسن الفتاویٰ ۴۴۲/۴ دارالاشاعت دہلی)

تاہم اگرکوئی شخص جنتریوں میں لکھے ہوئے ختم سحری کے بعد بھی دو چار منٹ تک کھاتا رہے، تو بھی اُس کا روزہ درست ہوجائے گا، بشرطیکہ موبائل اورانٹرنیٹ کے ذریعہ جاری کردہ ختم سحر کے وقت سے تجاوز نہ ہو؛ اِس لئے کہ تجربہ سے یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ موبائل میں فیڈ کردہ اَوقات بالکل درست اور صحیح ہیں۔ بریں بنا ختم سحری اوراَذانِ فجر میں اس کا لحاظ رکھا جائے گا۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ﴾ [البقرة، جزء آيت: ۱۸۷]

أباح اللّٰہ تعالیٰ الأكل والشرب مع ما تقدم من إباحة الجماع في أي الليل شاء الصائم إلیٰ أن يتبين ضياء الصباح من سواد الليل، وعبر عن ذٰلک

بـالـخيط الأبيض من الخيط الأسود، ورفع اللبس بقوله: من الفجر. (تفسير ابن كثير مكمل ۱۵۰ دار السلام رياض) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۲ / ۱۴۴۱/۹/۴ھ)

گھڑی کا ٹائم غلط ہونے کی وجہ سے صبح صادق کے بعد تک کھاتا رہا

سوال (٦٤٩):- آج سحری میں گھڑی دیکھی تو وقت باقی تھا، چناں چہ سحری کھالی، بعد میں موبائل دیکھ کر پتہ چلا کہ گھڑی غلط چل رہی تھی، وقت ختم ہو چکا تھا، تو روزہ ہوا یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- مسئولہ صورت میں غلطی سے صبح صادق کے بعد تک کھاتے رہنے کی وجہ سے روزہ درست نہیں ہوا، قضا لازم ہے؛ البتہ کفارہ نہیں ہے۔

قال الله تعالىٰ: ﴿وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ﴾ [البقرة، جزء آيت: ۱۸۷]

وإذا تسحر وهو يظن أن الفجر لم يطلع فإذا هو قد طلع – إلىٰ قوله – وعليه القضاء الخ. (الهداية، كتاب الصوم / باب ما يوجب القضاء والكفارة ۲۰۵/۱ المكتبة الأشرفية ديوبند، الدر المختار، كتاب الصوم / باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده ۳۸۰/۳ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۱۵ / ۱۴۴۱/۹/۱۷ھ)

سحری کا وقت ختم ہونے کے بعد تک کھاتے رہنا؟

سوال (٦٥٠):- اگر کوئی شخص سحری کا وقت ختم ہونے کے بعد تک یہ سمجھ کر کھاتا پیتا رہا کہ ابھی وقت ختم نہیں ہوا، تو اُس کا روزہ ہوا یا نہیں؟ اِسی طرح سحری کا وقت ختم ہونے کا تو یقین تھا؛ لیکن پھر بھول گیا اور کھا پی لیا؟ تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- غلط فہمی کی بنا پر سحری کا وقت ختم ہونے کے بعد کھانا کھانے کی وجہ سے روزہ درست نہیں ہوا، بعد میں اُس کی قضاء لازم ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۴۴۶/۶ مکتبہ دارالعلوم دیوبند)

تسحر على ظن أن الفجر لم يطلع، وهو طالع أو أفطر على ظن أن الشمس قد غربت ولم تغرب قضاه. ولا كفارة عليه؛ لأنه ما تعمد الإفطار، كذا في المحيط السرخسي. (الفتاویٰ الهندية / كتاب الصوم ۱۹٤/۱ قديم زكريا، الهداية، كتاب الصوم / باب ما يوجب القضاء والكفارة ۱۳۰/۲ مكتبة البشریٰ كراچی) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۵ / ۱۴۴۱/۹/۷ھ)

سحر وافطار مسجد کے اعلان سے کریں یا اپنی گھڑی سے؟

سوال (۶۵۱):- سحر واِفطار کے لئے کیا مسجد کے اعلان کا انتظار ضروری ہے یا اپنی گھڑی کا اعتبار کافی ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- اگر گھڑی صحیح چل رہی ہو اور اُس کے اعتبار سے اِفطار کا وقت ہوجائے، تو اِفطار میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے؛ تاہم اطمینانِ قلب کے لئے اگر مسجد کے اعلان کا انتظار کرلیں، تو زیادہ بہتر ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۲۰۶/۱۰ ڈابھیل)

وأما الإفطار فلا يجوز بقول الواحد بل بالمثنى، وظاهر الجواب أنه لا بأس به إذا كان عدلا صدقه ...... وبالأولى سماع الطبل أو المدفع الحادث في زماننا لاحتمال كونه لغيره، ولأن الغالب كون الضارب غير عدل، فلا بد حينئذٍ من التحري فيجوز. لأن الظاهر مذهب أصحابنا جواز الإفطار بالتحري كما نقله في المعراج عن شمس الأئمة السرخسي؛ لأن التحري يفيد غلبة الظن. وهي كاليقين، فلو لم يتحر لا يحل له الفطر. ...... وفي البحر عن البزازية: ولا يفطر ما لم يغلب على ظنه الغروب، وإن أذن المؤذن. وقد يقال: إن المدفع في زماننا يفيد غلبة الظن، وإن كان ضاربه فاسقًا؛ لأن العادة أن الموقت يذهب إلى دار الحكم آخر النهار، فيعين له وقت ضربه، ويعينه أيضًا للوزير وغيره، وإذا ضربه يكون ذلك بمراقبة الوزير وأعوانه للوقت المعين،

فيغلب على الظن بهذه القرائن عدم الخطأ وعدم قصد الإفساد، وإلا لزم تأثيم الناس وإيجاب قضاء الشهر بتمامه عليهم، فإن غالبهم يفطر بمجرد سماع المدفع من غير تحر ولا غالب ظن، والله تعالىٰ أعلم. (رد المحتار، كتاب الصوم / باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، مطلب في جواز الإفطار بالتحري ۳۸۳/۳ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۲۳ / ۱۴۴۱/۹/۲۵ھ)

سحری میں دوا کھانا بھول گیا

سوال (۶۵۲):- مریض شخص سحری میں دوا کھانا بھول گیا اور دوا کھانا بہت ضروری تھا؛ اَب کیا کرے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- مسئولہ صورت میں روزہ رکھ لینے کے بعد توڑنے کی اِجازت نہیں ہے؛ البتہ اگر دن میں دوا نہ لینے کی وجہ سے حالت بگڑنے لگے اور دوا کھائے بغیر چارہ نہ ہو، تو اَب روزہ توڑنے کی اِجازت ہوگی، اور بعد میں اُس کی قضا کی جائے گی۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۴۲۲/۶، محقق ومدلل مسائل ۲۱۳/۱)

المريض إذا خاف على نفسه التلف أو ذهاب عضو يفطر بالإجماع، وإن خاف زيادة العلة وامتداده فكذلک عندنا، وعليه القضاء إذا أفطر، كذا في المحيط. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الصوم / الباب الخامس في الأعذار التي تبيح الإفطار ۲۰۷/۱ قديم زكريا)

والمرض الذي يبيح الفطر ما يخاف منه الموت أو زيادة علة، حتى لو خاف أنه لو لم يفطر يزداد عينه وجعًا أو حماه شدة حل له أن يفطر ...... إذا ثبت هذا فنقول: المريض إذا خاف على نفسه التلف أو ذهاب عضو منه يفطر بالإجماع، وإن خاف زيادة العلة وامتداده فكذلک عندنا وعليه القضاء إذا أفطر. (الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب الصوم / الفصل السابع الأسباب المبيحة للفطر ۴۰۳/۳-۴۰۴

زكريا، كذا في الدر المختار، كتاب الصوم / فصل في العوارض المبيحة لعدم الصوم ٤٠٣/٣-٤٠٤ زكريا، بدائع الصنائع، كتاب الصوم / فصل في حكم من أفسد صومه ٦٠٩/٢ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۵ / ۱۴۴۱/۹/۷ھ)

کیا سحری کی دعا کا ثبوت ہے؟

سوال (۶۵۳):- سحری میں جو دعا (**بصوم غد نویت من شهر رمضان**) پڑھی جاتی ہے، کیا صحیح حدیث سے ثابت ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- سحری کی دعا کے نام سے جو کلمات (**بصوم غد نویت من شهر رمضان**) عوام میں مشہور ہیں، اور بہت سے کلینڈروں میں بھی شائع کئے جاتے ہیں، یہ دراصل کوئی دعا نہیں ہے؛ بلکہ عربی زبان میں روزے کی نیت کے اَلفاظ ہیں، جن کا ترجمہ یہ ہے کہ ''میں رمضان کے کل کے روزے کی نیت کرتا ہوں''۔ لہٰذا اِسے سحری کی دعا کے نام سے شائع کرنا صحیح نہیں ہے۔ اور کسی حدیث سے بھی اِس کا ثبوت نہیں ملتا، اور نہ کسی اِمام سے ثابت ہے۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے عوام کو سمجھانے کے لئے روزے کی نیت کے اَلفاظ بتلائے ہوں گے، جس کو لوگوں نے دعا سمجھ کر مشہور کر دیا۔ بریں بنا روزے کے لئے مذکورہ اَلفاظ پڑھنا کوئی شرط نہیں ہے؛ بلکہ دل سے روزے کی نیت کافی ہے؛ حتیٰ کہ فقہاء نے لکھا ہے کہ جو شخص روزے کی نیت سے سحری کھالے تو اُس کا روزہ خود بخود صحیح ہوجاتا ہے، زبان سے نیت کرنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ (فتویٰ دارالعلوم دیوبند نمبر ۵۶۰۰۸ تاریخ اشاعت: ۲۰۲۰/۲/۲۷ء، فتویٰ جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی ۱۴۴۲/۱/۷ھ ۲۰۲۰/۸/۲۷ء)

شرط صحة الأداء النية، والنية معرفته بقلبه أن يصوم والسنة أن يتلفظ بها، والتسحر في رمضان نية، ولو قال: نويت أن أصوم غدًا إن شاء الله تعالىٰ صحت نيته، هو الصحيح. (الفتاویٰ الهندية / كتاب الصوم ١٩٥/١ زكريا)

والشرط فيها أن يعلم بقلبه أى صوم يصومه، قال الحدادي: والسنة أن يتلفظ بها، فيقول: نويت أن أصوم غدًا أو هذا اليوم إن نوى نهارًا لله عزوجل من فرض رمضان. (الدر المختار مع رد المحتار / كتاب الصوم ۳/ ۳٤٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۱۷ / ۱۹/۹/۱۴۴۱ھ)

کیا حضورِ اکرم ﷺ مغرب کے ۳ رفرض پڑھ کر افطار کرتے تھے؟

سوال (۶۵۴):- کیا حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کے تین فرض پڑھنے کے بعد اِفطار فرمایا کرتے تھے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- خادمِ رسول سیدنا حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اِفطار سے پہلے مغرب کی نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا؛ اگرچہ پانی کے گھونٹ سے ہی افطار کیا ہو۔ اِس روایت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ مغرب سے پہلے ہی روزہ افطار فرمایا کرتے تھے۔ علاوہ اَزیں متعدد اَحادیث شریفہ میں اِفطار میں جلدی کرنے کی تاکید کی گئی ہے؛ اِس لئے اُمت کا عام معمول نمازِ مغرب سے قبل اِفطار کا رہا ہے، اور بعض صحابہ کرام (جیسے سیدنا حضرت فاروق اعظم اور سیدنا حضرت عثمان غنی) رضی اللہ عنہم سے نمازِ مغرب کے بعد اِفطار کی جو بات منقول ہے، اُسے کسی عذر پر محمول کیا جائے گا۔

عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال: ما رأيت النبي صلى الله عليه وسلم قطُّ صلى صلاة المغرب حتى يُفطر، ولو كان على شُربةٍ من ماءٍ. رواه الطبراني في الأوسط، وفيه عمر بن عبد الله بن يعلى وهو ضعيف. (مجمع الزوائد ۳/ ۱۵۸ رقم: ٤٨٨٣)

عن ثابت البناني أنه سمع أنس بن مالك رضي الله عنه يقول: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يفطر على رطباتٍ قبل أن يصلي، فإن لم تكن

رطبات فعلى تمرات، فإن لم تكن حسا حسواتٍ من ماء. (سنن أبي داؤد، كتاب الصوم / باب ما يفطر عليه رقم: ٢٣٥٦)

قوله: قبل أن يصلي أي المغرب. (عون المعبود ص: ١٠٤٠ بيت الأفكار الدولية)

عن سهل بن سعد رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: لا يزال الناس بخير ما عجلوا الفطر. (سنن الترمذي، أبواب الصيام / باب ما جاء في تعجيل الإفطار ١٥٠/١، صحيح البخاري، كتاب الصوم / باب تعجيل الإفطار ٢٦٣/١ رقم: ١٩٥٧، صحيح مسلم، كتاب الصيام / باب فضل السحور رقم: ١٠٩٨)

قال النووي: فيه الحث على تعجيله بعد تحقق غروب الشمس، ومعناه: لا يزال أمر الأمة منتظمًا وهم بخير ما داموا محافظين على هذه السنة، وإذا أخروه كان ذلک علامة على فساد يقعون فيه. (المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج، كتاب الصيام / باب فضل السحور تحت رقم: ١٠٩٨)

واتفق العلماء على أن محل ذلک إذا تحقق غروب الشمس بالرؤية أو بإخبار عدلين، وكذا عدل واحد في الأرجح. (فتح الباري، كتاب الصوم / باب تعجيل الإفطار تحت رقم: ١٩٥٧)

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: قال اللّٰه عزوجل: إن أحب عبادي إلي أعجلهم فطرًا. (سنن الترمذي، أبواب الصوم عن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم / باب ما جاء في تعجيل الإفطار رقم: ٧٠٠، المسند لإمام أحمد ٣٢٩/٢، من صحاح الأحاديث القدسية / للشيخ محمد عوامة ص: ٢٦١ دار اليسر)

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: لا يزال الدين ظاهرًا ما عجل الناس الفطر؛ لأن اليهود والنصارىٰ يؤخرون. (سنن أبي داؤد، كتاب الصوم / باب ما يستحب من تعجيل الفطر رقم: ٢٣٥٣، المسند لإمام أحمد ٥٠٣/١٥ رقم: ٩٨١٠ الرسالة)

قـوله: ما عجلوا الفطر الخ، أي ما داموا على هذه السنة، ويسن تقديمه على الصلاة للخبر الصحيح به. قال التور بشتي: فإن في التعجيل مخالفة أهل الكتاب؛ فإنهم يؤخرونه إلى اشتباک النجوم أي اختلاطها ثم صار عادة لأهل البـدعة في ملتنا. (مرقاة الـمـفـاتيـح، كتـاب الصوم / فصل في مسائل متفرقة من كتاب الصوم ٤١٧/٤ تحت رقم: ١٩٨٤ دار الكتب العلمية بيروت)

وأمـا مـا صـح أن عـمـر وعثمان رضي اللّٰه عنهما كانا برمضان يصليان الـمـغـرب – الـحديث – فهو لبيان جواز التأخير؛ لئلا يظن وجوب التعجيل، ويـمـكـن أن يـكـون وجهـه أنـه عـليـه السلام كان يفطر فى بيته ثم يخرج إلى الـصـلاة، وإنهما كانا في المسجد، ولم يكن عندهما تمر ولا ماء، أو كانا غير مـعـتـكـفيـن، ورأيـا الأكـل والشـرب لـغيـر المعتكف مكروهين؛ لكن إطلاق الأحاديث ظاهر في استثناء حال الإفطار، انتهى. (أوجز المسالك، كتاب الصيام / باب ما جاء في تعجيل الفطر ٦١/٥ تحت رقم: ٥٦٨ دار القلم دمشق، مرقاة المفاتيح، كتاب الصوم / باب ما في مسائل متفرقة من كتاب الصوم ٤٢٤/٤ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۶ / ۱۴۴۱/۹/۸ھ)

دھوکے سے وقت سے پہلے افطار کرلیا روزہ ہوا یا نہیں؟

ســـوال (۶۵۵):- آج مؤذن نے غلطی سے مغرب کی اَذان وقت سے ۵؍منٹ پہلے ہی دے دی، اورلوگوں نے اَذان سن کر افطار کرلیا، تو اُن کا روزہ ہوا یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- جن لوگوں نے غلطی سے وقت سے پہلے اِفطار کرلیا ہے اُن کا روزہ نہیں ہوا، اُنہیں بعد میں اُس کی قضا کرنی ہوگی؛ البتہ کفارہ لازم نہیں ہے۔

قـال اللّٰه تعالیٰ: ﴿اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى اللَّيْلِ﴾ [البقرة: ١٨٨] قال: ثم أتموا صيامكم إلى غروب الشمس. (مختصر تفسير الطبري ٥٩/١ دار إحياء التراث العربي بيروت)

أو تسحر ظنه ليلاً والفجر طالع أو أفطر كذلك والشمس حية أمسك يومه وقضىٰ ولم يكفر الخ. (كنز الدقائق على البحر الرائق، كتاب الصوم / فصل في العوارض ۲/۵۰۸ زكريا، ۲/۲۹۱ كوئٹه)

وإذا تسحر وهو يظن أن الفجر لم يطلع فإذا هو قد طلع أو أفطر وهو يرىٰ أن الشمس قد غربت، فإذا هي لم تغرب أمسك بقية يومه قضاء لحق الوقت بالقدر الممكن وعليه القضاء ...... ولا كفارة عليه. (الهداية ۲۲۵/۱ المكتبة الأشرفية ديوبند، كذا في الدر المختار، كتاب الصلاة / باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده ۳/۳۸۰-۳۸۱ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۶ / ۱۴۴۱/۹/۸ھ)

اِفطار کی دعاء کس وقت پڑھیں؟

سوال (۶۵۶):- ہمارا اَب تک یہ معمول تھا کہ روزہ افطار کرتے وقت پہلے یہ دعا: ”**اللّٰهم لک صمت الخ**“ پڑھتے تھے پھر کھجور منہ میں ڈالتے تھے؛ لیکن اَب ایک عالم صاحب سے سنا وہ فرما رہے تھے کہ پہلے افطار کیا جائے اُس کے بعد دعا پڑھی جائے، تو کیا اُن کا یہ کہنا صحیح ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- اَحادیث شریفہ میں افطار کے وقت کی کئی دعائیں منقول ہیں۔ مثلاً: ایک دعا یہ ہے کہ: ”**ذهب الظمأ وابتلت العروق وثبت الأجر إن شاء الله تعالیٰ**“ (پیاس ختم ہوگئی اور رگیں تر ہوگئیں اور اَجر وثواب طے ہوگیا اِن شاءاللہ تعالیٰ) تو اِس طرح کے مضمون والی دعاؤں میں تو معنی کے اعتبار سے یہی مفہوم ہوتا ہے کہ اُنہیں افطار کے بعد پڑھا جائے۔

لیکن یہ دعا: ”**اللّٰهم لک صمت**“ **الخ** اِس میں دونوں پہلو نکلتے ہیں، یعنی افطار کرنے سے پہلے بھی اور افطار کے بعد بھی اگر اُسے پڑھا جائے تو معنی کے خلاف نہیں ہے۔ اِس لئے اُسے افطار کے بعد ہی پڑھنے پر اصرار مناسب نہیں ہے۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: شیخ طلحہ منیار کا مضمون)

عـن مـعاذ بن زهرة أنه بلغه أن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم كان إذا أفطر قـال: اللّٰهم لک صمت وعلى رزقک أفطرت. (سنن أبي داؤد، كتاب الصيام / باب القول عند الأفطار ۳۲۲/۱ رقم: ۲۳۵۸)

حـدثـنـا مروان – يعني ابن سالم المقفع – قال: رأيت ابن عمر، وقال: كـان الـنبـي صـلـى اللّٰه عليه وسلم إذا أفطر قال: ذهب الظمأ وابتلت العروق وثبت الأجر إن شاء اللّٰه. (سنن أبي داؤد، كتاب الصوم / باب القول عند الإفطار ص: ٤٤١ رقم: ٢٣٥٧ دار الفكر بيروت)

قوله: إذا أفطر أي بعد الإفطار. (عون المعبود مكمل عند الإفطار ص: ١٠٤٠ بيت الأفكار الدولية، بذل المجهود ٤٩٩/٨ مركز الشيخ أبي الحسن الندوي أعظم جراه)

عـن أبـي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ثلاثة لا ترد دعوتهم ...... الصائم حتى يفطر الخ. (سنن الترمذي / أبواب الدعوات رقم: ٣٥٩٨) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۹ / ۱۱/۹/۱۴۴۱ھ)

افطاری کے وقت اجتماعی دعا کرنا

سـوال (۶۵۷):- افطار کے وقت گھر کے تمام افراد کا ایک ساتھ ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا کیسا ہے؟

الـجـواب حـامـدًا ومـصـليًا أما بعد :- افطار کے وقت دعا کی قبولیت تو حدیث سے ثابت ہے؛ لیکن اِس وقت خاص طور پر اجتماعی دعا کا ثبوت نہیں ملتا؛ لہٰذا سب لوگ الگ الگ دعا کریں، اور اُس میں ہاتھ اُٹھانا بھی ضروری نہیں ہے، بغیر ہاتھ اُٹھائے بھی دعا کر سکتے ہیں۔

عـن عبـد اللّٰه بن عمرو بن العاص رضي اللّٰه عنه يقول: قال رسول اللّٰه

صلى الله عليه وسلم: إن للصائم عند فطره لدعوة ما ترد. قال ابن أبي مليكة: سعمت عبد الله بن عمرو يقول إذا أفطر: اللّٰهم إني أسألک برحمتک التي وسعت كل شيء أن تغفر لي. (سنن ابن ماجة ۱/۵۵۷ رقم: ۱۷۵۳)

وورد أنه صلى الله عليه وسلم كان يقول: يا واسع الفضل اغفر لي، وأنه كان يقول: الحمد لله الذيأعانني فصمت ورزقني فأفطرت. (مرقاة المفاتيح، كتاب الصوم / باب في مسائل متفرقة ٤/٤٢٦ دار الكتب العلمية بيروت)

من أصر علىٰ أمر مندوب وجعله عزمًا، ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر علىٰ بدعة أو منكر. (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة، الفصل الأول / باب الدعاء في التشهد ٣/٢٦ تحت رقم: ٩٤٦ دار الكتب العلمية بيروت، ٢/٣٥٣ المكتبة الأشرفية ديوبند)

فكم من مباح يصير بالالتزام من غير لزوم والتخصيص من غير مخصص مكروهًا، كما صرح به على القاري في شرح المشكاة، والحصكفي في الدر المختار وغيرهما. (مجموعة رسائل اللكنوي / سباحة الفكر في الجهر بالذكر ٣/٣٤ إدارة القرآن كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۵ / ۱۴۴۱/۹/۷ھ)

سحری کے بعد ٹوتھ پیسٹ کرنا

سوال (۶۵۸):- سحری کا وقت ختم ہونے کے بعد فجر کی اَذان سے پہلے ٹوتھ پیسٹ کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- سحری کا وقت ختم ہونے کے بعد ٹوتھ پیسٹ کرنا مکروہ ہے، اِس میں احتیاط کرنی چاہئے۔ (کتاب المسائل ۲/۱۷۴، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۶/۴۰۴)

وكره له ذوق شيء وكذا مضغه، وفي الشافية: إن الكراهة في هذه

الأشياء تنزيهية. (رد المحتار، كتاب الصوم / باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده ٣٩٥/٣ زكريا)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۲۰ / ۱۴۴۱/۹/۲۲ھ)

روزہ میں ٹوتھ پیسٹ کرنا

سوال (٦٥٩):- روزہ کی حالت میں ٹوتھ پیسٹ کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- روزہ کی حالت میں ٹوتھ پیسٹ کرنا مکروہ ہے، اور اگر اِس دوران کوئی حصہ حلق اور پیٹ میں چلا جائے گا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

(احسن الفتاویٰ ۴۳۹/۴ دارالاشاعت دہلی)

وكره له ذوق شيءٍ وكذا مضغه (وفي الشامية) الظاهر أن الكراهة في هذه الأشياء تنزيهية. (شامي، كتاب الصوم / باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، مطلب فيما يكره للصائم ٣٩٥/٣ زكريا، ٤١٦/٢ كراچی، كذا في الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب الصوم / الباب السادس فيما يكره للصائم أن يفعله وما لا يكره ٣٩٥/٣ زكريا)

وإنما يكره له الذوق لما فيه من تعريض الصوم على الفساد، ولا يفسد صومه لعدم الفطر صورة ومعنى، بحر. (حاشية الطحطاوي على الدر المختار / كتاب الصوم ٤٠٠/٣ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۲ / ۱۴۴۱/۹/۴ھ)

تلاوت کے دوران منہ میں جمع ہونے والے تھوک کا حکم

سوال (٦٦٠):- روزہ کی حالت میں تسبیح یا تلاوت کے دوران منہ میں جو تھوک آجاتا ہے، اُس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- منہ میں تھوک آنے یا نگلنے سے روزہ پر کوئی فرق نہیں پڑتا؛ البتہ بالقصد تھوک جمع کر کے نگلنے کو فقہاء نے مکروہ لکھا ہے۔ (مستفاد: بہشتی زیور ۱۱/۳)

لـو جمع الريق قصدًا ثم ابتلعه لا يفسد صومه في أصح الوجهين. (بزازية على الهندية، كتاب الصوم / باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده ٩٨/٤ زكريا، الفتاوىٰ الهندية / الباب الثالث فيما يكره للصائم وما لا يكره ١٩٩/١ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۱۵ / ۱۴۴۱/۹/۱۷ھ)

روزہ میں بلغم یا تھوک کو جمع کر کے نگلنا

سوال (٦٦١): - روزہ میں بلغم اور تھوک کو جمع کر کے نگلنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد: - روزہ دار کے لئے تھوک جمع کرنا مکروہ ہے؛ تاہم اِس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (کتاب المسائل ۱۷۳/۲)

لـو جمع الريق قصدًا ثم ابتلعه لا يفسد صومه في أصح الوجهين. (بزازية على هامش الهندية، كتاب الصوم / الثالث فيما يفسده الخ ٩٨/٤ دار إحياء التراث العربي بيروت)

وكـره لـه جـمـع الـريـق فـي الفم قصدًا ثم ابتلاعه تحاشيًا عن الشبهة.

(مـراقـي الـفـلاح مع الطحطاوي، كتاب الصوم / فصل فيما يكره للصائم وما لا يكره وما يستحب له ٣٧٢ قـديـمـی، كـذا في الفتاوىٰ الهندية، كتاب الصوم / الباب الثالث فيما يكره للصائم وما لا يكره ١٩٩/١ دار إحياء التراث العربي بيروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۴ / ١٤٤١/٩/٦ھ)

اعتکاف کے مسائل

اعتکاف کی اہمیت اور اُس کا طریقہ

سوال (٦٦٢):- شریعت میں اعتکاف مسنون کی کیا اہمیت ہے؟ اور اُس کو کس طریقے پر اَدا کیا جاسکتا ہے؟ مرد اور عورت کے لئے اِس بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- رمضان المبارک کے آخری عشرے میں اعتکاف کرنا سنت علی الکفایہ ہے۔ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوری زندگی اِس عبادت کا اہتمام فرمایا، اور بلا عذر ناغہ نہیں فرمایا؛ لیکن چوں کہ ہر شخص کے لئے اِس کو انجام دینا دشوار ہے، اِس لئے اِس کو سنت کفایہ قرار دیا گیا کہ اگر پوری آبادی یا پورے محلے میں ایک شخص بھی اعتکاف کرلے، تو سب کی طرف سے سنت کی اَدائیگی کا ذمہ ساقط ہوجاتا ہے؛ تاہم جو شخص بھی اعتکاف کرے گا، وہ بڑی فضیلت کا مستحق ہوگا۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ مردوں کے لئے ایسی مسجد میں اعتکاف کرنے کا حکم ہے جہاں پنجوقتہ نمازیں اَدا کی جاتی ہوں، اور عورتیں اپنے گھر کے کسی حصے یا کمرے کو متعین کرکے اعتکاف کرسکتی ہیں۔ مسجد یا گھر میں اعتکاف کے لئے پردہ ڈالنا کوئی ضروری نہیں ہے؛ لیکن اگر یکسوئی کی خاطر پردہ ڈال لیا جائے تو منع بھی نہیں ہے۔

عن عائشة رضي الله عنها زوج النبي صلى الله عليه وسلم أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يعتكف العشر الأواخر من رمضان حتى توفاه الله، ثم اعتكف أزواجه من بعده. (صحيح البخاري، أبواب الاعتكاف / باب الاعتكاف في العشر الأواخر رقم: ٢٠٢٦)

أما شروطه: فمنها: النية ......، ومنها: مسجد الجماعة، فيصح في كل مسجد له أذان وإقامة هو الصحيح ......، والصوم وهو شرط الواجب منه، والإسلام والعقل والطهارة عن الجنابة والحيض والنفاس. (الفتاویٰ الهندية / كتاب الصوم ٢١١/١، الدر المختار / كتاب الصوم ٤٢٩/٣ زكريا، مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي / باب الاعتكاف ٣٨١-٣٨٢، البحر الرائق، كتاب الصوم / باب الاعتكاف ٣٩٩/٢ كراچی)

والمرأة تعتكف في مسجد بيتها، إذا اعتكفت في مسجد بيتها فتلك البقعة في حقها كمسجد الجماعة في حق الرجل لا تخرج منه إلا لحاجة الإنسان. (الفتاویٰ الهندية / كتاب الصوم ٢١١/١ زكريا)

وهو ثلاثة أقسام ...... وسنة مؤكدة في العشر الأخير من رمضان أي سنة كفاية كما في البرهان وغيره لاقترانها بعدم الإنكار على من يفعله من الصحابة (الدر المختار) قوله: لاقترانها الخ، جواب عما أورد على قوله في الهداية، والصحيح أنه سنة مؤكدة؛ لأن النبي صلى الله عليه وسلم واظب عليه في العشر الأواخر من رمضان، والمواظبة دليل السنة. من أن المواظبة بلا ترك دليل الوجوب، والجواب كما في العناية أنه عليه السلام لم ينكر على من تركه واجبًا لأنكر. وحاصله أن المواظبة إنما تفيد الوجوب إذا اقترنت بالإنكار على التارك. (رد المحتار، كتاب الصوم / باب الاعتكاف ٤٣٠/٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۱۷ / ۱۴۴۱/۹/۱۹ھ)

لاک ڈاؤن کی وجہ سے مسجد میں اعتکاف نہ کرسکا؟

سوال (۲۶۳):- اگر لاک ڈاؤن کی وجہ سے مسجد میں کوئی شخص بھی اعتکاف کے لئے نہیں بیٹھ سکا، تو اُس کا کفارہ کیا ہوگا؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- اگرچہ بہتر یہی ہے کہ کوئی مسجد اعتکاف سے خالی نہ رہے؛ لیکن اگر محلے یا چھوٹی آبادی کی کسی ایک مسجد میں بھی کوئی شخص اعتکاف کرلے، تو سب کی طرف سے سنت کفایہ اَدا ہوجائے گی۔ اور اگر معقول عذر کی وجہ سے اعتکاف کی صورت نہ بن سکے (جیسا کہ اِس سال (۱۴۴۱ھ) میں ماحول رہا) تو اعتکاف کے ترک پر کسی سے مؤاخذہ نہ ہوگا، اِن شاء اللہ تعالیٰ۔ اور اِس کی وجہ سے کوئی کفارہ لازم نہیں ہے۔

(احسن الفتاویٰ/ باب الاعتکاف ۴/۴۹۸-۴۹۹ کراچی، کتاب الفتاویٰ ۳/۴۵۳)

والاعتكاف المطلوب شرعًا على ثلاثة أقسام: ......، وسنة كفاية مؤكدة في العشر الأخير من رمضان الخ. (مراقي الفلاح على حاشية الطحطاوي / باب الاعتكاف ص: ۳۸۲ قديمى كتب خانه كراچى، الفتاوىٰ الهندية، كتاب الصوم / الباب السابع في الاعتكاف ۱/۲۱۱ زكريا، الدر المختار مع الشامي، كتاب الصوم / باب الاعتكاف ۳/۴۳۰ زكريا)

وقيل سنة على الكفاية حتى لو ترك أهل بلدة بأسرهم يلحقهم الاسائة وإلا فلا كالتأذين. (مجمع الأنهر / باب الاعتكاف ۱/۳۷۶ دار الكتب العلمية بيروت)

وقال في فصل التراويح: قوله: والجماعة فيها سنة على الكفاية الخ. أفاد أن أصل التراويح سنة عين – إلىٰ أن قال – وهل المراد أنها سنة كفاية لأهل كل مسجد من البلدة أومسجد واحد منها أو من المحلة؟ ظاهر كلام الشارح الأول واستظهر (ط) الثاني ويظهر لي الثالث لقول المنية حتى لو ترك أهل محلة كلهم الجماعة فقد تركوا السنة وأساءوا الخ. (رد المحتار على الدر المختار، كتاب الصلاة / مبحث صلاة التراويح ۱/۴۷۳ نعمانية)

وسنة مؤكدة في العشر الأخير من رمضان أي سنة كفاية كما في البرهان وغيره لاقترانها بعد الإنكار على من لم يفعله من الصحابة (الدر المختار) وحاصله: أن المواظبة إنما تفيد الوجوب إذا اقترنت بالإنكار على ا

لتارک. قوله: أي سنة كفاية، نظيرها إقامة التراويح بالجماعة، فإذا قام بها البعض سقط الطلب عن الباقين، فلم يأثموا بالمواظبة على الترک بلا عذر، ولو كان سنة عين لأثموا بترک السنة المؤكدة إثمًا دون إثم ترک الواجب كما مر بيانه في كتاب الطهارة. (رد المحتار، كتاب الصوم / باب الاعتكاف ۴۳۰/۳ زكريا، رد المحتار فرفور ۴۱۳/۶ دار الثقافة والتراث دمشق سوريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۲۱ / ۱۴۴۱/۹/۲۳ھ)

مساجد میں اعتکاف کی اِجازت نہ ملنے پر مرد حضرات کیا کریں؟

سوال (۶۶۴):- موجودہ حالات میں انتظامیہ کی طرف سے اگر مساجد میں اعتکاف کی اجازت نہ ملے، تو کیا مرد حضرات گھروں میں اعتکاف کر سکتے ہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- شریعت میں مردوں کے لئے گھروں میں اعتکاف کا حکم نہیں ہے؛ بلکہ مسجد میں اعتکاف کرنے کا حکم ہے۔ اَب جو حضرات ہر سال اعتکاف کرتے رہے ہوں، اُن کو اِس سال اعتکاف نہ کرنے کا ضرور احساس ہوگا، تو اُن کی خدمت میں یہ عرض ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں اِرشاد فرمایا ہے کہ ’’جو شخص کسی نیک عمل کا پابند ہو اور پھر کسی عذر کی وجہ سے اُس عمل کو انجام نہ دے سکے، تو اللہ تبارک وتعالیٰ اُس کے دلی جذبے کی قدر فرماتے ہوئے اُس کے نامہ اعمال میں اُس عمل کا بہترین ثواب لکھ دیتے ہیں‘‘۔ اِس لئے جو حضرات پابندیوں کی وجہ سے اِس سال اعتکاف نہیں کر پا رہے ہیں، اُنہیں اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہئے۔

علاوہ اَزیں آخری عشرہ کی عبادات صرف اعتکاف پر ہی منحصر نہیں ہیں؛ اِس لئے دن یا رات میں جس قدر بھی ہوسکے، تلاوت واَذکار اور دینی مشاغل میں لگے رہنے کا اہتمام کریں؛ تاکہ رمضان المبارک کا پورا اجر وثواب ہمیں نصیب ہوسکے۔

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِي الْمَسَاجِدِ﴾ [البقرة، جزء آيت:]

ثم جوازه يختص بمسجد الجماعات، وروى الحسن عن أبي حنيفة رحمه اللّٰه تعالىٰ: كل مسجد له إمام ومؤذن معلوم، وتصل فيه الصلوات الخمس بالجماعة؛ فإنه يعتكف فيه. والدليل على الجواز في سائر المساجد قوله تعالىٰ: ﴿وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِی الْمَسَاجِدِ﴾ فعم المساجد في الذكر.
(المبسوط للإمام السرخسي / باب الاعتكاف ١١٥/٣ دار المعرفة بيروت)

حدثنا إبراهيم أبو إسماعيل السكسكي قال: سمعت أبابردة واصطحب هو ويزيد بن أبي كبشة في سفر، فكان يزيد يصوم في السفر، فقال له أبوبردة: سمعت أبا موسىٰ مرارًا يقول: عن أبي موسىٰ الأشعري رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: إذا مرض العبد أو سافر كتب له مثل ما كان يعمل صحيحًا مقيمًا. (رواه البخاري، كتاب الجهاد والسير / باب يكتب للمسافر مثل ما كان يعمل في الإقامة ١٦٨/٢ رقم: ٢٩٩٦)

قوله: كتب له مثل ما كان يعمل الخ، وهو في حق من كان يعمل طاعة فمنع منها، وكانت نيته لو لا المانع أن يدوم عليها. ولرواية إبراهيم السكسكي عن أبي بردة متابع أخرجه الطبراني من طريق سعيد بن أبي بردة عن أبيه عن جده بلفظ: "إن اللّٰه يكتب للمريض أفضل ما كان يعمل في صحته ما دام في وثاقه" الحديث. وفي حديث عائشة عند النسائي: "ما من امرئ تكون له صلاة من الليل يغلبه عليها نوم أو وجع إلا كتب له أجر صلاته وكان نومه عليه صدقة".

قال السبكي الكبير في الحلبيات: من كانت عادته أن يصلي جماعة فتعذر فانفرد كتب له ثواب الجماعة، ومن لم تكن له عادة لكن أراد الجماعة فتعذر فانفرد يكتب له ثواب قصده لا ثواب الجماعة؛ لأن أجر الفعل يضاعف وأجر

القصد لا يضاعف. (فتح الباري شرح صحيح البخاري، كتاب الجهاد والسير / باب يكتب للمسافر مثل ما كان يعمل في الإقامة ١٦٨/٢ تحت رقم: ٢٦٩٦ دار الكتب العلمية بيروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۱۸ / ۱۴۴۱/۹/۲۰ھ)

مرد کا گھر میں اعتکاف کرنا

سوال (٦٦٥):- جس گھر میں پانچوں نمازیں باجماعت اَدا کی جائیں، تو کیا مرد اُس گھر میں اعتکاف کرسکتا ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- مردوں کے لئے ایسی مسجد میں اعتکاف کرنے کا حکم ہے جہاں پنج وقتہ نمازیں اَدا کی جاتی ہوں؛ لہٰذا گھر میں مردوں کا اعتکاف درست نہ ہوگا۔ اور گھر میں پنجوقتہ نماز پڑھنا تو ضرورۃً صحیح ہے؛ لیکن اُس کی وجہ سے اُس گھر پر مسجد کا حکم جاری نہیں ہوتا۔

والمراد ما أعد للصلاة في البيت؛ لأنه لم يأخذ حكم المسجد (الهداية) **حتى لا يصح فيه الاعتكاف إلا للنساء.** (الهداية مع فتح القدير، كتاب الصلاة / باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ٤٢٠/١-٤٢١ دار الفكر بيروت)

هو الإقامة بنية أي بنية الاعتكاف في مسجد تقام فيه الجماعة بالفعل للصلاة الخمس، فلا يصح في مسجد لا تقام فيه الجماعة للصلاة في الأوقات الخمس على المختار، وهذا في حق الرجال. وللمرأة الاعتكاف في مسجد بيتها وهو محل عينته المرأة للصلاة فيه فإن لم تعين لها محلاً لا يصح لها الاعتكاف فيه. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح / باب الاعتكاف ص: ٣٨١-٣٨٢ قديمی کتب خانه کراچی) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۱۴ / ۱۴۴۱/۹/۱۶ھ)

لاک ڈاؤن میں گھر میں عورت کے ساتھ مرد کا اعتکاف؟

سوال (٦٦٦):- لاک ڈاؤن میں چوں کہ مساجد بند ہیں، اِس لئے اگر کوئی مرد خواتین کے ساتھ گھر ہی میں اعتکاف کرے تو اُس کا اعتکاف درست ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- مرد کے لئے گھر میں اعتکاف کرنا درست نہیں ہے، صرف خواتین کو گھر میں اعتکاف کرنے کی اِجازت ہے؛ لہٰذا مسئولہ صورت میں گھر میں مرد کا اعتکاف شرعاً معتبر نہ ہوگا۔ مرد حضرات کو مسجد ہی میں اعتکاف کرنا چاہئے، اگر عذر کی وجہ سے مسجد میں اعتکاف کا موقع نہ ملے، تو اُن سے کوئی مؤاخذہ نہ ہوگا، اِن شاء اللہ تعالیٰ۔

عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها أنها قالت: السنة على المعتكف أن لا يعود مريضًا ...... ولا اعتكاف إلا في مسجد جامع. (سنن أبي داؤد، كتاب الصيام / باب المعتكف يعود المريض ٣٣٥/١ رقم: ٢٤٧٣)

عن ابن عباس والحسن رضي الله عنهما قالا: لا اعتكاف إلا في مسجد تقام فيه الصلاة. (السنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب الصيام / باب الاعتكاف في المسجد ٥١٩/٤ رقم: ٨٥٧٢)

عن إبراهيم أن حذيفة قال لابن مسعود: ألا تعجب من قوم بين دارك ودار أبي موسىٰ يزعمون أنهم معتكفون ...... قال: أما أنا فقد علمت أنه لا اعتكاف إلا في مسجد جماعة. (المعجم الكبير للطبراني ٣٠١/٩ رقم: ٩٥٠٩، إعلاء السنن، أبواب الاعتكاف / باب اشتراط الصوم ومسجد الجماعة ١٧٨/٩ دار الكتب العلمية بيروت)

ولا يصح الاعتكاف إلا في مسجد الجماعات، وروي عن أبي حنيفةؒ أنه لا يصح إلا في مسجد يصلى فيه الصلوات الخمسة، قيل: أراد أبو حنيفة غير المسجد الجامع فإن هناك يجوز الاعتكاف ...... والأفضل اعتكاف الرجل في الجامع إذا كان ثمه قوم يصلون بجماعة، فإن لم يكن فاعتكافه في

مسجده أفضل. (الفتاویٰ التاتارخانية / الفصل الثاني عشر في الاعتكاف ٤٣/٣-٤٤٢ رقم: ٤٨٠٠-٤٨٠١ زكريا، كذا في الهداية / باب الاعتكاف ٢٢٩/١ المكتبة الأشرفية ديوبند، الدر المختار مع الشامي، كتاب الصوم / باب الاعتكاف ٤٢٩/٣ زكريا، ٤٤١/٢ كراچی)

والمرأة تعتكف في مسجد بيتها، إذا اعتكفت في مسجد بيتها فتلك البقعة في حقها كمسجد الجماعة في حق الرجل لا تخرج منه إلا لحاجة الإنسان. (الفتاویٰ الهندية / كتاب الصوم ٢١١/١ زكريا، مراقي الفلاح على حاشية الطحطاوي / باب الاعتكاف ص: ٦٩٩ دار الكتب العلمية بيروت، ٣٨٣ قديمی كتب خانه كراچی، تبيين الحقائق، كتاب الصوم / باب الاعتكاف ٣٥٠/١ المكتبة الإمدادية ملتان) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۷ / ۱۴۴۱/۹/۹ھ)

۲۸/ویں شب میں اعتکاف میں بیٹھنا

سوال (٦٦٧):- ۲۸/ویں شب سے اعتکاف کرنا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- ۲۸/ویں شب سے بھی حسب شرائط اعتکاف کرسکتے ہیں، اور یہ اعتکاف نفل ہوگا۔

وأقله نفلاً ساعةً من ليل ونهار عند محمد، وهو ظاهر الرواية عن الإمام لبناء النفل على المسامحة، وبه يفتیٰ. (الدر المختار، كتاب الصوم / باب الاعتكاف ٤٣٣/٣ زكريا، البحر الرائق / باب الاعتكاف ٥٢٣/٢ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ٢٦ / ۱۴۴۱/۹/۲۸ھ)

کیا چند گھنٹوں کے اعتکاف میں بھی معتکف میں رہنا ضروری ہے؟

سوال (٦٦٨):- اگر کوئی عورت مغرب سے سحری تک اعتکاف کی نیت کرے، اور افطار اپنے معتکف میں کرے، تو کیا اُس کے لئے سحری بھی اپنے معتکف میں کرنا ضروری ہے یا گھر کے اَفراد کے ساتھ معتکف کے علاوہ بھی افطار اور سحر کرسکتی ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- مذکورہ عورت کا مغرب کے وقت سے لے کر سحری تک اعتکاف کی نیت کرنا؛ یہ نفلی اعتکاف کی صورت ہے، اِس میں مسلسل معتکف میں رہ کر وہیں سحر واِفطار کرنا واجب نہیں ہے؛ بلکہ جیسی سہولت ہو اُس پر عمل کر سکتے ہیں۔ البتہ مسنون اور واجب اعتکاف میں مسلسل معتکف میں رہنا ضروری ہوتا ہے۔

وأقله نفلا ساعة من ليل أو نهار عند محمد، وهو ظاهر الرواية عن الإمام لبناء النفل على المسامحة، وبه يفتى ...... فلو شرع في نفله ثم قطعه لا يلزمه قضاؤه على الظاهر، وحرم عليه أي على المعتكف اعتكافًا واجبًا، أما النفل فله الخروج؛ لأنه مُنهٍ له لا مبطل. قوله: منه اسم فاعل من أنهى أي متمم للنفل. (رد المحتار مع الدر المختار، كتاب الصوم / باب الاعتكاف ٤٣٣/٣-٤٣٥ زكريا)

فينبغي إذا دخل المسجد أن يقول: نويت الاعتكاف ما دمت في المسجد. (مرقاة المفاتيح، كتاب الصوم / باب الاعتكاف ٥٢٣/٤ دار الكتب العلمية بيروت)

وأقله نفلاً ساعة لقول محمد في الأصل: إذا دخل المسجد بنية الاعتكاف فهو معتكف ما أقام تارك له إذا خرج فكان ظاهر الرواية ...... فالاعتكاف لا يقدر شرعًا بكمية لا تصح دونها كالصوم؛ بل كل جزء منه لا يفتقر في كونه عبادة إلى الجزء الآخر ولم يستلزم تقدير شرطه تقديره. (البحر الرائق، كتاب الصوم / باب الاعتكاف ٢٥٢/٢ دار الكتب العلمية بيروت زكريا ديوبند) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۲۱ / ۱۴۴۱/۹/۲۳ھ)

عشاء کی نماز کے بعد اعتکاف میں بیٹھنا

سوال (٦٦٩):- اگر کوئی شخص ۲۰؍رمضان کو عشاء کی نماز کے بعد مسجد میں مسنون اعتکاف کی نیت سے بیٹھے، تو کیا وہ شخص سنت اعتکاف کرنے والا ہوگا یا نہیں؟ ہم نے سنا ہے کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام فجر کی نماز پڑھ کر اپنے معتکف میں داخل ہوتے تھے، اِس حدیث کا کیا مطلب ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- مسنون اعتکاف کی ابتداء رمضان المبارک کی ۲۰؍تاریخ کے غروبِ آفتاب سے ہوتی ہے، اَب اگر کوئی شخص اُس وقت مسجد میں داخل نہ ہو؛ بلکہ عشاء کے وقت داخل ہو، جیسا کہ سوال میں مذکور ہے، تو حضرت اِمام اَبوحنیفہؒ کے نزدیک اُس کا اعتکاف مسنون نہیں ہوگا؛ بلکہ نفل ہوجائے گا۔ کیوں کہ ایسی صورت میں اُس کے ۱۰؍دن مکمل نہ ہوں گے۔ (فتاویٰ محمودیہ/ باب الاعتکاف ۲۶۶/۱۰ ڈابھیل، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند/ مسائل اعتکاف ۶/ ۵۰۷-۵۰۸ مکتبہ دارالعلوم دیوبند)

اور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق جس روایت میں یہ مذکور ہے کہ آپ فجر کی نماز پڑھ کر معتکف میں تشریف لے جاتے تھے، اُس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ اُسی وقت اعتکاف شروع فرماتے تھے؛ بلکہ مطلب یہ ہے کہ اکیسویں پوری شب عبادت میں گذار کر فجر کے بعد آرام کے لئے معتکف میں داخل ہوتے تھے۔ یہی تشریح اکابر محدثین وفقہاء سے منقول ہے۔

عن عائشة رضي الله عنها قالت: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا أراد أن يعتكف صلى الفجر، ثم دخل في معتكفه. (رواه أبو داؤد، كتاب الصيام / باب الاعتكاف ۳۳٤/۱ رقم: ۲٤٦٤، سنن الترمذي، أبواب الصوم / باب ما جاء في الاعتكاف ۱٦٤/۱)

قال الحافظ: وفي الحديث أن أول الوقت الذي يدخل فيه المعتكف بعد صلاة الصبح، وهو قول الأوزاعي والليث والثوري، وقال الأئمة الأربعة وطائفة: يدخل قبيل غروب الشمس، وأوّلوا الحديث على أنه دخل من أول الليل، ولكن إنما تخلى بنفسه في المكان الذي أعدّه لنفسه بعد صلاة الصبح.

بل معنى الحديث أنه إذا أراد أن يعتكف العشر الأواخر من رمضان دخل المسجد قبيل ليلة إحدى وعشرين، ولبث في المسجد بالليل حتى صلى الفجر، ثم دخل معتكفه أي البناء الذي بُني له في المسجد لاعتكافه، وإنما لم يدخل في بنائه بالليل؛ لأن الدخول فيه للتخلي، وزمان الليل بنفسه وقت الخلوة، فلم يحتج بالليل إلى الخلوة، وإنما الاحتياج إلى الخلوة

بالنهار، فتخلى بالدخول في المعتكف.

وقال السندي: ظاهره أن المعتكف يشرع في الاعتكاف بعد صلاة الصبح، ومذهب الجمهور أنه يشرع من ليلة الحادي والعشرين، وقد أخذ بظاهر الحديث قوم إلا أنهم حملوه على أنه يشرع من صبح الحادي والعشرين، فرد عليه الجمهور بأن المعلوم أنه كان صلى الله عليه وسلم يتعكف العشر الأواخر، ويحث الصحابة عليه، وعدد العشر عدد الليالي، فتدخل فيه الليلة الأولىٰ، وإلا لا يتم هذا العدد أصلا، وأيضًا من أعظم ما يطلب بالاعتكاف إدراك ليلة القدر، وهي قد تكون ليلة الحادي والعشرين كما جاء في حديث أبي داؤد، فينبغي له أن يكون معتكفًا فيها، لا أن يعتكف بعده.

وأجاب النووي عن الجمهور بتأويل الحديث أنه دخل معتكفه وانقطع فيه وتخلى بنفسه بعد صلاة الصبح، لا أن ذلك وقت ابتداء الاعتكاف؛ بل كان قبل المغرب معتكفًا لابثًا في جملة المسجد، فلما أصبح انفرد، انتهى.

(بذل المجهود في حل سنن أبي داؤد، كتاب الصيام / باب الاعتكاف ٦٩/٨-٦٩٣ تحت رقم: ٢٤٦٤ مركز الشيخ أبي الحسن الندوي، مرقاة المفاتيح، كتاب الصوم / باب الاعتكاف ٥٢٨/٤-٥٢٩ رقم: ٢١٠٤ دار الكتب العلمية بيروت)

قال الشافعي: إذا أراد أن يعتكف العشر الأواخر دخل قبل الغروب، فإذا أهلّ هلال شوال فقد أتم العشر، وهو قول أبي حنيفة وأصحابه. (الاستذكار ٢٩٧٩/١٠ دار قتيبة للطباعة والنشر دمشق بيروت)

وكل من يريد أن يتم له اعتكاف العشر من العشرين وإلا لم يتم له العشر؛ فإن الليالي الماضية لاحقة بالأيام التالية. (معارف السنن ٥١٧/٥ المكتبة الأشرفية ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۲۰ / ۱۴۴۱/۹/۲۲ھ)

قبرستان کی جگہ پر بنی ہوئی مسجد میں مسنون اعتکاف کرنا

سوال (۶۷۰):- قبرستان کی جگہ پر بنی ہوئی مسجد مسجدِ شرعی کے حکم میں شمار ہوگی یا نہیں؟ اور اُس میں مسنون اعتکاف ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- قبرستان کی جگہ پر بنائی گئی باقاعدہ مسجد بلاشبہ مسجد شرعی ہے، اُس میں اگر پنجوقتہ نماز ہوتی ہوتو مسنون اعتکاف کرنا درست ہے۔

قال ابن القاسم: لو أن مقبرة من مقابر المسلمين عفت فبنى قوم عليها مسجدًا لم أر بذٰلک بأسًا؛ وذٰلک لأن المقابر وقف من أوقاف المسلمين لدفن موتاهم، لا يجوز لأحد أن يملكها فإذا درست واستغنى عن الدفن فيها جاز صرفها إلى المسجد؛ لأن المسجد أيضًا وقف من أوقاف المسلمين لا يجوز تمليكه لأحد، فمعناهما علىٰ هٰذا واحدٌ. وأما المقبرة الداثرة إذا بُني فيها مسجد ليصلي فيها، فلم أر فيه بأسًا؛ لأن المقابر وقف، وكذا المسجد فمعناهما واحد. (عمدة القاري شرح صحيح البخاري، كتاب الصلاة / باب هل تنبش قبور مشركي الجاهلية ويتخذ مكانها مساجد ١٧٤/٤ مكتبة الإدارة الطباعة المنيرية دمشق)

هو لبث ذكر مسجد جماعة هو ما له إمام ومؤذن أديت فيه الخمس أولا، وعن الإمام اشتراط أداء الخمس فيه، وصححه بعضهم. وقالا: ويصح في كل مسجد وصححه السروجي (الدر المختار) وهو اختيار الطحاوي. قال الخير الرملي: وهو أيسر خصوصًا في زماننا فينبغي أن يعول عليه. (رد المحتار، كتاب الصوم / باب الاعتكاف ٤٢٠/٣ زكريا، شامي فرفور ٤٠٨/٦-٤١٠ دار الثقافة والتراث دمشق سوريا، حاشية الطحطاوي على الدر المختار / باب الاعتكاف ٤٤٩/٣ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۱۸ / ۱۴۴۱/۹/۲۰ھ)

متعدد عورتوں کا ایک کمرہ میں اعتکاف کرنا

سوال (۶۷۱):- کیا متعدد عورتیں ایک کمرے میں اعتکاف کی نیت سے بیٹھ سکتی ہیں؟ جس میں ایک عورت دوسرے گھر کی ہے، اَب وہ عورت جو دوسرے گھر کی تھی، اس کا دل نہیں لگا، اور وہ یہاں سے اُٹھ کر اپنے گھر جا کر اعتکاف کرنا چاہتی ہے، یہاں سے اٹھ کر، تو اس کا اعتکاف فاسد ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- ایک کمرہ میں متعدد عورتیں اعتکاف میں بیٹھ سکتی ہیں، اِس میں شرعاً کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اور مسنون اعتکاف میں اُن میں سے کسی کے لئے عید کے چاند سے پہلے معتکف سے بلاضرورت باہر نکلنے کی اِجازت نہ ہوگی۔ اور جو عورت باہر نکل جائے گی، اُس کا اعتکاف اُسی وقت ختم ہو جائے گا۔ اَب اگر وہ دوسرے گھر میں جا کر دوبارہ اعتکاف کی نیت کرے، تو وہ اُس کا نفلی اعتکاف ہوگا؛ مسنون اعتکاف باقی نہیں رہے گا۔ لہٰذا مسئولہ صورت میں بہتر یہی ہے کہ دوسرے گھر سے آ کر مسنون اعتکاف کرنے والی عورت اپنا اعتکاف مکمل کرے، اور واپس نہ جائے۔ (المسائل المہمۃ فیما ابتلت بہ العامۃ ۱۲۸/۶)

والمرأة تعتكف في مسجد بيتها إذا اعتكفت في مسجد بيتها، فتلك البقعة في حقها كمسجد الجماعة في حق الرجل لا تخرج منه إلا لحاجة الإنسان، كذا في شرح المبسوط للإمام السرخسي. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الصوم / الباب السابع في الاعتكاف ۲۱۱/۱ زكريا)

والمرأة تعتكف في مسجد بيتها يريد به الموضع المعد للصلاة؛ لأنه أستر لها، قيد به؛ لأنها لو اعتكفت في غير موضع صلاتها من بيتها، سواء كان لها موضع معد أو لا، لا يصح اعتكافها ...... وأشار بجعله كالمسجد إلى أنها لو خرجت منه ولو إلى بيتها بطل اعتكافها إن كان واجبًا وانتهى إن كان نفلا. والفرق بينهما أنها تثاب في الثاني دون الأول وهكذا في الرجل. (البحر الرائق،

كتاب الصوم / باب الاعتكاف ٢/٥٢٧ دار الكتب العلمية بيروت وزكريا ديوبند) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۲۱ / ۱۴۴۱/۹/۲۳ھ)

نابالغ بچی کا اعتکاف میں بیٹھنا

سوال (٦٧٢):- کیا نابالغ بچی اعتکاف کرسکتی ہے؛ کیوں کہ میری بیٹی اعتکاف کے لئے ضد کررہی ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- نابالغ ہوشیار بچی بھی حسب شرائط اعتکاف کرسکتی ہے؛ مگر اُس کا اعتکاف نفلی ہوگا۔

وأما البلوغ فليس بشرط لصحة الاعتكاف، فيصح من الصبي العاقل؛ لأنه من أهل العبادة، كما يصح منه صوم التطوع. (بدائع الصنائع، كتاب الاعتكاف / شرائط صحته ٢/٢٧٤ المكتبة النعيمية ديوبند، الفتاویٰ الهندية، كتاب الصوم / الباب السابع في الاعتكاف ١/٢١١ زكريا، رد المحتار / باب الاعتكاف ٣/٤٢٩ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۲٦ / ۱۴۴۱/۹/۲۸ھ)

کیا اعتکاف میں خاموش رہنا مطلوب ہے؟

سوال (٦٧٣):- کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اعتکاف والی عورت کسی سے بالکل بات چیت نہ کرے؛ بلکہ چپ رہے، تو ایسا کہنا کیسا ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- خاموش رہنا اعتکاف کے احکام میں شامل نہیں ہے، اور نہ ہی اپنی ذات کے اعتبار سے عبادت اور موجب اَجر وثواب ہے؛ لہٰذا معتکف ضروری بات چیت کرسکتا ہے؛ بلکہ فقہاء نے معتکف کے لئے عبادت سمجھتے ہوئے خاموش رہنے کو مکروہ تحریمی قرار دیا ہے؛ البتہ یہ ضرور ہے کہ بے ضرورت کلام نہ کرے، اور اپنے کو زیادہ سے زیادہ عبادات میں مشغول رکھے۔ بالخصوص فضول گوئی اور دنیوی گفتگو سے احتراز کرے۔

وأما آدابه: فأن لا يتكلم إلا بخير، ويلازم التلاوة والحديث والعلم

وتـدريسـه وسيـر الـنبـي صـلى الله عليه وسلم والأنبياء عليهم السلام وأخبار الـصـالحين وكتابة أمور الدين، كذا في فتح القدير ...... وأما محظوراته فمنها الـصـمـت الذي يعتقده عبادة؛ فإنه يكره، هكذا في التبيين. وأما إذا لم يعتقده قـربة فـلا يـكـره، كذا في البحر الرائق. وأما الصمت من معاصي اللسان فمن أعظم العبادات، كذا في الجوهرة النيرة. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الصوم / الباب السابع في الاعتكاف ۱/۲۱۲-۲۱۳ زكريا)

ويـكـره تـحـريـمًا صمت إن اعتقده قربة، وإلا لا لحديث ”من صمت نـجـا“ ويـجـب أي الـصمت كما في غرر الأذكار عن شر لحديث ”رحم الله امـرأ تـكـلـم فـغـنـم أو سـكـت فسلم“ وتكلم إلا بخير وهو ما لا إثم فيه، ومنه الـمباح عند الحاجة إليه لا عند عدمها. وهو محمل ما في الفتح أنه مكروه في الـمسجد، يأكل الحسنات كما تأكل النار الحطب، كما حققه في النهر. (الدر المختار مع تنوير الأبصار، كتاب الصوم / باب الاعتكاف ۳/۴۴۰-۴۴۲ زكريا)

وكره الصمت الخ، سئل الإمام عن بيانه فقال: أن يصوم ولا يكلم أحدًا ولـم يبق صوم الصمت قربة في شريعتنا؛ فإنه منهي عنه. (حاشية الطحطاوي، كتاب الصوم / باب الاعتكاف ص: ۳۴ قديمى كتب خانه كراچى)

قـولـه: ويـكـره لـه الصمت أي الصمت بالكلية تعبدًا به؛ فإنه ليس في شـريعتنا، وعن علي رضي الله عنه عن النبي عليه الصلاة والسلام قال: ”لا يتم بـعـد احتـلام ولا صمات يوم إلى الليل“ رواه أبوداؤد. وأسند أبوحنيفة عن أبي هريرة ”أن الـنـبـي صـلى الله عليه وسلم نهى عن صوم الوصال وعن صوم الـصـمت“. (فتح القدير) وقال البابرتي: قوله: ويكره له الصمت، قيل: معناه أن يـنذر أن لا يتكلم أصلا كما كان في شريعة من قبلنا. وقيل: أن يصمت ولا

يتكلم أصلا من غير نذر سابق. وقيل: معناه أن ينوي الصوم المعهود وهو الإمساك عن المفطرات الثلاث مع زيادة نية أن لا يتكلم، وهذا موافق للتعليل المذكور في الكتاب بقوله: لأن صوم الصمت ليس بقربة؛ إنه روي عن أبي حنيفة عن عدي بن ثابت عن أبي حازم عن أبي هريرة رضي الله عنه "أن النبي صلى الله عليه وسلم نهى عن صوم الوصال وصوم الصمت". فقال الراوي، وهو زكريا بن أبي زائدة: قلت أبي حنيفة: ما صوم الصمت؟ قال: أن يصوم ولا يكلم أحدًا في يوم الصوم. (العناية مع فتح القدير، كتاب الصوم / باب الاعتكاف ۳۹۸/۲ دار الفكر بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۱۷ / ۱۴۴۱/۹/۱۹ھ)

اعتکاف میں موبائل پر بات کرنا

سوال (۶۷۴):- کیا حالت اعتکاف میں معتکف موبائل پر ضروری بات چیت کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- اعتکاف کی حالت میں موبائل پر ضروری بات چیت کرنا مباح ہے؛ تاہم بے ضرورت گفتگو مناسب نہیں۔

ومنه المباح عند الحاجة إليه لا عند عدمها. (الدر المختار، كتاب الصوم / باب الاعتكاف ۴۴۲/۳ زكريا)

وأما آدابه فإن لا يتكلم إلا بخير ...... ولا بأس أن يتحدث بما لا إثم فيه. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الصوم / الباب السابع في الاعتكاف ۲۱۲/۱ زكريا)

وتكلم إلا بخير وهو ما لا إثم فيه، ومنه المباح عند الحاجة إليه لا عند عدمها. (الدر المختار ۴۴۱/۳-۴۴۲ زكريا)

ولا يتكلم بما فيه إثم فإن النبي صلى الله عليه وسلم كان يحدث مع

الناس في اعتكافه. (الفتاویٰ التاتارخانية ٤٤٨/٣ زكريا)

ولا يتكلم إلا بخير يعني أن التكلم بالشر في المعتكف أشد حرمة منه في غيره. (البحر الرائق / باب الاعتكاف ٣٠٤/٢ كراچی، الهداية مع فتح القدير / باب الاعتكاف ٣٩٨/٢ دار الفكر بيروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۱۷/ ۱۴۴۱/۹/۱۹ھ)

اعتکاف میں غسل کرنا

سوال(٦٧٥):- اعتکاف میں غسل کرسکتے ہیں یانہیں؟

جواب: اعتکاف کی حالت میں باقاعدہ غسل کی نیت سے مسجد یا معتکف سے باہر نہ نکلیں؛ لیکن اگر قضاء حاجت کے لئے جائیں اور وہیں غسل کرکے آجائیں، تو اِس کی گنجائش ہے۔ اِسی طرح بہت سے علماء نے جمعہ کے دن سنت غسل کرنے کی اِجازت دی ہے۔(فتاویٰ محمودیہ ۱۵/۲۷۷ میرٹھ، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۶/۵۰۴، احسن الفتاویٰ ۴/۵۰۲، کتاب المسائل/ باب الاعتکاف ۲/۱۸۷)

فلو أمكنه من غير أن يتلوث المسجد فلا بأس به بدائع. أي بأن كان فيه بركة ماء أو موضع معد للطهارة أو اغتسل في إناء بحيث لا يصيب المسجد الماء المستعمل. قال في البدائع: فإن كان بحيث يتلوث بالماء المستعمل يمنع منه؛ لأن تنظيف المسجد واجبٌ. (شامي / باب الاعتكاف ٤٣٥/٣ زكريا، بدائع الصنائع، كتاب الاعتكاف / ما يفسده وما لا يفسده ٢٨٧/٢ زكريا، حاشية الطحطاوي ٣٨٤ قديمی كتب خانه كراچی، الفتاویٰ الهندية / الباب السابع في الاعتكاف ٢١٣/١ زكريا)

ويخرج للوضوء والاغتسال فرضًا كان أو نفلاً. (الفتاویٰ التاتارخانية ٤٤٦/٣ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۲۴ / ۱۴۴۱/۹/۲۶ھ)

جمعہ میں بیان کرنے کے لئے معتکف کا دوسری مسجد میں جانا

سوال (٦٧٦):- جمعہ میں بیان کرنے کے لئے معتکف کسی دوسری مسجد میں جاکر بیان کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- اگر معتکف کی مسجد میں جمعہ کی نماز ہوتی ہو، تو اُس کو جمعہ کے لئے دوسری مسجد میں جانا درست نہیں ہے، اِس سے اعتکاف فاسد ہوجائے گا۔ اور اگر معتکف کی مسجد میں جمعہ کی نماز نہ ہوتی ہو، تو وہ نماز جمعہ کے لئے دوسری مسجد میں جاسکتا ہے، اور اُسی کے ضمن میں مختصر بیان بھی کرسکتا ہے۔

اور اگر کوئی معتکف زبان سے اپنے اوپر بطور نذر، اعتکاف کو واجب کرلے، اور پھر یہ کہے کہ میں جمعہ (یا تراویح) پڑھانے دوسری مسجد میں جاؤں گا، تو ایسی صورت میں اُس کا یہ شرط لگانا درست ہوجائے گا۔ اور جمعہ کے لئے دوسری جگہ جانے سے اُس کا نذر اعتکاف فاسد نہ ہوگا۔

وحرم عليه أي المعتكف اعتكافًا واجبًا الخروج إلا لحاجة الإنسان أو شرعية كعيد وأذان والجمعة وقت الزوال خرج في وقت يدركها مع سنتها يحكم في ذلك رأيه ويسن بعدها أربعًا أو ستًا على الخلاف، ولو مكث أكثر لم يفسد؛ لأنه محل له. (الدر المختار، كتاب الصوم / باب الاعتكاف ٤٣٦/٣ زكريا، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصوم / باب الاعتكاف ص: ٣٨٣ قديمى كتب خانه كراچى، مراقي الفلاح ص: ٢٥٨ دار الكتب العلمية بيروت)

ولو شرط وقت النذور والالتزام أن يخرج إلى عبادة المريض وصلاة الجنازة وحضور مجلس العلم يجوز له ذلك. (الفتاوىٰ الهندية / الباب السابع في الاعتكاف ٢١٢/١ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۲۰ / ۱۴۴۱/۹/۲۲ھ)

معتکفین کا مسجد کی دوسری منزل پر اِمام کی اقتداء کرنا

سوال (۶۷۷):- موجودہ دور میں مسجد میں ۵؍ سے زیادہ کی اِجازت نہیں ہے؛ اِس لئے کچھ لوگ مسجد کی دوسری منزل پر اعتکاف میں بیٹھے ہیں، تو اَب سوال یہ ہے کہ اُوپر والے حضرات لاؤڈ اِسپیکر سے نیچے والے اِمام کی اقتداء کریں یا اپنی الگ جماعت دوسری منزل پر پڑھیں؟ وضاحت فرمائیں۔

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- پوری مسجد حکماً مقامِ واحد کے درجہ میں ہے؛ لہٰذا مسئولہ صورت میں مسجد کی دوسری منزل پر اعتکاف کرنے والے حضرات نیچے محراب میں نماز پڑھانے والے اِمام کی اقتداء کرسکتے ہیں، اُنہیں اپنی الگ جماعت کرنے کی اِجازت نہ ہوگی۔

سطح المسجد له حكم المسجد حتى يصح الاقتداء بمن تحته. (مجمع الأنهر، كتاب الصلاة / باب الكراهية ١٩٠/١ دار الكتب العلمية بيروت)

ولهـذا يـصح اقتداء من على سطح المسجد بمن فيه إذا لم يتقدم على الإمام، ولا يبطل الاعتكاف بالصعود إليه ولا يحل للجنب والحائض والنفساء الوقوف عليه. (رد المحتار، كتاب الصلاة / باب مكروهات الصلاة، مطلب في أحكام المسجد ٤٢٨/٢ زكريا)

من قام على سطح المسجد مقتديًا بإمام في المسجد وهو خلف الإمام يجوز. (الفتاویٰ التاتارخانية ٦٤/١٨ زكريا، البحر الرائق، كتاب الصلاة / باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ٦٠/٢ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۱۸ / ۱۴۴۱/۹/۲۰ھ)

معتکفہ کا گھر کے ہال میں ہونے والی جماعت میں شریک ہونا

سوال (۶۷۸):- کیا معتکفہ عورت گھر کے بڑے ہال میں ہونے والی باجماعت

نماز میں شریک ہوسکتی ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- اگر معتکفہ نے اُسی ہال کمرے کو اپنا معتکف بنایا ہے، جس میں باجماعت نماز ہوتی ہے، تو وہ حسب شرائط جماعت میں شریک ہوسکتی ہے؛ لیکن اگر کسی دوسرے کمرے کو معتکف بنایا ہے، تو وہ جماعت میں شرکت کے لئے اُس کمرے سے باہر نہیں جائے گی۔ (ملفوظات فقیہ الامت ۴۶/۳، مسائل اعتکاف ۵۶)

والمرأة تعتكف في مسجد بيتها، لأنه هو الموضع لصلاتها، فيتحقق انتظاها فيه ...... وليس لها أن تعتكف في غير موضع صلاتها من بيتها ...... ولا تخرج من بيتها إذا اعتكفت فيه قال رحمه الله: ولا يخرج منه إلا لحاجة شرعية كالجمعة أو طبعية كالبول والغائط. (تبيين الحقائق، كتاب الصوم / باب الاعتكاف ۳۵۰/۱ المكتبة الإمدادية ملتان، الفتاوىٰ الهندية / كتاب الصوم ۲۱۱/۱ زكريا، مراقي الفلاح على حاشية الطحطاوي / باب الاعتكاف ص: ۶۹۹ دار الكتب العلمية بيروت، ۳۸۳ قديمى كتب خانه كراچى) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۷ / ۱۴۴۱/۹/۹ھ)

معتکف کا استنجاء کے لئے گھر کے بیت الخلاء میں جانا

سوال (۶۷۹):- اگر معتکف شخص مسجد میں بنے ہوئے استنجاء خانے کے بجائے اپنے گھر جاکر ضرورت پوری کرے، تو اِس کی گنجائش ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- اگر مسجد میں استنجاء کا معقول انتظام ہو، تو بلا وجہ گھر جانا بہتر نہیں ہے؛ لیکن اگر مسجد کا استنجاء خانہ معتکف کے مزاج کے موافق نہ ہو، تو گھر جاکر استنجاء سے فارغ ہونے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے، اِس سے اعتکاف فاسد نہ ہوگا۔ البتہ گھر میں ضرورت سے زائد نہ ٹھہرے، اگر گھر والوں سے کوئی بات کرنی ہو تو آتے جاتے کرسکتا ہے۔

عن عائشة رضي اللّٰه عنها قالت: السنة على المعتكف أن لا يعود مريضًا ...... ولا يخرج لحاجة إلا لما لا بد منه. (سنن أبي داؤد، كتاب الصوم / باب المعتكف يعود مريضًا ۳۳٥/۱ رقم: ۲٤۷٥)

فإذا خرج لبول أو غائط لا بأس بأن يدخل بيته ويرجع إلى المسجد، كما فرغ من الوضوء. ولو مكث في بيته فسد اعتكافه، وإن كان ساعة عند أبي حنيفة رحمه اللّٰه تعالىٰ، كذا في المحيط. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الصوم / الباب السابع في الاعتكاف ۲۱۲/۱ زكريا)

ولا يخرج المعتكف من المسجد إلا لحاجة لازمة شرعية كالجمعة، أو لحاجة طبعية كالبول والغائط، وإذا خرج لبول أو غائط لا يمكث في منزله بعد الفراغ من الطهور. (خانية على الهندية / فصل في الاعتكاف ۲۲۱/۱ دار إحياء التراث العربي بيروت)

وينبغي أن يخرج على القولين ما لو ترک بيت الخلاء للمسجد القريب وأتى بيته ......، لأن الإنسان قد لا يألف غير بيته، "رحمتي". فإذا كان لا يألف غيره بأن لا يتيسر له إلا في بيته فلا يبعد الجواز بلا خلاف. (رد المحتار، كتاب الصوم / باب الاعتكاف ٤۳٥/۳ زكريا)

مستفاد: لو خرج لحاجة الإنسان ثم ذهب لعيادة المريض أو لصلاة الجنازة من غير أن يكون لذٰلک قصد فإنه جائز، بخلاف ما إذا خرج لحاجة الإنسان ومكث بعد فراغه أنه ينتقض اعتكافه عند أبي حنيفةؒ قل أو كثر. (البحر الرائق / باب الاعتكاف ۳۰۲/۲ كراچی)

وأما التكلم بغير خير، فلا يجوز لغير المعتكف، والكلام المباح مكروه. والظاهر أن المباح عند الحاجة إليه خير لا عند عدمها. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح / باب الاعتكاف ۷۰٤ قديمی كتب خانه كراچی) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۲۱ / ۱۴۴۱/۹/۲۳ھ)

معتکف مؤذن کو مسجد کے خارجی حصہ میں اَذان دینا

سوال (۶۸۰):- اگر کوئی مؤذن شخص مسجد میں معتکف ہو، تو وہ مسجد کے خارجی حصے میں اَذان دینے کے لئے جاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- اگر متبادل انتظام نہ ہو (مثلاً: کوئی دوسرا شخص موجود نہ ہو، اور لاؤڈ اِسپیکر بھی حدودِ مسجد سے باہر ہو) تو اَذان دینے کے لئے معتکف مؤذن کو باہر جانے کی ضرورۃً اِجازت ہے؛ تاہم چوں کہ آج کل لاؤڈ اِسپیکر کا زمانہ ہے، اِس لئے اَذان کا مائک مسجد کے اندر ہی رکھ لینا چاہئے؛ تاکہ باہر جانے کی ضرورت نہ پڑے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۱۰/۲۳۸ ڈابھیل)

وحرم عليه الخروج إلا لحاجة الإنسان طبعيةً كبول، أو شرعية كعيد، وأذان لو مؤذنًا وباب المنارة خارج المسجد ...... والصحيح أنه لا فرق بين المؤذن وغيره. (الدر المختار مع رد المحتار / باب الاعتكاف ٢/٤٤٥ كراچی)

وصعود المئذنة إن كان بابها في المسجد لا يفسد الاعتكاف، وإن كان الباب خارج المسجد فكذلك في ظاهر الرواية. (البحر الرائق / باب الاعتكاف ٢/٥٢٩ زكريا)

وصعود المئذنة إن كان بابها من خارج المسجد، لا يفسد في ظاهر الرواية. وقال بعضهم: هذا في حق المؤذن؛ لأن خروجه للأذان معلوم، فيكون مستثنى، أما غيره فيفسد اعتكافه، وصحح قاضي خان أن قول الكل في كل حق الكل. (فتح القدير / باب الاعتكاف ٢/٦ مصطفى البابي الحلبي مصر، سكب الأنهر على هامش مجمع الأنهر / باب الاعتكاف ١/٢٥٦ بيروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۲۰ / ۱۴۴۱/۹/۲۲ھ)

معتکف کا اِمامت کرنا اور سحر وافطار کا اعلان کرنا

سوال (۶۸۱):- کیا معتکف حالتِ اِعتکاف میں نماز پڑھا سکتا ہے، یا سحری وافطار کا اعلان کرسکتا ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- معتکف بلاشبہ نماز پڑھا سکتا ہے، اور مسجد کی حدود میں رہتے ہوئے حسب ضرورت سحر وافطار کا اعلان بھی کرسکتا ہے۔ اِس سے اعتکاف میں کوئی خلل واقع نہ ہوگا۔

وصعود المعتكف على المئذنة لا يفسد اعتكافه. أما إذا كان باب المئذنة في المسجد، فهو والصعود على سطح المسجد سواء، وإن كان بابها خارج المسجد فكذلك. من أصحابنا من يقول: هذا قولهما، فأما عند أبي حنيفة رضي الله عنه: فينبني أن يفسد اعتكافه للخروج من المسجد من غير ضرورة، والأصح أنه قولهم جميعًا، واستحسن أبوحنيفة، هذا لأنه من جملة حاجته، فإن مسجده إنما كان معتكفًا لإقامة الصلاة فيه بالجماعة، وذلك إنما يتأتى بالأذان، وهو بهذا الخروج غير معرض عن تعظيم البقعة أصلا؛ بل هو ساع فيما يزيد في تعظيم البقعة، فلهذا لا يفسد اعتكافه. (المبسوط للسرخسي، كتاب الصوم / باب الاعتكاف ج: ۲ جزء: ۳ ص: ۱۱۶-۱۱۷ دار الفكر بيروت)

ولو صعد المئذنة لم يفسد اعتكافه بلا خلاف، وإن كان باب المئذنة خارج المسجد، كذا في البدائع. والمؤذن وغيره فيه سواء هو الصحيح، هكذا في الخلاصة وفتاویٰ قاضي خان. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الصوم / الباب السابع في الاعتكاف ۲۱۳/۱ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۱۶ / ۱۸/۹/۱۴۴۱ھ)

معتکفہ کا غسل تبرید کرنا

سوال (۶۸۲):- معتکفہ عورت ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے غسل کرسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- اصل حکم تو یہی ہے کہ معتکفہ غسل کے ارادے سے اپنے کمرے سے باہر نہ نکلے؛ لیکن اگر بے چینی زیادہ ہو تو استنجے کے لئے جب حمام جائے، تو وہیں سے جلدی سے غسل کرکے آجائے۔

وحرم عليه الخروج إلا لحاجة الإنسان طبيعية كبول أو غائط وغسل لو احتلم، ولا يمكنه الاغتسال في المسجد فلو أمكنه من غير أن يتلوث المسجد فلا بأس به أي بأن كان فيه بركة ماء أو موضع معد للطهارة أو اغتسل في إناء بحيث لا يصيب المسجد الماء المستعمل. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الصوم / باب الاعتكاف ٤٣٤/٣ زكريا، ٤٤٥/٢ كراچی)

وإن غسله في المسجد في إناء لا بأس به؛ لأنه ليس فيه تلويث المسجد. (خانية على هامش الهندية، كتاب الصوم / فصل في الإعتكاف ٢٢٣/١ زكريا)

وإن غسل رأسه في المسجد في إناء لا باس به، إذا لم يلوث المسجد بالماء المستعمل. (بدائع الصنائع ٢٨٤/٢ زكريا)

ثم إن أمكنه الاغتسال في المسجد من غير أن يتلوث المسجد فلا بأس به، وإلا فيخرج ويغتسل ويعود إلىٰ المسجد. (الفتاوىٰ الهندية / الباب السابع في الاعتكاف ٢٧٦/١ ٢١٣/١ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۱۱ / ۱۴۴۱/۹/۱۳ھ)

شدتِ گرمی کی وجہ سے معتکف کا چھت پر سونا

سوال (۶۸۳):- کیا گرمی کی شدت کی وجہ سے معتکف رات میں مسجد کی چھت پر جاکر سوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- اگر چھت پر جانے کا راستہ مسجد کی حدود میں سے ہو، تو معتکف کے لئے چھت پر جانا درست ہے؛ البتہ اگر ایسی کھلی چھت ہو جس میں چاروں طرف دیوار نہ ہو، تو وہاں سونا خطرے سے خالی نہیں ہے، اور حدیث میں ایسی چھت پر سونے سے منع کیا گیا ہے، کہ نیند میں گرنے کا اندیشہ رہتا ہے۔

وصعود المعتكف على المئذنة لا يفسد اعتكافه، أما إذا كان باب المئذنة في المسجد فهو والصعود على سطح المسجد سواء، وإن كان بابها خارج المسجد فكذلك من أصحابنا من يقول، هذا قولهما، فأما عند أبي حنيفة رضي الله عنه فينبغي أن يفسد اعتكافه للخروج من المسجد من غير ضرورة، والأصح أنه قولهم جميعًا. (المبسوط للسرخسي، كتاب الصوم / باب الاعتكاف ج: ٢ جزء: ٣ ص: ١١٦ دار الفكر بيروت)

ومن حلف لا يدخل هذه الدار فوقف على سطحها حنث؛ لأن السطح من الدار، ألا ترىٰ أن المعتكف لا يفسد اعتكاف بالخروج إلى سطح المسجد (الهداية) فلو عد السطح خارجها فسد. (الهداية مع الفتح، كتاب الأيمان / باب اليمين فى الدخول والسكنى ١٠١/٥ دار الفكر بيروت)

وتكره المجامعة فوق المسجد والبول والتخلي؛ لأن سطح المسجد له حكم المسجد، حتى يصح الاقتداء منه بمن تحته، ولا يبطل الاعتكاف بالصعود إليه. (الهداية مع الفتح كتاب الصلاة / باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ٤٢٠/١ دار الفكر بيروت، البحر الرائق / كتاب الصلاة ٣٤/٢)

ولو حلف لا يدخل هذا المسجد فصعد فوقه حنث؛ لأن سطح المسجد من المسجد، ألا ترى لو انتقل المعتكف إليه لا يبطل اعتكافه، فإن كان فوق المسجد مسكن لا يحنث؛ لأن ذلك ليس بمسجد، ولو انتقل المعتكف إليه بطل اعتكاف. (بدائع الصنائع / كتاب الأيمان ٨٨/٤ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۱۴۰ / ۱۴۴۱/۹/۱۶ھ)

معتکفہ کا گرمی میں برآمدہ میں بیٹھنا

سوال (۶۸۴):- معتکفہ عورت گرمی کی وجہ سے اگر اپنے معتکف سے نکل کر برآمدہ میں بیٹھ جائے؛ تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- اگر معتکفہ عورت گرمی کی وجہ سے اپنے معتکف سے باہر آئے گی، تو اُس کا اعتکاف باقی نہیں رہے گا۔

وحرم عليه الخروج الخ. (تنوير الابصار) **أي من معتكفهٖ ولو مسجد البيت في حق المرأة، فلو خرجت منه ولو إلى بيتها بطل اعتكافها لو واجبًا وانتهى لو نفلاً.** (رد المحتار، كتاب الصوم / باب الاعتكاف ۴۳۵/۳ زكريا)

ولا تخرج المرأة من مسجد بيتها إلى المنزل. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الصوم / الباب السابع في الاعتكاف ۲۱۲/۱ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۲۶ / ۱۴۴۱/۹/۲۸ھ)

معتکفہ کا دوسرے کمرے میں حمام کے لئے جانا

سوال (۶۸۵):- معتکفہ دوسرے کمرے میں حمام کے لئے جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- معتکفہ نے جس کمرہ میں اعتکاف کر رکھا ہے، اگر اُس کمرہ میں حمام ہے تو اُسے چھوڑ کر بلا وجہ دوسرے کمرے میں نہ جائے؛ تاہم اگر کسی وجہ سے دوسرے کمرے میں قضاء حاجت کے لئے چلی جائے گی، تو بھی اُس کا اعتکاف فاسد نہ ہوگا۔

ومن الأعذار الخروج للغائط والبول وأداء الجمعة، فإذا خرج لبول أو غائط لا بأس بأن يدخل بيته، ويرجع إلى المسجد كما فرغ من الوضوء. ولو مكث في بيته فسد اعتكافه، وإن كان ساعة عند أبي حنيفة رحمه اللّٰه تعالىٰ، كذا في المحيط. وإن كان له بيتان قريب وبعيد، قال بعضهم: لا يجوز له أن

یـمـضي إلی البعید، فإن مضی بطل اعتکافه، کذا في السراج الوهاج. (الفتاویٰ الهنـدیة، کتـاب الـصـوم / الباب السابع في الاعتکاف ۲۱۲/۱ زکریا، الدر المختار، کتاب الصوم / باب الاعتکاف ٤۳٥/۳ زکریا)

ولـمـا روي أنهـا قـالـت کان النبي صلی اللّٰہ علیه وسلم لا یدخل البیت إلا لـحـاجة الإنسان إذا کان معتکفًا متفق علیه، ترید البول والغائط، هکذا فسره الزهري؛ ولأن هـذه الأشیـاء معلوم وقوعها في زمن الاعتکاف فتکون مستثناة ضرورة. (تبیین الحقائق، کتاب الصوم / باب الاعتکاف ۳٥۰/۱ المکتبة الإمدادیة ملتان) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۱۷ / ۱۹/۹/۱۴۴۱ھ)

معتکف میں گھر کا کام کاج کرنا

سـوال (٦٨٦):- کیا معتکفہ عورت اپنے معتکف میں رہتے ہوئے گھر کا کوئی کام کاج مثلاً سبزی کاٹنا، سینا، پرونا وغیرہ کرسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصلیًا أما بعد:- معتکفہ اپنے معتکف میں رہتے ہوئے گھر کا کام کاج کرسکتی ہے؛ لیکن بہتر یہی ہے کہ وہ زیادہ وقت عبادت میں گذارے، اور بلاضرورت گھریلو کام میں مشغول نہ ہو۔ (فتاویٰ محمودیہ ۲۵۱/۱۰ ڈابھیل، کتاب المسائل ۲۰۰/۲، المسائل المہمۃ فیما ابتلت بہ العامۃ ۱۲۸/٦)

وأکـله وشربه ونومه ومبایعته فیه، یعني یفعل المعتکف هذه الأشیاء في المسجد. (البحر الرائق، کتاب الصوم / باب الاعتکاف ٥۳۰/۲ زکریا)

والـمرأة تعتکف في مسجد بیتها إذا اعتکفت في مسجد بیتها، فتلک البـقـعة فـي حـقهـا کـمسجد الجماعة في حق الرجل لا تخرج منه إلا لحاجة الإنسان، کذا في شرح المبسوط للإمام السرخسي. (الفتاویٰ الهندیة، کتاب الصوم / الباب السابع في الاعتکاف ۲۱۱/۱ قدیم زکریا)

وذكر في الذخيرة أن المراد به ما لا بدّ له منه كالطعام ونحوه، وأما إذا أراد أن يتخذ ذلک متجرًا يكره ذلک، وهذا صحيح؛ لأنه منقطع إلى الله تعالىٰ، فلا ينبغي له أن يشتغل فيه بأمور الدنيا، ولهذا تكره الخياطة والخرز فيه (تبيين الحقائق) وقال العلامة الچلپي: وعن محمد بن سلمة إذا قعد الرجل في المسجد خياطًا يخيط فيه، ويحفظ المسجد عن الصبيان والدواب لا بأس به. (حاشية الچلپي على تبيين الحقائق، كتاب الصوم / باب الاعتكاف ۳٥۲/۱ المكتبة الإمدادية ملتان) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۱۷ / ۱۴۴۱/۹/۱۹ھ)

معتکفہ عورت کا بچہ کی ضروریات کے لئے کمرے سے باہر نکلنا؟

سوال (٦۸۷):- اعتکاف والی عورت اپنے بچہ کی ضروریات جیسے: دودھ گرم کرنا، استنجا کرانا وغیرہ کے لئے اپنے معتکف سے اُٹھ کر جاسکتی ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- معتکفہ عورت کے لئے بچے کی ضروریات کی خاطر اپنے معتکف سے باہر جانا درست نہیں ہے، اِس سے اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ اور بہتر یہ ہے کہ جس عورت کے ساتھ چھوٹا بچہ ہو وہ اعتکاف نہ کرے؛ تاکہ کوئی حرج لازم نہ آئے۔

إذا اعتكفت في مسجد بيتها فتلک البقعة في حقها كمسجد الجماعة في حق الرجل لا تخرج منه إلا لحاجة الإنسان. ...... ولا تخرج المرأة من مسجد بيتها إلى المنزل، هكذا في محيط السرخسي. (الفتاوىٰ الهندية / الباب السابع في الاعتكاف ۲۱۱/۱ زكريا، الموسوعة الفقهية / الخروج من المسجد ۲۲۰/٥ الكويت، تبيين الحقائق ۳٥۰/۱ دار الكتاب الإسلامي)

الحضانة واجبة شرعًا؛ لأن المحضون قد يهلک، أو يتضرر بترک الحفظ، فيجب حفظه عن الهلاک، محكمها الوجوب العيني إذا لم يوجد إلا

الحاضن، أو وجد ولكن لم يقبل الصبي غيره، والوجوب الكفائي عند تعدد الحاضن ...... مقتضى الحضانة: مقتضى الحضانة حفظ المحضون وإمساكه عما يؤذيه، وتربيته لينمو، وذلك بعمل ما يصلحه، وتعهده بطعامه وشرابه، وغسله وغسل ثيابه، ودهنه، وتعهد نومه ويقظته. (الموسوعة الفقهية ٣٠١/١٧ الكويت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۱۸ / ۱۴۴۱/۹/۲۰ھ)

عورت کا معتکف میں گھریلو کام اور موبائل پر بات کرنا

سوال (٦٨٨):- کیا عورت کے لئے گھر میں اعتکاف کے دوران گھریلو کام مثلاً: کھانا بنانا، جھاڑو لگانا، اِسی طرح موبائل استعمال کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- معتکف عورت اپنے اعتکاف والے کمرہ میں رہتے ہوئے گھر کا کام کرسکتی ہے؛ لیکن اُس کمرہ سے اگر بلاضرورت باہر جائے گی تو اُس کا اعتکاف ختم ہوجائے گا۔ اِسی طرح وہ ضرورت کے وقت موبائل سے بات بھی کرسکتی ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۳۳۴/۱۵ میرٹھ)

وحرم عليه الخروج الخ. (تنوير الابصار) وفي الشامي: أي من معتكفه ولو مسجد البيت في حق المرأة، فلو خرجت منه ولو إلى بيتها بطل اعتكافها لو واجبًا وانتهى لو نفلاً. (شامي / كتاب الصوم ٤٣٥/٣ زكريا، ٣٨٧/٣ بيروت، الفتاویٰ الهندية، كتاب الصوم / الباب السابع في الاعتكاف ٢١٢/١ زكريا)

مستفاد: وقيل: إن كان الخياط يحفظ المسجد فلا بأس بأن يخيط فيه. (تبيين الحقائق / باب الاعتكاف ٢٢٩/٢ زكريا)

ويكره تحريمًا صمت ......، وتكلم إلا بخير وهو ما لا إثم فيه، ومنه المباح عند الحاجة إليه لا عند عدمها. (الدر المختار ٤٤١/٣-٤٤٢ زكريا)

ولا يتكلم بما فيه إثم فإن النبي صلى الله عليه وسلم كان يحدث مع الناس في اعتكافه. (الفتاویٰ التاتارخانية ٤٤٨/٣ زكريا)

ولا يتكلم إلا بخير يعني أن التكلم بالشر في المعتكف أشد حرمة منه في غيره. (البحر الرائق / باب الاعتكاف ٣٠٤/٢ كراچی، فتح القدير / باب الاعتكاف ٣٩٨/٢ دار الفكر بيروت، الفتاویٰ الهندية، كتاب الصوم / الباب السابع في الاعتكاف ٢١٢/١ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۲۱ / ۱۴۴۱/۹/۲۳ھ)

معتکفہ کا موبائل پر محرم سے بات کرنا

سوال (٦٨٩):- کیا اعتکاف میں بیٹھنے والی عورت موبائل پر کسی محرم سے بات کرسکتی ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- معتکفہ اعتکاف کی حالت میں موبائل پر ضروری بات چیت کرسکتی ہے، اِس سے اعتکاف نہیں ٹوٹتا؛ البتہ بلاضرورت بات چیت سے احتراز کرنا چاہئے۔

ويكره تحريمًا صمت ......، وتكلم إلا بخير وهو ما لا إثم فيه، ومنه المباح عند الحاجة إليه لا عند عدمها. (الدر المختار، كتاب الصوم / باب الاعتكاف ٤٤١/٣-٤٤٢ زكريا، الفتاویٰ التاتارخانية ٤٤٨/٣ زكريا)

ويكره الكلام إلا بخير أي مما لا إثم فيه، فإن حرمة التكلم بالشر في وقت الاعتكاف أشد منه في غيره. (مجمع الأنهر، كتاب الصوم / باب الاعتكاف ٣٨٠/١ دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق / باب الاعتكاف ٣٠٤/٢ كراچی، فتح القدير مع الهداية / باب الاعتكاف ٣٩٨/٢) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۲٦ / ۱۴۴۱/۹/۲۸ھ)

کیا اعتکاف میں محرم سے بھی پردہ ہے؟

سوال (٦٩٠):- میری ۱۸/سالہ بیٹی اعتکاف میں بیٹھنا چاہتی ہے؛ لیکن میرے ۲/جوان بیٹے ہیں، تو پردہ کا کیا حکم رہے گا؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- اعتکاف میں اپنے محرموں سے کوئی پردہ نہیں ہے؛ لہٰذا جوان بھائی اپنی سگی معتکفہ بہن کے سامنے آسکتے ہیں، اِس میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔ البتہ نامحرموں سے بہرحال پردہ کرنا چاہئے؛ خواہ اعتکاف ہو یا نہ ہو۔

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ ...... اَوْ اِخْوَانِهِنَّ﴾

[النور، جزء آیت: ۳۱]

وقال اللّٰه تعالیٰ: ﴿وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ﴾ [النور، جزء آیت: ۳۱]

قال أبوبكر: في هٰذه الآية دلالة على أن المرأة الشابة مأمورة بستر وجهها عن الأجنبيين وإظهار الستر والعفاف عند الخروج؛ لئلا يطمع أهل الريب فيهن. (أحكام القرآن للجصاص / باب حجاب النساء ٣٧٢/٣ لاهور، ٤٨٦/٥ زكريا)

قال اللّٰه تعالى: ﴿يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ﴾ قال أبو بكر: في هٰذه الآية دلالة علىٰ أن المرأة الشابة مامورة بستر وجهها عن الأجنبيين. (أحكام القرآن للجصاص، سورة الأحزاب / باب حجاب النساء ٤٨٦/٣ زكريا)

أخبرنا داؤد عن الشعبي وعكرمة في هٰذه الآية: ﴿وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ﴾ حتى فرغ منها، وقال: لا يذكر العم ولا الخال؛ لأنهما ينعتان لأبنائهما ولا تضع خمارها عند العم والخال، فأما الزوج فإنما ذٰلك كله من أجله فتتصنع له بما لا يكون بحضرة غيره. (تفسير ابن كثير مكمل ٩٣٨ دار السلام للنشر والتوزيع رياض، ٥٣٩/٤ زكريا)

ولا يظهرن زينتهن للرجال، بل يجتهدن في إخفائها إلا الثياب الظاهرة التي جرت العادة بلبسها إذا لم يكن في ذلك ما يدعو إلى الفتنة بها، وليلقين بأغطية رؤوسهن على فتحات صدورهن مغطيات وجوههن، ليكمل سترهن، ولا يظهرن الزينة الخفية إلا لأزواجهن، إذ يرون منهن ما لا يرى غيرهم، وبعضها كالوجه، والعنق، واليدين، والساعدين، يباح رؤيته لآبائهن أو آباء أزواجهن أو أبنائهن أو أبناء أزواجهن أو إخوانهن الخ. (التفسير الميسر [النور: ٣١] ص: ٣٥٣ مجمع ملك فهد المدينة المنورة)

وتمنع المرأة الشابة من كشف الوجه بين الرجال لا لأنه عورة؛ بل لخوف الفتنة. والمعنى تمنع من الكشف بخوف أن يرى الرجال وجهها فتقع الفتنة؛ لأنه مع الكشف قد يقع النظر إليها بشهوة. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الصلاة / باب شروط الصلاة، مطلب: في ستر العورة ٧٩/٢ زكريا)

والحكم بالفرق بين الأجنبي وذي الرحم إذا كان النظر لا عن شهوةٍ، فأما بالشهوة فلا يحل لأحدٍ النظرُ. (بزازية علىٰ هامش الفتاویٰ الهندية ٣٧٣/٦ قديم زكريا)

وتمنع المرأة الشابة من كشف الوجه بين الرجال لا لأنه عورة؛ بل لخوف الفتنة. والمعنى تمنع من الكشف بخوف أن يرى الرجال وجهها فتقع الفتنة؛ لأنه مع الكشف قد يقع النظر إليها بشهوة. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الصلاة / باب شروط الصلاة، مطلب: في ستر العورة ٧٩/٢ زكريا)

لا يحل النظر للأجنبي من الأجنبية الحرة إلى سائر بدنها إلا الوجه والكفين. (بدائع الصنائع، كتاب الاستحسان / حكم الأجنبيات الحرائر ٢٩٣/٤ زكريا، كذا في الفتاویٰ الهندية، كتاب الكراهية / الباب الثامن ٣٢٩/٥ زكريا، مجمع الأنهر / كتاب الكراهية ٢٠٢/٤ مكتبة فقيه الأمة ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۱۲ / ۱۴۴۱/۹/۱۴ھ)

اعتکاف کی تکمیل پر اِجتماعی دعا

سوال (۶۹۱):- ہماری مسجد میں یہ معمول ہے کہ جب معتکفین حضرات عید کے چاند کے اعلان کے بعد اپنے گھر روانہ ہوتے ہیں، تو سب مل کر اجتماعی دعا کرتے ہیں، تو شرعاً یہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- اعتکاف کے ختم پر اِجتماعی دعا کا ثبوت نہیں ہے؛ لہٰذا اِس کا معمول نہیں بنانا چاہئے۔ بہتر ہے کہ ہر شخص اِنفرادی دعا کرے، اور اِس عبادت کی توفیق پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائے۔

قال الطيبي في حاشية المشكاة: أن من أصر على أمر مندوب، وجعله عزمًا ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر على بدعة أو منكر؟ (السعاية في كشف ما في شرح الوقاية، كتاب الصلاة / باب صفة الصلاة ٢٦٣/٢ لاهور)

البدعة هي الأمر المحدث الذي لم يكن عليه الصحابة والتابعون ولم يكن مما اقتضاه الدليل. (قواعد الفقه ٢٠٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۱۸ / ۱۴۴۱/۹/۲۰ھ)

ذی الحجہ کے روزوں کے درمیان اعتکاف کی نذر پوری کرنا

سوال (۶۹۲):- اگر کسی نے ایک دن کے اعتکاف کی نذر مانی ہو، تو کیا وہ ذی الحجہ کے روزوں کے ساتھ اعتکاف کی نذر پوری کرسکتا ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- ذی الحجہ کے روزے میں مسجد میں جاکر اعتکاف کی نذر پورا کرنے میں کوئی حرج نہیں؛ اِس لئے کہ نذر اعتکاف میں روزہ شرط ہے، اور یہ شرط مسئولہ صورت میں متحقق ہے۔

عـن عائشة رضي اللّٰه عنها عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: من نذر أن يطيع اللّٰه فليطعمه، ومن نذر أن يعصيه فلا يعصه. (صحيح البخاري، كتاب الأيمان والنذور / باب النذر في الطاعة رقم: ٦٦٩٦)

عن ابن عمر رضي اللّٰه عنهما أن عمر قال: يا رسول اللّٰه! إني نذرت في الـجـاهـلية أن اعتـكف ليلة في المسجد الحرام، قال: أوف بنذرك. (صحيح البخاري / باب إذا نذر أو حلف أن لا يكلم إنسانًا رقم: ٦٦٩٧)

وهـو ثـلاثة أقسام (واجب النذر) بلسانه وبالشروع وبالتعليق، ذكره ابن كـمـال ...... وشـرط الـصـوم لـصـحة الأول اتـفاقًا فقط على المذهب، فلو نذر اعتـكاف ليلة لم يصح، وإن نوى معها اليوم لعدم محليتها للصوم، أما لو نوى بها اليـوم صـح، والـفـرق لا يخفى. قال العلامة ابن عابدين رحمه اللّٰه: قوله وشرط الـصوم لصحة الأول: أي النذر، حتى لو قال: للّٰه علي أن أعتكف شهرًا بغير صوم فعليه أن يعتكف ويصوم، بحر عن الظهيرية. (الدر المختار / كتاب الصوم ٤٤١/٢ كراچی)

ولـزمـه الـليـالـي بـنـذره بـلسـانـه اعتكاف أيام ولاء أي متتابعة وإن لم يشترط التتابع. (الدر المختار / كتاب الصوم ٤٥٠/٢ كراچی)

وإنـمـا يـصير واجبًا بأحد أمرين: أحدهما قول: وهو النذر المطلق بان يقول: للّٰه علي أن اعتكف يومًا أو شهرًا أو نحو ذٰلك ......، والثاني فعل: وهو الشـروع، لأن الشـروع فـي التـطوع ملزم عندنا كالنذر. (بـدائع الصنائع ٢٧٣/٢ زكـريـا، الفتاویٰ الهندية ٢١١/١، البحر الرائق ٢٩٩/٢ كراچی، الفتاویٰ التاتارخانية ٤٤٢/٣ زكريا)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۳۸ / ۱۴۴۱/۱۲/۴ھ)

❑❖❑

کتاب الحج

حج کے مسائل

کنفرم ٹکٹ کے باوجود عمرہ پر نہیں جاسکے تو ثواب ملے گا یا نہیں؟

سوال (٦٩٣):- ہمارا عمرے کا اِرادہ تھا، عمرہ کا ٹکٹ بک بھی کرلیا تھا؛ لیکن لاک ڈاؤن کی وجہ سے عمرے پر نہیں جاسکے، تو عمرے کا ثواب ملے گا یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- اُصول تو یہی ہے کہ عمل کے بغیر ثواب کا استحقاق نہیں ہوتا؛ لیکن اللہ تعالیٰ بندے کی نیت اور تڑپ کی بنیاد پر فضل وکرم سے نوازدیں تو کیا بعید ہے۔

عن أنس بن مالك رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم رجع من غزوة تبوك مدنا من المدينة، فقال: إن بالمدينة أقوامًا ما سرتم مسيرًا ولا قطعتم واديًا إلا كانوا معكم، قالوا: يا رسول الله! وهم بالمدينة، قال: وهم بالمدينة، حبسهم العذر. (صحيح البخاري، كتاب المغازي / باب نزول النبي صلى الله عليه وسلم الحجر رقم: ٤٤٢٣، كتاب الجهاد والسير / باب من حبسه العذر عن الغزو رقم: ٢٨٣٩)

قوله: إلا وهم معنا فيه حبسهم العذر، في رواية الإسماعيلي من طريق أخرى عن حماد بن زيد: "إلا وهم معكم فيه بالنية" ولابن حبان وأبي عوانة من حديث جابر "إلا شركوكم في الأجر" بدل قوله: "إلا كانوا معكم" والمراد بالعذر ما هو أعم من المرض وعدم القدرة على السفر، وقد رواه مسلم من حديث جابر بلفظ: حبسهم المرض" ...... **وفيه أن المرأ يبلغ بينة**

أجر العامل إذا منعه العذر عن العمل. (فتح الباري، كتاب الجهاد والسير / باب من حبسه العذر عن الغزو ٥٨/٧ دار الكتب العلمية بيروت، كذا في بذل المجهود، كتاب الجهاد / باب الرخصة في العقود من العذر ٦١/٩ مركز الشيخ أبي الحسن الندوي) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۲۷ / ۱۴۴۱/۹/۲۹ھ)

طوافِ زیارت کے درمیانی چکر میں استلام چھوٹ جائے؟

سوال (۶۹۴):- اگر طوافِ زیارت کے درمیانی چکر میں یہ شبہ ہوجائے کہ حجرِ اَسود کا استلام کیا ہے یا نہیں؟ تو کیا وہ چکر درست مانا جائے گا یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- حجرِ اَسود کا استلام پہلے اور آخری چکر میں مسنون ہے، اور درمیانی چکروں میں مستحب ہے؛ لہٰذا اگر درمیانی چکروں میں استلام میں شبہ ہوجائے تو زیادہ سے زیادہ ایک مستحب کا ترک لازم آئے گا، اور اُس کی وجہ سے کوئی جزا لازم نہیں ہوگی؛ پس یہ طواف بلاشبہ معتبر ہے، کسی چکر کو دوہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ (کتاب المسائل ۲۳۸/۳)

واستلامه في أول الطواف وآخره سنة، واختلفوا فيما بينهما فقيل: أدب، وقيل: سنة، ومشى في الباب على الثاني، ثم قال: وإن استلمه في أوله وآخره أجزأه، فأفاد أن استلام طرفيه آكد مما بينهما. (غنية الناسك / فصل في الأخذ في الطواف وكيفية أدائه ص: ١٣٢ مكتبة يادگار شيخ سهارنفور)

وكلما مر بالحجر فعل ما ذكر من الاستلام (الدر المختار) فهو سنة بين كل شوطين كما في غاية البيان، وذكر في المحيط والولوالجية: أنه في الابتداء والانتهاء سنة، وفيما بين ذٰلك أدب، بحر. ووفق في شرح اللباب بأنه في الطرفين آكد مما بينهما. (رد المحتار على الدر المختار، كتاب الحج / مطلب في طواف القدوم ٥١١/٣ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۳۴ / ۱۴۴۱/۱۱/۶ھ)

طوافِ زیارت میں دو یا تین چکر چھوٹ گئے

سوال (۶۹۵):- اگر حج میں طوافِ زیارت کے اندر دو یا تین چکر کسی وجہ سے چھوٹ جائیں تو کیا بکرا یا دنبہ دینے سے طوافِ زیارت درست مان لیا جائے گا؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- طوافِ زیارت میں ۴؍ چکر فرض ہیں، اور ۷؍ چکر پورا کرنا واجب ہے؛ لہٰذا اگر سات میں کمی رہ جائے تو دم جنایت لازم ہوگا، اور بہرحال طوافِ زیارت کا فریضہ اَدا ہوجائے گا۔ (کتاب المسائل ۳؍۳۴۵)

السابع إكمال ما زاد على أكثر أشواطه، فلو تركه جاز طوافه وعليه الجزاء. (غنية الناسك / فصل في واجبات الطواف ص: ۱۵۰ مكتبه يادگار شيخ سهارنفور)

ومن ترک من طواف الزيارة ثلاثة أشواطٍ فما دونها فعليه شاة. (الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب الحج / الطواف والسعي ۳/۶۰۶ رقم: ۵۱۵۲ زكريا)

واعلم أن المقدار المفروض في طواف الزيارة وطواف العمرة: هو أربعة أشواط، وما زاد عليها فهو واجب على الصحيح. (البحر العميق، الباب الثاني عشر في الأعمال المشروعة يوم النحر / طواف الإفاضة ۱۸۳۲/۲ مؤسسة الريان، المكتبة المكية)

ثم طاف للزيارة يومًا من أيام النحر الثلاثة سبعة بيان للأكمل وإلا فالركن أربعة. قوله: بيان للأكمل، أي الطواف الكامل المشتمل على الركن والواجب، نبه على ذلک لئلا يتوهم أن السبعة ركن. (رد المحتار مع الدر المختار، كتاب الحج / مطلب في طواف الزيارة ۵۳۷/۳ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۳۴ / ۶؍۱۱؍۱۴۴۱ھ)

کتابُ النکاح

نکاح کے مسائل

رشتہ پختہ کرنے کے لئے منگنی کرنا اور بارات کا حکم

سوال (٦٩٦):- شادی کے رشتہ کو پختہ کرنے کے لئے منگنی کرنا اور نکاح کے دن بارات لے جانا کیسا ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- شرعی حدود میں رہتے ہوئے اگر آپ رشتہ پختہ کرلیں، کوئی باقاعدہ لمبی چوڑی دعوت نہ ہو، چندلوگ جائیں اور بات کرکے آجائیں، تو اِس میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔ اِسی طرح نکاح والے دن لڑکے کے ساتھ کچھ لوگ چلے جائیں تو اِس میں بھی شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔ حرج اُس صورت میں ہے جب لڑکی والوں کی مرضی کے خلاف لمبی چوڑی بارات لے کر جائیں جس سے وہ گراں بار ہوجائے، یا مروجہ رسومات وغیرہ کا التزام کیا جائے۔ (بہشتی زیور ٦/٤٠، کفایت المفتی ٧/٤٨)

الـخِطبة بكسر الخاء مصدر خطب، يقال: خطب المرأة خطبة وخطبا، واختطبها، إذا طلب أن يتزوجها، واختطب القوم فلانًا إذا دعوه إلى تزويج صاحبتهم. (القاموس المحيط ٦٥/١)

الـخـطبة: حكمة تشريعها: أما حكمة تشريعها فهي إعطاء فرصة كافية للمرأة وأهلها وأوليائها للسؤال عن الخاطب والتعرف على ما يهم المرأة وأهلها وأوليائهم معرفته من (خاصل) الخاطب مثل تدينه وأخلاقه وسيرته ونحو ذلک ...... وفي الـخـطبة أيضًأ فرصة للخاطب ليعرف عن المرأة ما لم يعرفه

عنها قبل الخطبة. (المفصل في أحكام المرأة ٥٨/٤ بحوالة: فتوى بنوري تاؤن كراتشي)

معنى الخطبة: هي إظهار الرغبة في الزواج بامرأة معينة ...... فإن وافقت المخطوبة أو أهلها فقد تمت الخطبة بينهما وترتبت عليها أحكامها وآثارها الشرعية ...... الخطبة والوعد بالزواج، وقراءة الفاتحة، وقبض المهر، وقبول الهدية لا تكون زواجًا. (الفقه الإسلامي وأدلته ٦٤٩٢/٩) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۴۸ / ۱۴۴۲/۲/۹ھ)

لڑکا اور لڑکی کا اپنی مرضی سے نکاح کرنا

سوال (٦٩٧):- لڑکا اور لڑکی بالغ ہیں، اور آپس میں نکاح کے لئے تیار ہیں؛ لیکن اُن کے گھر والے راضی نہیں ہیں، تو نکاح کیسے ہوگا؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- مسئلہ شرعی تو یہ ہے کہ بالغ مرد اور بالغ عورت دو گواہوں کے سامنے حسب شرائط ایجاب وقبول کرلیں تو نکاح منعقد ہو جاتا ہے؛ لیکن بہرحال مصلحت کا تقاضا یہی ہے کہ گھر والوں کی رضامندی سے ہی نکاح کا اِقدام کیا جائے؛ کیوں کہ اگر خاندان والے نکاح کی تائید میں نہ ہوں، یا اُن کے علم میں لائے بغیر نکاح کیا جائے تو نکاح کے جو اعلیٰ مقاصد ہیں وہ سامنے نہیں آپاتے۔ اور بسا اَوقات بعد میں جا کر دونوں کے لئے بڑی مشکلات کھڑی ہوجاتی ہیں؛ لہٰذا محض وقتی جذبات میں آکر ہرگز فیصلے نہ کئے جائیں؛ بلکہ تمام مصالح کو سامنے رکھ کر اور خاندان کے لوگوں کو اعتماد میں لے کر اِقدامات کرنے چاہئیں۔ (کتاب النوازل ۳۵۴/۸)

وفي الكافي: ركن النكاح الإيجاب والقبول. وفي التجريد: وقبول النكاح في المجلس قول أصحابنا. (الفتاویٰ التاتارخانية / كتاب النكاح ٣/٤ زكريا)

إنما قلنا هٰذا؛ لأن الشرع يعتبر الإيجاب والقبول أركان عقد النكاح.

(رد المحتار / كتاب النكاح ٦٨/٤ زكريا)

وشرط سماع كل من العاقدين لفظ الآخر، وشرط حضور شاهدين الحرين مسلمين. (الدر المختار / كتاب النكاح ٤/٨٦ زكريا)

فتنفذ نكاح حرة مكلفة بلا رضاء ولي، والأصل أن كل من تصرف في ماله تصرف في نفسه. (تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب النكاح / باب الولي ٤/١٥٥ زكريا، ٣/٥٥-٥٦ كراچی، كذا في كنز الدقائق على البحر الرائق / باب الأولياء والأكفاء ٣/١٩٢ زكريا)

الحرة العاقلة البالغة إذا زوجت نفسها من رجل هو كفو لها أو ليس بكفو لها، وفي الخانية: بكرًا كانت أو ثيبًا، نفذ النكاح في ظاهر رواية أبي حنيفة رحمه الله وهو قول أبي يوسف آخرًا. (الفتاوىٰ التاتارخانية ٤/١٠٠ رقم: ٥٦٤٤ زكريا، كذا في الهداية / باب الأولياء والأكفاء ٢/٣١٣ المكتبة الأشرفية ديوبند) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۲۹ / ۱۴۴۱/۱۰/۷ھ)

منکوحہ کی بیٹی سے شوہر کے بیٹے کا نکاح

سوال (۶۹۸):- زید کی شادی ہندہ مطلقہ سے ہوئی، جب کہ ہندہ کے پہلے شوہر سے ۲/ بیٹیاں ہیں، اور زید کی پہلی بیوی سے ایک لڑکا ہے، تو زید کے لڑکے کا نکاح ہندہ کی لڑکی سے ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- ہندہ کی بیٹی کا نکاح دوسرے شوہر کے لڑکے سے شرعاً درست ہے؛ کیوں کہ اُس لڑکی کا مذکورہ لڑکے سے حرمت کا کوئی رشتہ نہیں ہے۔

(فتاویٰ قاسمیہ ۱۳/۱۶۳، فتاویٰ دار العلوم دیوبند ۷/۲۸۶)

قال الله تعالىٰ: ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ أي عدا ما ذكرن من المحارم هن لكم حلال، قاله عطاء وغيره. (تفسير لابن كثير مكمل ص: ٣١٠ دار السلام رياض)

ولا بأس أن يتزوج الرجل امرأة ويتزوج ابنه أمها أو بنتها؛ لأنه لا مانع، وقد تزوج محمد بن الحنفية امرأة وزوج ابنه بنتها. (البحر الرائق، كتاب النكاح /

فصل في المحرمات ۱۷۳/۳ زکریا، ۹۸/۳ کوئٹہ)

قال الخير الرملي: ولا تحرم بنت زوج الأم ولا أمه ولا أم زوجة الأب ولا بنتها. (شامي / كتاب النكاح ١٠٥/٤ زكريا، ٣١/٣ كراچی)

ولا بأس بأن يتزوج الرجل امرأة ويتزوج ابنه ابنتها أو أمها، كذا في محيط السرخسي. (الفتاویٰ الهندية / كتاب النكاح ٢٧٧/١ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۲۴ / ۱۴۴۱/۹/۲۶ھ)

خالہ زاد بھانجی سے نکاح

سوال (٦٩٩):- کیا لڑکے کا نکاح اُس کی خالہ زاد بھانجی سے ہوسکتا ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- جس طرح سگی خالہ زاد بہن سے نکاح حلال ہے، اسی طرح خالہ زاد بھانجی سے بھی نکاح درست ہے۔ (مستفاد: کتاب النوازل ۱۵۳/۸)

كبنت خاله وخالته لقوله تعالىٰ: ﴿واحل لكم ما وراء ذلكم﴾ (شامي ١٠٣/٤ زكريا، فتح القدير ١١٧/٣)

أي ما من ذكرن من المحارم هن لكم حلال. (تفسير ابن كثير ٢٧٤/١ لاهور، كذا في التفسير الظهري ٢٧٦/٢ زكريا)

يعني ما سوى المحرمات الذكورات في الآيات السابقة. (التفسير المظهري ٦٦/٢ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۴۰ / ۱۴۴۱/۱۲/۱۱ھ)

رضاعی بھائی کی بہن سے نکاح درست ہے؟

سوال (٧٠٠):- زید کو اُس کی تائی نے دودھ پلایا، پھر زید کے ماموں کے بیٹے عمر کو بھی اُسی عورت نے دودھ پلایا، تو کیا زید کی شادی عمر کی بہن سے ہوسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- مسئولہ صورت میں زید اور عمر کی

شادی دودھ پلانے والی عورت کی کسی اَولاد سے نہیں ہوسکتی؛ کیونکہ یہ دونوں رضاعی بھائی ہیں، اور جس عورت نے اُنہیں دودھ پلایا، اُس کی جتنی بھی اَولادیں ہیں اُن سب سے اُن کی حرمت ثابت ہوگئی؛ لیکن زید اور عمر کی جو بہنیں ہیں جنھوں نے اُس عورت کا دودھ نہیں پیا، اُن سے نکاح حرام نہیں ہے؛ لہٰذا زید عمر کی بہن سے نکاح کرسکتا ہے اور عمر زید کی بہن سے نکاح کرسکتا ہے؛ کیوں کہ یہ ماموں زاد اور پھوپھی زاد بھائی بہن ہیں، اُن میں کوئی حرمت نہیں ہے، اور رضاعت والی بات بھی اُن دونوں میں نہیں پائی جارہی ہے۔ (مستفاد: کتاب النوازل ۲۶۸/۸)

كل صبيين اجتمعا على ثدي امرأة واحدة، لم يجز لأحدهما أن يتزوج بالأخرى. (الهداية / كتاب الرضاع ۳۵۱/۲ المكتبة الأشرفية ديوبند، وكذا في ملتقى الأبحر / كتاب الرضاع ۵۵٤/۱ مكتبة فقيه الأمة ديوبند)

ولو لم ترضع التي لها البنات ولكن أرضعت المرأة التي لها البنون بنتًا من بنات المرأة الأخرىٰ، فلا يجوز لأحد من البنين أن يتزوج بتلك البنت خاصة ولهم أن يتزوجوا بسائر البنات ...... ويجوز للرجل أن يتزوج بأخت أخيه من الرضاع؛ لأنه يجوز أن يتزوج بأخت أخيه من النسب، وذٰلك مثل الأخ من الأب، إذا كان له أخت من أمه جاز لأخيه من أبيه أن يتزوجها. (الفتاوىٰ التاتارخانية ۳٦۵/٤ رقم: ٦٤٣٠-٦٤٣٣ زكريا، ملتقى الأبحر مع مجمع الأنهر ۵۵٤/۱ فقيه الأمة ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۴۱ / ۱۲/۱۸/ ۱۴۴۱ھ)

دوسری بیوی کے بھائی کا پہلی بیوی کی لڑکی سے نکاح کرنا

سوال (۱۰۷):- زید نے ایک عورت سے شادی کی، اُس سے دو بچیاں پیدا ہوئیں، اُس کے بعد بیوی کا انتقال ہوگیا، تو اُس نے دوسری عورت سے شادی کی، اَب جو دوسری عورت اُس کے نکاح میں آئی ہے اُس عورت کا بھائی زید کی پہلی بیوی کی بچی سے نکاح کرنا چاہتا ہے، تو

یہ نکاح درست ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- زید کی دوسری بیوی کے بھائی اورزید کی پہلی بیوی کی بیٹی کے درمیان حرمت کا کوئی رشتہ نہیں پایا جاتا؛ لہٰذا اُن کا نکاح درست ہوگا۔

قال الله تعالیٰ: ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَآ وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ [النساء، جزء آیت: ۲٤] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۳۰ / ۱۴۴۱/۱۰/۱۴ھ)

سیدہ عورت کا عجمی النسل مرد سے نکاح

سوال(۷۰۲):- سیدہ خاتون کسی عجمی النسل مرد کی کفو بن سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- سیدہ خاتون عجمی خاندان والوں کے لئے کفو نہیں ہے؛ تاہم اگر فریقین کے خاندان والے راضی ہوں، تو اُن کے درمیان نکاح ہوسکتا ہے، اِس میں شرعاً کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔

العجمي لا يكون كفوءًا للعربية وهو الأصح. (تنوير الأبصار، كتاب النكاح / باب الكفاءة ٢١٧/٤ زكريا)

وأما الثاني: فالنكاح الذي الكفاءة فيه شرط لزومه إنكاح المرأة نفسها من غير رضا الأولياء لا يلزم حتى لو زوجت نفسها من غير كفء من غير رضا الأولياء لا يلزم وللأولياء حق الاعتراض؛ لأن في الكفاءة حقًا للأولياء؛ لأنهم ينتفعون بذلك، ألا ترى أنهم يتفاخرون بعلو نسب الختن ويتعيرون بدناءة نسبه فيتضررون بذلك، فكان لهم أن يدفعوا الضرر عن أنفسهم بالاعتراض ...... ولو كان التزويج برضاهم يلزم حتى لا يكون لهم حق الاعتراض؛ لأن التزويج من المرأة تصرف من الأهل في محل هو خالص حقها وهو نفسها، وامتناع اللزوم كان لحقهم المتعلق بالكفاءة، فإذا رضوا فقد اسقطوا حق

أنفسهم وهم من أهل الأسقاط، والمحل قابل للسقوط فيسقط. (بدائع الصنائع، كتاب النكاح / كفاءة الزوج ٦٢٤/٢ المكتبة النعيمية ديوبند) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۳۴ / ۱۴۴۱/۱۱/۶ھ)

کیا عجمیوں کا نسب نامہ محفوظ نہیں؟

سوال (۷۰۳):- صاحبِ شرح وقایہ کا یہ کہنا ہے کہ عجمیوں نے اپنے نسب کو کھودیا ہے، اِس کا مطلب کیا ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- شرحِ وقایہ کی عبارت کا مصداق وہ خاندان ہیں جو نیچے سے اُوپر تک عجمی ہیں، اُن کے یہاں عموماً نسب کے بجائے پیشے یا زبان کو زیادہ اہمیت دی جاتی ہے؛ لیکن جو عربی النسل خاندان ہیں اور وہ عجم میں جا کر بس گئے ہیں، وہ اُس عبارت کا مصداق نہیں ہیں؛ کیوں کہ ایسے خاندانوں کا نسب کی بنیاد پر اِمتیاز آج بھی برقرار ہے۔

وإنما خص الكفاءة في النسب بالعرب؛ لأن العجم ضيعوا أنسابهم.

(شرح الوقاية، كتاب النكاح / باب الولي والكفوء ٣٢/٣ مؤسسة الوراق)

والحاصل أن النسب المعتبر هنا خاص بالعرب، وأما العجم فلا يعتبر في حقهم، ولذا كان بعضهم كفوءًا لبعضٍ. وأما الثاني والثالث: الحرية والإسلام، فهما معتبران في حق العجم؛ لأنهم يفتخرون بهما دون النسب.

(البحر الرائق / باب الأولياء والاكفاء ٢٣١/٣ زكريا)

قوله: وهٰذا في العرب: أي اعتبار النسب إنما يكون في العرب، فلا يعتبر فيهم الإسلام كما في المحيط والنهاية وغيرهما، ولا الديانة كما في النظم، ولا الحرفة كما في المضمرات؛ لأن العرب لا يتخذون هٰذه الصنائع حرفًا، وأما الباقي: أي الحرفة والمال فالظاهر من عباراتهم أنه معتبر، قهستاني. وأما في العجم: المراد بهم من لم ينتسب إلىٰ إحدى قبائل العرب،

ویسمون الموالي والعتقاء كما مرّ. وعامة أهل الأمصار والقرىٰ في زماننا منهم سواء تكلموا بالعربية أو غيرها إلا من كان له منهم نسب معروف كالمنتسبين إلىٰ أحد الخلفاء الأربعة، أو إلى الأنصار ونحوهم. (شامي، كتاب النكاح / باب الكفاءة ٢١١/٤ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۳۴ / ۶/۱۱/۱۴۴۱ھ)

نکاح میں نامحرم کا وکیل یا گواہ بننا؟

سوال (۷۰۴):- کیا نکاح میں غیر محرم شخص وکیل بن کر لڑکی سے اِجازت لے سکتا ہے؟ یا محرم ہی ہونا لازم ہے؟ اِسی طرح وکیل کے ساتھ جو گواہ جاتے ہیں، وہ محرم ہونے چاہئیں یا نامحرم بھی گواہ بن سکتے ہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- لڑکی سے نکاح کی اِجازت لینے کے لئے اُنہیں رشتے داروں کو جانا چاہئے جو لڑکی کے محرم ہوں، مثلاً: والد، بھائی، چچا یا ماموں وغیرہ۔ اور اگر نامحرم شخص نے اِجازت لی یا گواہ بنا، تو اگر چہ وہ اِجازت معتبر اور درست ہے، اور اُس سے بھی نکاح صحیح ہوجائے گا؛ مگر بے پردگی کی وجہ سے نامحرموں کا لڑکی کے پاس جانا صحیح نہیں ہے، اِس سے احتیاط کرنی چاہئے۔

عن عقبة بن عامر رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: إياكم والدخول على النساء الحديث. (صحيح البخاري، كتاب النكاح، باب لا يخلون رجل بامرأة إلا ذو محرم، والدخول على المغيبة ٧٨٧/٢ رقم: ٥٢٣٢)

وشرط حضور شاهدين حرين أو حر وحرتين، مكلفين، سامعين قولهما معًا على الأصح، فاهمين أنه نكاح على المذهب، مسلمين لنكاح مسلمة، ولو فاسقين الخ. (الدر المختار / كتاب النكاح ٩١/٤ زكريا، البحر الرائق / كتاب النكاح ١٥٥/٣ زكريا، كذا في الهداية ٣٠٦/٤ المكتبة التهانوية ديوبند)

واعلم أنه لا يشترط الشهادة على الوكالة بالنكاح؛ بل علىٰ عقد الوكيل، وإنما ينبغي أن يشهد على الوكالة، إذا خيف جحود الوكيل إياها. (فتح القدير / كتاب النكاح ٣٠١/٣ زكريا، الدر المختار مع الشامي، كتاب النكاح / باب الكفاءة ٢٢١/٤-٢٢٢ زكريا)

يصح التوكيل بالنكاح وإن لم يحضره الشهود. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب النكاح / الباب السادس في الوكالة بالنكاح وغيرها ٢٩٤/١، الفتاوىٰ التاتارخانية ١٤٦/٤ زكريا)

وتقدير الكلام: اتقوا أنفسكم أن تدخلوا على النساء، والنساء يدخلن عليكم. (فتح الباري، كتاب النكاح / باب لا يخلون رجل بامرأة إلا ذو محرم ٦٨٥/١١ دار طيبة)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۲۴ / ۱۴۴۱/۹/۲۶ھ)

بہنوئی اور ماموں کی گواہی سے نکاح کا حکم

سوال (۷۰۵):- ایک لڑکی کے نکاح میں اُس کے بہنوئی اور ماموں گواہ بنے، اور لڑکی کا چچا وکیل بنا، تو اِن حضرات کی گواہی اور وکالت سے نکاح درست ہوجائے گا؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- مسلمان بہنوئی اور ماموں کی گواہی سے بھی بلاشبہ نکاح درست ہوجائے گا۔ (کتاب المسائل ۱۱۳/۴)

شاهدين حرين الخ، مكلفين الخ، مسلمين لنكاح مسلمة. (الدر المختار / كتاب النكاح ٩١/٤ زكريا، الفتاوىٰ التاتارخانية ٣٧/٤ رقم: ٥٤٥٤ زكريا)

وأما سائر القرابات كالأخ والعم والخال ونحوهم، فتقبل شهادة بعضهم لبعض. (بدائع الصنائع / كتاب الشهادة ٣٥/٩ دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق، كتاب الشهادات / باب من تقبل شهادته ومن لا تقبل ١٥٦/٧)

عند حرين أو حر وحرتين عاقلين بالغين مسلمين وفاسقين أو

محدودين (كنز الدقائق) وتحته في البحر: وشرط في الشهود أربعة: الحرية والعقل والبلوغ والإسلام. (البحر الرائق / كتاب النكاح ۱۵۵/۳-۱۵۸ زكريا، كذا في الهداية / كتاب النكاح ۳۰٦/٤ المكتبة التهانوية ديوبند) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۲۴ / ۱۴۴۱/۹/۲٦ھ)

گواہوں کے نام میں اگر غلطی ہوجائے تو کیا نکاح ہوجائے گا؟

سوال (۷۰٦): - ایک نکاح میں اِیجاب وقبول کراتے وقت قاضی صاحب سے گواہ کے نام میں غلطی ہوگئی، ''اکرام'' کے بجائے ''اکرم'' کہہ دیا تو کیا نکاح ہوجائے گا یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد: - مسئولہ صورت میں نکاح درست ہوجائے گا؛ اِس لئے کہ نکاح میں گواہ کا موجود ہونا ضروری ہے، اُس کا نام لینا ضروری نہیں، اگر دو گواہ موجود ہیں اور اُنہوں نے اِیجاب وقبول کو اُسی مجلس میں سنا ہے تو نکاح درست ہے۔

عن أبي موسى الأشعري رضي الله عنه مرفوعًا: لا نكاح إلا بوليّ وشاهدين. (رواه الطبراني في الكبير، كذا في الجامع الصغير ۱۸٦/۲، إعلاء السنن ۲۷/۱۱)

وشرط حضور شاهدين حرين أو حر وحرتين مكلفين سامعين قولهما معًا. (الدر المختار مع رد المحتار ۸۷/٤-۹۱)

ولا ينعقد نكاح المسلمين إلا بحضور شاهدين عاقلين بالغين مسلمين الخ، أما اشتراط الشهادة فلقوله عليه السلام: لا نكاح إلا بشهود. (فتح القدير / كتاب النكاح ۱۹۹/۳ زكريا، كذا في الفقه الإسلامي وأدلته / آراء الفقهاء في الشهادة ٦٥٥٩/۹، تبيين الحقائق / كتاب النكاح ٤٥۲/۲ دار الكتب العلمية بيروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۴۰ / ۱۴۴۱/۱۲/۱۱ھ)

نکاح میں لڑکی کے غلط نام پر ایجاب وقبول کا حکم؟

سوال (۷۰۷): - نکاح خواں صاحب نے لڑکی کا نام رجسٹر میں غلط لکھ دیا اور

ایجاب کراتے وقت وہی غلط نام لے کر نکاح پڑھایا اور اُسی پر لڑکے نے قبول کیا، تو نکاح درست ہوا یا نہیں ہوا؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- مسئولہ صورت میں نکاح درست نہیں ہوا؛ کیوں کہ لڑکی کا نام غلط لیا گیا ہے؛ لہٰذا پہلی فرصت میں تجدید نکاح کرادیا جائے۔

إذا وقعت الخطبة على إحداهما ووقت العقد عقدا باسم الأخرىٰ خطأ؛ فإنه يصح على التي سمياها وذلك؛ لأن مقدمات الخطبة قرينة معينة إذا لم يعارضها صريح والتصريح بذلك الأخرىٰ صريح، فلا تعمل معه القرينة الخ. (منحة الخالق على هامش البحر الرائق / كتاب النكاح ١٥٠/٣ زكريا، ٨٤/٣ كراچی)

غلط وكيلها بالنكاح في اسم أبيها بغير حضورها لم يصح للجهالة، وكذا لوغلط في اسم بنتهٖ الخ. (الدر المختار مع الشامي / كتاب النكاح ٩٦/٤-٩٧ زكريا، قاضي خان على هامش الهندية ٣٢٤/١ زكريا)

فلو كان له بنتان كبرىٰ واسمها عائشة وصغرى واسمها فاطمة، فأراد تزويج الكبرىٰ فغلط فسماها فاطمة انعقد على الصغرىٰ، فلو قال فاطمة الكبرىٰ لم ينعقد لعدم وجودها. (البحر الرائق / كتاب النكاح ١٥٠/٣ زكريا)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۳۰ / ۱۴۴۱/۱۰/۱۴ھ)

ولیمہ کے بغیر نکاح؟

سوال (۷۰۸):- اگر نکاح کے بعد ولیمہ نہیں کیا گیا تو اُس نکاح کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- نکاح حسبِ شرائطِ ایجاب وقبول سے منعقد ہوجاتا ہے، اور اُس کی صحت ولیمہ پر موقوف نہیں ہے؛ تاہم نعمتِ نکاح کے شکرانے کے طور پر رخصتی کے بعد ولیمہ کرنا مسنون ہے، اور اُس میں لمبی چوڑی دعوت ضروری نہیں ہے؛

بلکہ حسب حیثیت جو بھی وقت پر میسر ہو، وہ حاضرین کو پیش کردیا جائے، اِس سے بھی ولیمہ کی سنت اَدا ہوجاتی ہے؛ لہٰذا بلاوجہ اِس سنت سے اپنے کو محروم نہیں کرنا چاہئے۔

عن أنس بن مالک رضي اللّٰہ تعالیٰ عنه أنه کان ابن عشر سنین مقدم رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم ...... وکان أول ما أنزل في مُبْتَنَی رسولِ اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم بزینبَ بنت جحش أصبح النبي صلی اللّٰہ علیه وسلم بها عروسًا، فدعا القوم، فأصابوا من الطعام ثم خرجوا، وبقی رهط منهم عند النبي صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم. (صحیح البخاري، کتاب النکاح / باب الولیمة حق ۲/۷۷٦ رقم: ٤۹۷۲)

عن أنس رضي اللّٰہ عنه قال: ...... فقال النبي صلی اللّٰہ علیه وسلم: أولم ولو بشاة. (صحیح البخاري، کتاب النکاح / باب الولیمة ولو بشاةٍ ۲/۷۷۷ رقم: ٥١٦٧)

عن أنس رضي اللّٰہ عنه تزوج النبي صلی اللّٰہ علیه وسلم صفیة، وجعل عتقها صداقها، وجعل الولیمة ثلاثة أیام، وبسط نطعًا جاء ت به أم سلیم، وألقی علیه أقطًا وتمرًا، وأطعم الناس ثلاثة أیام. (المسند لأبي یعلی الموصلي ٦/٤٤ رقم: ۳۸۳٤ دار الثقافة العربیة دمشق)

ولا بأس بأن یدعو یومئذ من الغد وبعد الغد، ثم ینقطع العرس والولیمة، کذا في الظهیرية. (الفتاویٰ الهندیة / الباب الثاني عشر في الهدایا ٥/۳٤۳ زکریا)

وحدیث أنس في هٰذا الباب صریح في أنها أي الولیمة بعد الدخول، لقوله فیه: أصبح عروسًا بزینب فدعا القوم. (إعلاء السنن، کتاب النکاح / باب استحباب الولیمة وکون وقته بعد الدخول ١١/١١ إدارة القرآن کراچی)

یجوز أن یولم بعد النکاح أو بعد الرخصة، أو بعد أن یبنی بها، والثالث: هو الأولیٰ. (بذل المجهود ١١/٤٧١ تحت رقم: ۳۷٤۳)

قيل: إنها تكون بعد الدخول، وقيل: عند العقد، وقيل: عندهما، واستحب أصحاب مالك أن تكون سبعة أيام، والمختار أنه على قدر حال الزوج. (مرقاة المفاتيح، كتاب النكاح / باب الوليمة، نكاح أم المؤمنين زينبؓ ٢٥٠/٦ مكتبة الأشرفية ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۷ / ۱۴۴۱/۹/۹ھ)

لڑکے کا موبائل پر نکاح قبول کرنا

سوال (۷۰۹):- اگر لڑکا لڑکی موبائل پر یہ کہہ دیں کہ نکاح قبول ہے، تو نکاح ہوا یا نہیں؟ جواب سے نوازیں۔

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- موبائل پر قبول کرنے سے نکاح منعقد نہ ہوگا؛ اِس لئے کہ نکاح کی صحت کے لئے یہ شرط ہے کہ ایک ہی مجلس میں کم اَزکم دو ایسے گواہوں کے سامنے اِیجاب وقبول کیا جائے، جو دونوں لڑکا لڑکی کو پہچانتے ہوں، اور بیک وقت اِیجاب وقبول سن رہے ہوں، اِن شرائط کے بغیر نکاح منعقد نہیں ہوسکتا (البتہ اگر غائب شخص مجلسِ نکاح میں کسی کو اپنا وکیل بنادے، اور وہ اُس کی طرف سے گواہوں کے سامنے قبول کرے، تو حسب شرائط نکاح صحیح ہوجائے گا)

ومنها سماع الشاهدين كلامهما معًا، هٰكذا في فتح القدير ...... ولو سمعا كلام أحدهما دون الآخر أو سمع أحدهما كلام أحدهما والآخر كلام الآخر لا يجوز النكاح، هٰكذا في البدائع...... (بدائع الصنائع، كتاب النكاح، عدالة الشاهدين / فصل في سماع الشاهدين ٥٢٧/٢ زكريا، ٤٠١/٣ دار الكتب العلمية بيروت)

ومنها أن يكون الإيجاب والقبول في مجلس واحد حتى لو اختلف المجلس بأن كانا حاضرين فأوجب أحدهما فقام الآخر عن المجلس قبل القبول أو اشتغل بعمل يوجب اختلاف المجلس لا ينعقد، وكذا إذا كان

أحدهما غائبًا لم ينعقد. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب النكاح / الباب الأول في تفسيره شرعًا وصفته وركنه وشرطه وحكمه ٢٦٨/١-٢٦٩ زكريا)

ومن شرائط الإيجاب والقبول اتحاد المجلس لو حاضرين الخ ...... وشرط سماع كل من العاقدين لفظ الآخر، وشرط حضور شاهدين حرين، أو حر وحرتين مكلفين سامعين قولهما معًا. (الدر المختار مع الشامي / كتاب النكاح ٧٦/٤-٩١ زكريا، ٢١/٣-٢٢ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۲٦ / ۱۴۴۱/۹/۲۸ھ)

مہر فاطمی کی مقدار

سوال (۷۱۰):- موجودہ سال **۲۰۲۰**ء میں مہر فاطمی کی مقدار کتنی ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- مہر فاطمی کی مقدار ارکلو ۵۳۱رگرام چاندی ہے، اُس کی قیمت بازار سے معلوم کرلی جائے۔ (کتاب النوازل ۴۰۵/۸، ایضاح المسائل ۱۳۰، فتاویٰ قاسمیہ ۱۳/۶۵۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۴٦ / ۱۴۴۲/۱/۲۴ھ)

مہر کی کم سے کم مقدار

سوال (۷۱۱):- مہر کی کم سے کم مقدار کتنی ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- مہر کی کم سے کم مقدار ۳۰رگرام ٦١٨ رملی گرام چاندی ہے، اِس کی قیمت بازار میں معلوم کرلی جائے۔

عن جابر رضي اللّٰه عنه قال: سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقول: لا مهر أقل من عشرة. (إعلاء السنن ٨١/١١ إدارة القرآن كراچی)

عن جابر رضي اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: لا صداق دون عشرة دراهم. (سنن الدار قطني / كتاب النكاح ١٧٣/٣ رقم: ٣٥٦٠)

وتجب العشرة إن سماها أو دونها. (رد المحتار ٢٣٣/٤ زكريا)

أقـلـه عشرة دراهم لحديث البيهقي وغيره لا مهر أقل من عشرة دراهم ...... ويـجب الأكثر أي بالغًا ما بلغ منها إن سمىٰ الأكثر. (الـدر المختار مع الشامي، كتـاب الـنـكـاح / بـاب الـمـهـر ٤/٢٣٠-٢٣٣، ٣/١٠١-١٠٢ كـراچی، الهداية ٢/٣٢٤ المكتبة الأشرفية ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۴۹ / ۱۴۴۲/۲/۱۶ھ)

اگر متعینہ مہر کی مقدار بھول جائیں تو کتنے اَدا کریں؟

سوال (۲۱۷):- ہمارا نکاح ۴۰؍سال پہلے ہوا تھا؛ لیکن مہر کتنا مقرر ہوا تھا یہ یاد نہیں رہا، اَب ہم مہر اَدا کرنا چاہتے ہیں تو کتنا اَدا کریں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- آپ کی بیوی کی بہن یا پھوپھی یا ددھیالی خاندان کی لڑکیوں کا مہر جو اُس دور میں مقرر ہوا ہو، جس کو ''مہر مثل'' کہا جاتا ہے، اُس کے بارے میں معلومات کرلیں اور اُتنا مہر اَدا کردیں۔ اور اگر اِس کا پتہ نہ چل پائے تو آپس میں رضامندی سے مہر کی مقدار طے کی جاسکتی ہے، جب کہ وہ کم سے کم مہر کی مقدار سے زیادہ ہو۔ اور کم سے کم مہر کی مقدار ۳۰؍گرام ۶۱۸؍ملی گرام چاندی ہوتی ہے، اِس سے زیادہ کوئی بھی مقدار یا اُس کی قیمت طے کی جاسکتی ہے۔ (اِیضاح المسائل ص: ۱۰۳، جواہر الفقہ ۱/۴۲۴)

عـن جـابـر رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ولا مهر أقل من عشرة. (إعلاء السنن ١١/٨١ إدارة القرآن كراچی)

يـجـب مهـر الـمثل فيما إذا لم يسم مهرًا ...... إذا لم يتراضيا علىٰ شيء بـعـد الـعـقد، وإلا بأن تراضيا علىٰ شيء فهو الواجب بالوطء أو الموت. (الدر الـمـخـتـار مع الشامي ٤/٢٤٢ زكريا، ٣/١٠٨-١٠٩ كراچی، الهداية / باب المهر ٢/٣٢٤ المكتبة الأشرفية ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۴۸ / ۱۴۴۲/۲/۹ھ)

کیا مہر معاف کرانے سے معاف ہوجاتے ہیں؟

سوال (۱۳۷۱):- مہر معاف کرانے سے معاف ہوجاتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- محض رسمی طور پر مہر معاف کرنے سے مہر معاف نہیں ہوتے؛ اِس لئے کہ یہ صرف ظاہر داری ہوتی ہے دل کی خوشی سے نہیں ہوتی۔ عورت اِس بات سے ڈرتی ہے کہ اگر میں نے معاف نہ کیا تو شوہر کا رویہ بدل جائے گا، یا مجھے اِس کا نقصان ہوگا، اِس لئے شرما حضوری میں وہ کہہ دیتی ہے کہ میں نے مہر معاف کیے۔ بعض تو ایسے بے غیرت مرد ہوتے ہیں جو پہلی رات میں مہر معاف کرالیتے ہیں، وہ بے چاری شرما شرمی میں نہ معاف کرے تو کیا کرے؟ تو یاد رکھئے گا کہ اِس طرح بادلِ ناخواستہ معاف کرانے سے مہر معاف نہیں ہوتے، اِس طرح کی معافی کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں؛ البتہ پہلے مہر بیوی کے قبضے میں دے کر اُس کو قابض ومالک بنادیا جائے، پھر وہ اپنی خوشی سے بلا جبر واِکراہ واپس کردے، تو شریعت میں اِس کی گنجائش ہے۔

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿وَآتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً، فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْئًا مَرِيْئًا﴾ [النساء: ٤]

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿اِلَّا اَنْ يَعْفُوْنَ اَوْ يَعْفُوَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ، وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى﴾ [البقرة، جزء آیت: ٢٣٧]

عن ابن جريج عن الزهري: ﴿اِلَّا اَنْ يَّعْفُوْنَ﴾ قال: الثيبات ﴿اَوْ يَعْفُوَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ﴾ ولي الكبر. (المصنف لابن أبي شيبة، كتاب النكاح / باب من قال الذي بيده عقدة النكاح الولي ٢٧٩/٩ رقم: ١٧٢٧٩ دار الحديث القاهرة)

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنه قال: رضي اللّٰه بالعفو وأمر به؛ فإن عفت عفت، وإن أبت وعفا وليها جاز وإن أبت. (المصنف لابن أبي شيبة، كتاب النكاح / باب من قال الذي بيده عقدة النكاح الولي ٢٨٠/٩ رقم: ١٧٢٨٠ دار الحديث القاهرة)

وصح حطها لكله أو بعضه عنه (الدر المختار) وقيد بحطها؛ لأن حط أبيها غير صحيح لو صغيرة، ولو كبيرة توقف على إجازتها، ولا بد من رضاها. (الدر المختار مع الشامي، كتاب النكاح / باب المهر، مطلب في حط المهر الخ ٢٤٨/٤ زكريا، ١١٣/٣ كراچی، كذا في البحر الرائق، كتاب النكاح / باب المهر ٢٦٤/٣ زكريا، تبيين الحقائق، كتاب النكاح / باب المهر ٥٤٦/٢ زكريا)

ولابد في صحة حطها من الرضا. (الفتاویٰ الهندية / الفصل السابع في الزيادة في المهر والحط عنه ٣١٣/١ قديم زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۵۰ / ۱۴۴۲/۲/۲۳ھ)

شوہر نے ''قَبِلْتُ'' کے بجائے ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ'' کہا

سوال (۱۴۷):- ایک نکاح اِس طرح ہوا کہ جب مجلس نکاح میں قاضی صاحب نے شوہر سے کہا کہ فلاں کی بیٹی کا میں نے تمہارے ساتھ نکاح کر دیا، تو شوہر نے ''قبول'' ہے یا ''قبلت'' کے بجائے صرف ''الحمد للہ'' کہا، کہنا چاہئے تھا کہ ''میں نے اُس کو اپنے نکاح میں قبول کیا''، اصل میں قبول کے اَلفاظ یہ ہیں، یا کم سے کم ''قبول ہے'' کہہ دیتا، مگر اُس نے صرف ''الحمد للہ'' کہا، تو یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- اِس بارے میں کوئی صریح جزئیہ تو نہیں ملا؛ البتہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''اِمداد الفتاویٰ'' میں نکاح منعقد نہ ہونے کی بات لکھی ہے۔ اور پھر اِس حکم کی صریح دلیل سامنے نہ ہونے کی وجہ سے تردد بھی ظاہر فرمایا ہے؛ لیکن جدید مطول حاشیہ میں جواز کے قول کو ترجیح دی گئی ہے، اور اُس کی تائید ''خلاصۃ الفتاویٰ'' کے ایک جزئیہ سے بھی ہوتی ہے۔ (ملاحظہ فرمائیں: امداد الفتاویٰ جدید مطول حاشیہ، از: حضرت مولانا مفتی شبیر احمد صاحب قاسمی سوال نمبر: ۱۰۹۶ زکریا)

تاہم اِس بات پر عوام کی ذہن سازی کرنی چاہئے کہ وہ نکاح میں ایجاب کے بعد دیگر

الفاظ کے بجائے ’’قبول‘‘ ہی کے الفاظ کہا کریں؛ تاکہ کوئی اشتباہ نہ ہو۔ اور نکاح خواں حضرات کو بھی اِس جانب توجہ دینی چاہئے۔

امرأة قالت لرجل زوجت نفسي منک، فقال الرجل: بخداوندکارے پذیرفتم، یصح النکاح. ولو لم یقل الرجل ذلک؛ لکنه قال لها: شاباش، إن لم یکن بطریق الطنز یصح النکاح، کذا قال القاضي الإمام. (خلاصة الفتاویٰ / کتاب النکاح ۳/۲، الفتاویٰ الهندیة / کتاب النکاح ۲۷۲/۱ زکریا، بحواله: امداد الفتاویٰ جدید مطول حاشیة)

الرکن عند الحنفیة ما یتوقف علیه وجود الشيء ویکون جزءًا داخلا في حقیقته ...... ورکن الزواج عند الحنفیة الإیجاب والقبول فقط، والقبول هو اللفظ الدال علی الرضاء بالزوج الصادر من الزوج. (الفقه الإسلامي وأدلته للزحیلي، القسم السادس الأحوال الشخصیة / المبحث الثاني: أرکان الزواج ۶۵۲۱/۹ دار الفکر بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۵۰ / ۱۴۴۲/۲/۲۳ھ)

حضرت علیؓ کے عمل سے مروجہ جہیز لینے پر اِستدلال کرنا

سوال (۷۱۵):- مروجہ جہیز لینا دینا کیسا ہے؟ میں لوگوں کو منع کرتا ہوں، تو وہ مجھے حدیث سناتے ہیں کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خاتونِ جنت سیدتنا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جہیز دیا تھا، تو میں کہتا ہوں کہ وہ تو سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پیسے سے دیا تھا؛ لیکن لوگ مانتے نہیں ہیں، تو آپ خلاصہ بتادیجئے؟

الجواب حامدًا ومصلیًا أما بعد:- شادی کے موقع پر لڑکے والوں کی طرف سے جہیز کا مطالبہ کرنا شرعاً جائز نہیں ہے۔ اور آج کل جو باقاعدہ لسٹ پیش کی جاتی ہے کہ اتنے جوڑے چاہئے، اور فلاں فلاں سامان چاہئے، تو یہ سراسر ظلم اور زیادتی ہے، شریعت اس کو قطعاً گوارا نہیں کرتی۔ شریعت کی نظر میں سب سے زیادہ قیمت اس بچی کی ہے جس کا عقد اُس لڑکے سے ہورہا ہے، اَب مزید کسی چیز کا مطالبہ کرنا ہرگز درست نہیں ہے، یہ بہت کمینگی کی بات ہے۔

لیکن اگر بغیر کسی مطالبے اور تقاضے کے والدین اپنی بچی کو کوئی چیز خوشی سے دیں، تو اس میں شرعاً کوئی حرج کی بات نہیں ہے، یہ بھی ایک طرح سے اس بچی کا اعزاز اور دلداری ہے۔

غزوۂ بدر کے موقع پر جب قیدیوں سے فدیہ لے کر چھوڑا جارہا تھا، تو اُن قیدیوں میں حضرت ابوالعاصؓ بھی تھے جو پیغمبر علیہ السلام کے داماد اور حضرت زینبؓ کے شوہر ہیں، وہ اُس وقت تک اِسلام نہیں لائے تھے، اور حضرت زینبؓ مکہ معظّمہ میں تھیں، تو اُنہوں نے وہیں سے اپنے شوہر کے فدیہ کے طور پر وہ ہار بھیجا جو اُم المؤمنین سیدتنا حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نے اُنہیں نکاح کے وقت دیا تھا، جب وہ ہار پیغمبر علیہ السلام کے سامنے آیا تو آپ پر رقت طاری ہوگئی؛ کیوں کہ آپ پہچان گئے کہ یہ وہی ہار ہے جو صاحب زادی کو نکاح کے وقت دیا گیا تھا۔

تو اِس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ بچیوں کو شادی کے وقت کچھ دینے کا رواج پہلے سے چلا آرہا ہے، فی نفسہ اس کو مطلقاً منع نہیں کیا جاسکتا ہے؛ البتہ مطالبہ نہیں کرنا چاہئے۔

اور سیدتنا حضرت فاطمہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے نکاح کے وقت جو لین دین ہوا، اُس کے بارے میں دو نقطۂ نظر پائے جاتے ہیں، کہ وہ پیغمبر علیہ السلام کی طرف سے جہیز کے طور پر تھا، یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اپنی جانب سے تھا، دونوں باتوں کا احتمال ہے، اِس لئے اِس پر بحث کی ضرورت نہیں ہے۔

عن علي رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم لما زوّجه فاطمة بعث معها بخميلة ووسادة من أدم حشوها ليف ورحائين وسقاء ين وجرّتين. (المسند للإمام أحمد بن حنبل ١٠٤/١–١٠٦ دار الفكر بيروت، شعب الإيمان للبيهقي / باب في الزهد وقصر الأمل ٣١٧/٧ رقم: ١٠٤٣٨ دار الكتب العلمية بيروت)

عن عائشة رضي الله عنها قالت: لما بعث أهل مكة في فداء أسراء هم بعثت زينب في فداء أبي العاص بمال وبعثت فيه بقلادة لها كانت عند خديجة أدخلتها بها على أبي العاص قالت لما راٰها رسول الله صلى الله عليه وسلم رق لها رقة شديدة، وقال: إن رأيتم أن تطلقوا لها أسيرها وتردوا عليها الذي لها، فقالوا نعم! وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم أخذ عليه أو

وعده أن يخلي سبيل زينب إليه وبعث رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم زيد بن حارثة ورجلا من الأنصار، فقال كونا ببطن يا جج حتى تمر بكما زينب فتصحباها حتى تأتيا بها. (سنن أبي داؤد، كتاب الجهاد / باب فداء الأسير بالمال ٣٦٧/٢)

"وأما بدنك فبعها" أي: الدرع وهي مؤنثة وتذكر، "فبعتها" عن عثمان بن عفان "بأربع مائة وثمانين" درهمًا، ثم إن عثمان رد الدرع إلى علي فجاء بالدرع والدراهم إلى المصطفى، فدعا لعثمان بدعوات، كما في رواية فجئته بها، فوضعتها في حجره فقبض منها قبضة. (شرح الزرقاني على المواهب اللدنية بالمنح المحمدية / ذكر تزويج علي بفاطمة رضي اللّٰه عنهما ٣٥٩/٢ دار الكتب العلمية بيروت)

وقال الزرقاني رحمه اللّٰه: يشبه أن العقد وقع على الدرع وأنه صلى اللّٰه عليه وسلم أعطاها عليا ليبيعها فباعها وأتاه بثمنها فلا تضاد بين الحديثين. (شرح الزرقاني على المواهب اللدنية بالمنح المحمدية / ذكر تزويج علي بفاطمة رضي اللّٰه عنهما ٣٦٤/٢ دار الكتب العلمية بيروت)

قال الإمام المرغيناني: الصحيح أنه لا يرجع على أبي المرأة بشيء؛ لأن المال في النكاح غير مقصود. (الفتاویٰ الهندية / الفصل السادس عشر في جهاز البنت ٣٩٤/١ جديد زكريا، ٣٢٨/١ قديم زكريا)

لو زفت إليه بلا جهاز يليق به، فله مطالبة الأب بالنقد، قنية. وزاد في البحر عن المبتغیٰ: إلا إذا سكت طويلاً، فلا خصومة له؛ لكن في النهر عن البزازية: الصحيح أن لا يرجع على الأب بشيء؛ لأن المال في النكاح غير مقصود (الدر المختار) تزوجها وأعطاها ثلاثة آلاف دينار الدستيمان وهي بنت موسر، ولم يعط لها الأب جهازًا، أفتى الإمام جمال الدين وصاحب المحيط بأن له مطالبة الجهاز من الأب على قدر العرف والعادة وطلب الدستيمان، قال: وهٰذا اختيار الأئمة. (الدر المختار مع الشامي، كتاب النكاح / باب

المهر، مطلب في دعوى الأب أن الجهاز عارية ٣١٠/٤ زكريا، ١٥٨/٣ كراچی، بزازية على الفتاوىٰ الهندية ١٥٠/٤، البحر الرائق / باب المهر ١٨٦/٣ كوئٹه) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۴۹ / ۱۴۴۲/۲/۱۶ھ)

نیوتہ کا حکم

سوال (۱۷۶):- ولیمہ یا بیٹی کی رخصتی میں جو نقد رقم لفافے کی شکل میں دی جاتی ہے اُس کا لینا شرعاً کیسا ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- اگر معاشرے کے رسم ورواج اور بے عزتی کے خطرے یا اِس نیت سے کہ ہم نے رقم دی ہے کل ہمیں بھی رقم واپس ملے گی، تو اِس طرح اگر یہ رقومات دی جاتی ہیں تو لین دین جائز نہیں؛ کیوں کہ دلی رضامندی نہیں پائی جارہی۔ اور اگر آدمی اِن چیزوں سے قطع نظر اپنی وسعت کے اعتبار سے جس کی تقریب ہورہی ہے اُس سے تعلق کے اظہار کی خاطر بلا کسی جبر کے ہدیہ پیش کرتا ہے تو اِس کی گنجائش ہے؛ لیکن اَدل بدل کی جو بات ہے اُس سے بہر حال احتراز کرنا چاہئے، اور کسی کے ساتھ جبر اور زبردستی کا معاملہ نہ صراحۃً ہونا چاہئے اور نہ دلالۃً۔

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي الله عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ألا لا تظلموا! ألا لا يحل مال إمرء إلا بطيب نفس منه. (مشكاة المصابيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ٢٥٥، مرقاة المفاتيح ١١٨/٦ المكتبة الأشرفية ديوبند، سنن الدار قطني / كتاب البيوع ٢٧/٣ رقم: ٢٨٨٥ مكتبة دار الإيمان سهارنفور، المسند للإمام أحمد بن حنبل ٧٢/٥ دار الفكر بيروت قديم، شعب الإيمان للبيهقي / باب في قبض اليد عن الأموال المحرمة ٣٨٧/٤ رقم: ٥٤٩٢ دار الكتب العلمية بيروت)

عن عطاء الخراساني أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: تصافحوا يذهب الغل وتهادوا تحابوا تذهب الشحناء. (المؤطا لإمام مالك، كتاب

أهل القدر / باب ما جاء في المهاجرة ٣٦٥، مشكاة المصابيح / باب المصافحة والمعانقة، الفصل الثالث ٤٠٣) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۵۰ / ۱۴۴۲/۲/۲۳ھ)

کیا دوسری شادی کے لئے پہلی بیوی کی اِجازت ضروری ہے؟

سوال (۱۷۷):- کیا دوسری شادی کے لئے پہلی بیوی سے اِجازت لینا شرعاً ضروری ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- مسئولہ صورت میں پہلی بیوی کی اِجازت شرعاً ضروری تو نہیں ہے، مگر اُس کو اعتماد میں لے کر اقدام کریں گے تو زیادہ بہتر ہے، اور ویسے بھی دوسری شادی کا اِرادہ جبھی کرنا چاہئے جب آدمی دونوں کے درمیان عدل وانصاف کے تقاضوں کو پورا کرسکتا ہو۔ قرآنِ پاک میں بھی اِس کا حکم ہے کہ اگر تمہیں خطرہ ہو کہ تم عدل و انصاف نہیں کر پاؤ گے تو ایک پر ہی اکتفاء کیا جائے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿فَاِنْ خِفْتُمْ اَنْ لَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً﴾ [النساء، جزء آیت: ۳]

ويجب ظاهر الآية أنه فرض أن يعدل أي أن لا يجوز فيه أي في القسم بالتسوية في البيتوتة، وفي الملبوس والماكول والصحبة. (الدر المختار) ومما يجب على الأزواج للنساء العدل والتسوية بينهن فيما يملكه. (تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب النكاح / باب القسم ٣٧٨/٤-٣٧٩ زكريا، ٢٠١/٣-٢٠٢ كراچی)

وللحر أن يتزوج أربعًا من الحرائر والإماء. (الهداية / فصل في بيان المحرمات ٣١١/٢ المكتبة الأشرفية ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۴۳ / ۱۴۴۲/۱/۳ھ)

○❖○

رضاعت کے مسائل

مدتِ رضاعت میں قمری سال کا اعتبار ہوگا

سوال (۷۱۸):- مدت رضاعت میں قمری سال کا اعتبار ہوتا ہے یا شمسی سال کا؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- مدتِ رضاعت میں قمری سال کا اعتبار ہے، اور رضاعت کی مدت ۲/سال ہے، اِس مدت کے اندر بچے کو جو دودھ پلایا جائے گا، اُس سے حرمت رضاعت ثابت ہوگی۔

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَهِلَّةِ، قُلْ هِيَ مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ﴾ [البقرة، جزء آيت: ١٨٩]

يسألونك أصحابك – أيها النبي – عن الأهلة وتغير أحوالها قل لهم: جعل اللّٰه الأهلة علامات يعرف بها الناس أوقات عباداتهم المحدودة بوقت مثل الصيام والحج ومعاملاتهم. (التفسير الميسر ص: ٢٩)

عن أبي العالية بلغنا أنهم قالوا يا رسول اللّٰه: لم خلقت الأهلة؟ فأنزل اللّٰه: ﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَهِلَّةِ، قُلْ هِيَ مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ﴾ يقول: جعلها اللّٰه مواقيت لصوم المسلمين وإفطارهم وعدة نسائهم، ومحل دينهم. (تفسير ابن كثير ٥٢٢/١ دار طيبة للنشر والتوزيع) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۱۶ / ۱۴۴۱/۹/۱۸ھ)

کافرہ عورت کا دودھ پینے سے رضاعت کا ثبوت

سوال (۷۱۹):- اگر کوئی مسلمہ عورت کافر بچے کو دودھ پلا دے یا کوئی کافرہ عورت مسلمان بچے کو دودھ پلا دے، تو اِس سے حرمت رضاعت ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- مدتِ رضاعت میں بچہ کو دودھ پلانے سے بہرحال حرمت رضاعت ثابت ہوجاتی ہے، اِس میں مسلمہ غیر مسلمہ کی کوئی قید نہیں ہے۔ (المسائل المہمۃ/کتاب الرضاع ۸/۲۰۵)

عن زياد السهمي قال: نهي رسول الله صلى الله عليه وسلم أن نسترضع الحمقاء؛ فإن اللبن يشبه، هذا مرسل. (السنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب الرضاع / باب ما ورد في اللبن يشبه عليه ٧٦٤/٧ رقم: ١٥٦٨٢ دار الكتب العلمية بيروت، مراسيل أبي داؤد، كتاب النكاح / باب ما جاء في النكاح ص: ١٤١ رقم: ٩ دار القلم بيروت)

عن هشام بن عروة عن عمر بن عبد العزيز قال: اللبن يشبه عليه. (السنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب الرضاع / باب ما ورد في اللبن يشبه عليه ٧٦٤/٧ رقم: ١٥٦٨١ دار الكتب العلمية بيروت)

ثم بدأ الباب بحديث زيد بن علي قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا ترضع لكم الحمقاء فإن اللبن يفسد، وهو كما قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: فإن اللبن في حكم جزء من عينها؛ لأنه يتولد منها فتؤثر فيه حماقتها، ويظهر أثر في ذلك الرضيع لما للغذاء من الأثر، ونظيره ما روي عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: لا ترضع لكم سيئة الخلق. (المبسوط، كتاب الإجارات / باب إجارة الظئر ج: ٨ جزء: ١٥ ص: دار الفكر بيروت، الموسوعة الفقهية ٢٥٥/٢٢ الكويت)

وفي المحيط: ولا ينبغي للرجل أن يدخل ولده إلى الحمقاء لترضعه؛ لأن النبي صلى الله عليه وسلم نهى عن لبن الحمقاء. وقال: واللبن يُعدّي. وإنما نهى لأن الدفع إلى الحمقاء يعرض ولده للهلاك بسبب قلة حفظها له، وتعهدها أو

لسوء الأدب؛ فإنها لا تحسن تأديبه فينشأ الولد سيء الأدب. وقوله: اللبن يعدي يحتمل أن الحمقاء لا تحتمي من الأشياء الضارة للولد فيؤثر في لبنها فيضر بالصبي. (البحر الرائق / كتاب الرضاعة ۳۸۷/۳ دار الكتب العلمية بيروت زكريا ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۱۵ / ۱۴۴۱/۹/۱۷ھ)

متبنی لڑکے کو محرم بنانے کے لئے بھابھی کا دودھ پلانا

سوال (۷۲۰):- میری نند کے پاس لڑکا نہیں ہے، اُس نے کسی کا لڑکا گود لیا، تو اَب وہ لڑکے کو محرم بنانے کے لئے اپنی بھابھی کا دودھ پلاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- مسئولہ صورت میں اگر وہ بچہ مدت رضاعت میں اُس نند کی کسی بھابھی کا دودھ پی لے گا، تو یہ رضاعی طور پر اُس کا سگا بھتیجا بن جائے گا، اور دیگر سگے بھتیجوں کی طرح اُس کا محرم ہوجائے گا؛ لہٰذا ضرورۃً مذکورہ نند کی بھابھی اُس گود لئے ہوئے لڑکے کو دودھ پلاسکتی ہے۔

عن عائشة رضي الله عنها أنها أخبرته، أن عمها من الرضاعة يسمى أفلح استأذن عليها، فحجبته، فأخبرتُ رسول الله صلى الله عليه وسلم: فقال لها: لا تحتجبي منه، فإنه يحرم من الرضاعة ما يحرم من النسب. (صحيح مسلم، كتاب الرضاع / باب تحريم الرضاعة من ماء الفحل رقم: ١٤٤٥)

فقال أبو حنيفة رحمه الله: يثبت حكم الحرمة في الصغير إلى ثلاثين شهرًا، وقال أبو يوسف ومحمد: إلى سنتين. (المحيط البرهاني ٩٦/٤ رقم: ٣٧٣٣ المجلس العلمي، الفتاوىٰ الهندية / كتاب الرضاع ٣٤٢/١ زكريا)

والرضاع الموجب للتحريم ما كان في حالة الصغر دون الكبر. (المحيط البرهاني ٩٥/٤ رقم: ٣٧٣١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۲۴ / ۱۴۴۱/۹/۲۶ھ)

دادی کا پوتے کو دودھ پلانا

سوال (۷۲۱):- کیا دادی اپنے پوتے کو دودھ پلاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- دادی ضرورت کے وقت اپنے پوتے یا پوتی کو دودھ پلاسکتی ہے؛ لیکن یہ واضح رہنا چاہئے کہ دودھ پینے کے بعد وہ پوتا یا پوتی اُس کی سگی اَولاد کے درجہ میں آجائے گی، جس کا اثر آگے کے رشتوں پر پڑے گا۔ یعنی جس بچہ یا بچی نے دادی کا دودھ پی لیا ہے اُس کا نکاح چچا یا پھوپھی کی کسی اَولاد سے نہیں ہوسکتا؛ کیوں کہ خود یہ بچہ یا بچی اُن اَولادوں کے لئے حقیقی چچا یا پھوپھی کے درجہ میں ہوجائے گا۔

اور ایک عمومی بات یہ ہے کہ شدید ضرورت کے بغیر دوسرے کی اَولاد کو دودھ نہیں پلانا چاہئے، اور اگر پلا دیا گیا تو اِس بات کو سب رشتے داروں میں عام کردینا چاہئے؛ بلکہ بہتر یہ ہے کہ لکھ کر رکھ دیا جائے؛ تاکہ آئندہ رشتوں میں اس کا لحاظ رکھا جاسکے۔

والواجب على النساء أن لا يرضعن كل صبي من غير ضرورة، وإن فعلن ذلك فليحفظن أو يكتبن. (الفتاویٰ الهندية / كتاب الرضاع ۳٤٥/۱ زكريا)

فيحرم منه أي بسببه ما يحرم من النسب. (الدر المختار / كتاب الرضاعة ٤٠٢/٤ زكريا، ۲۱۳/۳ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۱۱ / ۱۴۴۱/۹/۱۳ھ)

رضاعی ماں کے بیٹے سے نکاح کے بعد رضاعت کا علم ہوا؟

سوال (۷۲۲):- ایک لڑکی کی پرورش اپنی خالہ کا دودھ پی کر ہوئی، یا بچپن میں دودھ پیا تھا؛ لیکن خیال نہیں رہا، اور اُسی خالہ کے لڑکے سے انجانے میں شادی ہوگئی، بعد میں جب بات کھلی تو دونوں کو الگ الگ کردیا گیا، تو اِس صورت میں مہر کا کیا مسئلہ ہوگا؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- یہ نکاح فاسد ہوا ہے، اور چوں کہ رخصتی ہوچکی ہے اِس لئے مہر واجب ہے، اگر مہر متعین تھا اور وہ مہر مثل سے زائد نہ تھا تو وہ متعین

مہر اَدا کیا جائے گا۔ اور اگر وہ مہر مثل سے زائد تھا تو پھر مہر مثل اَدا کی جائے گی۔ ''مہر مثل'' اُس مہر کو کہتے ہیں جو بچی کے دادھیالی خاندان کی عورتوں کا شادی کے وقت رکھا جاتا ہے، جو اُس خاندان کا معمول ہے، اتنا مہر دینا ہوگا، اور بہر حال توبہ اور استغفار بھی کریں، اِس درمیان میں اگر کوئی اَولاد ہوگئی ہو تو اُسی باپ کی طرف منسوب ہوگی، اور حسبِ ضابطہ وہ وارث بھی ہوگا۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَاَخَوَاتُکُمْ مِنَ الرَّضَاعَةِ﴾ [النساء، جزء آیت:]

ویثبت أبو ة زوج مرضعة إذا كان لبنها منه له وإلا لا، فيحرم منه أي بسببه ما يحرم من النسب (الدر المختار) معناه أن الحرمة بسبب الرضاع معتبرة بحرمة النسب. (رد المحتار / باب الرضاع ٤٠٢/٤ زكريا)

ويجب مهر المثل في نكاح فاسد وهو الذي فقد شرطا من شرائط الصحة. وتجب العدة بعد الوطء من وقت التفريق ويثبت النسب. (الدر المختار، كتاب النكاح / باب المهر ٢٧٤/٤ زكريا)

ومهر مثلها أي مهر امرأة تماثلها من قوم أبيها لا أمها. وفي الخلاصة: ويعتبر بأخواتها وعماتها الخ. (الدر المختار، كتاب النكاح / باب المهر ٢٨١/٤ زكريا)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۵۰ / ۲۳/۲/۱۴۴۲ھ)

کتاب الطلاق

طلاق کے مسائل

میسیج کے ذریعہ طلاق دینا

سوال (۷۲۳):- میسیج کے ذریعہ طلاق دینے سے طلاق ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- جس طرح زبان سے بولنے سے طلاق ہوجاتی ہے، اِسی طرح طلاق کا تحریری میسیج بھیجنے سے بھی طلاق واقع ہوجائے گی۔

ثم المرسومة لا تخلو أما إن أرسل الطلاق بأن كتب: أما بعد! فأنت طالق، فكما كتب هٰذا يقع الطلاق وتلزمها العدة من وقت الكتابة. وإن علق طلاقها بمجيء الكتاب بأن كتب: إذا جاء ک كتابي فأنت طالق، فجاء ها الكتاب فقرأته أو لم تقرأ يقع الطلاق، كذا في الخلاصة. (رد المحتار، كتاب الطلاق / مطلب في الطلاق بالكتابة ٤٥٦/٤ زكريا، ٢٤٦/٣ كراچی، فتاویٰ قاضي خان على هامش الهندية / الطلاق بالكتابة ٤٧١/١ زكريا)

ولأن من ملك الإنشاء ملك الإخبار. (قواعد الفقه ١٣٠ رقم: ٣٥٧ الأشرفية ديوبند)

إن كتب على الوجه المرسوم (أي علیٰ وجه الرسالة مصدرًا أو معنونًا) ولم يعلّقه بشرط بأن كتب: أما بعد يا فلانة! فأنت طالق، وقع الطلاق عقيب كتابة لفظ "الطلاق" بلا فصل، لما ذكرنا أن كتابة قولهٖ: "أنت طالق" علیٰ طريق المخاطبة بمنزلة التلفظ بها. (بدائع الصنائع، كتاب الطلاق / فصل في النوع الثاني من طلاق الكتابة ١٧٤/٣ زكريا، الفتاویٰ الهندية / فصل في الطلاق بالكتابة ٣٧٨/١ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۲۲ / ۱۴۴۱/۹/۲۴ھ)

''آج سے تم میری بیوی نہیں'' کہنے سے طلاق کا حکم

سوال (۷۲۴):- شوہر نے بیوی سے کہا کہ ''آج سے تم میری بیوی نہیں ہو''، بیوی نے کہا کہ سوچ سمجھ کر کہو، تو شوہر نے کہا ''ہاں ختم کردیا تو ختم''، تو اِس صورت میں کونسی طلاق واقع ہوگی؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- اِس صورت میں ایک طلاق بائن واقع ہوگی؛ کیوں کہ اُس نے جو یہ کہا تھا کہ ''تم میری بیوی نہیں ہو''، اِس میں نیت کی ضرورت تھی، اور جب بیوی نے وضاحت چاہی تو کہا کہ ''ہاں ختم کردیا تو ختم'' اِس سے پتہ چلا کہ اُس نے رشتہ نکاح ختم کردیا، تو جو نیت تھی اُس کی وضاحت ہوگئی؛ لہٰذا ایک طلاقِ بائن واقع ہوئی، اَب اگر دونوں ساتھ رہنا چاہتے ہیں تو نیا نکاح کرکے رہ سکتے ہیں۔ (کتاب النوازل ۹/۴۵۳)

قال الزهري: إن قال: ما أنت بامرأتي نيته، وإن نوىٰ طلاقًا فهو ما نوىٰ. (صحيح البخاري، كتاب الطلاق / باب الطلاق في الإغلاق والكره والسكران والمجنون ۲/۷۹٤)

عن شعبة قال: سألت الحكم وحمادًا عن الرجل يقول: لست لي بامرأة، فقال الحكم: إن نوى طلاقًا فهي واحدة بائنةً. وقال حماد: إن نوىٰ طلاقًا فهي واحدة، وهو أحق بها. (المصنف لعبد الرزاق، الطلاق / باب ليست لي بامرأة ٦/٣٦٨ رقم: ١١٢٢٤)

قوله: لا يلحق البائن البائن، المراد بالبائن الذي لا يلحق هو ما كان بلفظ الكناية. (شامي، كتاب الطلاق / باب الكنايات، مطلب: الصريح يلحق الصريح والبائن ٤/٥٤٢ زكريا، ٣/٣٠٦ كراچی، كذا في الفتاوىٰ الهندية / الفصل الخامس في الكنايات ١/٤٤٥ جديد زكريا، ١/٣٧٧ قديم زكريا، تبيين الحقائق، كتاب الطلاق / باب الكنايات ٣/٨٤ بيروت)

إذا كان الطلاق بائنًا دون الثلاث فله أن يتزوجها في العدة وبعد انقضائها. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الطلاق / فصل فيما تحل به المطلقة وما يتصل به ١/٥٣٥ جديد زكريا، ١/٤٧٢-٤٧٣ قديم زكريا، الهداية / باب الرجعة ٢/٣٩٩ المكتبة الأشرفية ديوبند،

شـامـي، كتاب الطلاق / باب الرجعة ٤٠/٥ زكريا، ٤٠٩/٣ كراچی، وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الطلاق / باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة ١٦٢/٣ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۴۱ / ۱۴۴۱/۱۲/۱۸ھ)

''وہ میرے نکاح میں نہیں'' کہنے سے طلاق کا حکم

سوال (۷۲۵):- ایک شخص کی بیوی اپنے میکے گئی ہوئی تھی، اِسی دوران اُس نے اپنے دوست سے فون پر کہا کہ ''بیوی سے کہہ دو کہ وہ میرے نکاح میں نہیں، وہ میرے گھر پر نہ آئے''، اِس کے بعد وہ دونوں پھر ساتھ رہنے لگے، تو اِس جملے سے طلاق پڑی ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- اگر اُس نے طلاق کی نیت سے کہا تھا کہ ''وہ میرے نکاح میں نہیں ہے'' تو ایک طلاقِ بائن پڑ گئی، اَب بغیر تجدید نکاح کے اُن کا ساتھ رہنا درست نہیں؛ لہٰذا اُنہیں چاہئے کہ اَز سر نو نکاح کرلیں، اُس کے بعد ساتھ رہیں۔ (مستفاد: کتاب النوازل ۴۵۳/۹)

قال الزهري: إن قال: ما أنت بامرأتي نيته، وإن نوىٰ طلاقًا فهو ما نوىٰ.

(صحيح البخاري، كتاب الطلاق / باب الطلاق في الإغلاق والكره والسكران والمجنون ٧٩٤/٢)

عن شعبة قال: سألت الحكم وحمادًا عن الرجل يقول: لست لي بامرأة، فقال الحكم: إن نوى طلاقًا فهي واحدة بائنةً. وقال حماد: إن نوىٰ طلاقًا فهي واحدة، وهو أحق بها. (المصنف لعبد الرزاق، الطلاق / باب ليست لي بامرأة ٣٦٨/٦ رقم: ١١٢٢٤)

قوله: لا يلحق البائن البائن، المراد بالبائن الذي لا يلحق هو ما كان بلفظ الكناية. (شامي، كتاب الطلاق / باب الكنايات، مطلب: الصريح يلحق الصريح والبائن ٥٤٢/٤ زكريا، ٣٠٦/٣ كراچی، كذا في الفتاوىٰ الهندية / الفصل الخامس في الكنايات ٤٤٥/١ جديد زكريا، ٣٧٧/١ قديم زكريا، تبيين الحقائق، كتاب الطلاق / باب الكنايات ٨٤/٣ بيروت)

إذا كان الطلاق بائنًا دون الثلاث فله أن يتزوجها في العدة وبعد

انقضائها. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الطلاق / فصل فيما تحل به المطلقة وما يتصل به ٥٣٥/١ جديد زكريا، ٤٧٢/١-٤٧٣ قديم زكريا، الهداية / باب الرجعة ٢/ ٣٩٩ المكتبة الأشرفية ديوبند، شامي، كتاب الطلاق / باب الرجعة ٤٠/٥ زكريا، ٤٠٩/٣ كراچی، وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الطلاق / باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة ١٦٢/٣ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۴۱ / ۱۴۴۱/۱۲/۱۸ھ)

’’تم فارغ ہو‘‘ تین مرتبہ کہنے سے کتنی طلاق واقع ہوئیں؟

سوال (٧٢٦):- دو بھائیوں کی آپس میں لڑائی ہورہی تھی، دونوں میں سے ایک کی بیوی چھڑانے آگئی، تو اُس نے اپنی بیوی سے کہا کہ ’’تم فارغ ہو، تم فارغ ہو، تم فارغ ہو‘‘ تو کتنی طلاق واقع ہوئیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- ’’تم فارغ ہو‘‘ یہ کنائی اَلفاظ میں سے ہے، اگر شوہر نے طلاق کی نیت سے یہ اَلفاظ کہے ہیں تو ایک طلاق بائن واقع ہوگی؛ کیوں کہ طلاقِ بائن کا ضابطہ یہ ہے کہ اگر اُس کے اَلفاظ کوئی مرتبہ دہرایا جائے تو ایک ہی طلاق پڑتی ہے۔ اور اگر اُس نے ’’تم فارغ ہو‘‘ کے اَلفاظ طلاق کی نیت سے نہیں کہے، تو ایسی صورت میں ایک طلاق بھی واقع نہیں ہوگی۔

وسرحتک فارقتک لا يحتمل السب والرد ففي حالة الرضا تتوقف الأقسام الثلاثة تأثيرا على النية للاحتمال والقول له بيمينه في عدم النية. (رد المحتار / كتاب الطلاق ٥٣٢/٤-٥٣٣ زكريا)

وأما الضرب الثاني وهو الكنايات لا يقع بها الطلاق إلا بالنية أو بدلالة الحال؛ لأنها غير موضوعة للطلاق بل يحتمل وغيره فلا بد من التعين أو دلالته. (الهداية ٣٨٩/٢ بلال ديوبند)

لا يلحق البائن البائن (رد المحتار ٥٢/٤ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۴۶ / ۱۴۴۲/۱/۲۴ھ)

شوہر کو عمر قید کی سزا ہوجائے تو عورت کیا کرے؟

سوال (۲۷۷):- ایک عورت کے شوہر کو عمر قید کی سزا ہوئی ہے اور اَب وہ عورت دوسری شادی کرنا چاہتی ہے، اُس کے یہاں ایک بچہ بھی ہے، تو کیا شکل ہوگی؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- اِس معاملہ میں پہلی شکل تو یہ ہے کہ جیل میں جہاں شوہر قید ہے وہاں اُس کو پیغام بھیجا جائے کہ وہ خلع کرلے، اگر وہ خلع پر راضی ہوجائے اور طلاق دیدے، تو اُس کی عدت گذار کر یہ عورت دوسری جگہ شادی کرسکتی ہے۔

اور اگر وہ خلع پر آمادہ نہ ہو، اور اُس عورت کے لئے بغیر شوہر کے زندگی گذارنا پریشان کن ہو اور معصیت میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہو، تو پھر وہ اپنا مقدمہ قریبی محکمہ شرعیہ میں پیش کرے اور محکمہ شرعیہ حالات کا جائزہ لے کر حسبِ شرائط جب دونوں میں تفریق کا فیصلہ کردے تو اُس کی عدت گذرنے کے بعد ہی اُس کا دوسرے سے نکاح درست ہوگا، اِس کے بغیر درست نہیں ہوسکتا، اور بچہ ہو یا بچی اُس کا خرچہ بہرحال باپ پر ہے۔

ولا بأس به عند الحاجة للشقاق بعدم الوفاق بما يصلح للمهر. (الدر المختار مع رد المحتار ۳/ ٤٤١ كراچی)

وهي العدة في حق حرة، تحيض لطلاق أو فسخ بعد الدخول حقيقةً أو حكمًا ثلاث حيض كوامل. (شامي ۵/ ۱۸۱-۱۸۲ زكريا)

إنتقلت الحضانة إلىٰ عصبته من الرجال فيقدم الأب ثم أبو الأب، وإن علا ...... فإذا كان الولد في حضانة أمه فلأبيه أن يأ خذه بعد هٰذا السن، فإذا بلغ الولد عاقلاً رشيدًا كان له أن ينفرد ولا يبقى في حضانة أبيه إلا أن يكون فاسد الأخلاق فلأبيه ضمه وتأديبه، وإذا لم يكن له أب فلأحد أقارب أن يضمه إليه ويؤدبه متى كان مؤتمنًا. (الفقه على المذاهب الأربعة، كتاب الطلاق / مباحث الحضانة: تعريفها مستحقها ٤/ ٤٥٣-٤٥٦ دار الحديث القاهرة) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۴۰ / ۱۴۴۱/۱۲/۱۱ھ)

جب حلالہ حکم شرعی ہے تو حدیث میں لعنت کیوں؟

سوال (۷۲۸):- شریعت میں مطلقہ ثلاثہ کو واپس لانے کے لئے حلالہ شرط ہے؛ لیکن حدیث میں حلالہ کرنے اور کرانے والے پر لعنت آئی ہے، تو سوال یہ ہے کہ جب حلالہ حکم شرعی ہے، تو لعنت بھیجنے کی وجہ کیا ہے؟ یہ بات ہماری عقل سے باہر ہے۔

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- جو سوال آپ نے کیا ہے وہ بہت سے لوگوں کے ذہن میں اُٹھتا رہتا ہے، اور اِس کی وجہ یہ ہے کہ شریعت میں حلالہ کی جو اصل نوعیت ہے، اُس کا پورا استحضار نہیں ہے، اِس لئے سمجھنا چاہئے کہ اصل شریعت کا حکم یہ ہے کہ اگر کسی عورت کو تین طلاق دے دی جائیں، تو وہ اُس طلاق دینے والے شوہر کے نکاح میں اُس وقت تک واپس نہیں آئے گی جب تک کہ اُس عورت کا کسی دوسرے مرد سے نکاح نہ ہو جائے اور وہ اُس کے ساتھ رہے سہے، پھر اگر چاہے تو طلاق دے یا تفریق واقع ہو جائے، پھر عدت گذرے، تب وہ پہلے شوہر کے نکاح میں آسکتی ہے، اُس کو قرآنِ پاک میں اِس طرح اِرشاد فرمایا گیا: ﴿فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ﴾ [البقرة، جزء آيت: ۲۳۰] (یعنی اگر کوئی مرد کسی عورت کو تیسری طلاق دیدے تو وہ عورت اُس کے لئے اُس وقت تک حلال نہ ہوگی جب تک کہ وہ عورت اُس شوہر کے علاوہ کسی دوسرے مرد سے نکاح نہ کرلے) اَب یہ جو دوسرے مرد سے نکاح ہوگا وہ بغیر کسی شرط کے ہوگا، یعنی یہ شرط نہیں لگائی جائے گی کہ تمہیں طلاق دینی ہے؛ بلکہ یہ نکاح عام نکاح کی طرح ہوگا؛ لہٰذا اگر کوئی شخص شرط لگا کر نکاح کرتا ہے جس کو حدیث میں ''محلل'' یا ''محلل لہٗ'' قرار دیا گیا ہے، تو یہ شرط لگا کر نکاح کروانا قابل لعنت عمل ہے؛ کیوں کہ یہ روحِ نکاح کے خلاف ہے۔ روحِ نکاح تو یہ ہے کہ یہ رشتہ مسلسل برقرار رہے، یہ پوری زندگی رفاقت ہوتی ہے۔ شریعت میں یہ بات پسند نہیں ہے کہ آج نکاح کرو اور کل طلاق دے دو، پھر نکاح کرو اور پھر طلاق دے دو، یہ کھیل اور مذاق نہیں ہے؛ لہٰذا قرآنِ پاک میں حلالے کا جو مفہوم ہے وہ یہ ہے کہ بلا شرط نکاح ہو، پھر اگر کسی عارض کی وجہ سے وہ طلاق دیدے

یا انتقال ہوجائے، پھر اُس کی عدت گذرے، پھر نکاح میں آئے گی، یہ ایک موہوم بات ہے، ہو بھی سکتا ہے اور نہیں بھی ہوسکتا۔

اور حدیث میں جو لعنت کی بات فرمائی ہے وہ طلاق کی شرط والے نکاح کے متعلق ہے، ایسے نکاح پر لعنت ہے، تو دونوں کا مفہوم الگ ہے، قرآنِ پاک میں جس نوعیت کا تذکرہ ہے اُس کی صورت الگ ہے، اور حدیث میں جس کے اُوپر لعنت کی گئی ہے اُس کی نوعیت الگ ہے، اگر ہم دونوں چیزوں کو سامنے رکھیں گے تو ذہن میں کوئی اشکال نہ ہوگا؛ لہٰذا جو لوگ اِس فرق کو سمجھے بغیر محض لفظ حلالہ کو مذاق کا موضوع قرار دیتے ہیں وہ گویا کہ قرآنِ پاک کی توہین کرنے والے ہیں، اور لعنت والی شکل سب کے نزدیک منع ہے، اس کی کوئی تائید نہیں کرتا۔ (مستفاد: کتاب المسائل ۲۸۶/۵-۲۸۸)

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾ [البقرة، جزء آیت: ۲۳۰]

عن عبد اللّٰہ ابن عمر رضي اللّٰہ عنهما عن النبي صلی اللّٰہ علیه وسلم قال: أبغض الحلال إلی اللّٰہ تعالیٰ الطلاق. (سنن أبي داؤد، کتاب الطلاق / باب في کراهیة الطلاق رقم: ۲۱۷۸، سنن ابن ماجة رقم: ۲۰۱۸)

فقال ابن عمر: کلاهما زان وإن مکثا کذا وکذا، ذکر عشرین سنة إذا کان اللّٰہ یعلم انه أن یحللها له. (المصنف لعبد الرزاق ۲۶۶/۶ رقم: ۱۰۷۷۸ المکتب الإسلامي)

المکروہ اشتراط الزوج التحلیل في القول. (هامش علی مشکاة المصابیح ۲۸۴ المکتبة النعیمیة دیوبند)

إنما هذا المحلل نکح علی قصد الفراق والنکاح شرع للدوام. (لمعات التنقیح علی هامش مشکاة المصابیح ۲۸۴ المکتبة النعیمیة دیوبند)

وإن کانت الطلاق ثلاثًا في الحرة وثنتین في الأمة لم تحل له حتی

تنكح زوجًا غيره نكاحًا صحيحًا ويدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها. (الفتاویٰ الهندية / كتاب الطلاق ٤٧٣/١ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۴۱ / ۱۴۴۱/۱۲/۱۸ھ)

طلاق کے وقت زیورات کی واپسی کا مدار برادری کے عرف پر ہے؟

سوال (۷۲۹): - اگر لڑکی طلاق کا مطالبہ کرے یا لڑکا اَز خود طلاق دیدے تو کیا لڑکے کو اپنا سارا زیور دینا ہوگا، جب کہ لڑکا مہر کی رقم پہلے ہی اَدا کر چکا ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- اِس بارے میں برادری کے عرف کو دیکھا جائے گا، اگر برادری کا عرف یہ ہے کہ طلاق کی صورت میں لڑکے والوں کی طرف سے دیا گیا زیور واپس ہوتا ہے، تو وہ واپس ہوگا۔ اور اگر برادری کا عرف یہ ہے کہ جب لڑکی کو دے دیا تو لڑکی کا سمجھا جاتا ہے، تو ایسی صورت میں وہ لڑکی کا حق ہوگا۔ (مستفاد: کتاب النوازل ۱۱۷/۹)

والفتوىٰ أنه إن كان العرف مستمرًا أن الأب يدفع الجهاز ملكًا لا عاريةً. (الأشباه والنظائر / المبحث الثالث: العادة المطردة هل تنزل منزلة الشرط ٢٨٠ جديد زكريا، ١٥٧ قديم)

الثابت بالعرف كالثابت بالنص. (رسم المفتي / تحت بحث العرف والعادة ١٧٦ جديد زكريا)

والعادة الفاشية الغالبة في أشراف الناس وأوساطهم دفع ما زاد على المهر من الجهاز تمليكًا. (شامي، كتاب النكاح / باب المهر، مطلب أنفق علىٰ معتدة الغير ٣٠٦/٤-٣٠٩ زكريا، ١٥٦/٣-١٥٧ كراچی) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۴۱ / ۱۴۴۱/۱۲/۱۸ھ)

عدت کے مسائل

عدتِ طلاق اور عدتِ وفات میں فرق

سوال (۷۳۰):- عدتِ طلاق اور عدتِ وفات میں شرعاً کیا فرق ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- جو عورتیں حاملہ ہیں، اور اُن کو طلاق ہوجائے، یا اُن کے شوہر کا انتقال ہوجائے، تو اُن کی عدت وضع حمل یعنی بچے کی پیدائش پر پوری ہوگی۔ اِس معاملے میں عدتِ طلاق اور عدتِ وفات میں کوئی فرق نہیں ہے۔

اَب رہ گئیں وہ عورتیں جو طلاق یا شوہر کی وفات کے وقت حاملہ نہیں ہیں، تو اُن کے بارے میں یہ تفصیل ہے کہ اگر عدتِ وفات ہے، تو اُس کی مدت چار مہینے دس دن ہیں (اگر چاند کی ابتدائی تاریخ میں انتقال ہوا ہے، تو چاند کے مہینوں سے عدت کا حساب لگایا جائے گا۔ اور اگر درمیان مہینے میں انتقال ہوا ہے، تو کل ۱۳۰/ دن شمار کرلئے جائیں)

اور اگر عدتِ طلاق ہے، تو یہ دیکھا جائے گا کہ مطلقہ کو ماہواری جاری ہے یا نہیں؟ اگر جاری ہے تو تین ماہواری گذرنے پر عدت پوری ہوگی۔ اور اگر ماہواری جاری نہیں ہے، مثلاً: عمر زیادہ ہوچکی ہے، وغیرہ، تو مطلقاً ۳/ مہینے میں عدت پوری ہوجائے گی۔

یہ سب تفصیلات قرآنِ پاک اور اَحادیث شریفہ میں موجود ہیں۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَاُوْلَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾ [الطلاق، جزء آیت: ٤]

یقول تعالیٰ: ومن کان حاملاً فعدتها بوضعه ولو کان بعد الطلاق أو

الموت بفواق ناقة في قول جمهور العلماء من السلف والخلف كما هو نص هذه الآية الكريمة، وكما وردت به السنة النبوية. أخبرني أبوسلمة قال: جاء رجل إلى ابن عباس، وأبوهريرة جالس، فقال: زفني في امرأة ولدت بعد زوجها بأربعين ليلة، فقال ابن عباس: آخر الأجلين، قلت: أنا، ﴿وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾ قال أبوهريرة: أنا مع ابن أخي يعني أبا سلمة، فأرسل ابن عباس غلامه كريبًا إلى أم سلمة يسألها فقالت: قتل زوج سبيعة الأسلمية وهي حبلىٰ فوضعت بعد موته بأربعين ليلة فخطبت فأنكحها رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم. عن المسور بن مخرمة أن سبيعة الأسلمية توفى عنها زوجها وهي حامل فلم تمكث إلا ليالي حتى وضعت فلما تعلف من نفاسها خطبت فاستأذنت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم في النكاح فأذن لها أن تنكح فنكحت. (التفسير لابن كثير ص: ١٣٥٤ دار السلام رياض)

قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا﴾ [البقرة، جزء آيت: ٢٣٤]

هذا أمر من اللّٰه تعالىٰ للنساء اللاتي يتوفى عنهن أزواجهن أن يعتدون أربعة أشهر وعشر ليال، وهذاالحكم يشمل الزوجات المدخول بهن وغير المدخول بهن بالإجماع ...... ولا يخرج من ذلک إلا المتوفى عنها زوجها وهي حامل فإن عدتها بوضع الحمل ولو لم تمكن بعده سوى لحظة لعموم قوله تعالىٰ: ﴿وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾ (الطلاق، جزء آيت: ٤، تفسير ابن كثير مكمل ص: ١٩٠)

قال تعالىٰ: ﴿وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ﴾ [البقرة، جزء آيت: ٢٢٨]

هذا أمر من اللّٰه سبحانه وتعالىٰ للمطلقات المدخول بهن من ذوات

الأقـراء بـأن يتـربـصن بأنفسهن ثلاثة قروء أي بأن تـمكث إحداهن بعد طلاق زوجها لها ثلاثة قروء، ثم تتزوج إن شاء ت. (تفسير ابن كثير مكمل ص: ١٨١)

قـال تـعالىٰ ﴿وَالّٰئِیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِسَآءِ کُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلاثَةَ اَشْهُرٍ وَّالّٰئِیْ لَمْ یَحِضْنَ﴾ [الطلاق، جزء آيت: ٤]

يـقول تعالىٰ مبينًا لعدة الآية وهي التي انقطع عنها المحيض لكبرها أنها ثـلاثة أشهـر عـوضًا عن الثلاثة قروء في حق من تحيض كما دلت على ذلك آية البقرة، وكـذا الـصغار اللائى لم يبلغن سن الحيض أن عدتهن كعدة الآية ثـلاثة أشهـر، ولهـذا قـال تعالىٰ: ﴿وَالّٰئِیْ لَمْ یَحِضْنَ﴾ (تفسير ابن كثير مكمل ص: ١٣٥٤ دار السلام رياض)

عـن عـائشة رضـي الله عنها قالت: أمرت بريرة أن تعتد بثلاث حيض.

(سنن ابن ماجة، كتاب الطلاق / باب خيار الأمة إذا اعتقت ١٥٠/١ رقم: ٢٠٧٧)

إذا طـلـق الـرجل امرأته طلاقا بائنًا أو رجعيا – إلىٰ قولهٖ – ممن تحيض فعدتها ثلاثة أقراء. (الهداية، كتاب الطلاق / باب العدة ٤٢٢/٢ المكتبة الأشرفية ديوبند، الفتاوىٰ الهندية ٥٢٦/١ زكريا، شامي، كتاب الطلاق / باب العدة ١٨٢/٥ زكريا، ٥٠٥/٣ کراچی)

والعدة لـمـن لـم تحض لصغر أو كبر أو بلغت بالسن و لم تحض ثلاثة أشهر. (الفتاوىٰ الهندية / الباب الثالث عشر في العدة ٥٢٦/١ زكريا، الفتاوىٰ التاتارخانية ٢٢٧/٥ رقم: ٧٧٢٤ زكريا)

فـي الـمحيط: إذا اتفق عدة الطلاق والموت في غرة الشهر اعتبرت الشهور بالأهلة، وإن نقصت عن العدد. (رد المحتار، كتاب الطلاق / باب العدة ١٨٧/٥ زكريا)

وإن اتـفـق فـي وسـط الشهـر فعند الإمام يعتبر بالأيام فتعتد في الطلاق بتسـعيـن يومًا وفي الوفاة بمأة وثلاثين. (رد المحتار على الدر المختار، كتاب الطلاق /

باب العدة، قبيل مطلب في عدة زوجة الصغير ١٨٧/٥ زكريا، ٣/٥٠٩ كراچی، الفتاوىٰ الهندية / الباب الثالث عشر في العدة ٥٢٧/١ زكريا، بدائع الصنائع ٣١٠/٣ زكريا، ١٩٦/٣ كراچی)

وعدة الحرة في الوفاة أربعة أشهر وعشرًا. (الهداية، كتاب الطلاق / باب العدة ٤٢٣/٢ المكتبة الأشرفية ديوبند، تبيين الحقائق ٢٧/٣ المكتبة الإمدادية ملتان ٢٥١/٣ زكريا، الفتاوىٰ التاتارخانية ٢٢٨/٥ رقم: ٧٧٢٧ زكريا)

وإن كان حاملا فعدتها أن تضع حملها. (الهدايه / كتاب الطلاق ٤٢٣/٢ المكتبة الأشرفية ديوبند) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۲۰ / ۱۴۴۱/۹/۲۲ھ)

طلاق کے بعد بیوی عدت کہاں گذارے؟

سوال (۷۳۱):- ہندہ اپنے شوہر کے ساتھ ممبئی میں رہتی تھی، شوہر کے انتقال کے بعد عدت گذارنے کے لئے شہر اورنگ آباد میں اپنے بیٹوں کے پاس جانا چاہتی ہے، تو کیا اِس کی گنجائش ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- عام حالات میں تو حکم یہی ہے کہ جہاں شوہر کے ساتھ رہتی تھی وہیں عدت پوری کی جائے؛ لیکن اگر کوئی بہت بڑی پریشانی کھڑی ہوگئی ہو، مثلاً اُس جگہ کا کرایہ دینا اُس کے لئے مشکل ہو یا تنہا رہتی ہو، جان ومال کا خطرہ ہو، یا اِس طرح کی اور کوئی پریشانی ہو، تو وہ پھر دوسری جگہ منتقل ہوسکتی ہے۔ (مستفاد: کتاب النوازل ۱۵۶/۱۰-۱۶۰)

ولا تخرج معتدة رجعي وبائن ...... من بيتها أصلا، وتحته: "والمراد به ما يضاف إليها بالسكنى حال الفرقة والموت. (الدر المختار مع الشامي ٣٣٤/٥ زكريا)

وتعتدان أي مدة طلاق وموت في بيت وجبت فيه ولا يخرجان منه إلا أن تخرج أو ينهدم المنزل اتخاف انهدامه أتلف مالها ألا تجد كراء البيت ونحو ذلك من الضرورات فتخرج لا قرب موضع منه. (رد المحتار، كتاب الطلاق / باب العدة ٢٢٥/٥ زكريا)

ومعدة موت تخرج في الجديدين وتبيت أكثر الليل في منزلها لأنّ نفقتها عليها فتحتاج للخروج. (رد المحتار ٥/٢٢٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۴۶ / ۱۴۴۲/۱/۲۴ھ)

کیا ۶۰ رسالہ عورت پر بھی عدت واجب ہے؟

سوال (۷۳۲):- ایک عورت کی عمر ۶۰ رسال ہے اور شوہر کا انتقال ہوگیا، تو کیا اُس عورت پر عدت گذارنا واجب ہے؟ جب کہ اُس کا دوسری شادی کرنے کا اِرادہ بھی نہیں ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- عدت کے لئے عمر کی کوئی قید نہیں، اگر کوئی عورت ۸۰ رسال کی عمر میں بیوہ یا مطلقہ ہوجائے تو پھر بھی اُسے عدت گذارنی ہوگی، یہی قرآنِ پاک کا حکم ہے، اِس میں چوں چرا کی کوئی گنجائش نہیں۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَعَشْرًا﴾ [البقرة: ٢٣٤] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۴۷ / ۱۴۴۲/۲/۲ھ)

ذہنی معذور عورت کی عدت؟

سوال (۷۳۳):- ایک ضعیف العمر شخص کا انتقال ہوگیا اور اُن کی اہلیہ بھی عمر دراز ہیں؛ لیکن اُن کا ذہنی توازن ہر وقت ٹھیک نہیں رہتا ہے، تو اُن پر عدت گذارنا ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- مسئولہ صورت میں عدت کا مطلب یہ ہے کہ ۴ رمہینے ۱۰ ردن تک اُس عورت کا کہیں اور نکاح نہیں ہوسکتا، یہ تو بہر حال ضروری ہے، چاہے اس کا ذہنی توازن ٹھیک ہو یا نہ ہو۔ اور عدت کا دوسرا حکم یہ ہے کہ عدت کے دوران معتدہ گھر سے باہر نہ نکلے، اور زیب وزینت نہ کرے وغیرہ۔ تو مذکورہ معتدہ کا جب ذہنی توازن ٹھیک ہو تو وہ اُن باتوں کا خیال رکھے، اور جب ذہنی حالت ٹھیک نہ ہو تو خلاف ورزی پر اُس سے کوئی مؤاخذہ نہ ہوگا، اِن شاء اللہ تعالیٰ۔

هي انتظار عدة معلومة يلزم المرأة بعد زوال النكاح حقيقة أو شبهة المتأكد بالدخول أو الموت. (الفتاویٰ الهندية ٥٢٦/١ قديم زكريا)

على المبتوتة والمتوفى عنها زوجها إذا كانت بالغة مسلمة الحداد في عدتها، كذا في الكافي الخ. ولا يجب الحداد على الصغيرة والمجنونة الكبيرة. (الفتاویٰ الهندية ٥٣٣/١-٥٣٤ قديم زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۳٦ / ۲۰/۱۱/۱۴۴۱ھ)

عدت میں داماد سے پردہ

سوال (۷۳۴):- کیا عدت میں داماد سے پردہ ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- داماد سے کسی حال میں پردہ نہیں ہے۔

قال اللّٰه تبارك وتعالىٰ: ﴿وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ﴾

[النور، جزء آیت: ۳۱]

وحرم المصاهرة بنت زوجته الموطوء ة وأم زوجته وجداتها مطلقًا بمجرد العقد الصحيح. (الدر المختار، كتاب النكاح / فصل في المحرمات ١٠٤/٤ زكريا)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۱۵ / ۱۷/۹/۱۴۴۱ھ)

عدت میں پھوپھی زاد بہن سے پردہ

سوال (۷۳۵):- ہماری پھوپھی زاد بہن جن کی عمر ٦۰/ سال ہے، وہ عدت میں ہے، تو ہمارا اُن سے پردہ ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- واضح ہو کہ عدت میں پردہ کے بارے میں کوئی الگ حکم نہیں ہے؛ بلکہ جو بھی نامحرم خواتین ہیں اُن سے بہر حال پردہ کرنا چاہئے۔ اور پردہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اُن کے ساتھ تنہائی نہ ہو، اُن کو نظر جما کر نہ دیکھیں، اور اُن

کے اعضاء پر نظر نہ ڈالیں۔ اَب اگر ایسا نامحرم شخص ہے جو پہلے سے گھر میں آتا جاتا رہا ہے، تو وہ حسب ضرورت نظر جھکا کر بات چیت کرسکتا ہے، یہ کوئی ناجائز نہیں ہے، اور یہ حکم عام ہے؛ خواہ عدت ہو یا نہ ہو۔ عام طور پر یہ دیکھا جاتا ہے کہ عدت میں تو بہت زیادہ پردے کا اہتمام کرتے ہیں، اور عدت کے بغیر پردے میں بہت بے احتیاطی برتتے ہیں، یہ طریقہ درست نہیں ہے۔ پردے کے احکامات کا ہر وقت لحاظ رکھنا چاہئے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۱۳/۴۰۶ ڈابھیل)

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ [النور، جزء آیت: ۳۱]

وقال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ، ذٰلِكَ اَدْنٰى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ [الأحزاب: ۵۹]

قال أبوبكر: في هٰذه الآية دلالة علىٰ أن المرأة الشابة مأمورة بستر وجهها عن أجنبيين وإظهار الستر والعفاف عند الخروج؛ لئلا يطمع أهل الريب فيهن. (أحكام القرآن للجصاص، الأحزاب / باب حجاب النساء، قبيل سورة سبأ ۴۸۶/۳ زكريا)

عن عقبة بن عامر رضي اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: إياكم والدخول على النساء، فقال رجل من الأنصار: يا رسول اللّٰه! أفرايت الحمو؟ قال: الحمو الموت. (صحيح البخاري، كتاب النكاح / باب لا يخلون رجل بامرأة رقم: ۵۲۳۲، صحيح مسلم، كتاب السلام / باب تحريم الخلوة بالأجنبية والدخول عليها رقم: ۲۱۷۲، المسند للإمام أحمد بن حنبل ۱۴۹/۴ رقم: ۱۷۴۸۰ دار الفكر بيروت)

وفي هذا الحديث والأحاديث بعده تحريم الخلوة بالأجنبية وإباحة الخلوة بمحارمها، وهذان الأمران مجمع عليهما، وقد قدمنا أن المحرم هو كل من حرم عليه نكاحها على التأبيد لسبب مباح لحرمتها، فقولنا: على

التابيد احتراز من أخت امرأته وعمتها وخالتها ونحوهن ومن بنتها قبل الدخول بالأم. وقولنا: لسبب مباح: احتراز من أم الموطوء ة بشبهة وبنتها فإنه حرام على التأبيد؛ لكن لا لسبب مباح، فإن وطء الشبهة لا يوصف بأنه مباح ولا محرم ولا بغيرهما من أحكام الشرع الخمسة؛ لأنه ليس فعل مكلف، وقولنا لحرمتها: احترام من الملاعنة فهي حرام على التأبيد لا لحرمتها بل تغليظًا عليهما، والله أعلم.

قال الليث بن سعد: الحمو أخو الزوج، وما أشبه من أقارب الزوج ابن العم ونحوه. اتفق أهل اللغة على أن الأحماء أقارب زوج المرأة كأبيه وعمه وأخيه وابن أخيه وابن عمه ونحوهم، والأختان أقارب زوجته الرجل والأصهار يقع على النوعين.

وأما قوله صلى الله عليه وسلم: ”الحمو الموت“ فمعناه أن الخوف منه أكثر من غيره والشر يتوقع منه والفتنة أكثر لتمكنه من الوصول إلى المرأة والخلوة من غير أن ينكر عليه بخلاف الأجنبي، والمراد بالحمو هنا أقارب الزوج غير آبائه وأبنائه، فأما الآباء والأبناء فمحارم لزوجته تجوز لهم الخلوة بها ولا يوصفون بالموت وإنما المراد الأخ وابن الأخ والعم وابنه ونحوهم ممن ليس بمحرم وعادة الناس المساهلة فيه ويخلو بامرأة أخيه فهذا هو الموت، وهو أولى بالمنع من الأجنبي لما ذكرناه، فهذا الذي ذكرته هو صواب معنى الحديث. (شرح النووي على مسلم، كتاب السلام / باب تحريم الخلوة بالأجنبية والدخول ص: ١٣٦٠ تحت رقم: ٢١٧١ بيت الأفكار الدولية، مرقاة المفاتيح، كتاب النكاح / باب النظر إلى المخطوبة، الفصل الأول: يحرم النظر إلى الأمرد الحسين ٢٥٢/٦ تحت رقم: ٣١٠٢ دار الكتب العلمية بيروت)

وتمنع المرأة الشابة من كشف الوجه بين الرجال لا لأنه عورة؛ بل لخوف الفتنة (الدر المختار) والمعنى تمنع من الكشف بخوف أن يرى الرجال وجهها فتقع الفتنة؛ لأنه مع الشكف قد يقع النظر إليها بشهوةٍ. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الصلاة / باب شروط الصلاة، مطلب: في ستر العورة ۷۹/۲ زكريا، ٤٠٦/١ كراچی)

لا يحل النظر للأجنبي من الأجنبية الحرة إلىٰ سائر بدنها إلا الوجه والكفين. (بدائع الصنائع، كتاب الاستحسان / حكم الأجنبيات الحرائر ٢٩٣/٤ زكريا، الفتاوىٰ الهندية، كتاب الكراهية / الباب الثامن فيما يحل للرجل النظر إليه وما لا يحل له ٣٨١/٥ ٣٢٩/٥ زكريا، مجمع الأنهر / كتاب الكراهية ٢٠٢/٤ دار الكتب العلمية بيروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۷ / ۱۴۴۱/۹/۹ھ)

متوفی کی بیوی کا جائے اِقامت میں عدت گذارنا

سوال (۷۳۶):- ایک بہار کا باشندہ اپنی فیملی کے ساتھ مکان بنا کر دہلی میں مقیم تھا، اچانک اُس کا انتقال ہوگیا، اور اُس کی بیوہ میت کے ساتھ بہار چلی گئی، تو اَب سوال یہ ہے کہ وہ عدت کہاں پوری کرے؟ وطن اصلی بہار میں یا وطن اِقامت دہلی میں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- مسئولہ صورت میں اگر وطن اصلی بہار میں اُس کے رہنے کا معقول انتظام ہے تو وہیں عدت گذارے گی، اور اگر وہاں کسی بھی طرح رہنے کا انتظام نہیں ہے تو مجبوراً دہلی واپس آ کر عدت مکمل کرسکتی ہے، اور ہونا یہ چاہئے تھا کہ وہ شوہر کے انتقال کے بعد دہلی سے بہار نہ جاتی؛ بلکہ دہلی ہی میں رہ کر عدت پوری کرتی۔

عن ابن جريج أخبرني إسماعيل بن كثير عن مجاهد: ”أن رجالا استشهدوا بأحد، فقال نساؤهم: يا رسول اللّٰه! إنا نستوحش في بيوتنا، أفنبيت عند إحدانا؟ فأذن لهن أن يتحدثن عند إحداهن، فإذا كان وقت النوء تأوي كل امرأة إلى بيتها“. رواه الإمام العلامة الشافعي. (تلخيص الحبير

۳۳/۲) قلت: هو مرسل وكلهم رجال الصحيح إلا الأول، فإنه من رجال مسلم، فالسند صحيح مرسل. (إعلاء السنن / باب جواز الخروج للمتوفى عنها زوجها بعذر ۲۹۰/۱۱ دار الكتب العلمية بيروت)

عن إبراهيم أن علي بن أبي طالب نقل أم كلثوم بنت علي – رضي اللّٰه عنها – امرأة عمر بن الخطاب وهي في العدة من وفاة زوجها عمر رضي اللّٰه عنه؛ لأنها كانت في دار الإمارة. (رواه الإمام محمد في كتاب الآثار ص: ٧٦) قلت: هذا منقطع لكن في تهذيب التهذيب (١٧٨/١ – ١٧٩) النخعي عن علي مرسل – إلىٰ أن قال – قال الحافظ أبو سعيد العلائي: هو مكثرٌ من الإرسال، وجماعة من الأئمة صححوا مراسيله. (إعلاء السنن / باب جواز الخروج للمتوفى عنها زوجها بعذر ۲۹۰/۱۱ دار الكتب العلمية بيروت)

وتعتدان في بيت وجبت فيه ...... إلا أن تُخرج ...... أو لا تجد كراء البيت ونحو ذٰلک من الضرورات، فتخرج لأقرب موضع إليه (الدر المختار) وفي الشامي: منه ما في الظهيرية ولو خافت بالليل من أمر الميت والموت ولا أحد معها لها التحول والخوف شديدًا وإلا فلا. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الطلاق / باب العدة، مطلب: الحق أن على المفتي أن ينظر في خصوص الوقائع ۲۲۵/۵–۲۲٦ زكريا، ۵۳٦/۳ كراچی، كذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق / باب العدة، فصل في الحداد ۲۵۹/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۱۰ / ۱۴۴۱/۹/۱۲ھ)

دورانِ عدت بیوہ کا کسب معاش کے لئے گھر سے نکلنا

سوال (۷۳۷):- ایک عورت کے شوہر کا انتقال ہوگیا، اور کوئی کمانے والا نہیں وہ خود ہی گھروں میں کام کرتی تھی، اس سے اُس کا گذر بسر ہوتا ہے، تو سوال یہ ہے کہ عدت کے

دوران وہ اپنے کام پر جاسکتی ہے یانہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- جس عورت کے گذر بسر کا کوئی انتظام نہ ہو، وہ دورانِ عدت دن کے وقت میں کسب معاش کے لئے گھر سے باہر جاسکتی ہے؛ لیکن رات اپنے گھر ہی میں گذارے، اور بہرحال بلاوجہ گھر سے باہر نہ رہے۔

ومعتدة موت تخرج في الجديدين وتبيت أكثر الليل في منزلها؛ لأن نفقتها عليها فتحتاج للخروج، حتى لو كان عندها كفايتها صارت كالمطلقة، فلا يحل لها الخروج، فتح. وجوّز في القنية خروجها لإصلاح ما لا بد لها منهُ، كزراعةٍ ولا وكيل لها. (الدر المختار) قوله: ومعتدة الموت تخرج يومًا وبعض الليل لتكتسب لأجل قيام المعيشة؛ لأنه لا نفقة لها حتى لو كان عندها كفايتها صارت كالمطلقة، فلا يحل لها أن تخرج لزيارة ولا لغيرها ليلا ولا نهارًا. (البحر الرائق، كتاب الطلاق / باب العدة، فصل في الحداد ٢٥٩/٤ دار الكتب العلمية بيروت)

قال في الفتح: والحاصل أن مدار حل خروجها بسبب قيام شغل المعيشة، فيتقدر بقدرهٖ فمتى انقضت حاجتها لا يحل لها بعد ذٰلک صرف الزمان خارج بيتها. (رد المحتار، كتاب الطلاق / باب العدة، فصل في الحداد ٢٢٥/٥ زكريا)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۱۵ / ۱۴۴۱/۹/۱۷ھ)

کتاب النذ ور والایمان

قسم اور نذر کے مسائل

کن چیزوں کی قسم کھاسکتے ہیں اور کن حالات میں قسم کھانا درست ہے؟

سوال (۷۳۸):- کن کن چیزوں کی قسم کھاسکتے ہیں؟ اور کن حالات میں کھاسکتے ہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- شریعت میں صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کے نام پر قسم کھانا جائز ہے، اور وہ بھی اُس وقت جب کہ اپنی بات کو مؤکد کرنے کی ضرورت ہو، بلاوجہ بات بات پر قسم کھانے کی عادت اچھی نہیں ہے، اور غیر اللہ کی قسم کھانا تو جائز نہیں ہے، مثلاً کوئی اپنے بیٹے کی قسم کھاتا ہے، اور کوئی اپنے باپ کی قسم کھاتا ہے، کوئی کسی اور چیز کی قسم کھاتا ہے، تو یہ قسم صحیح اور معتبر نہیں ہے، قسم جب بھی کھائی جائے گی تو صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کے نام کی ہی کھائی جائے گی۔

عن عبد اللّٰه رضي اللّٰه عنه عن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم أنه أدرک عمر بن الخطاب في ركب وعمر يحلف بأبيه، فناداهم رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ألا إن اللّٰه عزوجل ينهاكم أن تحلفوا بآبائكم، فمن كان حالفًا فليحلف باللّٰه أو ليصمت. (صحيح مسلم، كتاب الأيمان / باب النهي عن الحلف بغير اللّٰه تعالىٰ ٤٦/٢ رقم: ١٦٤٦، صحيح البخاري / كتاب الأيمان والنذور بأن تحلفوا بآبائكم ٩٨٣/٢ رقم: ٦٦٤٦) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۴۲ / ۱۴۴۱/۱۲/۲۵ھ)

قرآنِ کریم کی قسم اور کفارہ

سوال (۷۳۹):- اگر کسی معاملہ میں قرآنِ پاک کی قسم کھالی اور بعد میں افسوس ہوا تو کیا کرنا چاہئے؟ اور کفارہ کس طرح ادا کریں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- مسئولہ صورت میں قسم توڑ کر کفارہ اَدا کر دینا چاہئے۔ اور قسم کا کفارہ یہ ہے کہ ۱۰ رمسکینوں کو صبح وشام کھانا کھلائیں۔ اور اگر کسی کے پاس کھانا کھلانے کی وسعت نہ ہوتو وہ کفارے کی نیت سے لگا تار تین دن روزے رکھ لے۔

(امدادالفتاویٰ جدید مطول حاشیہ ۵۰۹/۵ زکریا)

قال اللّٰه تبارك وتعالىٰ: ﴿لاَ يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُمُ الْاَيْمَانَ، فَكَفَّارَتُهٗ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَاكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ، فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلاثَةِ اَيَّامٍ، ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ وَاحْفَظُوْا اَيْمَانَكُمْ، كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيَاتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ [المائدة: ۸۹]

عن عبد الرحمٰن بن سمرة رضي اللّٰه عنه قال: قال صلى اللّٰه عليه وسلم: يا عبد الرحمن بن سمرة! لا تسأل الإمامة ...... وإذا حلفتَ علىٰ يمين فرأيت غيرها خيرًا منها فكفّر عن يمينك وائت الذي هو خير. (صحيح البخاري / كتاب الأيمان والنذور ۹۸۰/۲ رقم: ٦٦٢٢، صحيح مسلم، كتاب الأيمان / باب ندب من حلق يمينًا فرأى غيرها خيرًا منها الخ ٤٨/٢ رقم ١٦٥٢)

عن يعلى ابن عطاء عمن سمع أبا هريرة رضي اللّٰه عنه يقول: إنما الصوم في كفارة اليمين علىٰ من لم يجد. (المصنف لابن أبي شيبة، كتاب الأيمان والنذور / باب من قال: إذا وجدت الطعام فلا تصومنّ ٦١٤/٧ رقم: ١٢٦٩٦ المجلس العلمي بيروت)

كفارة اليمين ما ذكره اللّٰه تعالىٰ ...... إن كان الحالف موسرًا فكفارته أحد الأشياء الثلاثة: ولا يجزيه الصوم، وإن كان معسرًا فكفارته الصوم.

(الفتاویٰ التاتاخانية، كتاب الأيمان / الفصل الثامن والعشرون في الكفارة ٣٠٠/٦ رقم: ٩٤٢٧ زكريا)

وكفارته تحرير رقبة أو إطعام عشرة مساكين أو كسوتهم، وإن عجز عنها وقت الأداء صام ثلاثة أيام ولاء. (تنوير الأبصار مع الشامي، كتاب الأيمان / مطلب: كفارة اليمين ٥٠٢/٥-٥٠٥ زكريا، ٧/٣-٧٢٧ كراچی)

قال الحنفية والحنابلة: يشترط التتابع بدليل قراء ة أبي وعبد اللّٰه بن مسعود ﴿فَصِيَامُ ثَلاثَةِ اَيَّامٍ﴾ متتابعات. (الفقه الإسلامي وأدلته ٤٩٨/٣ مكتبة الهدىٰ ديوبند)

فإن الأيمان مبنية على العرف فما تعورف الحلف به فيمين ومالا فلا ...... قال الكمال: ولا يخفى أن الحلف بالقرآن الآن متعارف فيكون يمينًا.

(الدر المختار مع رد المحتار ٤٨٤/٥-٤٨٥ زكريا، ٧١٢/٣ كراچی)

عن عبد اللّٰه بن عمر رضي اللّٰه عنهما أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم أدرك عمر بن الخطاب وهو يسير في ركب، يحلف بأبيه، فقال: ألا إن اللّٰه ينهاكم أن تحلفوا بآبائكم، من كان حالفًا فليحلف باللّٰه أو ليصمت. (صحيح البخاري، كتاب الأيمان والنذور / باب: لا تحلفوا بآبائكم رقم: ٦٦٤٦)

قال العيني: وعندي أن المصحف يمين لا سيما في زماننا. وفي رد المحتار: عبارته وعندي لو حلف بالمصحف أو وضع يده عليه. وقال: وحق هذا فهو يمين ولا سيما في هذا الزمان الذي كثرت فيه الأيمان الفاجرة ورغبة العوام في الحلف بالمصحف، اهـ. (رد المحتار، كتاب الأيمان / مطلب: في القرآن ٤٨٥/٥ زكريا، ٧١٣/٣ كراچی)

وقال العيني: لو حلف بالمصحف أو وضع بيده عليه أو قال وحق هذا فهو يمين، ولا سيما في هذا الزمان الذي كثر فيه الحلف به. (مجمع الأنهر، كتاب الأيمان / فصل في أحرف القسم ٢٧٠/٢ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۱۱ / ۱۴۴۱/۹/۱۳ھ)

قسم کھائی کہ میں نے تمہارا موبائل نہیں چرایا

سوال (۷۴۰):- ایک شخص نے جھوٹی قسم کھائی کہ میں نے تمہارا موبائل نہیں چرایا؛ حالاں کہ اُسی نے چرایا تھا، تو اُس کا کفارہ کیا ہوگا؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- مسئولہ صورت میں جھوٹی قسم کھانا بدترین گناہ ہے، اُس کا دنیا میں کوئی کفارہ نہیں؛ لیکن اگر توبہ نہ کی تو سخت عذاب ہے؛ لہٰذا جھوٹی قسم پر سچی توبہ لازم ہے۔ اور اگر کسی کا سامان چرایا ہے تو اُس کی اَدائیگی بھی ضروری ہے، ورنہ عند اللہ سخت مؤاخذہ ہوگا۔

عن عمران بن حصين رضي الله عنه قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: من حلف علىٰ يمين مصبورة كاذبًا، فليتبوأ بوجهه مقعده من النار. (سنن أبي داؤد، كتاب الأيمان والنذور / باب التغليظ في اليمين الفاجرة ٤٦٦/٢ رقم: ٣٢٤٢)

وهي غموس، تغمسه في الإثم ثم النار، وهي كبيرة مطلقًا ...... إن حلف على كاذب عمدًا، كوالله ما فعلت كذا عالما بفعله ...... يأثم بها فتلزمه التوبة. (تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب الأيمان / مطلب في حكم الحلف بغيره تعالىٰ ٤٧٤/٥-٤٧٦ زكريا، ٧٠٥/٣-٧٠٦ كراچی) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۱۷ / ۱۴۴۱/۹/۱۹ھ)

قسم کھلا کر اجنبی لڑکے سے بات کرنے پر پابندی لگانا

سوال (۷۴۱):- ایک غیر شادی شدہ لڑکی کسی اجنبی سے بات کرتی ہے، والدین نے اُس سے قسم لے کر اجنبی لڑکے سے بات کرنے سے منع کیا؛ لیکن قسم کے باوجود وہ بات کرنے سے باز نہیں آئی، تو اِس طرح کی قسم کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- اجنبی لڑکے سے بات کرنا سخت گناہ ہے، اور اگر مذکورہ لڑکی نے والدین کی طرف سے کھلوائی گئی قسم کو قبول کر لیا تھا تو بعد میں اُس کی

خلاف ورزی کی بنا پر قسم توڑنے کا کفارہ بھی اُس پر لازم ہوگا۔ یعنی ایک قسم توڑنے پر صبح وشام ۱۰؍مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے۔ (فتاویٰ دار العلوم زکریا ۴؍۴۵۱)

وقال تعالیٰ: ﴿وَقُلْ لِلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ﴾ [النور، جزء آيت: ۳۱]

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم إن اللّٰه كتب علىٰ ابن آدم حظه من الزنا أدرك ذٰلك لا محالة: فزنا العين النظر، وزنا اللسان المنطق، والنفس تتمني وتشتهي، والفرج يصدق ذٰلك كله ويكذبه.

(صحيح البخاري، كتاب الإستيذان / باب زنا الجوارح دون الفرج رقم: ٦٢٤٣)

قال ابن البطال: سمى النظر والنطق زنا؛ لأنه يدعو إلى الزنا الحقيقي.

(فتح الباري، كتاب الاستيذان / باب زنا الجوارح ٣١/١١ دارالكتب العلمية بيروت)

فإنا نجيز الكلام مع النساء الأجانب ومحاورتهن عند الحاجة إلىٰ ذٰلك، ولا يجز لهن رفع أصواتهن ولا تمطيطها ولا تلينها وتقطيعها، لما في ذٰلك من استمالة الرجال إليهن، وتحريك الشهوات منهم، ومن هٰذا لم يجز أن تؤذن المرأة. (الدر المختار، كتاب الصلاة / باب شروط الصلاة ٧٩/٢ زكريا، منحة الخالق على البحر الرائق، كتاب الصلاة / باب شروط الصلاة ٢٧٠/١ كراچی، ٤٧١/١ دار الكتب العلمية بيروت)

ولو قال عليك عهد اللّٰه إن فعلت كذا، فقال نعم! فالحالف المجيب. (الدر المختار، كتاب الأيمان / مطلب: قال لتفعلن كذا قال نعم ٦٧٧/٥ زكريا، ٨٤٩/٣ كراچی) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۳۵/ ۱۴۴۱/۱۱/۱۳ھ)

نابالغ کی نذر کا حکم

سوال (۷۴۲):- ایک ۱۲؍سال کی نابالغ بچی نے امتحان کے موقع پر ۵؍روزوں کی نذر مان لی، یعنی اگر میں پاس ہوگئی تو ۵؍روزے رکھوں گی، تو کیا پاس ہونے پر اُسے خود روزہ لازم ہوگا؟ یا ہم اُس کے بدلے میں روزہ رکھ سکتے ہیں؟ یا کوئی کفارہ دیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- نابالغ کی نذر شریعت میں معتبر نہیں ہوتی؛ لہٰذا اگر وہ بارہ سالہ بچی نابالغ ہے، تو اس نذر کا پورا کرنا اس پر یا اُس کے والدین پر لازم نہیں ہے۔

وشرطها: الإسلام والتكليف. قال في النهر: وشرطها كون الحالف مكلفًا مسلمًا، وفسر في الحواش السعيدية: التكليف بالإسلام والعقل والبلوغ، وعزاه إلى البدائع وما قلنا أولىٰ. (شامي / كتاب الأيمان ٤٧٢/٥ زكريا، بدائع الصنائع / كتاب الأيمان ٢٠/٣ المكتبة النعيمية ديوبند) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۲۲ / ۱۴۴۱/۹/۲۴ھ)

غیر مملوکہ اور غیر واجبہ چیز کی منت ماننا

سوال (۷۴۳):- اگر کوئی شخص یہ منت مانے کہ ''میرا فلاں کام ہوگیا تو میں گاؤں والوں سے پیسے اکٹھے کرکے مسجد میں دوں گا''۔ تو کیا اِس طرح منت ماننا صحیح ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- یہ منت درست نہیں ہے، منت ایسی چیز کی صحیح ہوتی ہے جسے نذر کہتے ہیں فی نفسہٖ فرض یا واجب درجے کا عمل ہو، اور یہاں جو منت مانی جارہی ہے کہ میں چندہ کروں گا پھر میں مسجد میں داخل کروں گا، تو گویا کہ غیر مملوکہ اور غیر واجبہ چیز کی منت مانی گئی اس لئے لازم اس پر کچھ نہیں ہے کرلے اپنے طور پر تو کوئی حرج نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ قاسمیہ ۹۳/۱۷)

وكان من جنسه واجب وهو عبادة مقصودة. (رد المحتار / كتاب الايمان ٥١٦/٥ زكريا)

ومنها ان يكون قربة مقصودة فلا يصح النذر بدخول المسجد الخ. (بدائع الصنائع ٢٢٨/٤ زكريا، المبسوط للسرخسي ١٢٨/٣ دار الكتب العلمية بيروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۴۶ / ۱۴۴۲/۱/۲۴ھ)

شوہر کی صحت یابی کے لئے تاعمر روزہ کی منت ماننا

سوال (۷۴۴):- ایک عورت نے اپنے شوہر کی صحت کے لئے تاعمر اپنے اوپر روزہ رکھنے کاالتزام کرلیا، یعنی منت مان لی، مگر اَب اُس سے روزے نہیں رکھے جارہے ہیں، تو اب وہ کیا کرے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- مسئولہ صورت میں وہ عورت حتی الامکان ہر دن روزہ رکھے، اور جو روزے رہ جائیں تو ہر دن کے بدلے میں ایک صدقہ فطر یا اُس کی قیمت اَدا کرے۔

من نذر نذرًا مطلقًا فعليه الوفاء به، كذا في الهداية. ولو جعل عليه حجة أو عمرة أو صومًا أو صلاةً أو صدقة أو ما أشبه ذلك مما هو طاعة إن فعل كذا ففعل لزمه ذلك الذي جعله على نفسه ولم تجب كفارة اليمين فيه في ظاهر الرواية عندنا. وقد روي عن محمد – رحمه الله – قال: إن علق النذر بشرط يريد كونه كقوله: إن شفى الله مريضي أو رد غائبي لا يخرج عنه بالكفارة، كذا في المبسوط. ويلزمه عين ما سمى، كذا في فتاوىٰ قاضي خان. (الفتاوىٰ الهندية / ومما يصل بذلك مسائل النذر ۷۲/۲ زكريا، البناية مع الهداية ۴۲/۶ دار الكتب العلمية بيروت)

ولو قال: لله علي صوم سنة، ولم يعين يصوم سنة بالأهلة ويقضي خمسة وثلاثين يومًا ثلاثين يومًا لرمضان وخمسة أيام قضاء عن يوم الفطر والنحر وأيام التشريق. (الفتاوىٰ الهندية / الباب السادس في النذر ۲۱۰/۱ زكريا)

ولو قال مريض: لله علي أن أصوم شهرًا فمات قبل أن يصح لا شيء عليه، وإن صح، ولو يومًا ولم يصمه لزمه الوصية بجميعه على الصحيح، كالصحيح إذا نذر ذلك ومات قبل تمام الشهر لزمه الوصية بالجميع بالإجماع كما في الخبازية، بخلاف القضاء فإن سببه إدراك العدة. (الدر المختار مع رد المحتار / كتاب الصوم ۴۲۴/۳ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۳۰ / ۱۴۴۱/۱۰/۱۴ھ)

کتاب البیوع

خرید وفروخت کے مسائل

کیا مبیع کی قیمت فکس کرنا سنت کے خلاف ہے؟

سوال (۷۴۵):- کیا تجارت میں سامان کی قیمت فکس کرنا سنت کے خلاف ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- مالک کو اپنی دوکان وغیرہ کے سامان کی قیمت مقرر کرنا مطلقاً درست ہے، وہ جتنی قیمت پر چاہے اپنا سامان فروخت کرسکتا ہے؛ تاہم اگر ذخیرہ اندوزی کر کے گراں فروشی کی وجہ سے عوام کو نقصان کا اندیشہ ہو، تو حکومت سرکاری طور پر کسی سامان کی زیادہ سے زیادہ قیمت مقرر کرنے کی مجاز ہے۔ (فتاویٰ عثمانی ۳/۲۵۳)

عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال الناس: يا رسول الله! إن الله هو المسعر القابض الباسط الرازق، وإني لأرجو أن ألقى الله وليس أحدٌ منكم يُطالبني بمظلمة في دم ولا مال. (سنن أبي داؤد، كتاب الإجارة / باب في التسعير رقم: ٣٤٥١)

وللبائع أن يبيع بضاعته بما شاء من ثمن ولا يجب عليه أن يبيعه بسعر السوق دائمًا، وللتجار ملاحظة مختلفة في تعيين الأثمان وتقديرها. (بحوث في قضايا فقهية معاصرة / أحكام البيع بالتقسيط ١/١٣ فريد بك ڈپو دهلى)

ولا ينبغي للسلطان أن يسعر على الناس لقوله عليه السلام: لا تسعروا فإن الله هو المسعر القابض الباسط الرزاق؛ ولأن الثمن حق العاقد فإليه تقديره فلا ينبغي للإمام أن يتعرض لحقه إلا إذا تعلق به دفع ضرر العامة.

(الهداية ٤/٤٧٢ المكتبة الرحمانية)

المرابحة بيع بمثل الثمن الأول وزيادة ربح ...... والكل جائز، كذا في المحيط. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب البيوع / الباب الرابع عشر في المرابحة والتولية والوضيعة ۱٦٠/۳ زكريا)

المرابحة بيع ما ملكه بما قام عليه وبفضل. (تنوير الأبصار مع الدر المختار / باب المرابحة ۳٤٩/۷-۳٥٠ زكريا، كذا في الهداية / باب المرابحة ۷۳/۳ المكتبة الأشرفية ديوبند، ملتقى الأبحر مع مجمع الأنهر، كتاب البيوع / باب المرابحة والتولية ١٠٦/۳ مكتبة فقيه الأمة ديوبند)

الثمن المسمى هو الثمن الذي يسميه ويعنه العاقدان وقت البيع بالتراضي، سواء كان مطابقًا لقيمة الحقيقية أو ناقصًا عنها أو زائدًا عنها. (شرح المجلة لسليم رستم باز ۷۳/۱ مكتبة الاتحاد ديوبند) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۲۴ / ۱۴۴۱/۹/۲۶ھ)

سامان پر نفع لے کر فروخت کرنا

سوال (۷۴۶):- ایک شخص تجارت کرتا ہے اور دینی کتب اور دینیات کا بیگ وغیرہ فروخت کرتا ہے، تو بسا اَوقات یہ چیزیں اُس کے پاس نہیں ہوتیں، مگر وہ آگے سے منگوا کر دیتا ہے، اور مشتری سے اپنے نفع کے ساتھ قیمت لے لیتا ہے، تو یہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- اگر آپ قیمت مقرر کر کے کوئی چیز فروخت کریں اور اُس میں اپنا نفع لیں، تو اِس میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔ (مستفاد: کتاب النوازل ۳۸۸/۱۰)

ولأن الثمن حق البائع؛ لأنه يقابل ملكه، فيكون التقدير إليه. (المحيط البرهاني / الفصل الخامس والعشرون في البياعات المكروهة فصل في الاحتكار ۳۷۹/۱۰ إدارة القرآن كراچی)

قال القدوري: المرابحة نقل ما ملكه بالعقد الأول بالثمن الأول مع

زيادة ربح ...... والبيعان جائزان. (الهداية / باب المرابحة والتولية ۳/ ۷۰ المكتبة الأشرفية ديوبند)

لأن الثمن حق العاقد فإليه تقديره. (الهداية، كتاب الكراهية / فصل في البيع ۴/ ۴۷۱ المكتبة الأشرفية ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۴۵ / ۱۴۴۲/۱/۱۷ھ)

کپڑا خریدوانے میں خود کے لئے نفع لینا درست ہے؟

سوال (۷۴۷):- میرے ایک رشتہ دار کپڑے کا کام کرتے ہیں، اُن سے ایک شخص نے میرے واسطے سے ایک سوٹ خریدا، جس کی قیمت اُنہوں نے مجھے نوسو روپئے بتائی، اور میں نے خریدار کو ہزار روپئے بتادی، تو کیا میرے لئے سو روپئے کا منافع خریدار سے لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- جس خریدار نے آپ سے بات کی ہے، اُس کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں:

(۱) وہ یہ چاہتا ہے کہ آپ وکیل بن کر مذکورہ دوکان سے اُن کے لئے کپڑے خریدیں، تو گویا آپ بیچنے والے نہیں ہیں یہ اُسے بھی پتہ ہے آپ صرف بیچ کا واسطہ ہیں، تو ایسی صورت میں یہ منافع خریدار کے علم میں لائے بغیر آپ نہیں لے سکتے؛ کیوں کہ وکیل امین ہوتا ہے۔

(۲) اور دوسری صورت یہ ہے کہ اُس خریدار نے یہ کہا کہ مجھے یہ کپڑا چاہئے اور آپ کہیں سے بھی لاکر مجھے فراہم کردیں، تو گویا آپ بائع ہیں اور وہ مشتری ہے، تو اَب اگر آپ کہیں سے خرید کر منافع کے ساتھ اُسے فروخت کریں گے تو اِس میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہوگا۔

عن أبي بحر عن شيخ لهم، قال: رأيت على علي رضي الله عنه إزارًا غليظًا، قال: اشتريت بخمسة دراهم، فمن أربحني فيه درهمًا بعته إياه. (السنن الكبرىٰ للبيهقي، البيوع / باب المرابحة ۵/ ۶۹۸ رقم: ۱۰۷۹۴ دار الحديث القاهرة)

لا يجوز التصرف في مال غيره بلا إذنه ولا ولايته. (الدر المختار مع الشامي / كتاب الغصب ۹/ ۲۹۱ زكريا، ۶/ ۲۰۰ كراچی، الأشباه والنظائر، الفن الثاني / كتاب الغصب ۱/ ۲۴۳ دار الكتب العلمية بيروت)

وليس للمودع حق التصرف والاسترباح في الوديعة. (المبسوط للسرخسي / كتاب الوديعة ١١/١٢٢ دار الفكر بيروت، عناية على فتح القدير / كتاب الوديعة ٨/٥١٥-٥١٦ زكريا)

المرابحة بيع ما شراه بما شراه به وزيادة. (ملتقى الأبحر مع مجمع الأنهر، كتاب البيوع / باب المرابحة والتولية ٣/١٠٦ مكتبة فقيه الأمة ديوبند) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۴۱ / ۱۸/۱۲/۱۴۴۱ھ)

نقد اور اُدھار کی صورت میں قیمت کو کم زیادہ کرنا

سوال (۷۴۸):- ایک پین کی قیمت ۲۰/روپئے ہے، اور دوکان دار سے نقد لیا جائے تو ۲۰/روپئے میں ملتا ہے، اور اگر اُدھار لیا جائے تو ۲۵/روپئے میں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- اگر مجلس عقد میں نقد یا اُدھار کی بات طے ہوجائے کہ ہم نقد لیں گے یا اُدھار، اور کوئی جہالت نہ رہے تو یہ معاملہ درست رہے گا۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ اُدھار کی وجہ سے قیمت میں اِضافہ کیا جاسکتا ہے بشرطیکہ مجلس عقد میں تعیین ہوجائے۔ (مستفاد: کتاب النوازل ۱۰/۴۹۳-۴۹۸)

فإذا علم ورضي به جاز البيع؛ لأن المانع من الجواز هو الجهالة عند العقد، وقد زالت في المجلس، وله حكم حالة العقد، فصار كأنه كان معلومًا عند العقد، وإن لم يعلم به، حتى إذا افترقا تقرر الفساد. (بدائع الصنائع، كتاب البيوع / في جهالة الثمن ٤/٣٥٨ زكريا)

ألا يرىٰ أنه يزاد في الثمن لأجل الأجل. (الهداية / باب المرابحة والتولية ٣/٧٤ المكتبة الأشرفية ديوبند) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۴۱ / ۱۸/۱۲/۱۴۴۱ھ)

سودا ختم ہونے پر بیع نامہ کی رقم واپس کرنا ضروری ہے

سوال (۷۴۹):- ایک شخص نے اپنی ۱۰/بیگھہ زمین ۴۰/لاکھ میں فروخت کی،

خریدار نے بائع کو بیع نامہ کے طور پر ۵/لاکھ روپئے دے دئے، ابھی خریدار نے بقیہ پیسے اَدا نہیں کئے تھے کہ اُس نے سودا ختم کر دیا، پھر کچھ دنوں کے بعد وہی خریدار زمین لینے کے لئے تیار ہوگیا؛ لیکن وہ یہ کہتا ہے کہ میں نے جو پہلے ۵/لاکھ روپئے دئے تھے، وہ پیسے نئی قیمت میں شامل ہوں گے۔ بائع کہتا ہے کہ جب سودا ختم تو بیعانہ بھی ختم، تو جواب طلب اَمر یہ ہے کہ شریعت میں بیعانہ کی حیثیت کیا ہے؟ کیا بائع کے لئے بیعانہ کی رقم روکنا درست ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- بیعانے کی رقم بائع کے لئے اَمانت کے درجے میں ہے، سودا ختم ہونے پر بیعانے کی رقم کو ضبط کرنا جائز نہیں، اَب اگر دوبارہ سودا نہیں ہو رہا تو بائع پر لازم ہے کہ یہ رقم مشتری کو واپس کرے۔ اور آپ کے سوال میں دوبارہ پھر سودا ہو رہا ہے تو یہ جو بیعانے کی رقم ہے اُس کو نئے سودے کی قیمت میں شامل کیا جائے گا، اور مشتری کا مطالبہ درست ہے۔

عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده أن النبي صلى الله عليه وسلم نهى عن العُربان، قال أبو عبد الله: العُربان أن يشتري الرجل دابةً بمائة دينار فيعطيه دينارين عُربونًا، فيقول: إن لم أشتر الدابة فالديناران لك. (سنن ابن ماجة، كتاب التجارات / باب بيع العُربان ص: ٥٠٩ رقم: ٢١٩٣ دار الفكر بيروت)

نهى عن بيع العربان أن يقدم إليه شيء من الثمن، فإن اشترى حوسب من الثمن، وإلا فهو له مجانا، وفيه معنى الميسر. (حجة الله البالغة، كتاب البيوع / المنهي عنها لمعنى الميسر ٢٨٦/٢ مكتبة حجاز ديوبند)

قوله نهى عن بيع العُربان: وهو أن يشتري السلعة ويعطي البائع درهمًا أو أقل أو أكثر، على أنه إن تم البيع حسب من الثمن، وإلا لكان للبائع ولم يرجعه للمشتري، وهو بيع باطل لما فيه من الشرط والغرر. (شروح ابن ماجة ص: ٨٥٠ تحت رقم: ٢١٩٢ بيت الأفكار الدولية)

عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده رضي الله عنه أنه قال: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن بيع العُربان. قال مالک: وذلک – فيما نرى، والله أعلم – أن يشتري الرجل العبد، أو يتكارى الدابة، ثم يقول: أعطيک دينارًا على أني إن تركت السلعة أو الكراء فما أعطيتک لک.

(سنن أبي داؤد، كتاب الإجارة / باب في العربان رقم: ۳۵۰۲)

وما وقع في تفسير العربان في الموطأ هو أوضح مما وقع في أبي داؤد، وتفسير ذلک فيما نرى والله أعلم: أن يشتري الرجل العبد أو الوليدة، أو يتكارى الدابة، ثم يقول للذي اشترى منه أو تكارى منه: أعطيک دينارًا أو درهمًا، أو أكثر من ذلک أو أقل على أني إن أخذت السلعة، أو ركبت ما تكاريت منک، فالذي أعطيتک هو من ثمن السلعة، أو من كراء الدابة، وإن تركت ابتياع السلعة أو كراء الدابة فما أعطيتک لک بغير شيء. قلت: ويُردُّ العربان إذا ترک العقد على كل حال بالاتفاق. (بذل المجهود، كتاب الإجارة / باب في العربان ۲۲۱/۱۱ تحت رقم: ۳۵۰۲ مركز الشيخ أبي الحسن الندوي) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۳۴ / ۱۴۴۱/۱۱/۶ھ)

مرغے کی تول کر بیع

سوال (۷۵۰):- مرغے کوتول کرفروخت کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- مفتی بہ قول کے مطابق مرغے وغیرہ کوتول کر بیچنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے، اور اِس میں کوئی جہالت بھی نہیں پائی جاتی؛ کیوں کہ وزن کے اعتبار سے کلو کی قیمت متعین ہوتی ہے؛ لہٰذا یہ معاملہ درست ہے۔ (کتاب النوازل ۴۵۶/۱۰، احسن الفتاویٰ ۴۹۷/۶)

كما استفاد من هذه العبارة، كما لو باعه بالأثمان وإن باعه بحيوان

بغير مأكول اللحم جاز في ظاهر قول أصحابنا، وهو قول عامة الفقهاء. وفي المحلي: قال أبوحنيفة وأبويوسف: يجوز بيع اللحم بالحيوان؛ لأن الحيوان ليس من مال الربا، وهو بيع موزون بغير موزون. (أوجز المسالك، كتاب البيوع / بيع الحيوان باللحم ١٣/ ٤٠-٤١ دار القلم دمشق، فتح القدير مع الهداية، كتاب البيوع / باب الربا ٧/ ٢٧ دار الفكر بيروت، الهداية، كتاب البيوع / باب الربا ٣/ ٨٧ بلال ديوبند، رد المحتار ٧/ ٤١٥ زكريا، ٥/ ١٨٠ كراچی)

قال في الهداية: ويجوز بيع اللحم بالحيوان عند أبي حنيفة وأبي يوسف. قال الكمال: سواء كان اللحم من جنس ذلک الحيوان أو لا، مساويًا لما في الحيوان أم لا. يشترط التعيين أما بالنسيئة فلا، لامتناع السلم في الحيوان واللحم. (حاشية چلپی، كتاب البيوع / باب الربا ٤/ ٤٦٠ زكريا، ٤/ ٩١ المكتبة الإمدادية ملتان) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۱۹ / ۱۴۴۱/۹/۲۱ھ)

پانی فلٹر کرکے فروخت کرنا

سوال (۱۵۷):- ہم نے پانی فلٹر کرنے کی مشین لگا رکھی ہے، تو کیا اُس فلٹر شدہ پانی کو فروخت کرکے تجارت کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- فلٹر شدہ پانی کو برتن یا بوتلوں میں بھر کر فروخت کرنا شرعاً درست ہے؛ کیوں کہ پانی کو مشین میں لینے سے آپ کی ملکیت آ جاتی ہے، اَب آپ اُسے بلاشبہ فروخت کرکے فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔

المالک هو المتصرف في الأعيان المملوكة كيف شاء. (تفسير البيضاوي [الفاتحة: ٧] ٣/ ٣٥١، معجم المصطلحات والألفاظ الفقهية / حرف الميم، الملك التام ٣/ ٣٥١ دار الفضيلة القاهرة، شرح المجلة، الكتاب العاشر الشركة / الفصل الأول في أحكام الأملاك

۶۵۴/۱ رقم المادة: ۱۱۹۲ مکتبة الاتحاد دیوبند)

كـل يتصرف في ملكهٖ كيف شاء؛ لأن كون الشيء ملكًا لرجلٍ يقتضي أن يكون مطلقًا في التصرف فيه كيف ما شاء. (شرح المجلة ۶۵۴/۱ رقم المادة: ۱۱۹۲ مکتبة الاتحاد دیوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۴۶ / ۱۴۴۲/۱/۲۴ھ)

والد کا بیٹے کی رقم سے جائیداد خریدنا

سوال (۷۵۲):- میرے والد صاحب نے میرے پیسوں سے پراپرٹی اپنے نام کرائی، تو کیا اُس پراپرٹی میں میرے دوسرے بھائی بہنوں کا حصہ ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- یہاں دو شکلیں ہوسکتی ہیں، ایک شکل تو یہ ہے کہ آپ نے والد صاحب کو مالک بنا دیا، اور پھر اُنہوں نے پراپرٹی اپنے نام کرالی، تو ایسی صورت میں اُن کے انتقال کے بعد یہ پراپرٹی اُن کے ترکہ میں شامل ہوگی، اور جتنے بھی وارثین ہوں گے اُن میں وراثت تقسیم ہوگی۔

دوسری صورت یہ ہے کہ آپ نے اُنہیں مالک نہیں بنایا؛ بلکہ مصلحتًا اُن کا نام ڈالا ہے، تو ایسی شکل میں آپ مالک ہیں، اور یہ جائیداد والد کے ترکہ میں شامل نہیں ہوگی، اِس لئے جیسا معاملہ ہوا اُس کے مطابق عمل کرنا چاہئے۔ (کتاب النوازل ۱۸/۱۲۵-۱۳۱)

التمليک: هو جعل الرجل مالكًا، وهو على أربعة أنحاء: الأول: تمليک العين بالعوض، وهو البيع. الثاني: تمليک العوض بلا عوض، وهي الهبة. والثالث: تمليک المنفعة بالعوض، وهي الإجارة. والرابع: تمليک المنفعة بلاعوض، وهي العارية. (التعريفات الفقهية الملحق بقواعد الفقه ۲۳۷ المكتبة الأشرفية ديوبند)

لأن تصرف الإنسان في مال غيره، لا يجوز إلا بإذن أو ولاية. (الجوهرة النيرة / كتاب الشفعة ۲۸۵/۱ المكتبة الشاملة)

المالک هو المتصرف في الأعيان المملوكة كيف شاء. (تفسير البيضاوي [الفاتحة: ۷] ۳۵۱/۳، معجم المصطلحات والألفاظ الفقهية / حرف الميم، الملك التام ۳۵۱/۳ دار الفضيلة القاهرة، شرح المجلة، الكتاب العاشر الشركة / الفصل الأول في أحكام الأملاك ۶۵۴/۱ رقم المادة: ۱۱۹۲ مكتبة الاتحاد ديوبند)

لأن التركة في الاصطلاح ما تركه الميت من الأموال صافيًا عن تعلق حق الغير بعين من الأموال. (رد المحتار / كتاب الفرائض ۴۹۳/۱۰ زكريا، ۷۵۹/۶ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۴۳ / ۱۴۴۲/۱/۳ھ)

عورتوں کے بالوں کی تجارت

سوال (۷۵۳):- اِس وقت خواتین میں بالوں کی تجارت بڑے عروج پر ہے، کنگھی کرتے وقت جو بال کنگھی میں رہ جاتے ہیں، اُن کو بعض خواتین جمع کرکے بیچ دیتی ہیں، تو بالوں کی یہ تجارت شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- اِنسانی بالوں کی تجارت قطعاً جائز نہیں ہے، ہماری شریعت میں انسان کا ہر ہر جز قابل احترام ہے، اُسے فروخت کرنا، یا خریدنا سب ناجائز ہے۔ اِسی طرح دوسری عورت کے بالوں کو اپنے بالوں کے ساتھ ملاکر چوٹی بنانا قابل لعنت عمل ہے۔ اِس کے بارے میں پیغمبر علیہ السلام نے بہت شدید انداز میں تنبیہ فرمائی ہے۔

لہٰذا ایسے ٹوٹے ہوئے بالوں کو جمع کرکے کہیں پاک جگہ پر دفن کردینا چاہئے، اُنہیں فروخت نہیں کرنا چاہئے۔ (مستفاد: فتاویٰ قاسمیہ ۴۱۴/۱۹)

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْ آدَمَ﴾ [الاسراء، جزء آیت: ۷۰]

كما بطل بيع صبي لا يعقل الخ، وشعر الإنسان لكرامة الآدمي ولو كافرًا (الدر المختار) قوله وشعر الإنسان: ولا يجوز الانتفاع به لحديث:

”لعن اللّٰه الواصلة والمستوصلة“، وإنما يرخص فيما يتخذ من الوبر فيزيد في قرون النساء وذوائبهن الخ. والآدمي مكرم شرعًا وإن كان كافرًا، فإيراد العقد عليه وابتذاله به وإلحاقه بالجمادات إذلال له، أي وهو غير جائز، وبعضه في حكمه، وصرح في فتح القدير ببطلانه الخ. (شامي، كتاب البيوع / باب البيع الفاسد ٧/٢٤٥ زكريا)

ينبغي أن يدفن قلامة ظفره ومحلوق شعره وان رماه فلا بأس به. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح ١/٥٢٧ دار الكتب العلمية بيروت)

يدفن أربعة الظفر، والشعر، وخرقه الحيض، والدم. (الفتاویٰ الهندية / الباب التاسع عشر ٥/٣٥٨ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۴۵ / ۱۴۴۲/۱/۱۷ھ)

کمپیوٹر پر تصویر بنا کر ساڑی فروخت کرنا

سوال (۷۵۴):- ہمارا ساڑی کا کاروبار ہے، اور لاک ڈاؤن کی وجہ سے بند ہے، تو ہم آن لائن کاروبار کرنا چاہ رہے ہیں، اور اِس کی شکل یہ ہوگی کہ ہم ساڑی کو کمپیوٹر سافٹ ویئر کے پاس اُس کا ڈیزائن دے کر اُس سے ایک تصویر بنوائیں گے، اِس طور پر کہ عورت نے وہ پہن رکھی ہے، اور پھر اُس کو جو فروختگی والی ایپس ہے، اُن میں جاری کریں گے، تو اُسے دیکھ کر لوگ آرڈر دیں گے، پھر ہم اُسے سپلائی کریں گے، تو اِس طرح سے ساڑیوں کو عورتوں کی تصاویر کے ساتھ سیٹ کرا کر نیٹ پر ڈالنا اور اُس سے کمائی کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- اس سے آمدنی تو حلال ہے؛ کیوں کہ آپ اپنی ساڑی کی قیمت لے رہے ہیں؛ لیکن آپ جو تصویر والا عمل کرا کر بھیج رہے ہیں، یہ عمل ناجائز ہے، اِس سے احتراز کرنا چاہئے، بغیر تصویر کے آپ اپنی چیز لوگوں میں عام کریں۔ (مستفاد: فتاویٰ قاسمیہ ۲۴/۴۳۵)

عن عبد اللّٰه ابن مسعود رضي اللّٰه عنه قال: سمعت النبي صلى اللّٰه عليه وسلم يقول: إن أشد الناس عذابًا عند اللّٰه المصورون. (صحيح البخاري، كتاب اللباس / باب عذاب المصورين يوم القيامة ۲/ ۸۸۰ رقم: ۵۹۵۰، صحيح مسلم، كتاب اللباس والزينة / باب تحريم تصوير صورة الحيوان الخ ۲/ ۲۰۰ رقم: ۲۱۰۹، مشكاة المصابيح، كتاب اللباس / باب التصاوير، الفصل الأول ۳۸۵)

رجل استأجر رجلا ليصور له صورًا أو تماثيل الرجال في بيت أو فسطاط فإني أكره ذلك، وأجعل له الأجر. قال هشام: تأويله إذا كان الإصباغ من قبل الأجير. (الفتاوى التاتارخانية ۱۵/ ۱۳۰ رقم: ۲۲۴۳۱ زكريا، الفتاوىٰ الهندية ۴/ ۴۵۰ قديم زكريا، ۴/ ۴۸۶ جديد زكريا) *فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم*

(دینی رہنمائی: ۴۴ / ۱۰/۱/۱۴۴۲ھ)

❍❖❍

سود کے مسائل

حکومت سے غیر سودی قرض لینا

سوال (۷۵۵):- آج کل وزارتِ خزانہ حکومت ہند نے معیشت کی درستگی کے لئے غیر سودی قرض کا اعلان کیا ہے، تو کیا اِس طرح سے حکومت سے قرض لینا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- اگر حکومت کی طرف سے ایسا قرض دیا جائے، جس میں سود نہ دینا پڑے، تو حسب شرائط قرض لے کر فائدہ اُٹھانے کی اِجازت ہے؛ لیکن اگر سودی قرض ہو تو اِجازت نہ ہوگی۔

والثاني أنه معلوم أن ربا الجاهلية إنما كان قرضًا مؤجلاً بزيادة مشروطة فكانت الزيادة بدلاً من الأجل فأبطله الله وحرمه. (أحكام القرآن للجصاص / تحت آية: إنما الخمر والميسر والأنصاب الخ ٤٦٧/١ دار الكتاب العربي بيروت)

روى مالك عن زيد بن أسلم في تفسير الربا قال: كان الربا في الجاهلية أن يكون للرجل على الرجل حق إلى أجل، فإذا أحل قال: أتقضيني، أم تربي؟ فإن قضاه أخذ، وإلا زاد حقه، وزاد الأخر في الأجل. (فتح القدير / باب الربا ٣١٣/٤ دار الفكر بيروت)

كل قرض شرط فيه الزيادة فهو حرام بلا خلاف. (إعلاء السنن / رسالة كشف الدجى على حرمة الربوا ٤٩٩/١٤ إدارة القرآن كراچی)

كل قرض جر نفعاً فهو حرام أي إذا كان مشروطًا، وإن لم يكن النفع مشروطاً

في القرض لا بأس به. (رد المحتار، كتاب البيوع / باب المرابحة والتولية، فصل في القرض، مطلب: كل قرض جر نفعًا حرام، قبيل: باب الربا ٧/٣٩٥ زكريا، ٥/١٦٦ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۲۲ / ۱۴۴۱/۹/۲۴ھ)

بینک میں جمع سودی رقم کے بدلے میں ذاتی رقم صدقہ کرنا

سوال (۷۵۶):- بینک میں ہمارے کھاتے میں سود پڑا ہوا ہے، اور اُس کو نکال کر صدقہ کرنا ہے، تو کیا اُسی کو نکال کر صدقہ کرنا پڑے گا، یا اُسی کے بقدر رقم اپنی جیب سے نکال کر صدقہ کر سکتے ہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- مسئولہ صورت میں بینک میں جمع شدہ سودی رقم نکال کر اُسے ہی صدقہ کرنا ہوگا، اُس کے بجائے ذاتی رقم صدقہ کرنا کافی نہ ہوگا؛ اِس لئے کہ سودی رقم اُسی وقت متعین ہوگی جب کہ وہ سود کی نیت سے بینک سے نکالی جائے۔

وهو أن ما يتعين بالتعين يتعلق العقد به، فتمكن الخبث فيه، والعقد لا يتعين في عقود المعاوضة. (رد المحتار، كتاب البيوع / باب البيع الفاسد، مطلب: في تعيين الدرهم في العقد الفاسد ٧/٢٩٩ زكريا)

ويردونها علىٰ أربابها إن عرفوهم وإلا تصدقوا بها؛ لأن سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الرد علىٰ صاحبه. (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة / باب الاستبراء، فصل في البيع ٩/٥٥٣ زكريا، ٦/٣٨٥ كراچی، الفتاوىٰ الهندية، كتاب الكراهية / الباب الخامس عشر في الكسب ٥/٣٤٩ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۲۲ / ۱۴۴۱/۹/۲۴ھ)

کمیٹی میں ۸۵/ ہزار جمع کر کے ایک لاکھ وصول کرنا

سوال (۷۵۷):- ہم نے ایک کمیٹی میں ۸۵/ ہزار روپئے کی رقم جمع کی تھی؛ لیکن ہمیں واپس ایک لاکھ روپئے ملے، تو اِس زائد رقم کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- مسئولہ صورت میں جو۱۵؍ ہزار روپئے آپ کو زائد ملے ہیں؛ یہ سراسر سود اور حرام ہیں، اُنہیں اُسی کمیٹی کے شرکاء کے درمیان تقسیم کرنا لازم ہے، اُن کو بلااِجازت صدقہ کرنا بھی درست نہ ہوگا۔ (کتاب النوازل ۱۱؍۴۴۶)

عن سلمان بن عمرو عن أبيه رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم في حجة الوداع يقول: ألا! إن كل ربا من ربا الجاهلية موضوع، لكم رؤس أموالكم لا تظلمون ولا تظلمون. (سنن أبي داؤد / باب في وضع الربا ٢/٤٧٣)

أما ربا النسيئة فهو الأمر الذي كان مشهورًا متعارفًا في الجاهلية، وذٰلك أنهم كانوا يدفعون المال علىٰ أن يأخذوا كل شهر قدرًا معينًا ويكون رأس المال باقيًا، ثم إذا حلّ الدين طالبوا المديون برأس المال، فإن تعذر عليه الأداء زادوا في الحق والأجل، فهذا هو الرباء الذي كانوا في الجاهلية يتعاملون به.

(تفسير كبير للإمام فخر الرازي / تحت تفسير الآية: ٢٧٥ من سورة البقرة ٧/٩٢ دار الفكر بيروت)

والربا الذي كانت العرب تعرفه وتفعله إنما كان قرض الدراهم والدنانير إلى أجل بزيادة على مقدار ما استقرض على ما يتراضون به...... فأبطل الله عزوجل الربا الذي كانوا يتعاملون به. (أحكام القرآن للجصاص / باب الربا من سورة البقرة ١/٤٦٥ سهيل اكيڈمی لاهور)

وكل قرض شرط فيه الزيادة فهو حرام بلا خلاف، قال ابن المنذر: أجمعوا على أن المسلف إذا شرط على المستسلف زيادةً أو هديةً، فأسلف على ذٰلك أن أخذ الزيادة على ذٰلك ربا، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: كل قرض جر منفعةً فهو ربا. (إعلاء السنن، كتاب الحوالة / باب كل قرض جر منفعة فهو رها ١٤/٤٩٩ إدارة القرآن كراچی) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۲۳ / ۱۴۴۱/۹/۲۵ھ)

لاک ڈاؤن کی وجہ سے گورنمنٹ اسکیموں سے قرض پر رقم لینا؟

سوال (۷۵۸):- آج کل لاک ڈاؤن کی وجہ سے جو کاروباری نقصان ہوا ہے، تو گورنمنٹ اسکیموں سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے قرض لے کر تجارت کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- اگر اِس قرض لینے میں سود دینا لازم نہ آئے، جیسا کہ بعض سرکاری اعلانات میں یہ بات سامنے آئی ہے کہ فلاں مدت تک لی ہوئی رقم جمع کرانے پر کوئی سود نہیں دینا پڑے گا، تو بروقت اَدائیگی کی شرط پر اِس طرح کا قرض لینے کی گنجائش ہوگی؛ لیکن اگر وقت پر اَدائیگی نہ ہوئی تو سود دینے کا گناہ ہوگا؛ تاہم لون لے کر جو کاروبار کیا جائے گا، اُس کا نفع حرام نہ ہوگا۔ (فتاویٰ عثمانی ۲۰۸/۳)

فمن الربا ما هو بيع، ومنه ماليس ببيع وهو ربا أهل الجاهلية، وهو القرض المشروط فيه الأجل وزيادة مالٍ على المستقرض. (أحكام القرآن للجصاص، سورة البقرة / باب البيع ٥٦٩/١ زكريا، ٤٦٩/١ سهيل اكيڈمی لاهور)

عن فضالة بن عبيد رضي الله عنه صاحب النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: كل قرض جر منفعة فهو وجه من وجوه الربا. (السنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب البيوع / باب كل قرض جر منفعة فهو ربا ٢٧٦/٨ رقم: ١١٠٩٢ دار الفكر بيروت، الدر المختار مع رد المحتار، كتاب البيوع / باب المرابحة والتولية، مطلب كل قرض جر نفعًا حرام ٣٩٥/٧ زكريا، ١٦٦/٥ كراچی)

إن عقد القرض يقصد به الرفق بالناس ومعاونتهم على شؤون العيش وتيسر وسائل الحياة، وليس هو وسيلة من وسائل الكسب ولا أسلوبًا من أساليب الاستغلال؛ ولهذا لا يجوز أن يرد المقترض إلى المقرض إلا ما اقترضه، أو مثله تبعًا للقاعدة الفقهية القائلة كل قرض جر نفعًا فهو ربا. (فقه السنة / القرض ١٢٩/٣ الفتح للإعلام العربي القاهرة، ص: ٩٣٥ مكمل دار الحديث القاهرة) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۲۴ / ۱۴۴۱/۹/۲۶ھ)

ہار جیت پر پیسے کی شرط لگا کر میچ کھیلنا

سوال (۷۵۹):- ایسا میچ کھیلنا جس میں ہارنے والا جیتنے والے کو پیسہ دیتا ہے؛ کیسا ہے؟ تفصیل کے ساتھ وضاحت فرمائیں۔

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- مذکورہ شرط کے ساتھ کھیلنا بالکل جائز نہیں ہے، یہ جوا ہے؛ جو حرام ہے۔

ثم عرفوه بأنه تعليق الملک على الخطر والمال من جانبين. (قواعد الفقه / المادة: القمار ص: ٤٣٤ المكتبة الأشرفية ديوبند)

ولا خلاف بين أهل العلم في تحريم القمار. (أحكام القرآن للجصاص [البقرة: ٢١٩] ٣٢٩/١ دار الكتب العلمية بيروت)

ولو كان الخطر من الجانبين جميعًا ولم يدخلا فيه محللاً لا يجوز؛ لأنه في معنى القمار، نحو أن يقول أحدهما لصاحبه: إن سبقتني فلک عليّ كذا، وإن سبقتک فلي عليک كذا، فقبل الآخر. (بدائع الصنائع، كتاب السباق / فصل في شروط جواز السابق ٣٠٦/٥ زكريا، ٣٥٠/٨ دار الكتب العلمية بيروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۳۱ / ۱۴۴۱/۱۰/۲۱ھ)

مستحق زکوٰۃ کے لئے اپنی رقم کے سود کو استعمال کرنا

سوال (۷۶۰):- ایک شخص مستحق زکوٰۃ ہے، اُس کے بینک اکاؤنٹ میں جمع شدہ رقم پر سود چڑھ گیا ہے، تو اُس مستحق زکوٰۃ شخص کے لئے اپنی رقم کے سود کو لے کر اپنے استعمال میں لانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- مذکورہ مستحق زکوٰۃ شخص کو اپنی سود کی رقم خود اپنے استعمال میں لانا جائز نہیں ہے؛ کیوں کہ یہ سود سے براہِ راست نفع اُٹھانا ہے، جو شرعاً ممنوع ہے۔

عن جابر بن عبد اللّٰه رضي اللّٰه عنه قال: لعن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم آكـل الربوا ومؤكله وكاتبه وشاهديه، وقال: هم سواء. (صحيح مسلم / كتاب باب الربا ۲۷/۲ رقم: ۱۵۹۸، سنن الترمذي، أبواب البيوع / باب ما جاء في أكل الربا ۲۲۹/۱ رقم: ۱۲۰٦)

ويردونها علىٰ أربابها إن عرفوهم وإلا تصدقوا بها؛ لأن سبيل الكسب الـخبيـث التصدق إذا تعذر الرد علىٰ صاحبه. (شـامـي، كتاب الحظر والإباحة / باب الاستبـراء، فـصـل في البيع ۵۵۳/۹ زكريا، ۳۸۵/٦ كراچی، الفتاویٰ الهندية، كتاب الكراهية / الباب الخامس عشر في الكسب ۳٤۹/۵ زكريا) *فقط واللہ تعالیٰ اعلم*

(دینی رہنمائی:۳۴ / ۶/۱۱/۱۴۴۱ھ)

سود کے مصارف

سودی رقم کا مصرف

سوال (۱۶۷):- سودی رقم کہاں خرچ کر سکتے ہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- سودی رقم غریبوں میں بلانیت ثواب بانٹ دی جائے، اور اگر سرکاری بینک کا سود ہو، تو انکم ٹیکس وغیرہ میں بھی دے سکتے ہیں، اپنے ذاتی استعمال میں نہ لائیں۔

وأما إذا كان عند رجل مال خبيث ويريد أن يدفع مظلمته عن نفسه فليس له حيلة إلا أن يدفعه إلى الفقراء. (بذل المجهود، الطهارة / باب فرض الوضوء ۳۵۹/۱ مركز الشيخ أبي الحسن الندوي مظفرفور أعظم جراه، ۱٤۸/۱ لكناؤ)

لأن سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الرد علىٰ صاحبه. (شامي، كتاب الحظر والإباحة / باب الاستبراء، فصل في البيع ٥٥۳/۹ زكريا، ۳۸٥/٦ كراچی، الفتاوىٰ الهندية، كتاب الكراهية / الباب الخامس عشر في الكسب ۳٤۹/٥ قديم زكريا)

قال شيخنا: ويستفاد من كتب فقهائنا كالهداية وغيرها: أن من ملك بملك خبيث، ولم يمكنه الرد إلى المالك، فسبيله التصدقُ على الفقراء ......، قال: والظاهر أن المتصدق بمثله ينبغي أن ينوي به فراغ ذمته، ولا يرجو به المثوبة. (معارف السنن، أبواب الطهارة / باب ما جاء لا تقبل صلاة بغير طهور ۳٤/۱ ايچ ايم سعيد كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۲۲ / ۱۴۴۱/۹/۲۴ھ)

سودی رقم کے مصارف

سوال (۷۶۲):- سودی رقم کے مصارف کیا ہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- اگر سودی رقم مالک کولوٹائی جاسکے، تو اُسے واپس کرنا چاہئے، اوراگر یہ مشکل ہو تو پھر وہ رقم بلانیت ثواب غریبوں میں تقسیم کردی جائے۔

لأن سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الرد علىٰ صاحبه. (شامي، كتاب الحظر والإباحة / باب الاستبراء، فصل في البيع ۵۵۳/۹ زكريا، ۳۸۵/۶ كراچی، الفتاویٰ الهندية، كتاب الكراهية / الباب الخامس عشر في الكسب ۳۴۹/۵ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۲۷ / ۱۴۴۱/۹/۲۹ھ)

سود کی رقم بیت الخلاء کی تعمیر میں لگانا

سوال (۷۶۳):- سود کی رقم مسجد ومدرسہ کے بیت الخلاء میں لگاسکتے ہیں یانہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- سود کی رقم کو غریبوں کو بانٹ دینا چاہئے، اُسے بیت الخلاء وغیرہ میں نہ لگایا جائے۔ (مستفاد: کتاب النوازل ۳۴۷/۱۳)

لأن سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الرد علىٰ صاحبه. (شامي، كتاب الحظر والإباحة / باب الاستبراء، فصل في البيع ۵۵۳/۹ زكريا، ۳۸۵/۶ كراچی، الفتاویٰ الهندية، كتاب الكراهية / الباب الخامس عشر في الكسب ۳۴۹/۵ زكريا)

لو أنفق في ذٰلك مالا خبيثًا ومالًا سببه الخبيث والطيب فيكره؛ لأن اللّٰه تعالىٰ لا يقبل إلا الطيب، فيكره تلويث بيته بما لا يقبله. (شامي، كتاب الصلاة/ باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، مطلب في أحكام المسجد ۴۳۱/۲ زكريا، ۶۵۸/۱ كراچی، كذا في حاشية الطحطاوي على الدر، كتاب الصلاة / باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ۲۷۸/۱ بيروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۴۳ / ۱۴۴۲/۱/۳ھ)

سودی رقم سے مسجد کے بیت الخلاء کی تعمیر کرانا

سوال (۷۶۴):- کیا سود کی رقم مسجد کے بیت الخلاء کی تعمیر میں لگا سکتے ہیں؟

الجواب حامدًا ومصلیًا أما بعد:- سودی رقم کو مسجد کے کسی کام میں نہیں لگا سکتے، اُس کو غریبوں میں بلا نیت ثواب تقسیم کر دیا جائے۔ (مستفاد: کتاب النوازل ۱۳/۳۴۷)

لأن سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الرد علىٰ صاحبه. (شامي، كتاب الحظر والإباحة / باب الاستبراء، فصل في البيع ۵۵۳/۹ زكريا، ۳۸۵/٦ كراچی، الفتاویٰ الهندية، كتاب الكراهية / الباب الخامس عشر في الكسب ۳٤۹/۵ زكريا)

لو أنفق في ذٰلك مالا خبيثًا ومالًا سببه الخبيث والطيب فيكره؛ لأن اللّٰه تعالىٰ لا يقبل إلا الطيب، فيكره تلويث بيته بما لا يقبله. (شامي، كتاب الصلاة/ باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، مطلب في أحكام المسجد ٤۳۱/۲ زكريا، ٦۵۸/۱ كراچی، كذا في حاشية الطحطاوي على الدر، كتاب الصلاة / باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ۲۷۸/۱ بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۴۵ / ۱۷/۱/۱۴۴۲ھ)

بینک کی سودی رقم سرکاری ٹیکس میں صرف کرنا

سوال (۷۶۵):- بینک میں جو رقم جمع ہوتی ہے اُس پر سود ملتا ہے، پھر ہمیں اپنی انکم پر سرکاری ٹیکس بھی اَدا کرنا پڑتا ہے، تو کیا سودی رقم اُس ٹیکس میں صرف کی جا سکتی ہے؟

الجواب حامدًا ومصلیًا أما بعد:- سرکاری بینک سے حاصل شدہ سود انکم ٹیکس میں صرف کرنے کی گنجائش ہے۔ (مستفاد: کتاب النوازل ۱۱/۳۴۵)

ويردّونها على أربابها إن عرفوهم، وإلا تصدقوا بها؛ لأن سبيل

الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الرد علىٰ صاحبه. (شامي، كتاب الحظر والإباحة / بـاب الاستبـراء، فصل في البيع ٥٥٣/٩ زكريا، ٣٨٥/٦ كراچی، الفتاوىٰ الهندية، كتاب الكراهية / الباب الخامس عشر في الكسب ٣٤٩/٥ قديم زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۴۵ / ۱۷/۱/۱۴۴۲ھ)

پاکستانی کرنسی سے قرض دے کر ڈالر کی شکل میں زائد وصول کرنا

ســوال (۷٦٦):- ایک شخص نے دوسرے شخص کو پاکستانی کرنسی کے ۲ر لاکھ روپئے قرض دئے، مقروض نے اُس رقم کو ڈالر میں بدلوالیا، ۱۴ر ہزار ڈالر ملے، اَب متعینہ مدت کے بعد قرض خواہ اپنے ۲ر لاکھ کو ڈالر کی شکل میں واپس مانگ رہا ہے؛ چناں چہ جب حساب لگایا گیا تو اُس وقت پاکستانی ۲ر لاکھ روپئے کے ۹ر ہزار ڈالر بن رہے ہیں؛ لیکن صاحب قرض ۱۴ر ہزار ڈالر لینے پر اِصرار کررہا ہے، تو اَب شرعاً اُس کو کتنے ڈالر لینے کا حق ہے؟

الجـواب حـامدًا ومـصليًا أما بعد :- جب آپ نے پاکستانی کرنسی میں ۲ر لاکھ روپئے قرض دئے تھے، تو اُسی کرنسی میں واپسی کا آپ کو اختیار ہے؛ کیوں کہ قرض جس چیز کا دیا جاتا ہے وہی واپس ہوتی ہے، مقروض نے جو ڈالر لئے تھے اُس کا آپ مطالبہ نہیں کرسکتے۔

كـل قـرض شـرط فيـه الزيادة فهو حرام بلا خلاف. (إعـلاء السنن / رسالة كشف الدجى على حرمة الربوا ٤٩٩/١٤ إدارة القرآن كراچی)

كـل قرض جر نفعًا حرام أي إذا كان مشروطًا. (شـامي، كتاب البيوع / باب الـمرابحة والتولية، فصل في القرض، مطلب: كل قرض جر نفعًا حرام، قبيل: باب الربا ٣٩٥/٧ زكريا، ١٦٦/٥ كراچی)

كل قرض جرّ نفعًا فهو ربا. (شامي، كتاب البيوع / باب المرابحة والتولية، فصل في الـقرض، مطلب: كل قرض جر نفعًا حرام، قبيل: باب الربا ٣٩٥/٧ زكريا، ١٦٦/٥ كراچی، طحاوي شريف / باب استقراض الحيوان ٢٢٩/٢، نصب الراية ٦٠/٤)

الـربا: وهو القرض على أن يؤدّيَ إليه أكثرَ أو أفضلَ مما أخذ. (حجة الله البالغة، الباب الثاني: البيوع المنهي عنها / سِرُّ حرمةِ المَيسر والربا ٢/ ٢٨١ مكتبه حجاز ديوبند)

والـذي يتـحـقق من النظر في دلائل القرآن والسنة ومشاهدة معاملات الـنـاس أن المثلية المطلوبة في القرض هي المثلية في المقدار والكمية، دون المثلية في القيمة والمالية. (بحوث في قضايا فقهية معاصرة ١٧٤ مكتبة دار العلوم كراچی)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۴۹ / ۱۴۴۲/۲/۱۶ھ)

سود کے بقدر رقم پیشگی اپنی جیب سے فقیر کو دینا

سوال (٧٦٧):- بینک میں ہمارا سود کا روپیہ ہے، تو کیا بدلے میں اپنی جیب سے روپیہ نکال کر خرچ کر سکتے ہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- صحیح طریقہ یہ ہے کہ اَولاً سود کا روپیہ بینک سے اِسی نیت سے نکالا جائے، اُس کے بعد اُسے ہی اُس کے مصرف (فقراء وغیرہ) میں خرچ کیا جائے، اُس کے بدلے میں جیب سے پیسہ دینا کافی نہ ہوگا۔ (کتاب النوازل ۱۱/۴۱۸، ایضاح المسائل ص:۱۵۹)

أفتـى بـعض أكابرنا أن للمسلم أن يأخذ الربا من أصحاب البنك أهل الـحـرب فـي دارهـم ثـم يتصدق به على الفقراء ولا يصرفه إلى حوائج نفسه.

(إعلاء السنن ١٤ /٣٧٢ إدارة القرآن كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۲۹ / ۱۴۴۱/۱۰/۷ھ)

ٹرسٹ کی اِمداد مال دار کے لئے جائز ہے یا نہیں؟

سوال (٧٦٨):- ٹرسٹ کی جانب سے اسپتال وغیرہ میں جو اِمداد ملتی ہے، کیا مال

دار کے لئے اُس کا لینا جائز ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- اُس ٹرسٹ میں یہ دیکھا جائے گا کہ اُس میں زکوٰۃ کی رقم لگ رہی ہے یا نفلی عطیات کی، اگر زکوٰۃ کی رقم غالب ہے تو مال دار کے لئے اُس سے اِستفادہ درست نہیں، اور اگر دیگر عطیات ہیں تو اُس سے مال دار بھی فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِى الرِّقَابِ وَالْغَارِمِيْنَ وَفِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ، فَرِيْضَةً مِنَ اللّٰهِ، وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾ [التوبة: ٦٠] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۴٦ / ۲۴/۱/۱۴۴۲ھ)

❑❖❑

کتاب الاجارۃ

اِجارہ کے مسائل

اسلامک بینک کا نفاذ کیسے اور کس طرح ہوسکتا ہے؟

سوال(۷۶۹):- اِسلامی بینک کا نفاذ کیسے اور کس طرح ہوسکتا ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- اِس وقت بعض ممالک میں اِسلامی بینکنگ کے جو نظام قائم ہیں، اُن کی بنیاد تین چیزوں پر ہے:

(۱) شرکت:- یعنی کاروبار میں کھاتے دار شریک ہوں اور پھر اُنہیں حسبِ شرط نفع دیا جائے۔

(۲) مضاربت:- یعنی کھاتے داروں کی رقم ہو اور بینک خود کاروبار کر کے شرکاء کو متعینہ منافع حساب لگا کر پیش کرے۔

(۳) مرابحہ:- مرابحہ کا مطلب یہ ہے کہ بینک کوئی چیز بازار سے سستی خرید کر اپنے کھاتے دار کو قسط وار مہنگی قیمت پر فروخت کرے۔ یہ تین طریقے ہیں جو اِسلامی بینکنگ کے اندر مقرر کئے گئے ہیں، اور تینوں طریقوں میں تجارت لازم ہے۔

یعنی وہ بینک ایک اِدارے کے طور پر خود تجارت کرنے کی اَتھارٹی رکھتا ہو، جب ہی یہ تینوں طریقے جاری ہوسکتے ہیں، تو جن اِسلامی ممالک میں باقاعدہ اِسلامی بینکوں کو بطور اِدارہ تجارتی سرگرمیوں میں حصہ لینے کی اِجازت ملی ہوئی ہے، یہ نظام وہاں چل سکتا ہے اور چل بھی رہا ہے، اگرچہ اِس پر بھی بہت سے اشکالات ہیں؛ لیکن ہمارے ملک ہندوستان میں ابھی تک کسی بھی فائنینشیل اِداروں کو- جو مالیاتی اِدارے کے طور پر رجسٹرڈ ہیں- باقاعدہ تجارت کرنے کی

اِجازت نہیں ہے؛ لہٰذا جب تک یہ اِجازت نہ ملے اُس وقت تک ہندوستان جیسے مما لک میں اِسلامی بینکنگ کا کوئی تصور نہیں ہے، اور اَب تک بہت سے اِدارے کھڑے ہوئے اور اُنہوں نے لوگوں کو سنہرے خواب دکھلائے، اور بہت سے لوگوں نے راتوں رات مال دار بننے کے شوق میں اپنے ہزاروں لاکھوں؛ بلکہ کروڑوں روپئے اُن اِداروں کے حوالے کردئے؛ لیکن بعد میں اُن کا نتیجہ بہت ہی زیادہ خراب نکلا، دھوکہ اور فراڈ سامنے آیا، اِس لئے ایسے اداروں پر اعتماد نہیں کرنا چاہئے، اور ان کے دھوکے میں مبتلا نہیں ہونا چاہئے۔ تمام تر معلومات حاصل کر کے تجارت کا جو راستہ قانونی اور شرعی اعتبار سے درست ہو اُسی کو اپنانا چاہئے، اور کسی کے فریب میں نہیں آنا چاہئے۔ (مستفاد: اِسلام اور جدید معیشت وتجارت ص:۱۳۴-۱۳۹، بینکنگ کا شرعی طریقہ کار ۱۴۱ کراچی)

المضاربة عقد يقع على الشركة بمال من أحد الجانبين ومراده الشركة في الربح وهو يستحق بالمال من أحد الجانبين والعمل من الجانب الآخر ولا مضاربة بدونها. (الهداية ۲۴۱/۳ إدارة المعارف)

المرابحة: نقل ما ملكه بالعقد الأول بالثمن الأول مع زيادة ربح. (الهداية ۷۴/۳ المكتبة النعيمية ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۴۲ / ۱۴۴۱/۱۲/۲۵ھ)

مسلمان کے لئے شراب کے محکمہ میں نوکری کرنا؟

سوال (۷۷۰):- آب کاری (شراب کا محکمہ) محکمے میں ملازمت کرنا مسلمان کے لئے درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- کسی بھی مسلمان کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ شراب والے محکمے میں اپنے خدمات پیش کرے، اِس لئے مسلمان کو شراب کے محکمہ میں ملازمت کرنا درست نہیں ہے۔

قال الله تعالیٰ: ﴿وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ [المائدة، جزء آيت: ۲]

ولا يجوز الاستيجار على حمل الخمر لمن يشربها ولا على حمل الخنزير. (الموسوعة الفقهية ۲۹۰/۱ الكويت)

عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال: لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم في الخمر عشرةً: عاصرها، ومعتصرها، وشاربها، وحاملها، والمحمولة إليه، وساقيها، وبائعها، وآكل ثمنها، والمشتري لها، والمشتراة له. (سنن الترمذي، أبواب البيوع عن رسول الله صلى الله عليه وسلم / باب النهي أن يتخذ الخمر خلا ۲۴۲/۱ رقم: ۱۲۹۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۴۱ / ۱۴۴۱/۱۲/۱۸ھ)

سود کے پیسوں سے بنی ہوئی کمپنی میں نوکری کرنا

سوال (۱۷۷):- اگر کسی شخص نے بینک سے سود پر قرض لے کر کوئی کارخانہ لگایا، تو اگر اُس میں کوئی شخص مزدوری کرے تو اُس کی اُجرت حلال ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- مزدور کی اُجرت تو حلال ہے؛ اِس لئے کہ وہ تو اپنی محنت کا بدل لے رہا ہے؛ البتہ جس فیکٹری کے مالک نے سودی قرض لے رکھا ہے وہ جب تک اُسے اَدا نہ کردے، وہ عند اللہ گنہگار رہے گا، اُسے چاہئے کہ جلد اَز جلد اِس بوجھ سے اپنے کو آزاد کرے اور بلاسودی کاروبار کرنے کا اہتمام کرے۔

قال بعض مشايخنا: كسب المغنية كالمغصوب لم يحل أخذه وعلى هٰذا قالوا: لو مات الرجل وكسبه من البيع الباذق أو الظلم أو أخذ الرشوة يتورع الورثة، ولا يأخذون منه شيئًا، وهو أولى لهم، ويردونها على أربابها إن عرفوهم وإلا تصدقوا بها؟

ويردونها على أربابها إن عرفوهم وإلا تصدقوا بها؛ لأن سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الرد علىٰ صاحبه. (شامي، كتاب الحظر والإباحة / باب

الاستبراء، فصل في البيع ٥٥٣/٩ زكريا، ٣٨٥/٦ كراچی، الفتاویٰ الهندية، كتاب الكراهية / الباب الخامس عشر في الكسب ٣٤٩/٥ قديم زكريا)

إذا استأجر رجلا لينحت له طنبورًا أو بربطا ففعل يطيب له الأجر إلا أنه يأثم في الإعانة على المعصية. (الفتاوى التاتارخانية ١٣١/١٥ رقم: ٢٢٤٣٧ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۴۲ / ۱۴۴۱/۱۲/۲۵ھ)

شیئر مارکیٹ میں پیسہ لگانا

سوال (۷۷۲):- شیئر مارکیٹ میں کام کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- شیئر مارکیٹ کی بہت سی شکلیں ہیں، جن میں سے اکثر مشتبہ ہیں۔ مشتبہ کا مطلب یہ ہے کہ اُن کو یقینی طور پر جائز کہنا مشکل ہے، اِس لئے ہمارا مشورہ یہ ہے کہ شیئر مارکیٹنگ میں جب تک کہ سو فیصد یقینی طور پر جواز کا پہلو نہ نکلے تو آدمی کو اِس طرح کے کاروبار سے اجتناب کرنا چاہئے، اور دیگر صریح حلال کاروبار میں ہی اپنا پیسہ لگانا چاہئے۔ (مستفاد: کتاب النوازل ۱۱/۲۰۴)

عن حكيم بن حزام رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا تبع ما ليس عندك. (سنن أبي داؤد، كتاب البيوع / باب في الرجل يبيع ما ليس عنده ٤٩٥/٢ رقم: ٣٥٠٣)

عن الحسن بن علي رضي الله عنهما قال: حفظت من رسول الله صلى الله عليه وسلم: دع ما يريبك إلىٰ ما لا يريبك. (سنن الترمذي، أبواب صفة القيامة / قبيل أبواب صفة الجنة ٧٨/٢ رقم: ٢٥١٨، الترغيب والترهيب مكمل / الترغيب في الصدق والترهيب من الكذب ٣٩٦ رقم: ٢٧٠٤ بيت الأفكار الدولية، فيض القدير ٣٢٤٥/٦-٣٢٤٧ رقم: ٤٢١١-٤٢١٤ مكتبة نزار مصطفى الباز رياض، ٦٤٨/٣ دار الفكر بيروت)

عن ابن المسيب أن عمر رضي الله تعالىٰ عنه قال: إن من آخر ما نزل آية الربا وإن رسول الله صلى الله عليه وسلم توفى ولم يفسرها، فدعوا الربا والريبة. (المسند للإمام أحمد بن حنبل ٥٠/١ دار الفكر بيروت)

وبطل بيع مال غير متقوم. (رد المحتار / باب البيع الفاسد، مطلب فيما إذا اجتمعت الإشارة مع التسمية ٢٤١/٧ زكريا، ٥٣/٥ كراچی) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۴۳ / ۱۴۴۲/۱/۳ھ)

لڑکیوں کا سرکاری ملازمت کرنا

سوال (۷۷۳):- بہت سی لڑکیاں اعلیٰ تعلیم حاصل کرلیتی ہیں؛ لیکن جب وہ ملازمت کے لئے جاتی ہیں تو اُنہیں باحجاب ملازمت دستیاب نہیں ہوتی، اور فرم والے یا جہاں بھی وہ ملازمت کرنا چاہتی ہیں، وہ اِس شرط پر ملازمت کرانے کی منظوری دیتے ہیں کہ بغیر حجاب کے رہے، تو ایسی لڑکی کے لئے بلاحجاب ملازمت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- مسئولہ صورت میں اگر شرعی حدود میں رہتے ہوئے ملازمت ملے تو گنجائش ہے، مثلاً: لڑکیوں کا اسکول یا مدرسہ ہے، یا کوئی ایسی جگہ ہے جہاں کوئی نامحرم نہیں ہے، وہاں ملازمت کی گنجائش ہوسکتی ہے؛ لیکن جہاں شرعی حکم کی خلاف ورزی ہو وہاں ملازمت درست نہیں ہے، چاہے آپ نے کتنا ہی پڑھ لیا ہو اور کتنی ہی اعلیٰ تعلیم حاصل کی ہو، اِس لئے ایسی ملازمتوں سے بچنا چاہئے۔ (مستفاد: کتاب النوازل ۴۳۳/۱۵)

قال الله تعالىٰ: ﴿وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ﴾ [النور، جزء آیت: ۳۱]

أو مقصد ديني أو دنيوي لا بد لها منه فلا بأس به (الدر المختار) وفي الشامي: أي بشرط أنه تكون متسترة. (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة / باب الاستبراء ٦٠٦/٩ زكريا، ٤٢٣/٦ كراچی)

فالحاصل أن المرأة مأمورة في القرآن الكريم بأن تستقر في بيتها ولا تخرج إلا لحاجة، ثم إن خرجت لحاجة فهي مأمورة بستر الوجه بإدناء الجلباب أو البرقع. (تكملة فتح الملهم، كتاب السلام / باب جواز جعل الإذن الخ ٢٦٩/٤ المكتبة الأشرفية ديوبند) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۴۵ / ۱۴۴۲/۱/۱۷ھ)

کاری گر کا ''مشین'' کو بیچ کر اپنی اُجرت وصول کرنا؟

سوال (۷۷۴):- ایک دوکان ہے جس میں مشین وغیرہ کی مرمت کا کام ہوتا ہے؛ لیکن بہت سے لوگ اپنی مشین چھوڑ جاتے ہیں، اور کافی دنوں تک واپس لینے نہیں آتے، تو سوال یہ ہے کہ دوکان دار اُس مشین کو فروخت کر کے اپنی اُجرت وصول کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- جب مالک کی آمد سے نا اُمیدی ہوجائے تو دوکان دار اُس مشین کو فروخت کر کے اپنی اُجرت وصول کرلے اور جو پیسے بچیں اُنہیں مالک کی طرف سے صدقہ کردے۔

فينتفع الرافع إلى إن غلب أن صاحبها لا يطلبها له بيعها أيضًا وإمساك ثمنها. (رد المحتار ٤٣٧/٦ زكريا)

وله منعها من ربها ليأخذ النفقة فإن لم يعطها القاضي وأعطى نفقته ورد عليه الباقي. (رد المحتار ٤٤١/٦ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۴۱ / ۱۴۴۱/۱۲/۱۸ھ)

دلالی کی اُجرت لینا درست ہے؟

سوال (۷۷۵):- اگر کسی زمین کے مالک سے ہماری یہ بات طے ہوگئی کہ زمین بکوادیں گے؛ لیکن فروخت کرانے کے پانچ ہزار روپئے لیں گے، تو یہ درست ہے یا نہیں؟ اِسی طرح اگر کوئی آدمی پلاٹنگ اور مکان کی خرید وفروخت کا کام کرتا ہے، یعنی درمیانی ایجنٹ ہے، تو

اُسے مقررہ دلالی کی اُجرت لینا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- اگر معاملہ طے شدہ ہو اور کسی طرح کی جہالت نہ ہو، نیز آپسی رضامندی بھی ہو تو یہ کمیشن لینا درست ہے، اِس میں شرعاً کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔ (مستفاد: کتاب النوازل ۳۶۳/۱۲)

وفي الحاوي: سئل محمد بن مسلمة عن أجرة السمسار، فقال: أرجو أنه لا بأس به. (شامي كتاب الإجارة / قبيل باب ضمان الأجير، مطلب: في أجرة الدلال ۸۷/۹ زكريا، ٦٣/٦ كراچی)

وفي الدلال والسمسار يجب أجر المثل وما تواضعوا عليه أن من كل عشرة دنانير كذا فذٰلک حرام عليهم، كذا في الذخيرة. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الإجارة / الباب السادس عشر في مسائل الشيوع في الإجارة، مطلب: الاستيجار على الأفعال المباحة ٤٥٠/٤ قديم زكريا، شامي، كتاب الإجارة / قبيل باب ضمان الأجير، مطلب في أجرة الدلال ۸۷/۹ زكريا، ٦٣/٦ كراچی، خلاصة الفتاویٰ ١١٦/٣ لاهور، الأشباه والنظائر ١٤٨ إشاعة الإسلام دهلي)

وإذا أخذ السمسار أجر مثله، هل يطيب له ذٰلک؟ قال الشيخ المعروف بخواهر زاده: يطيب له ذٰلک، وقال بعضهم: لا يطيب للدلال والسمسار أجر مثله، هٰذا إذا أمر السمسار بالبيع أو الدلال بالشراء، ولم يذكر له وقتًا، أما إذا ذكر له وقتًا بأن قال: استأجرتک اليوم بدرهم على أن تبيع لي هٰذا الثوب، أو تشتري لي كذا كان له المسمى، ويطيب له عند الكل.

(الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب الإجارة / الفصل الخامس عشر في بيان ما يجوز من الإجارات الخ، نوع منه في الاستيجار على الأفعال المباحة ١٣٥/١٥-١٣٦ رقم: ٢٢٤٥٦ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۴۰/ ۱۱/۱۲/۱۴۴۱ھ)

زمین فروخت کروانے پر ثالث کا بائع سے پیسہ لینا

سوال (٧٧٦):- زمین کی خرید وفروخت کرنے میں رہنمائی کرنے پر بیچنے والے

سے کچھ پیسے لینا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- مسئولہ صورت میں محض رہنمائی کرنے پر تو کمیشن لینا درست نہیں ہے؛ البتہ اگر اپنا کوئی عمل شامل ہو، مثلاً فریقین میں بات چیت کرائی جائے، یا کاغذات تیار کئے جائیں، یا کسی نے باقاعدہ اِس کا کوئی دفتر بنا رکھا ہے جہاں بیٹھ کر کے وہ یہ سب کام کراتا ہے، تو ایسی صورت میں مقررہ کمیشن لینا جائز اور درست ہے۔

عن حماد أنه كره أجر السمسار إلا بأجرٍ معلومٍ. (المصنف لابن أبي شيبة، كتاب البيوع / باب في أجر السمسار ۳۳۹/۱۱ رقم: ۲۲٤۹۹ المجلس العلمي، ٤٥٧/٤ رقم: ۲۲۰۵۷ دار الكتب العلمية بيروت)

لم ير ابن سيرين وعطاء وإبراهيم والحسن بأجر السمسار بأسًا. وقال ابن عباس: لا بأس بأن يقول: بع هٰذا الثوب فما زاد علىٰ ذٰلک كذا وكذا فهو لک. وقال ابن سيرين: إذا قال بعه بكذا وكذا، فما كان من ربح، فهو لک، أو بيني وبينک فلا بأس به. (صحيح البخاري، كتاب الإجارات / باب أجر السمسرة ۳۰۳/۱)

وفي الدلال والسمسار يجب أجر المثل وما تواضعوا عليه علىٰ أن من كل عشرة دنانير كذا فذٰلک حرام عليهم كذا في الذخيرة. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الإجارة / الباب السادس عشر في مسائل الشيوع في الإجارة الخ، مطلب: الاستيجار على الأفعال المباحة ٤/٥٠٤ قديم زكريا)

وشرط جوازها عند الجمهور أن تكون الأجرة معلومةً. (إعلاء السنن، كتاب الإجارة / باب أجر السمسرة ۲٤٤/۱٦ دار الكتب العلمية بيروت)

فتجب الدلالة على البائع أو المشتري أو عليهما بحسب العرف.

(شامي / كتاب البيوع ۹۳/۷ زكريا، ٥٦٠/٤ كراچی) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۳۵ / ۱۴۴۱/۱۱/۱۳ھ)

حکیم صاحب کے پاس مریض بھیجنے پر اُن سے کمیشن لینا

سوال (۷۷۷):- ایک حکیم صاحب نے گروپ بنایا ہے کہ اگر اُس گروپ کا کوئی شخص کسی مریض کو حکیم کے پاس بھیجتا ہے، تو حکیم صاحب اُس مریض سے جتنا لیتے ہیں اُس میں سے فیصد کے حساب سے اُس بھیجنے والے کو بھی دیتے ہیں، تو کیا بھیجنے والے کے لئے فیصد والی رقم لینا درست ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- مسئولہ صورت میں محض حکیم صاحب کے پاس مریض بھیجنے اور پتہ بتانے کی بنیاد پر کسی رقم کا لین دین جائز نہیں ہے۔ حضراتِ فقہاء نے لکھا ہے کہ محض دلالت اور رہنمائی پر کوئی اُجرت واجب نہیں ہوتی ہے، اُجرت کے وجوب کے لئے عمل ضروری ہے۔

إن دلني علیٰ كذا فله كذا ...... فالإجارة باطلة؛ لأن الدلالة والإشارة ليست بعمل يستحق به الأجر. (شامي، كتاب الإجارة / باب في فسخ الإجارة / مطلب ضل له شيء ۹/ ۱۳۰ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۳۴ / ۱۴۴۱/۱۱/۶ھ)

برائے مسجد سامان کی خریداری کا روپیہ مزدوری میں دینا

سوال (۷۷۸):- ایک صاحب نے دوسو روپئے مسجد کے کام میں لگانے کے لئے دئے، اَب وہ پیسہ مسجد کے سامان میں نہ دے کر مسجد میں کام کرنے والے مزدور کی مزدوری میں دے دیا گیا، تو دینے والے کا مقصد پورا ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- مزدوری دینا بھی مسجد کے کام میں شامل ہے؛ اِس لئے مذکورہ رقم حسبِ ضرورت مسجد میں کام کرنے والے مزدور کی اُجرت میں دی جاسکتی ہے۔ (فتاویٰ قاسمیہ ۱۸/ ۱۷۹ المکتبہ اشرفیہ دیوبند)

وللمتولي أن يستأجر من يخدم المسجد يكنسه ونحو ذلك بأجر مثله ...... قالوا: إن وسع الواقف ذلك للقيم وقال: تفعل ما ترى من مصلحة

المسجد كان له أن يشتري للمسجد ما شاء. (الفتاویٰ الهندية / الباب الحادي عشر في المسجد وما يتعلق به، الفصل الثاني في الوقف على المسجد الخ ٤٤٨/٢ زكريا، الفتاویٰ التاتارخانية ١٧٥/٨ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۳۴ / ۱۴۴۱/۱۱/۶ھ)

ٹیوشن میں یکبارگی دینے پر دو ہزار اور قسط وار دینے میں پچیس سو روپئے طے کرنا

سوال (۷۷۹):- ایک ٹیچر بچوں کو ٹیوشن پڑھاتے ہیں اور وہ ایک بچے سے سال بھر کی فیس اگر کوئی ایک مشت دے تو ۲؍ ہزار لیتے ہیں، اور اگر کوئی قسط وار دے تو اُس سے ۲۵؍ سو روپئے لیتے ہیں، تو اِس طرح ٹیوشن فیس لینا جائز ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- اگر مجلس میں ہی یہ بات طے ہوجائے کہ ہم ۲؍ ہزار دیں گے یا ۲۵؍ سو دیں گے، تو اِس طریقے پر فیس مقرر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، یہ شرعاً درست ہے۔

وتستحق (الأجر بإحدى معاني ثلاثة إما بشرط التعجيل أو بالتأجيل عن غير شرط. (الهداية ٢٩٤/٣)

فإذا علم ورضي به جاز البيع؛ لأن المانع من الجواز هو الجهالة عند العقد، وقد زالت في المجلس، وله حكم حالة العقد، فصار كأنه كان معلومًا عند العقد، وإن لم يعلم به، حتى إذا افترقا تقرر الفساد. (بدائع الصنائع، كتاب البيوع / في جهالة الثمن ٣٥٨/٤ زكريا)

ألا يرىٰ أنه يزاد في الثمن لأجل الأجل. (الهداية / باب المرابحة والتولية ٧٤/٣ المكتبة الأشرفية ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۴۱ / ۱۴۴۱/۱۲/۱۸ھ)

انجینئر کا گھر بنوانے میں ٹھیکے دار سے فیصدی رقم متعین کرنا

سوال (۷۸۰):- میں ایک انجینئر ہوں، گھر بنانے کے مالک سے ۱۰/لاکھ سے ۵۰/لاکھ روپئے طے کرتا ہوں، پھر اس کام کو راج مستری یا ٹھیکے دار یا کمپنی کو بنانے کے لئے دیتا ہوں اور اُن سے بتادیتا ہوں کہ یہ کام میں نے اتنے روپئے میں طے کیا ہے، اَب اگر تم کام کراؤ گے تو میں تم سے پانچ یا سات یا دس فیصد لوں گا، وہ میری بات مان لیتے ہیں اور جتنا فیصد طے ہوا ہے وہ اپنے لئے لینا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- اگر آپ اس کام کی نگرانی کرتے رہیں تو نگرانی کے عوض یہ متعینہ فیصد لینا آپ کے لئے درست اور جائز ہے؛ کیوں کہ آپ گویا کہ اپنی محنت کا معاوضہ لے رہے ہیں۔ (مستفاد: فتاویٰ قاسمیہ ۲۱/۶۴۶)

المسلمون عند شروطهم. (قواعد الفقه ١٢١ أشرفي)

المعروف بين التجار كالمشروط بينهم. (قواعد الفقه ١٢٤ أشرفي)

سئل محمد بن مسلمة عن أجرة السمسار فقال أرجو أنه لا بأس به.

(رد المحتار، كتاب الاجارة / مطلب في أجرة الدلال ٩/٨٧ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۴۵ / ۱۷/۱/۱۴۴۲ھ)

ہنڈی کے ذریعہ لین دین

سوال (۷۸۱):- بذریعہ ہنڈی پیسے کا لین دین کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- بذریعہ ہنڈی لین دین شرعاً درست ہے، یہ منی آرڈر کے درجے میں ہے، جس کی علماء نے اِجازت دی ہے؛ لیکن اگر کہیں یہ خلافِ قانون ہو تو پھر اُس سے احتراز کرنا چاہئے، اور ایسی چیزوں سے بچنا چاہئے کہ جس میں آدمی حکومت کے قانون کی پکڑ میں آسکتا ہو۔ (کتاب النوازل ۱۲/۴۰۴، اِمداد الفتاویٰ ۳/۱۴۶، فتاویٰ محمودیہ ۱۶/۶۰۸ ڈابھیل)

وكرهت السفتجة وهي إقراض لسقوط خطر الطريق. وتحته في الشامية: وصورتها: أن يدفع إلىٰ تاجر مالاً قرضًا ليدفعه إلىٰ صديقه، وإنما يدفعه قرضًا لا أمانةً ليستفيد به سقوط خطر الطريق الخ. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الحوالة / مطلب: في السفتجة وهي البوليصةُ ١٧/٨ زكريا، ٣٥٠/٥ كراچی)

إن معظم الأوراق المالية التي يتعامل بها الناس اليوم حكم التعامل بها حكم الحوالة. (تكملة فتح الملهم، كتاب المساقاة والمزارعة / باب تحريم مطل الغني الخ، مبحث: الأوراق المالية الرائجة وحكمها ١/٥١٤ مكتبة دار العلوم كراچی) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۴۴ / ۱۴۴۲/۱/۱۰ھ)

منی ٹرانسفر کرنے والے ایپ پر ملنے والے کیش بیک کا حکم

سوال (۷۸۲):- آج کل موبائلوں پر پیسہ ٹرانسفر کرنے والے بہت سے ایپس پر کیش بیک ملتا ہے، اِس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- اگر کوئی اور مانع نہ ہو، تو کیش بیک کی اکثر صورتیں جائز ہیں۔ (فتویٰ دارالعلوم دیوبند نمبر: ۶۸۳۱۵ تاریخ اجراء: ۶؍ستمبر ۲۰۱۶ء)

الهبة: هي لغة، التفضل على الغير ولو غير مال. وشرعًا: تمليك العين مجانًا أي بلا عوض. (الدر المختار / كتاب الهبة ٤٨٩/٨ زكريا)

الربا: الزيادة على رأس المال؛ لكن خص في الشرع بالزيادة على وجه دون وجهٍ. (المفردات في غريب القرآن للأصفهاني ١٧٨/١ دار المعرفة بيروت)

وهو في الشرع عبارة عن فضل مال لا يقابله عوض في معاوضة مال بمالٍ، وهو محرم في كل مكيل وموزون بيع مع جنسه، وعلته القدر والجنس، وإن وجد القدر والجنس حرم الفضل والنساء، وإن وجد أحدهما وعدم الآخر حل الفضل وحرم النساء. (الفتاویٰ الهندية / باب الربا ١١٧/٣) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۱۰ / ۱۴۴۱/۹/۱۲ھ)

زکوٰۃ کی رقم ٹرانسفر کرنے پر ملنے والے ''کیش بیک'' کا حکم

سوال (۷۸۳):- زکوٰۃ کو بذریعہ بینک مستحق کے نام منتقل کرنے پر کیش بیک ملتا ہے، تو اِس کیش بیک کا شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- ''کیش بیک'' تو اصلاً ''ٹرانزکشن'' کی بنیاد پر وہ کمپنی دیتی ہے جس کے ذریعہ سے پیسہ منتقل ہوا ہے، اُس کا زکوٰۃ سے کوئی تعلق نہیں ہے، وہ استعمال کرنے والے کے لئے کمپنی کی طرف سے ایک انعام کے درجے میں ہے؛ لہٰذا ٹرانسفر کرنے والا شخص اِس رقم کو اپنے ذاتی استعمال میں خرچ کرسکتا ہے۔ (فتاویٰ عثمانی/کتاب البیوع ۳/۲۵۷ زکریا)

قال الشيخ المفتي محمد تقي العثماني – حفظه الله –: إن مثل هذه الجوائز التي تمنح على أساس عمل عمله أحد لا تخرج عن كونه تبرعًا وهبة؛ لأنها ليس لها مقابل، وأن العمل الذي عمله الموهوب له، لم يكن على أساس الإجارة أو الجعالة، حتى يقال: إن الجائزة أجرة لعمله، وإنما كان على أساس الهبة للتشجيع، وجاء في الموسوعة الكويتية: الأصل إباحة الجائزة على عمل مشروع، سواء أكان دينيًا أو دنيويًا؛ لأنه من باب الحث على فعل الخير والإعانة عليه بالمال، وهو من قبيل الهبة. وبما أن حقيقة الجائزة أنها هبة بدون مقابل؛ فإنها ليست من عقود المعاوضة، وإنما هي من قبيل التبرعات، فمن شروط جوازها أن تكون تبرعًا من المجيز بدون أن يلتزم المجاز بدفع عوض مالي مقابل الجائزة. (بحوث في قضايا فقهية معاصرة، كتاب البيوع / المبحث التاسع عشر: أحكام الجوائز ۱۵۵/۲ فريد بك ڈپو دهلی) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۳۰ / ۱۴۴۱/۱۰/۱۴ھ)

ایڈوانس رقم لے کر کم کرایہ طے کرنا

سوال (۷۸۴):- کرایہ پر دوکان یا مکان دیتے وقت ایڈوانس لینا اور کرایہ کم رکھنا، یہ طریقہ صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- زیادہ ایڈوانس کے بدلے میں کم کرایہ رکھنا صحیح نہیں ہے، یا تو معمول کا کرایہ رکھا جائے یا بالکل کرایہ نہ ہو اور اُس کو بجائے کرایہ داری کے معاملے کے ''بیع الوفا'' کی شکل دے دی جائے، کسی اچھے مفتی سے صورتِ حال بتا کر رابطہ کر کے اُس سے معاملہ طے کیا جائے، تو اِس میں گنجائش ہے۔

ويعتبر ويراعي كل ما اشترط العاقدان في تعجيل الأجرة وتأجيلها.
(شرح المجلة / الفصل الثاني من كتاب الإجارة ٢٦٥/١ رقم: ٤٧٣ دار الكتب العلمية بيروت)

تلزم الأجرة بشرط التعجيل يعني لو شرط أن تكون الأجرة معجلة لزم المستأجر تسليمها. (شرح المجلة ٢٦١/١ كوئٹه)

ثم الأجرة تستحق بأحد معان ثلاثة: إما بشرط التعجيل، أو بالتأجيل، أو باستيفاء المعقود عليه، فإذا وجد أحد هٰذه الأشياء الثلاثة فإنه يملكها، وكما يجب الأجر باستيفاء المنافع، يجب بالتمكن من استيفاء المنافع، إذا كانت الإجارة صحيحة. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الإجارة / الباب الثاني في بيان أنه متى تجب الأجرة ٤١٣/٤ قديم زكريا، كذا في الهداية، كتاب الإجارات / باب الأجر متى يستحق ٢٨٧/٣ إدارة المعارف ديوبند، ٢٦٩/٦ مكتبة البشرىٰ كراچى) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۵۰ / ۲۳/۲/۱۴۴۲ھ)

حق قاضیانہ کس کا ہے؟

سوال (۷۸۵):- نکاح پڑھانے کی جو اُجرت ہے جس کو ''قاضیانہ'' کہا جاتا ہے، یہ کس کا حق ہے؟ نکاح پڑھانے والے کا؟ یا مسجد کا؟ یا مسجد کے اِمام کا؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- نکاح خوانی کی اُجرت اُسی کا حق ہے جو نکاح پڑھائے خواہ وہ مسجد کا اِمام ہو یا کوئی اور ہو۔ اور دیگر لوگوں مثلاً مسجد کے اِمام یا متولی مسجد کو دینا کوئی ضروری نہیں ہے، کوئی اپنی خوشی سے دیدے تو اُس کو اختیار ہے۔ (اِمداد الفتاویٰ جدید ۴/ ۵۶۰ زکریا)

ویحل له ذٰلک، هٰکذا قالوا. (الفتاویٰ الهندیة، کتاب أدب القاضي / الباب الخامس عشر في أقوال القاضي الخ ۳/ ۳٤٥ قدیم زکریا)

وإن کتب القاضي أو تولی قسمةً وأخذ أجر المثل له ذٰلک. ولو تولی نکاح صغیر لا یحل له أخذ شيء؛ لأنه واجبٌ علیه. وکل ما وجب علیه لا یجوز أخذ الأجر علیه، وما لا یجب علیه یجوز أخذ الأجر. وذکر عن البقالي في القاضي یقول: "إذا عقدتُّ عقد البکر فلي دینار، وإن ثیبًا فلي نصفه" أنه لا یحل له إن لم یکن لها ولي، فلو کان ولي غیره، یحل بناءً علیٰ ما ذکرنا.

(الفتاویٰ البزازیة علیٰ هامش الهندیة، کتاب أدب القاضي / الفصل الثاني في أدبه، النوع الأول في المقدمة ٥/ ١٤٠ قدیم زکریا، البحر الرائق / کتاب الوقف ٥/ ٤٠٨ زکریا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۴۷ / ۱۴۴۲/۲/۲ھ)

ٹیکسی ڈرائیور کا ہوٹل پر لے جا کر فری کھانا کھانا

سوال (۷۸٦):- ٹیکسی ڈرائیور جب کسی ہوٹل پر سواری لے کر جاتے ہیں تو ہوٹل والا اُن کو مفت میں کھانا کھلاتا ہے، تو یہ کھانا اُن کے لئے درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصلیًا أما بعد:- ٹیکسی ڈرائیور کے لئے مذکورہ ہوٹل میں کھانا درست ہے، یہ ہوٹل مالک کی طرف سے انعام ہے۔ (کتاب النوازل ۱۲/ ۳۹۴)

لا بأس بأجرة السمسار. (الکافي في فقه أهل المدینة ۲/ ۷٥٦)

ولم یر ابن سیرین وعطاء وابراهیم والحسن بأجرة السمسار بأس.

(إعلاء السنن ١٦/ ٢٠١ بیروت، فتح الباري / باب أجرة المسمرة ٤/ ٤٥١) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۴۵ / ۱۴۴۲/۱/۱۷ھ)

❑❖❑

کتاب الوقف

کسی مسجد کا نام ’’مسجد نبوی‘‘ رکھنا

سوال (۷۸۷):- کیا کسی مسجد کا نام ’’مسجد نبوی‘‘ رکھا جاسکتا ہے، یعنی مثلاً ہندوستان میں کوئی مسجد تعمیر کی جائے اس کا نام مسجد نبوی رکھا جائے، یا دنیا کے کسی اور ملک میں تعمیر کی جائے اور یہ نام رکھا جائے، تو شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- ’’مسجد نبوی‘‘ اُس مسجد کو کہا جاتا ہے جس کی تعمیر میں بذاتِ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرامؓ کے ساتھ حصہ لیا تھا، اور یہ مسجد ’’مدینہ منورہ‘‘ میں ہے، اور دنیا میں یہی وہ واحد مسجد ہے جو مسجد نبوی کے نام سے موسوم ہے؛ لہٰذا کسی اور مسجد کا یہ نام رکھنا صحیح نہیں ہے۔

صلاة في مسجد هذا تعدل ألف صلاة فيما سواه إلا المسجد الحرام.

(صحيح مسلم ٤٤٧/١)

فيما كان من أمره صلى الله عليه وسلم بها في سفر الهجرة إلى أن توفاه الله السنة الأولى. وقال أبوحاتم: كان فيها بناء المسجد النبوي. (وفاء الوفاء ٢٧٠/١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۴۶ / ۱۴۴۲/۱/۲۴ھ)

مسجد میں CCTV کیمرہ لگانا

سوال (۷۸۸):- مسجد میں حفاظت کی خاطر CCTV کیمرے لگا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- اگرحفاظت مقصود ہواور مسجد ایسی جگہ واقع ہو، جہاں ملکی قانون کے اعتبار سے اس کی ضرورت متحقق ہو، تو ایسے کیمرے لگانے کی گنجائش ہے۔

الضرورات تبيح المحظورات. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الطلاق / فصل في الحداد ٢١٧/٥-٢١٨ زكريا، الأشباه والنظاء، الفن الأول / القاعدة الخامسة ١١٨/١) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۱۵ / ۱۴۴۱/۹/۱۷ھ)

مسجد کی ٹنکی کا پانی جانوروں کو پلانا

ســـوال (۷۸۹):- مسجد کے سامنے ایک شخص کا گھیر ہے جس میں جانوروں کو پالا جاتا ہے، اور مسجد کے باہر مسجد کا استنجا خانہ بنا ہوا ہے، اَب یہ آدمی مسجد کے باہری استنجا خانے کی ٹوٹی سے بالٹی وغیرہ میں پانی بھر کر اپنی بھینسوں کو پانی پلاتا ہے، اور اگر کبھی کبھار ٹوٹی خراب ہوجاتی ہے تو مسجد کے اندرونی ٹوٹی سے جس سے وضو کیا جاتا ہے وہاں سے پانی بھر کر پلاتا ہے، تو ایسا کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- یادرکھنا چاہئے کہ مسجد کا پانی نمازیوں کے لئے ہے کسی کے ذاتی استعمال کے لئے نہیں ہے؛ لہٰذا اپنی بھینسوں کو مسجد کا پانی پلانا اور اپنے گھر کے لئے مسجد کا پانی استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔ اور اگر استعمال کرلیا ہے تو اتنے پانی کی قیمت مسجد میں اَدا کرنی ضروری ہے؛ لہٰذا حساب اور اندازہ لگا کر قیمت اَدا کریں۔ (مستفاد: فتاویٰ قاسمیہ ۲۱۰/۱۸)

ولا يحمل الرجل سراج المسجد إلى بيته. (الفتاوىٰ الهندية ١١٠/١ قديم زكريا، هكذا في البحر الرائق / كتاب الوقف ٤٢٠/٥ زكريا، الفتاوىٰ التاتارخانية ١٦٠/٨ رقم: ١١٥٣٥ زكريا)

ولا تجوز إجارة الوقف إلا بأجرة المثل. (الفتاویٰ الهندية ٤١٩/٢ قديم زكريا)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۴٦ / ۱۴۴۲/۱/۲۴ھ)

مسجد کی ٹنکی سے گھر میں پانی لے جانا

سوال (۷۹۰):- مسجد کے نل سے اپنے گھر میں پانی لے جانا کیسا ہے؟ جب کہ یہ پانی مسجد کی ٹنکی میں بھرنے میں مسجد کا کوئی خرچ نہیں ہوا ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- مسجد کے نل کا پانی یا ٹنکی کا پانی یہ سب نمازیوں کے لئے وقف ہے، یعنی جو نماز پڑھنے کے لئے آئے وہ اپنی طہارت اور وضو وغیرہ میں استعمال کرسکتا ہے؛ لیکن نمازیوں کے علاوہ آس پاس کے گھروں کے لئے اُس پانی کا بلاعوض استعمال درست نہیں ہے، یہ واقف کی منشاء کے خلاف ہے، اِس سے احتیاط کرنی چاہئے، جو لوگ ایسا کرتے ہیں اُنہیں منع کرنا چاہئے۔

فإن شرائط الواقف معتبرة إذا لم تخالف الشرع، وهو مالك فله أن يجعل ماله حيث شاء ما لم يكن معصية. (رد المحتار، كتاب الوقف / مطلب: شرائط الواقف معتبرة إذا لم تخالف الشرع ٥٢٧/٦ زكريا، ٣٤٣/٤ كراچی)

لا يجوز الوضوء من الحياض المعدة للشرب في الصحيح، ويمنع الوضوء منه، وفيه: وحمله لأهله إن مأذونًا به جاز، وإلا لا. (الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة / باب الاستبراء وغيره، فصل في البيع ٦١١/٩-٦١٢ زكريا، ٤٢٧/٦ كراچی، البحر الرائق، كتاب الوقف / فصل في أحكام المساجد ٤٢٧/٥ زكريا)

المستفاد: ولا يحمل الرجل سراج المسجد إلىٰ بيته. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الصلاة / الباب السابع فيما يفسد الصلاة وما يكره فيها، الفصل الثاني فيما يكره في الصلاة وما يكره فيها، فصل كره غلق باب المسجد ١١٠/١ قديم زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۴۸ / ۱۴۴۲/۲/۹ھ)

مسجد کے تہہ خانے کو رفاہی کاموں میں استعمال کرنا

سوال (۷۹۱):- مسجد کو اِس طرح تعمیر کرنا کہ اُس کا تہہ خانہ رفاہی کام میں استعمال ہو، اور اُوپر جماعت خانہ ہو، تو یہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- اگر تہہ خانہ کو ابتدا ہی سے مسجد کے مصالح کے لئے تعمیر کیا جائے (مثلاً: اِمام کا حجرہ یا کرایہ کی دوکانیں وغیرہ) تو اِس کی اِجازت ہے؛ لیکن مسجد سے الگ رفاہی کاموں کے لئے مسجد کے تہہ خانہ کو استعمال کرنا درست نہ ہوگا۔

وإذا جعل تحته سردابًا لمصالحه أي المسجد جئز كمسجد القدس.

(الدر المختار مع الشامي، كتاب الوقف / مطلب في أحكام المسجد ٥٤٧/٦ زكريا)

إذا كان تحته شيء ينتفع به عامة المسلمين يجوز؛ لأنه إذا انتفع به عامة المسلمين، صار ذٰلک لله تعالىٰ أيضًا ...... لو جعل تحته حانوتًا، وجعله وقفًا على المسجد، قيل: لا يستحب ذٰلک، ولكنه لو جعل في الابتداء هٰكذا صار مسجدًا، وما تحته صار وقفًا عليه، ويجوز المسجد والوقف الذي تحته.

(حاشية الشلبي علىٰ تبيين الحقائق، كتاب الوقف / فصل: ومن بنى مسجدًا لم يزل ملكه الخ ٢٧١/٤ دار الكتب العلمية بيروت، ٣٣٠/٣ المكتبة الإمدادية ملتان) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۴۹ / ۱۴۴۲/۲/۱۶ھ)

گھر کی چھت پر تراویح میں مسجد کی چٹائی استعمال کرنا

سوال (۷۹۲):- مسجد کے برابر میں گھر کی چھت پر تراویح ہورہی ہے تو کیا مسجد کی چٹائی اور مصلّٰی وہاں لے جائے جاسکتے ہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- گھر میں تراویح پڑھنے کے لئے مسجد کی چٹائی وہاں لے جانا درست نہیں ہے، مسجد کی چیز مسجد ہی میں رہنی چاہئے، گھروں میں نہیں

لے جانی چاہئے۔ (فتاویٰ محمودیہ۱۴/۶۴۸ ڈابھیل)

ولا یحمل الرجل سراج المسجد إلی بیته. (الفتاویٰ الهندية، کتاب الصلاة / الباب السابع فیما یفسد الصلاة وما یکره فیها ۱/ ۱۱۰ زکریا، البحر الرائق، کتاب الصلاة / فصل في أحکام المسجد ٥/ ٤٣٠ زکریا)

لو جعل رجل في المسجد بواري أو حصیرًا أو أغلق بابًا أو جصصه، لم یکن له أن یرجع. (الفتاویٰ التاتارخانية، کتاب الوقف / مسائل وقف المسجد ١٦٧/٨ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۵ / ۱۴۴۱/۹/۷ھ)

جلسہ کے چندہ میں بچی ہوئی رقم مسجد میں لگانا

سوال (۷۹۳):- دینی اجتماع یا جلسے کے نام پر چندہ کیا گیا جس میں مسلم وغیر مسلم سبھی نے حصہ لیا، اَب اس میں سے کچھ رقم بچ گئی، تو کیا اس کو مسجد کی تعمیر میں لگا سکتے ہیں؟

الجواب حامدًا ومصلیًا أما بعد:- اگر چندہ دینے والوں سے عمومی اِجازت لے لی جائے تو مسجد میں لگا سکتے ہیں، بغیر اجازت نہ لگائیں۔ (مستفاد: کتاب النوازل۱۳/۲۹۹)

شرط الواقف کنص الشارع، أي في المفهوم والدلالة ووجوب العمل به. (الدر المختار، کتاب الوقف / مطلب في قولهم شرط الواقف کنص الشارع ٦/ ٦٤٩ زکریا، ٤/ ٤٣٣-٤٣٤ کراچی، وکذا في الأشباه والنظائر، کتاب الوقف / الفن الثاني، الفوائد: ٢/ ١٠٦ إدارة القرآن کراچی، تنقیح الفتاویٰ الحامدية ١/ ١٢٦ المکتبة المیمنية مصر)

قال الشامي: فإن شرائط الواقف معتبرة إذا لم تخالف الشرع وهو مالک، فله أن یجعل ماله حیث شاء مالم یکن معصیة. (شامي، کتاب الوقف / مطلب شرائط الواقف معتبرة إذا لم تخالف الشرع ٦/ ٥٢٧ زکریا، ٤/ ٣٤٣ کراچی)

کـل يتـصـرف في ملكه كيف شاء. (شـرح الـمـجـلة لسليم رستم باز، الفصل الأول فـي بـعـض قواعد في أحكام الأملاك ٦٥٤/١ رقم المادة: ١١٩٢ المكتبة الحنفية كوئٹه)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۴۳ / ۱۴۴۲/۱/۳ھ)

اِمام صاحب کا مسجد کی رقم قرض پر دینا

سـوال (۷۹۴):- زید ایک مسجد کا اِمام ہے، اور مسجد کی کل رقم بھی زید کے پاس جمع رہتی ہے، اَب زید کے گھر والے اُس سے مطالبہ کررہے ہیں کہ اس رقم میں سے کچھ حصہ بطور قرض کے ۱۰-۱۲/روز کے لئے اُنہیں دے دیں، تو کیا مسجد کی یہ رقم زید اپنے گھر والوں کو بطور قرض دے سکتا ہے یا نہیں؟

الـجـواب حـامـدًا ومـصـليًا أما بعد:- مسجد کی رقم کو قرض میں دینا درست نہیں ہے؛ کیوں کہ اس میں مسجد کی رقم ضائع ہونے کا اندیشہ ہے، اِس لئے مسجد کی رقم صرف مسجد کے مصالح میں خرچ کی جائے، اپنے گھر والوں کو یا کسی اور کو قرض کے طور پر ہرگز نہ دی جائے۔ (کتاب النوازل ۱۳/۲۹۲)

مـع أن الـقـيـم لـيـس له إقراض مال المسجد، قال في جامع الفصولين: لـيـس للمتولي إيداع مال الوقف والمسجد إلا ممن في عياله، ولا إقراضه فلو أقرضه ضمن. (البحر الرائق / كتاب الوقف ٢٣٩/٥ كراچی)

وفـي الـقـنية: ولا يـجـوز للقيم شراء شيء من مال المسجد لنفسه ولا البيـع لـه، وإن كـان فيه منفعة ظاهرةٌ للمسجد. (البحر الرائق / كتاب الوقف ٤٠١/٥ زكريا، ٢٣٩/٥ كراچی)

والـوديـعة لا تـودع ولا تـعـار ولا تواجر ولا ترهن، وإن فعل شيئًا منها

ضمن. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الوديعة / الباب الأول في تفسير الإيداع الخ ٣٣٨/٤ قديم زكريا)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۴۴ / ۱۴۴۲/۱/۱۰ھ)

مسجد کی ضرورت سے زائد سامان کوفروخت کرنا

سوال (۷۹۵):- مسجد کو نکاح اور شادی کے موقع پر لڑکے والوں کی طرف سے جو سامان دیا جاتا ہے، مثلاً: کولر، پنکھا، گھڑی، اور چٹائی وغیرہ، تو اگر یہ سامان زیادہ مقدار میں جمع ہوجائے تو اُسے فروخت کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- اگر وہ سامان ضرورت سے زائد ہوتو اُس کو فروخت کرکے مسجد کی دیگر ضروریات میں لگا سکتے ہیں، اِس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

وصرف الحاكم أو المتولي نقضه أو ثمنه إن تعذر إعادة عينه إلى عمارته إن احتاج، وإلا حفظه ليحتاج، إلا إذا خاف ضياعه فيبيعه، ويمسك ثمنه ليحتاج. (الدر المختار، كتاب الوقف / مطلب في الوقف إذا خرب ولم يمكن عمارته ٥٧٣/٦ زكريا، ٣٧٦/٤- ٣٧٧ كراچی)

وإن تعذر إعادة عينه إلى موضعه بيع وصرف ثمنه إلى المرمة صرفًا للبدل إلىٰ مصرف المبدل. (الهداية / كتاب الوقف ٦٢٠/٢، شامي، كتاب الوقف / مطلب في نقل أنقاض المسجد ونحوه ٥٥٠/٦ زكريا، ٣٦٠/٤ كراچی)

وفي الحاوي: فإن خيف هلاك النقض، باعه الحاكم، وأمسك ثمنه لعمارته عند الحاجة، فعلى هٰذا يباع النقض في موضعين: عند تعذر عوده، وعند خوف هلاكه. (البحر الرائق / كتاب الوقف ٣٦٨/٥ زكريا، ٢٢٠/٥ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۴۹ / ۱۴۴۲/۲/۱۶ھ)

نماز سے آدھا گھنٹہ پہلے مسجد کے پنکھے چلانا

سوال (۷۹۶):- ہماری مسجد میں نماز سے آدھا گھنٹہ پہلے سارے پنکھے چلادئے جاتے ہیں، جب کہ مسجد میں ایک نمازی بھی نہیں ہوتا، تو ایسا کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- ایسا کرنا صحیح نہیں ہے؛ بلکہ جو نمازی آتے جائیں، بقدرِ ضرورت پنکھے چلاتے جائیں، بلاوجہ تمام پنکھے چلانا یہ فضول خرچی میں شامل ہوگا۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿ولا تبذر تبذيرًا﴾ [الإسراء، جزء آیت:]

وقال تعالیٰ: ﴿وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ﴾ [الأعراف، جزء آیت: ۳۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۵۰ / ۱۴۴۲/۲/۲۳ھ)

مسجد میں ڈیتھ باڈی فریزر کا انتظام کرنا

سوال (۷۹۷):- مسجد کے منتظمین ڈیتھ باڈی فریزر لانا چاہتے ہیں؛ تاکہ محلے میں کسی کا انتقال ہوجائے اور کسی کے آنے کا انتظار ہو، تو بسہولت میت کو اُس میں رکھا جاسکے۔ اور کبھی کبھی قبر کی کھدائی میں بھی وقت لگ جاتا ہے، ایسے وقت میں بھی اُس سے فائدہ اُٹھایا جاسکتا ہے، تو کیا مسجد میں فریزر کے انتظام کرنے کی گنجائش ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- اگر اِسی مقصد سے فنڈ جمع کرکے انتظام کیا جائے تو اِس میں کوئی حرج نہیں ہے؛ لیکن جو خرچہ آئے وہ اہل میت سے لینا چاہئے، یہ ایسا ہی ہے جیسے عام طور پر مساجد میں جنازہ کی چارپائیاں بنائی جاتی ہیں، اور جو ضرورت مند ہوتے ہیں وہ اُسے لے جاتے ہیں؛ لیکن جو خرچ آئے وہ مسجد اَدا نہ کرے؛ بلکہ اہل میت اَدا کریں۔

ولا تجوز إجارة الوقف إلا بأجر المثل. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الوقف / الباب الخامس في ولاية الوقف ۲/ ٤١٩)

قال الفقيه أبو جعفر: إذا لم يذكر الواقف في صك الوقف إجارة الوقف، فرأى القيم أن يواجرها ويدفعها مزارعة فما كان أدرّ على الوقف وأنفع للفقراء فعل. (خانية، كتاب الوقف / فصل في إجارة الأوقاف ۳۳۲/۳ قديم زكريا)

وإنما يملك الإجارة المتولي أو القاضي. (فتح القدير / كتاب الوقف ۲۰۸/٦ زكريا، ۲۲٤/٦ بيروت)

القيم إذا اشترى من غلة المسجد حانوتًا أو دارًا أن يستغل ويباع عند الحاجة جاز إن كان له ولاية الشراء. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الوقف / الباب الحادي عشر في المسجد الخ، الفصل الثاني في الوقف على المسجد وتصرف القيم وغيره في حال الوقف عليه، مطلب: الوقف علىٰ عمارته ومصالحه سواءٌ ٤٦٢/٢، الفتاوىٰ التاتارخانية ۱۷۸/۸ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۴۷ / ۱۴۴۲/۲/۲ھ)

محراب کے اُوپر چھت کھولنا

سوال (۷۹۸):- کیا محراب کے اُوپر چھت کھولنا ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- دوسری منزل پر آواز پہنچانے کی غرض سے محراب کے اوپر روشن دان کھولنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے؛ تاہم یہ کوئی ضروری نہیں ہے؛ لہٰذا اگر لاؤڈاسپیکر وغیرہ کا اِنتظام ہو، تو محراب کے اوپر کھڑکی کھولنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ بہرحال اصل مقصود اِمام کی نقل وحرکت سے نمازیوں کو مطلع کرنا ہے، اُس کے لئے جوصورت بھی مناسب ہو، اُسے اپنایا جاسکتا ہے۔

والحائل لا يمنع الإقتداء إن لم يشتبه حال إمامه بسماع أو رؤية. ولو من باب مشبك يمنع الوصول في الأصح (الدر المختار) قوله بسماع: أي من الإمام أو المكبر، قوله أو رؤية: ينبغي أن تكون الرؤية كالسماع، لا فرق

فيها بين أن يرى انتقالات الإمام أو أحد المقتدين. قوله في الأصح: بناء على أن المعتبر الاشتباه أو عدمه. لا إمكان الوصول إلى الإمام ...... ولما في البرهان من أنه لو كان بينهما حائط كبير لا يمكن الوصول منه إلىٰ الإمام؛ ولكن لا يشتبه حاله عليه بسماع أو رؤية لانتقالاته لا يمنع صحة الإقتداء في الصحيح. (شامي، كتاب الصلاة / باب الإمامة ۳۳۳/۲-۳۳٤ زكريا، ٥٨٦/١ كراچی)

إن كان للسطح باب في المسجد ولا يشتبه عليه حال الإمام، صح الإقتداء في قولهم، وإن لم يكن له با ب في المسجد ولكن لا يشتبه عليه حال الإمام، صح الإقتداء به أيضًا، وإن اشتبه حال الإمام، لا يصح الإقتداء. (الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب الصلاة / باب الإمامة ٢٦٦/٢ رقم: ٢٣٨٥ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۳۴ / ۱۴۴۱/۱۱/۶ھ)

لاک ڈاؤن میں ملازمین کی تنخواہ روکنا یا اُن کی معزولی کا کیا حکم ہے؟

سوال (۷۹۹):- اِس وقت بہت سے ملازمین، ائمہ ومدرسین لاک ڈاؤن میں پھنسے ہوئے ہیں، اوراپنی ذمہ داری اَدانہیں کرپارہے ہیں، تو کیا ذمہ داران کو اُن کی تنخواہ کاٹنا یا بالکل نہ دینا، یا اُنہیں اُن کی ذمہ داری سے علیحدہ کرنا جائز ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- لاک ڈاؤن کی وجہ سے ملازمین کا خدمت انجام نہ دے سکنا ایک طرح سے لمبی چھٹی کی شکل ہے؛ لہٰذا مخصوص حالات میں سالانہ تعطیلات پر قیاس کرتے ہوئے اُن کی تنخواہوں کو جاری رکھنے کا فیصلہ کرنا چاہئے۔ اور اگر کسی اِدارے میں سردست تنخواہوں کی اَدائیگی کے اَسباب مہیا نہ ہوں تو یہ رقم اُن کے حساب میں لکھ دی جائے، اور اہل مدرسہ وملازمین دونوں فراہمی مالیہ کی فکر کریں، جب وسعت ہوجائے تو رفتہ

رفتہ تنخواہیں اَدا کردی جائیں، اور اِس موقع پر ملازمین کو علیحدہ کرنے کا اگرچہ ذمہ داران کو اختیار حاصل ہے؛ لیکن یہ اِقدام رواداری اور خیرخواہی کے قطعاً منافی ہے، اِس لئے اس سے احتراز کرنا چاہئے، اور خدام دین کے ساتھ شفقت و ہمدردی کا معاملہ ہونا چاہئے۔

عن أبي ذر رضي اللّٰه عنه قال: قال لي النبي صلى اللّٰه عليه وسلم: يا أبا ذر! أعيّرته بأمه؟ إنک امرؤ فيک جاهلية، إخوانكم خولكم، جعلهم اللّٰه تحت أيديكم، فمن كان إخوة تحت يده فليطعمه مما يأكل وليلبسه مما يلبس، ولا تكلفوهم ما يغلبهم، فإن كلفتموهم فأعينوهم. (صحيح البخاري ٩/١ رقم: ٣١، ٨٩٤/٢ رقم: ٦٠٥٠)

المستفاد: إذا استأجر رجلاً ليعمل له عملاً اليوم إلى الليل بدرهم صباغة أو خبزًا أو غير ذٰلک، فالإجارة فاسدة في قول أبي حنيفة رحمه اللّٰه تعالىٰ، وفي قولهما يجوز استحسانًا ويكون العقد على العمل دون اليوم حتى إذا فرغ منه نصف النهار فله الأجر كاملاً. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الإجارة / الباب السادس، ومما يتصل بهٰذا الفصل إذا جمع في عقد الإجارة بين الوقف والعمل ٤٢٣/٤ قديم زكريا)

وهل يأخذ أيام البطالة كعيد ورمضان لم أره وينبغي إلحاقه ببطالة القاضي، واختلفوا فيها والأصح أنه يأخذ؛ لأنها للاستراحة أشباه من قاعدة العادة محكمة (الدر المختار) وتحته في الشامي: فحيث كانت البطالة معروفة في يوم الثلاثاء والجمعة وفي رمضان والعيدين يحل الأخذ. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الوقف / مطلب في استحقاق القاضي والمدرس الوظيفة في يوم البطالة ٥٦٧/٦-٥٦٨ زكريا، ٣٧٢/٤ كراچی) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۱۰ / ۱۴۴۱/۹/۱۲ھ)

مدرس کا چندہ کرکے اپنی تنخواہ نکالنا

سوال (۸۰۰):- لاک ڈاؤن کی وجہ سے مدرسہ کا بجٹ فیل ہو چکا ہے، اور مہتمم صاحب نے اَساتذہ سے کہہ دیا کہ اپنا چندہ کرکے خود اپنی تنخواہ نکال لو، تو کیا یہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- یہ طریقہ صحیح نہیں ہے؛ بلکہ اَساتذہ کو چاہئے کہ وہ جو بھی چندہ کریں، اُسے اَولاً مدرسے کے فنڈ میں جمع کریں، اور مدرسہ اِمدادی فنڈ سے اُن کی تنخواہ حسب ضابطہ اَدا کرے۔ اور اگر زکوٰۃ اور صدقاتِ واجبہ کی رقومات ہیں تو تملیک شرعی کے بعد تنخواہیں وغیرہ اَدا کی جائیں۔

قال اللّٰه تبارك وتعالىٰ: ﴿إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰى اَهْلِهَا﴾ [النساء، جزء آیت: ٥٨]

عن سمرة بن جندب رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: على اليد ما أخذت حتى تؤدي. (السنن الكبرىٰ للبيهقي / باب رد المغصوب ١٥٨/٦ رقم: ١١٥١٩ دار الكتب العلمية بيروت)

وفي الهندية: وأما حكمها فوجوب الحفظ على المودع، وصيرورة المال أمانة في يده، ووجوب أداءه عند طلب مالكه، والوديعة لا تودع ولا تعار ولا تؤاجر ولا ترهن، وإن فعل شيئًا منها ضمن. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الوديعة / الباب الأول في تفسير الإيداع والوديعة وركنها ٣٣٨/٤، شرح المجلة لسليم رستم باز، الكتاب السادس في الأمانات / الفصل الثاني في أحكام الوديعة وضمانها ٤٣١/١ رقم المادة: ٧٧٧ مكتبة الاتحاد ديوبند)

ويشترط أن يكون الصرف تمليكًا لا إباحةً. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الزكاة / باب المصرف ٢٩١/٣ زكريا، ٣٤٤/٢ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۳۱ / ۲۱/۱۰/۱۴۴۱ھ)

فیس کی رقم سے تنخواہ وصول کرنا

سوال (۱۸۰۱):- ہمارے مدرسے میں بہت سا غلہ اور بہت سی رقم موجود ہے، جس سے مدرسین کی تنخواہیں پوری ہوسکتی ہیں؛ لیکن شاید مہتمم صاحب اِس رقم اور غلے کو آئندہ سال آنے والے طلبہ کے لئے روک کر رکھے ہوئے ہیں، اَب ایک شخص اپنے بیٹوں کی گذشتہ سال کی فیس اَدا کرتا ہے، تو کیا یہ رقم مدرسہ میں جمع کرائے اور مہتمم صاحب کو بتائے بغیر اَساتذہ کی تنخواہ میں دی جاسکتی ہے؟ کیوں کہ یہ بات معلوم ہے کہ مدرسے میں جمع کرانے پر ابھی تنخواہ نہیں ملے گی، نیز رقم دینے والے نے بھی اِجازت دی ہے کہ آپ خود تنخواہ وصول کرنے کے مختار ہیں، تو کیا اِس سے اپنی اور دیگر اَساتذہ کی تنخواہ نکالی جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- مسئولہ صورت میں پہلے یہ پوری رقم مدرسے میں جمع کی جائے، اُس کے بعد ہی تنخواہ وصول کی جائے، اُسے براہِ راست تنخواہ میں لگانا درست نہیں ہے، یہ اَمانت ودیانت کے خلاف ہے؛ البتہ اگر مہتمم صاحب اِجازت دیں تو گنجائش ہوگی۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰى اَهْلِهَا﴾

[النساء، جزء آیت: ۵۸]

عن سمرة بن جندب رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: على اليد ما أخذت حتى تؤدي. (السنن الكبرىٰ للبيهقي / باب رد المغصوب ۱۵۸/۶ رقم: ۱۱۵۱۹ بيروت)

وفي الهندية: وأما حكمها فوجوب الحفظ على المودع، وصيرورة المال أمانة في يده، ووجوب أداءه عند طلب مالكه، والوديعة لا تودع ولا تعار ولا تؤاجر ولا ترهن، وإن فعل شيئًا منها ضمن. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الوديعة / الباب الأول في تفسير الإيداع والوديعة وركنها ۳۳۸/۴، شرح المجلة لسليم رستم باز، الكتاب

السادس في الأمانات / الفصل الثاني في أحكام الوديعة وضمانها ۱/ ۴۳۱ رقم المادة: ۷۷۷ مكتبة الاتحاد ديوبند) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۳۳ / ۱۴۴۱/۱۰/۲۸ھ)

تنخواہ کم ہونے کی وجہ سے مالک کی رقم چرانا

سوال (۸۰۲):- میں سعودی عرب گیا تھا اور ایک متعین خاص کام کے بدلے میں میری تنخواہ مقرر تھی، کچھ دنوں کے بعد اُس میں مزید کام بڑھا دئے گئے؛ لیکن تنخواہ وہی رہی، مجبوری میں سارے کام اسی تنخواہ پر انجام دیتا رہا؛ لیکن اس درمیان کفیل سے چھپا کر چپکے چپکے اُس کی رقم نکالنی شروع کردی، اور کافی رقم جمع کرلی، اور وہ لے کر میں ہندوستان واپس آگیا، مگر اِس چوری کی رقم کا کھٹکا ہمیشہ دل کو پریشان کئے رہتا ہے، کفیل سے بند لفظوں میں اس کا اظہار بھی کیا اور اُس نے کوئی مؤاخذہ بھی نہیں کیا؛ لیکن وہ رقم اتنی زیادہ ہے کہ اگر کفیل کو بتلا دی جائے تو وہ ہرگز معاف نہیں کرے گا، تو مجھے کیا کرنا چاہئے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- مسئولہ صورت میں شرعی طور پر آپ صرف اپنی مقررہ تنخواہ لینے کے حق دار تھے؛ البتہ جس وقت آپ سے متعینہ عمل سے زائد خدمت لی گئی، اُس وقت آپ کو یہ حق تھا کہ آپ صاف کہہ دیتے کہ میں یہ کام نہیں کروں گا، اور اگر کروں گا تو اُس کی مزید اُجرت لوں گا۔ جب آپ نے بروقت اِس کا اظہار نہیں کیا اور حسب معمول تنخواہ لیتے رہے، تو اَب آپ کو مزید رقم لینے کا استحقاق نہیں رہا۔ بریں بنا آپ نے کفیل کی لاعلمی میں جو رقم اپنے پاس اکٹھا کی ہے، وہ آپ کے لئے حلال نہیں ہے، اُسے بہرحال کفیل کو واپس کرنا یا اُس سے استعمال کی اِجازت لینا لازم ہے، اِس کے بغیر یہ رقم آپ اپنے مصارف میں خرچ کرنے کے مجاز نہیں ہیں۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ...... **كل المسلم على المسلم حرامٌ، دمه وماله وعرضه.** (صحيح مسلم، كتاب البر

والصلة / باب تحريم ظلم المسلم الخ ٣١٢/٢، كذا في السنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب الغصب / باب تحريم الغصب ١٥٣/٦ رقم: ١١٤٩٦ دار الكتب العلمية بيروت)

عن عبد اللّٰه بن مسعود رضي اللّٰه عنه يبلغ به النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: من اقتطع مال أخيه المسلم بيمين لقي اللّٰه، وهو عليه غضبان، ثم قرأ رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم مصداقه من كتاب اللّٰه: ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ﴾ (الجامع الكبير على سنن الترمذي / أبواب تفسير القرآن ٨٦/٧ رقم: ٣٠١٢ مركز الشخ أبي الحسن الندوي)

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم في حديث طويل: ...... لا يحل مال إمرء إلا بطيب نفس منه. (مشكاة المصابيح، كتاب البيوع / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ٢٥٥، سنن الدار قطني / كتاب البيوع ٢٧/٣ رقم: ٢٨٨٥ مكتبة دار الإيمان سهارنفور، المسند للإمام أحمد بن حنبل ٧٢/٥ دار الفكر بيروت قديم، شعب الإيمان للبيهقي / باب في قبض اليد عن الأموال المحرمة ٣٨٧/٤ رقم: ٥٤٩٢ دار الكتب العلمية بيروت)

ويردونها علىٰ أربابها إن عرفوهم وإلا تصدقوا بها؛ لأن سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الرد علىٰ صاحبه. (شامي، كتاب الحظر والإباحة / باب الاستبراء، فصل في البيع ٥٥٣/٩ زكريا، ٣٨٥/٦ كراچی، الفتاوىٰ الهندية، كتاب الكراهية / الباب الخامس عشر في الكسب ٣٤٩/٥ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۳۳ / ۱۴۴۱/۱۰/۲۸ھ)

فرضی رسیدوں سے مدرسہ کا چندہ

سوال (۸۰۳):- ایک طالب علم کو ذمہ دارانِ مدرسہ نے چندہ کے لئے بھیجا، اُس نے دوسال تک چندہ کیا، اُس کے بعد نقلی رسید بک چھاپ کر اُسی مدرسہ کے نام پر فرضی چندہ

کرتا رہا؛ لیکن اَب افسوس ہورہا ہے، تو اُس کی واپسی کی کیا شکل ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- اُس شخص نے بہت بڑا گناہ کیا ہے، وہ بڑی خیانت کا مرتکب ہوا ہے، اُس پر سچی توبہ لازم ہے، اور ساتھ میں فرضی نقلی رسیدوں سے جو چندہ کیا ہے، اتنی مقدار مدرسے کے فنڈ میں جمع کرنی بہرحال لازم ہے، ورنہ وہ اللہ کے نزدیک مؤاخذہ دار رہے گا۔

قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰى اَهْلِهَا﴾ [النساء: ۵۸]

وحق الأمانة أن تؤدى إلى أهلها فالخيانة مخالفة لها. (مرقاة المفاتيح ۱۲۶/۱ المكتبة الأشرفية ديوبند)

لو أتلف مال غيره بلا سبق ايداع، أو اقراض ضمن بالإجماع. (رد المحتار ۲۰۳/۹ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۴۳ / ۱۴۴۲/۱/۳ھ)

مسجد کی مملوکہ زمین پر عیدگاہ بنانا

سوال (۸۰۴):- مسجد کی ملکیت والی زمین کو عیدگاہ بنانا کیسا ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- مسجد پر موقوفہ زمین اگر مسجد کی ضرورت سے زائد ہے، اور وہاں عیدگاہ بنانے کی ضرورت متحقق ہے، تو مذکورہ مسجد ہی کے زیرِ انتظام عیدگاہ بنانے کی گنجائش ہوگی، یعنی مسجد اور عیدگاہ کی انتظامیہ کمیٹی ایک ہی رہے گی۔ اور اگر وہ جگہ مسجد کی ضرورت سے زائد نہیں ہے، تو وہاں عیدگاہ بنانا جائز نہ ہوگا۔ (فتاویٰ قاسمیہ ۶۲۲/۱۸ اشرفی دیوبند، کتاب النوازل ۵۸۴/۱۳)

لو أن مقبرةً من مقابر المسلمين عفت، فبنى قوم عليها مسجدًا، لم أر بذٰلك بأسًا، وذٰلك لأن المقابر وقف من أوقاف المسلمين لدفن موتاهم، لا يجوز لأحدٍ أن يملكها، فإذا درست واستغنى عن الدفن فيها، جاز صرفها

إلى المسجد؛ لأن المسجد أيضًا وقف من أوقاف المسلمين لا يجوز تملّكه لأحدٍ، فمعناهما على هٰذا واحد. (عمدة القاري شرح صحيح البخاري، كتاب الصلاة / باب: هل تنبش قبور مشركي الجاهلية ويتخذ مكانها مساجد، مبحث: بيان حكم نبش قبور المشركين ١٧٩/٤ دار الفكر بيروت)

والذي ينبغي متابعة المشائخ المذكورين في جواز النقل بلا فرق بين مسجد أو حوضٍ ...... ولا سيما في زماننا؛ فإن المسجد أو غيره من رباط أو حوض إذا لم ينقل انقاضه اللصوص والمتغلبون كما هو مشاهد، وكذلك أوقافه يأكلها النظار أو غيرهم. (شامي، كتاب الوقف / مطلب في نقل أنقاض المسجد ونحوه ٥٥٠/٦ زكريا، ٣٦٠/٤ كراچی)

وفي فتاوىٰ أبي الليث: سلطان أذن لأقوام أن يجعلوا أرضًا من أرض الكورة في مسجدهم ويزيدوا فيه، ويتخذوا حوانيت، موقوفةٌ علىٰ مسجدهم. قال الفقيه أبوبكر الإسكاف: إن كانت البلدة فتحت عنوة جاز أمره. (الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب الوقف / الفصل الحادي والعشرون في المساجد ١٦٠/٨- ١٦١ رقم: ١١٥٠٧ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۱۹ / ۱۴۴۱/۹/۲۱ھ)

قبرستان کی مٹی کا حکم

سوال (۸۰۵):- قبرستان کی مٹی پاک ہے یا ناپاک؟ میت کو مٹی دینے کے بعد اگر وہ مٹی کپڑے میں لگ جائے اور اُسی کو پہن کر نماز پڑھ لی جائے، تو نماز درست ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- اگر اُس مٹی میں نجاست کا اثر ظاہر نہ ہو یعنی بدبو وغیرہ نہ آرہی ہو تو قبرستان کی مٹی بھی اِسی طرح پاک ہے جیسے اور جگہ کی مٹی پاک ہوتی ہے، اِس لئے اگر وہ کپڑے وغیرہ پر لگی رہ جائے اور آدمی نماز پڑھ لے تو نماز اَدا ہو جائے

گی؛ البتہ چوں کہ باوقار کپڑے میں نماز پڑھنا مستحب ہے، اِس لئے اگر مٹی صاف کرکے صاف ستھرے لباس میں نماز پڑھیں تو زیادہ بہتر ہے۔

الأرض تطهر باليبس وذهاب الأثر للصلاة لا لتيمم. (الفتاویٰ الهندية / كتاب الطهارة ۹۹/۱ زكريا)

قوله: (وطين شارع) مبتدأ خره، قوله: "عفو" والشارع الطريق وفي الفيض طين الشوارع وإن ملأ الثوب للضرورة ولو مختلطًا بالعذرات، وتجوز الصلاة معه الخ، أقول: والعضو مقيد بما إذا لم يظهر فيه أثر النجاسة كما نقله في الفتح عن التجنيس. (شامي، كتاب الطهارة / باب الأنجاس ۵۳/۱ دار عالم الكتب الرياض) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۴۰ / ۱۴۴۱/۱۲/۱۱ھ)

قبرستان کی جنگل اور جھاڑی کو صاف کرنا

سوال (۸۰۶):- قبرستان میں گھاس اُگ جاتی ہے جو جنگل کی شکل اختیار کرلیتی ہے تو ایسی گھاس کو دوا کے ذریعہ سے صاف کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- جی ہاں! اِس گھاس کو دوا کے ذریعہ سے بھی صاف کرسکتے ہیں اور اگر کاٹنے کی ضرورت ہو تو کاٹ بھی سکتے ہیں اس میں شرعاً کوئی ممانعت نہیں ہے۔ (فتاوی قاسمیہ ۶۹۰/۱۸)

فلو كان فيها حشيش يحش ويرسل إلى الدواب. (البحر الرائق ۴۲۶/۵ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۴۵ / ۱۴۴۲/۱/۱۷ھ)

دوا کے ذریعہ قبرستان کی گھاس ختم کرنا

سوال (۸۰۷):- قبرستان کی گھاس دوا کے ذریعہ ختم کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- بلاضرورت قبرستان کی تر گھاس کاٹنا مکروہ ہے؛ لیکن اگر بہت زیادہ گھاس اُگ آئے، جس کی وجہ سے تدفین کے لئے آنے جانے والوں کو پریشانی ہو، اور نقصان کا اندیشہ ہو، تو دوا وغیرہ ڈال کر گھاس ختم کی جاسکتی ہے اور کاٹی بھی جاسکتی ہے۔

يكره أيضًا قطع النبات الرطب والحشيش من المقبرة دون اليابس.

(شامي، كتاب الصلاة / باب صلاة الجنائز، مطلب في وضع الجريد ونحو الآس على القبور ٢٤٥/٢ كراچی، الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب الصلاة / باب الجنائز، القبر والدفن ٧٦/٣ رقم: ٣٧٥١ زكريا، مراقي الفلاح، كتاب الصلاة / فصل في زيارة القبور ٦٢٣-٦٢٤ المكتبة الأشرفية ديوبند)

الضرر يزال. (الأشباه والنظائر ص: ٢٥٠ مكتبة الحرمين ڈھاکا، ص: ١٥١ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۲۲ / ۱۴۴۱/۹/۲۴ھ)

❑❖❑

کتاب الصید والذبائح

شارک اور وہیل مچھلی کھانا حلال ہے

سوال (۸۰۸):- شارک اور وہیل مچھلی کا کیا حکم ہے؟ اُن کا کھانا حلال ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- ''شارک'' اور ''وہیل'' یہ سب مچھلی کی اَقسام میں داخل ہیں، اللہ تعالیٰ نے چھوٹی بڑی بے شمار مچھلیاں سمندر میں پیدا کی ہیں، وہ سب حلال ہیں۔

ولا يأكل من حيوان الماء إلا السمك. قال الكرخي: كره أصحابنا كل ما في البحر إلا السمك خاصة فإنه حلال أكله. (البناية مع الهداية ٦٤/١١ دار الكتب العلمية بيروت)

ولا يحل حيوان مائي إلا السمك. (رد المحتار / كتاب الذبائح ٤٤٤/٩ زكريا)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۴۱ / ۱۴۴۱/۱۲/۱۸ھ)

کیا چھری چلاتے وقت سب شرکاء کا نام لینا ضروری ہے؟

سوال (۸۰۹):- بڑے جانور کے گلے پر چھری چلاتے وقت ساتوں شرکاء کا نام لینا ضروری ہے یا مطلق نیت کافی ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- جانور جن کے نام پر خریدا گیا ہے

اُنہی کے نام پر خود بخود متعین ہوجاتا ہے؛ لہٰذا ذبح کے وقت الگ سے نام لینے کی ضرورت نہیں ہے، نیت اور اِرادہ کافی ہے۔ (کفایت المفتی ۱۲/۱۰۰ ازکریا)

اللّٰهم هذه عقيقة بنتي فإن دمها بدمها ولحمها بلحمها وعظمها بعظمها وجلدها بجلدها وشعرها بشعرها، اللّٰهم اجعلها فداءً لابنتي من النار. (العقود الدرية في تنقيح الفتاوىٰ الحامدية / كتاب الذبائح ٢١٣/٢ دار المعرفة بيروت)

ويكفيه أن ينوي بقلبه ولا يشترط أن يقول بلسانه ما نوى بقلبه كما في الصلاة؛ لأن النية عمل القلب، والذكر باللسان دليل عليها. (بدائع الصنائع، كتاب التضحية / فصل في شرائط جواز إقامة الواجب في الأضحية ٧١/٥ كراچی)

وعن محمد رحمه اللّٰه تعالىٰ في المنتقى: إذا اشترى شاة ليضحي بها وأضمر فيه التضحية عند الشراء تصير أضحية كما نوى. (الفتاوىٰ الهندية ٢٩٤/٥ دار الفكر بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۳۸ / ۱۲/۴/۱۴۴۱ھ)

ذبح کے وقت قربانی میں شریک ہر فرد کا نام لینا ضروری نہیں

سوال (۸۱۰):- جانور ذبح کرتے وقت زبان سے سب حصے داروں کا نام لینا ضروری ہے یا نیت کرلینا کافی ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- جس جانور کو خریدتے وقت حصہ داروں کی تعیین ہوچکی ہے، اُس میں ذبح کے وقت سب حصہ داروں کا نام لینا ضروری نہیں ہے، صرف اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کرنا کافی ہے، اِس لئے قربانی کے اِرادے سے خریداری کے وقت خود بخود تعیین متحقق ہوچکی ہے، صرف اللہ کا نام لے کر ذبح کردیا جائے، تب بھی اُس کی قربانی درست ہوجائے گی۔

وفي المنتقیٰ: إذا اشتری شاه لیضحي بها وأضمر نیة التضحیة عند الشراء تصیر أضحیة کما نوی. (الفتاویٰ الهندیة ۵/۲۹٤ المطبعة الکبری مصر) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۳۹ / ۱۴۴۱/۱۲/۸ھ)

عالم سے برکۃً چھری چلواکر معین ذابح کا بغیر بسم اللہ کے ذبح کرنا

سوال (۸۱۱):- ہمارے علاقے میں یہ رواج ہے کسی عالم سے قربانی کا جانور ذبح کراتے ہیں، اور عالم صاحب اللہ کا نام لے کر برکۃً چھری چلا دیتے ہیں، جس سے ایک یا دو رگیں کٹتی ہیں اور اس کے بعد جانور کاٹنے والا بغیر بسم اللہ کے باقی رگیں کاٹ دیتا ہے تو کیا اس سے ہماری قربانی درست ہوگی یا نہیں اور وہ گوشت حلال ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصلیًا أما بعد :- مسئولہ صورت میں عالم صاحب کا محض ایک دو رگیں کاٹ کر چھوڑ دینا صحیح نہیں ہے؛ بلکہ اُنہیں کم از کم تین رگیں کٹنے تک چھری چلاتے رہنا چاہئے۔ اَب اگر مثلاً دو رگیں عالم صاحب نے کاٹیں، اور دوسرے شخص نے قصداً بسم اللہ پڑھے بغیر مزید رگیں کاٹ دیں، تو یہ ذبیحہ حلال نہ ہوگا؛ البتہ اگر دوسرے شخص نے بھی بسم اللہ پڑھ لی ہے، تو حلال ہو جائے گا۔

وشرط کون الذابح مسلمًا حلالاً أو کتابیًا ذمیًا وحربیًا فتحل ذبیحتهما ولا تحل ذبیحة غیر کتابي من وثني ومجوسي ومرتد الخ. (تنویر الأبصار علی الدر المختار / کتاب الذبائح ۹/٤۲۷-٤۳۱ زکریا)

عن الحسن بن محمد ابن الحنفیة قال: کتب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم إلی مجوس هجر یعرض علیهم الإسلام فمن أسلم قبل منه، ومن أبی ضربت علیهم الجزیة علی أن لا تؤکل لهم ذبیحة، ولا تنکح لهم امرأة، هذا مرسل. وإجماع أکثر الأمة علیه یؤیده. (السنن الکبریٰ للبیهقی، کتاب الضحایا /

باب ما جاء في ذبيحة المجوس ١٤/ ٢٢١ رقم: ١٩٧٠٨ دار الفكر بيروت)

فلا تؤكل ذبيحة أهل الشرك والمرتد؛ لأنه لا يقر على الدين الذي انتقل اليه. (الفتاوىٰ الهندية / كتاب الذبائح ٥/ ٢٨٥ قديم زكريا، ٥/ ٣٢٨ جديد زكريا، الهداية ٤/ ٤٣٤ المكتبة الأشرفية ديوبند) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۳۷ / ۱۴۴۱/۱۱/۲۷ھ)

اگر غیر مسلم بسم اللہ پڑھ کر جانور ذبح کرے تو کیا حکم ہے؟

سوال (۸۱۲):- کیا غیر مسلم بسم اللہ پڑھ جانور کو ذبح کرے تو وہ حلال ہوگا یا نہیں؟ ہمارے یہاں بہت سے غیر مسلم گوشت کا کام کرتے ہیں، تو ہمیں کیا کرنا چاہئے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- جو غیر مسلم مشرک ہے تو اس کا ذبیحہ کسی حال میں حلال نہیں، چاہے وہ بسم اللہ پڑھے یا نہ پڑھے؛ البتہ جو غیر مسلم کتابی مثلاً: یہودی یا عیسائی ہو، وہ اگر بسم اللہ پڑھ کر ذبح کرے گا تو اس کا ذبیحہ حلال ہے، اور آپ جو یہ فرمارہے ہیں کہ ہمارے علاقے میں غیر مسلم یہ کام کرتے ہیں تو اگر ان کے خریدار مسلمان ہیں تو مسلمانوں کو چاہئے کہ جب وہ دوکان پر جائیں تو وہ زندہ جانور کو اپنے ہاتھ سے بسم اللہ پڑھ کر ذبح کریں اس کے بعد ہی اس کا گوشت خریدیں، اس کے بغیر نہ تو اس گوشت کا استعمال حلال ہوگا اور نہ خریدنے کی اجازت ہوگی کیونکہ وہ سراسر حرام ہے۔

وفيها أراد التضحية فوضع يده مع يد القصاب في الذبح وأعانه على الذبح سمّى كل وجوبًا فلو تركها أحدهما أو ظن أن تسمية أحدهما تكفي حرمت وهي تصلح لغزًا.

هي شاة في ذبحها اشترك اثنا ❖ ن فتكرار الذكر شرط عن فقيه
ذاك ذبح قصّابه وضع اليد ❖ مع الصاحب الذي يرتجيه

فعل كل واحد منهما أن ❖ يذكر اللّٰه جل عن تشبيه
وفي والوهبانية وشرحها قال:
ولو ذبحا شاة معًا ثم واحد ❖ أفل ببسم اللّٰه فالشاة تهجر
(الدر المختار / كتاب الأضحية ٤٨٢/٩-٤٨٣ زكريا)

رجل أراد أن يضحي فوضع صاحب الشاة يده على السكين مع يد القصاب حتى تعاونا على الذبح. قال الشيخ الإمام: يجب على كل واحد منهما التسمية، حتى لو ترك أحدهما التسمية لا يجوز. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الأضحية / الباب السابع في التضحية عن الغير ٣٠٤/٥ قديم زكريا، ٣٥٠/٥ جديد زكريا)

إذا قطع الحلقوم والمرئى والأكثر من كل ودجين يؤكل وما لا فلا.
(شامي / كتاب الذبائح ٤٢٦/٩ زكريا، ٢٩٥/٦ كراچی)

وعن محمد إذا قطع الحلقوم والمرئي والأكثر من كل ودجين يحل وما لا فلا. قال مشائخنا: وهو أصح الجوابات. (الفتاویٰ الهندية / كتاب الذبائح ٢٨٧/٥ قديم زكريا، ٣٣٠/٥ جديد زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۳۷ / ۱۴۴۱/۱۱/۲۷ھ)

جس جانور میں قربانی اور عقیقہ دونوں طرح کے حصے ہوں اُس پر کیا دعا پڑھیں؟

سوال (۸۱۳):- قربانی کے جانور میں کچھ شرکاء عقیقہ کی نیت سے شامل ہوں، اور کچھ قربانی کی نیت سے، تو جانور ذبح کرتے وقت کیا دعا پڑھی جائے گی؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- اُس جانور کو ذبح کرتے وقت ''بسم اللہ اللہ اکبر'' پڑھا جائے گا؛ البتہ ذبح کرنے والا دل میں نیت کرلے کہ اتنے حصے قربانی کے اور

اتنے حصے عقیقے کے ہیں، یہ کافی ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۱۷/۵۱۹ ڈابھیل)

عن قتادة قال: يسمي على العقيقة كما يسمي على الأضحية ”بسم الله عقيقة فلان“. ومن طريق سعيد عن قتادة نحوه، وزاد: اللّٰهم منك ولك عقيقة فلان بسم اللّٰه اللّٰه أكبر، ثم يذبح. (فتح الباري، كتاب العقيقة / باب إماطة الأذى عن الصبي في العقيقة ٥٩٤/٩ دار المعرفة بيروت)

المستحب أن يقول: بسم اللّٰه اللّٰه أكبر بلا واو، وكره بها؛ لأنه يقطع فور التسمية. (الدر المختار مع الشامي / كتاب الذبائح ٤٣٧/٩ زكريا، ٣٠١/٦ كراچی)

قال البقالي: المستحب أن يقول بسم اللّٰه اللّٰه أكبر بدون الواو، ومع الواو يكره؛ لأن الواو يقطع فور التسمية. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الذبائح / الباب الأول ٣٣٢/٥ جديد زكريا، ٢٨٨/٥ قديم زكريا)

قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ﴾ [الأنعام، جزء آيت: ١١٨]

عن جابر بن عبد اللّٰه رضي اللّٰه عنه قال: ذبح النبي صلى اللّٰه عليه وسلم يوم الذبح كبشين أقرنين أملحين موجئين فلما وجههما قال: إني وجهت وجهي للذي فطر السمٰوات والارض على ملة ابراهيم حنيفًا وما أنا من المشركين، إن صلاتي ونسكي ومحياي ومماتي للّٰه رب العالمين. لا شريك له وبذلك أمرت وأنا من المسلمين، اللّٰهم منك ولك عن محمد وأمته بسم اللّٰه واللّٰه أكبر، ثم ذبح. (سنن أبي داؤد، كتاب الضحايا / باب ما يستحب من الضحايا ص: ٥٢٨ رقم: ٢٧٩٥ دار الفكر بيروت)

عن عائشة رضي اللّٰه تعالىٰ عنها أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم

أمر بكبش أقرن يطأ في سواد، وينظر في سواد، ويبرك في سواد، فأتي به فضحى به، فقال: يا عائشة! هلمي المُدية، ثم قال: اشحذيها بحجر ففعلت، فأخذها وأخذ الكبش، فأضجعه فذبحه، وقال: بسم الله، اللّٰهم تقبل من محمد وآل محمد ومن أمة محمد، ثم ضحى به صلى الله تعالىٰ عليه وسلم.

(سنن أبي داؤد، كتاب الضحايا / باب ما يستحب من الضحايا ص: ٥٢٨ رقم: ٢٧٩٢ دار الفكر بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۳۸ / ۱۴۴۱/۱۲/۴ھ)

گونگے کا ذبیحہ

سوال (۸۱۴):- گونگے کا ذبیحہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- گونگے مسلمان شخص کا ذبیحہ حلال ہے۔ چوں کہ وہ زبان سے بسم اللہ نہیں پڑھ سکتا، اِس لئے اُس کا مؤمن ہونا ہی اُس کے ذبیحے کی حلت کے لئے کافی ہے۔

عن جابر رضي الله عنه قال: سألت الشعبي عن ذبيحة الأخرس؟ فقال: يشير إلى السماء. (المصنف لعبد الرزاق، كتاب المناسك / باب ذبيحة الأقلف والأخرس ٤٨٥/٤ رقم: ٨٥٦٦ المجلس العلمي بيروت)

أو أخرس (الدر المختار) مسلمًا أو كتابيًا؛ لأن عجزه عن التسمية لا يمنع صحة ذكاته كصلاته. (رد المحتار / كتاب الأضحية ٤٣١/٩ زكريا)

وأخرس ...... يعني تحل ذبيحة هؤلاء ...... والأخرس عاجزٌ عن الذكر فيكون معذورًا وتقوم الملة مقامه كالناسي؛ بل أولىٰ لأنه ألزم. (البحر الرائق / كتاب الذبائح ٣٠٦/٨ زكريا، مجمع الأنهر / كتاب الذبائح ٥٠٨/٢ دار إحياء التراث العربي، المبسوط

للسرخسي ۵/۱۲ دار الكتب العلمية بيروت)

وذبيحة الأخرس حلالٌ. (الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب الذبائح / الفصل الأول ۱۷/۳۹۰ رقم: ۲۷۵۹۹ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۳۴ / ۱۴۴۱/۱۱/۶ھ)

بندر کے ذبیحہ کا حکم

سوال (۸۱۵):- ایک آدمی نے بندر کو جانور ذبح کرنے کی باقاعدہ تربیت دے رکھی ہے، اَب یہ شخص بکرے کولٹانے کے بعد بندر کو ذبح کرنے کا حکم دیتا ہے، اورخود سامنے کھڑا رہتا ہے، پھر بندر ذبح کرتا ہے، تو یہ ذبیحہ حلال ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- مسئولہ صورت میں بندر کا ذبیحہ حلال نہیں ہے؛ اِس لئے کہ جب جانور اپنے قابو میں ہو، اور ذبح اختیاری کی شکل ہو، تو ذبح کرنے والے کا باشعور اور مکلّف ہونا شرط ہے، اِسی طرح اُس کا مسلمان یا کتابی ہونا بھی ضروری ہے۔ اور بندر میں اِن میں سے کوئی شرط متحقق نہیں ہے؛ لہٰذا اُس کے ذبح کرنے سے جانور حلال نہ ہوگا۔

أما الذي يضحيها فمنها أن يكون عاقلاً فلا تؤكل ذبيحة المجنون والصبي الذي لا يعقل الخ، ومنها أن يكون مسلمًا أو كتابيًا. (الفتاوىٰ الهندية ۵/۲۸۵ زكريا)

وشرط كون الذابح مسلمًا حلالاً خارج الحرم إن كان صيدًا أو كتابيًا ذميًا وحربيًا فتحل ذبيحتهما. الذكاة نوعان: اختيارية واضطرارية: أما الاختيارية فركنها الذبح فيما يذبح من الشاة والبقر والنحر فيما ينحر وهو الإبل عند القدرة على الذبح والنحر ولا يحل بدون الذبح والنحر. أما شرائط الذكاة ...... فمنها أن يكون عاقلاً فلا تؤكل ذبيحة المجنون والصبي

الـذي لا يـعـقل؛ فإن كان الصبي يعقل الذبح ويقدر عليه توكل ذبيحته، ومنها أن يكون مسلمًا أو كتابيًا. (الفتاویٰ الهندية / كتاب الذبائح ٢٨٥/٥)

وهـذا كالبدل عن الأول لأنه لايصار إليه إلا عند العجز عن الأول، وإنما كـان كـذٰلک لأن الأول، أبلغ فی إخراج الدم من الثانی فلايترک إلا بالعجز عنه ويكتفی بالثانی للضرورة. (البحر الرائق ٣٠٦/٨ زكريا، ١٦٧/٨ كوئٹه) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۳٦ / ۱۴۴۱/۱۱/۲۰ھ)

❑❖❑

کتاب الاضحیۃ

قربانی کے مسائل

قربانی کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

سوال (۸۱۶):- قربانی کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیا واجب ہے یا سنت، اگر اس سلسلے میں ائمہ کی آراء مختلف ہوں تو موجودہ صورت حال لاک ڈاؤن کی وجہ سے آسانی کے پیش نظر کسی دوسرے امام کے قول پر عمل کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ اور ترمذی شریف میں روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ قربانی واجب ہے یا نہیں؟ تو آپ نے جواب میں یہ ارشاد فرمایا کہ "**ضحی رسول اللہ ﷺ والمسلمون**" کہ پیغمبر علیہ السلام نے بھی قربانی کی اور مسلمانوں نے بھی قربانی کی، پھر دوبارہ سائل نے یہی سوال کیا تو آپ نے پھر یہی جواب دیا کہ حضور نے بھی قربانی کی اور مسلمانوں نے بھی کی، تو امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو نقل فرما کر یہ ثابت کیا ہے کہ قربانی واجب نہیں ہے اگر واجب ہوتی حضرت ابن عمرؓ سائل کو صاف جواب دیتے کہ قربانی واجب ہے، یہ گول مول جواب نہ دیتے، اس حدیث کو سامنے رکھ کر کے بتایا جائے کہ قربانی واجب ہے یا محض سنت ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- ہم ذرا تفصیل سے عرض کرنا چاہتے ہیں کہ اگر چہ اس سلسلے میں ائمہ کا اختلاف ہے؛ لیکن حضرت امام ابوحنیفہؒ اس بات کے قائل ہیں کہ جو شخص ایام قربانی میں مقیم ہو مسافر نہ ہو اور بقدر نصاب مال کا مالک ہو، اس پر اپنی طرف سے قربانی واجب ہے۔ اور جو حضرات بھی فقہ حنفی کے پیروکار ہیں (فقہ حنفی کے پیروکار ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ حضرت امام ابوحنیفہؒ پر اعتماد کرتے ہیں کہ اُنہوں نے قرآن وسنت سے سمجھ کر

جو مسئلہ بیان کیا ہے وہ صحیح ہے، کوئی بھی حنفی شخص ہو یا شافعی ہو یا مالکی ہو یا حنبلی ہو، وہ ان ائمہ کرام کو اس حیثیت سے نہیں مانتا کہ نعوذ باللہ قرآن وسنت کے مقابلے میں ان کے قول کی کوئی حیثیت ہے، بلکہ اس حیثیت سے مانتا ہے کہ یہ حضرات ائمہ کرام ہیں اور ان کی نظر بہت وسیع ہے، قرآن وسنت کے تمام پہلوؤں پر نظر کر کے انھوں نے جو حکم ہمیں بتلایا ہے ہمیں ان کے علم پر اعتماد ہے، اس لئے کہ کسی ایک روایت کو سامنے رکھ کر کوئی حکم متعین نہیں کیا جا سکتا، جب تک کہ اس روایت کے تمام طرق کو سامنے نہ رکھا جائے؛ لہٰذا کسی امام کے قول کے مقابلے میں کوئی حدیث چاہے وہ کتنی ہی ظاہر کیوں نہ ہو مطلقاً پیش کر کے اس امام کے قول کو رد نہیں کیا جائے گا؛ بلکہ یہ دیکھا جائے گا کہ اس امام نے کن دلائل پر اپنے قول کی بنیاد رکھی ہے) بہر حال فقہ حنفی پر جن لوگوں کو اعتماد ہے انھیں محض آسانی تلاش کرتے ہوئے کسی دوسرے امام کے قول پر عمل نہیں کرنا چاہئے؛ کیوں کہ اگر صرف آسانیاں ڈھونڈی جائیں گی تو یہ دین مذاق اور کھلواڑ بن کر رہ جائے گا۔

حضرت الامام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے ''حجۃ اللہ البالغۃ'' میں اور اپنی ایک خاص تالیف جو اسی موضوع پر لکھی گئی ہے، جس کا نام ''الانصاف فی اسباب الاختلاف'' ہے، اس میں بہت اچھی اور پر مغز بحث فرمائی ہے۔ اور یہ واضح فرمایا ہے کہ کسی بھی عامی شخص کے لئے محض آسانی کی تلاش میں کسی دوسرے امام کے قول پر عمل کرنے کی اجازت نہیں ہے؛ کیوں کہ یہ اگر اجازت دے دی جائے گی، تو یہ دین اور قرآن وسنت کے نصوص کھلواڑ بن جائیں گی؛ لہٰذا محض آسانی کی تلاش میں کسی کے قول کو نہیں لیا جائے، ہاں کوئی خاص ضرورت پیش آ جائے اور علماء کے سامنے پیش کی جائے، اور علماء مل کر اس پر غور وفکر کریں، اور پھر یہ فیصلہ کریں کہ اِس مجبوری کی وجہ سے یہ قول لیا جا رہا ہے؛ تو بات الگ ہے، اِس کی گنجائش ہے؛ لیکن یہ کہ کسی بھی معاملہ میں کوئی بھی کھڑا ہو جائے اور کہہ دے کہ ایسا نہیں ایسا کر لو یا اپنے طور پر مطالعہ کر کے کوئی اپنی رائے قائم کر لے، تو اِس کی اِجازت نہیں دی جائے گی۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ نے عبادات میں بالخصوص ہر موقع پر احتیاط کے پہلو کو پیش نظر رکھا

ہے اور خاص کر اس قربانی کے مسئلے میں حضرات فقہاء نے جو دلائل ذکر فرمائے ہیں، وہ بہت واضح ہیں۔ حضرات فقہاء نے فرمایا کہ پہلی دلیل جس سے حضرت امام ابوحنیفہؒ قربانی کے وجوب کی بات فرماتے ہیں وہ قرآنِ کریم کی آیت: ﴿فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ﴾ ہے، کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے کہ اپنے رب کے لئے نماز پڑھئے اور قربانی کیجئے، اور حکم دینا اس کے اندر ظاہری طور پر وجوب کا پہلو ہوتا ہے؛ لہٰذا پتہ چلا کہ قربانی واجب ہے۔

اِسی طرح دوسری دلیل یہ دی ہے کہ سورہ حج میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيْمَةِ الْأَنْعَامِ﴾ یعنی ہر اُمت کے لئے قربانی کی عبادت ضروری قرار دی گئی ہے؛ تاکہ اللہ کے پیدا کردہ چوپایوں پر اللہ کا نام لیا جائے۔ ظاہر ہے کہ اس میں جو منسک کی بات کہی گئی یہ عام ہے، چاہے وہ قربانیاں ہوں جو حاجیوں پر لازم ہوتی ہیں حج قران اور حج تمتع میں، یا وہ قربانی ہو جو صاحب نصاب پر لازم ہوتی ہے، یہ سب منسک کے اندر شامل ہیں، اس سے بھی وجوب کا پہلو نکلتا ہے۔

تیسری دلیل یہ ہے کہ سرور عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''جس آدمی کو اللہ تعالیٰ نے وسعت عطا کی اور اِس کے باوجود اُس نے بقرعید کے دن قربانی نہیں کی اور قربانی کا اِرادہ بھی نہیں کیا تو وہ ہماری عیدگاہ میں نماز پڑھنا تو دور رہا، اس کے قریب بھی نہ آئے۔ علماء لکھتے ہیں کہ ایسی وعید محض کسی مسنون یا مستحب حکم کے بارے میں نہیں ہوگی؛ بلکہ یہ جب ہی ہوگی جب کہ اس کو کم سے کم واجب کے درجہ میں رکھا جائے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قربانی کرنا صاحب وسعت لوگوں پر لازم اور ضروری ہے۔

اِسی طرح چوتھی دلیل یہ ہے کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا جو مسلم شریف کی روایت ہے کہ جو آدمی عید کی نماز سے پہلے قربانی کرلے اُس کی قربانی معتبر نہیں، اس کے بدلے میں اسے دوسری بکری ذبح کرنی پڑے گی، اور جس نے عید سے پہلے قربانی نہیں کی تو وہ نماز کے بعد اللہ کا نام لے کر ذبح کرے۔ علماء لکھتے ہیں کہ یہاں پر یہ فرمانا

کہ دوسری بکری اس کے بدلے میں ذبح کرنی ہے، یہ بھی وجوب کی دلیل ہے، اگر بات محض استحباب کی ہوتی تو یہ نہ کہا جاتا کہ اس کے بدلے میں دوسری بکری ذبح کرو۔

اور پانچویں دلیل یہ ہے کہ بعض ضعیف روایات میں یہ مضمون ہے کہ ہر گھر والوں پر قربانی واجب ہے، تو ان روایات کے ہوتے ہوئے ان سے صرف نظر نہیں کیا جاسکتا، اب اگر کسی روایت سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ محض سنت ہے، تو ان روایتوں کو سامنے رکھتے ہوئے اس کا یہ مطلب سمجھا جائے گا کہ سنت سے مراد ایسا عمل ہے جو سنت سے ثابت ہو، یعنی نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معمول اور آپ کی عادتِ مبارکہ سے ثابت ہو؛ کیوں کہ واجب بھی اس معنی کر سنت ہی ہے؛ کیوں کہ حضور سے جو ثابت ہے سنت بھی ہے اور واجب بھی ہے؛ لٰہذا سنت اور واجب میں حقیقت کے اعتبار سے کوئی تعارض نہیں ہے، جیسے عید کی نماز سنت بھی ہے اور واجب بھی ہے اور وتر کی نماز سنت بھی ہے اور واجب بھی ہے۔

اور رہ گئی یہ روایت جو حضرت ابن عمرؓ کی سائل نے پیش کی ہے، علامہ عینیؒ نے اس پر گفتگو فرماتے ہوئے بہت اچھی بات اِرشاد فرمائی، آپ نے فرمایا کہ اِس سے تو قربانی کا وجوب ثابت ہو رہا ہے، اس لئے حضرت ابن عمرؓ بار بار یہ فرماتے رہے کہ ”ضَحّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ وَالْمُسْلِمُوْنَ“ (کہ حضور نے بھی قربانی کی اور مسلمانوں نے بھی کی) اس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کا معمول چلا آرہا ہے۔

اَب سوال یہ ہے کہ انھوں نے اسے صاف صاف واجب کیوں نہیں کہا؟ تو ممکن ہے کہ اس لئے نہ کہا ہو کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ یہ فرض ہے، اور فرض کا درجہ الگ ہے اور واجب کا درجہ الگ ہے، اس لئے آپ نے یہاں پر وضاحت سے واجب نہیں کہا؛ بلکہ ایسا جواب دیا کہ جس سے خود بخود وجوب کا پہلو نکلتا ہے، سمجھنے کے لئے اتنا کافی ہے، اس لئے احتیاط اسی میں ہے، اور بلا شبہ یہ قول احتیاط پر مبنی ہے کہ قربانی کو واجب کہا جائے اور محض سنت کہہ کر عمل کو ہلکا نہ کیا جائے۔ اور جو حالات کی بات بتائی جارہی ہے یہ بھی کوئی عذر نہیں ہے؛ کیوں کہ شریعت میں اس کا بدل

موجود ہے، حالات کی وجہ سے کوئی قربانی نہ کرسکے تو وقت گذرنے کے بعد جو جانور لے رکھا ہے، اسے زندہ صدقہ کرے، ورنہ تو اس کے بقدر پیسے صدقہ کردے تو اس کو بنیاد بنا کر دوسرے مذہب کا قول اختیار نہیں کیا جائے گا۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند۱۵/۴۸۱)

(وأما) الذي يجب على الغني دون الفقير فما يجب من غير نذر ولا شراء للأضحية؛ بل شكرًا لنعمة الحياة وإحياء لميراث الخليل عليه الصلاة والسلام حين أمره الله تعالىٰ عز اسمه بذبح الكبش في هذه الأيام فداء عن ولده ومطية على الصراط ومغفرة للذنوب وتكفيرا للخطايا على ما نطقت بذلك الأحاديث، وهذا قول أبي حنيفة ومحمد وزفر والحسن بن زياد وإحدى الروايتين عن أبي يوسف رحمهم الله وروي عن أبي يوسف رحمه الله أنها لا تجب، وبه أخذ الشافعي – رحمه الله – وحجة هذه الرواية ما روي عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال: ثلاث كتبت علي ولم تكتب عليكم الوتر والضحى والأضحى، وروي ثلاث كتبت علي، وهي لكم سنة، وذكر عليه الصلاة والسلام الأضحية والسنة غير الواجب في العرف، وروي أن سيدنا أبا بكر وسيدنا عمر رضي الله عنهما كانا لا يضحيان السنة والسنتين، وروي عن أبي مسعود الأنصاري رضي الله عنه أنه قال: قد بروح علي ألف شاة ولا أضحي بواحدة مخافة أن يعتقد جاري أنها واجبة؛ ولأنها لو كانت واجبة لكان لا فرق فيها بين المقيم والمسافر لأنهما لا يفترقان في الحقوق المتعلقة بالمال كالزكاة وصدقة الفطر، ثم لا تجب على المسافر فلا تجب على المقيم (ولنا) قوله عزوجل: ﴿فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ﴾ قيل في التفسير صل صلاة العيد وانحر البدن بعدها. وقيل: صل الصبح بجمع وانحر بمنى، ومطلق الأمر للوجوب في حق العمل، ومتى وجب على النبي

علیه الصلاة والسلام يجب على الأمة؛ لأنه قدوة للأمة، فإن قيل قد قيل في بعض وجوه التأويل لقوله عز شأنه وانحر أي ضع يديك على نحرك في الصلاة، وقيل استقبل القبلة بنحرك في الصلاة، فالجواب أن الحمل على الأول أولى؛ لأنه حمل اللفظ على فائدة جديدة، والحمل على الثاني حمل على التكرار؛ لأن وضع اليد على النحر من أفعال الصلاة عندكم يتعلق به كمال الصلاة، واستقبال القبلة من شرائط الصلاة لا وجود للصلاة شرعًا بدونه، فيدخل تحت الأمر بالصلاة فكان الأمر بالصلاة أمرًا به فحمل قوله عز شأنه وانحر عليه يكون تكرارًا والحمل على ما قلناه يكون حملا على فائدة جديدة، فكان أولى وروي عن النبي عليه الصلاة والسلام أنه قال: ضحوا فإنها سنة أبيكم إبراهيم عليه الصلاة والسلام أمر عليه الصلاة والسلام بالتضحية والأمر المطلق عن القرينة يقتضي الوجوب في حق العمل، وروي عنه عليه الصلاة والسلام أنه قال على أهل كل بيت في كل عام أضحاة وعتيرة وعلى كلمة إيجاب ثم نسخت العتيرة فثبتت الأضحاة، وروي عنه عليه الصلاة والسلام أنه قال: من لم يضح فلا يقربن مصلانا، وهذا خرج مخرج الوعيد على ترك الأضحية ولا وعيد إلا بترك الواجب. وقال عليه الصلاة والسلام: من ذبح قبل الصلاة فليعد أضحيته، ومن لم يذبح فليذبح بسم اللّٰه أمر عليه الصلاة والسلام بذبح الأضحية وإعادتها إذا أذبحت قبل الصلاة، وكل ذلك دليل الوجوب ولأن إراقة الدم قربة، والوجوب هو القربة في القربات (وأما) الحديث فنقول بموجبه أن الأضحية ليست بمكتوبة علينا؛ ولكنها واجبةٌ، وفرق ما بين الواجب والفرض كفرق ما بين السماء والأرض على ما عرف في أصول الفقه. وقوله: هي لكم سنة إن ثبت لا ينفي الوجوب

إذا السنة تنبئ عن الطريقة أو السيرة، وكل ذلك لا ينفي الوجوب (وأما) حديث سيدنا أبي بكر وسيدنا عمر رضي الله عنهما، فيحتمل أنهما كانا لا يضحيان السنة والسنتين لعدم غناهما لما كان لا يفضل رزقهما الذي كان في بيت المال عن كفايتهما، والغنى شرط الوجوب في هذا النوع، وقول أبي مسعود رضي الله عنه لا يصلح معارضًا للكتاب الكريم والسنة مع ما أنه يحتمل أنه كان عليه دين فخاف على جاره لو ضحى أن يعتقد وجوب الأضحية مع قيام الدين، ويحتمل أنه أراد بالوجوب الفرض إذ هو الواجب المطلق فخاف على جاره اعتقاد الفرضية، لو ضحى فصان اعتقاده بترك الأضحية فلا يكون حجة مع الاحتمال أو يحمل على ما قلنا توفيقًا بين الدلائل صيانة لها عن التناقض، والاستدلال بالمسافر غير سديد؛ لأن فيه ضرورة لا توجد في حق المقيم على ما نذكر في بيان الشرائط، إن شاء الله تعالى عز شأنه. (بدائع الصنائع / كتاب التضحية ٦٢/٥ دار الكتب العلمية بيروت)

عن جبلة بن سحيم أن رجلاً سأل ابن عمر عن الأضحية أواجبة هي؟ فقال: ضحى رسول الله صلى الله عليه وسلم والمسلمون، فأعادها عليه، فقال: أتعقل؟ ضحى رسول الله صلى الله عليه وسلم والمسلمون. (سنن الترمذي، أبواب الأضاحي / باب في الاشتراك في الأضحية رقم: ١٥٠٦)

والعمل على هذا عند أهل العلم أن الأضحية ليست بواجبةٍ، ولكنها سنة من سنن النبي صلى الله عليه وسلم، يستحب أن يعمل بها، وهو قول سفيان الثوري، وابن المبارك. (سنن الترمذي، أبواب الأضاحي / باب في الاشتراك في الأضحية رقم: ١٥٠٦)

(ضحى رسول الله صلى الله عليه وسلم والمسلمون) الخ، واستدل

بهـذا مـن قال بسنية الأضحية ولا يصح؛ بل الذي أفاده قول ابن عمر إنما هو وجـوبها فإن الدوام على فعل بحيث لا يثبت تركه أصلاً أمارة الوجوب، وإنما لم يصرح ليمرنهم باستنباط المسائل عن أفعاله صلى اللّٰه عليه وسلم وأقواله، وأيـضًا ففي مداومة المسلمين عليه حجة على أنهم حملوا فعله على الوجوب لـما ورد فيه من الوعيد. (الكوكب الدري على جامع الترمذي / أبواب الأضاحي ٣٦٦/٤ مركز الشيخ أبي الحسن الندوي)

الأضـحية واجبةٌ عـلـىٰ كل حرٍ مسلمٍ مقيمٍ موسرٍ في يوم الأضحى عن نفسهٖ. (الهداية / أول كتاب الأضحية ٤٤٣/٤ الأمين كتابستان ديوبند)

وفـي أجناس الناطفي: قال أبو حنيفة رحمه اللّٰه تعالىٰ: الموسر الذي له مـائتـا درهـمٍ أو عـرض يسـاوي مائتي درهمٍ سوى المسكن والخادم والثياب التـي يلبس، ومتاع البيت الذي يحتاج إليه. (خلاصة الفتاویٰ، كتاب الأضحية / الفصل الثاني نصاب الأضحية ٣٠٩/٤ المكتبة الأشرفية ديوبند)

وأمـا شرائط الوجوب: منها: اليسار، هو ما يتعلق به وجوب صدقة الفطر دون مـا يتعلق به وجوب الزكاة ...... والموسر في ظاهر الرواية، مَن له مأتا درهم أو عشـرون دينـارًا، أو شيء يبلغ ذٰلک سوى مسكنهٖ ومتاع مسكنهٖ ومركوبهٖ وخـادمهٖ في حاجته التي لا يستغنى عنها. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الأضحية / الباب الأول ٢٩٢/٥ زكريا، وكذا في البحر الرائق / أول كتاب الزكاة ٢/-٣٥٥ زكريا)

قـال الـلّٰـه تبـارک وتعالىٰ: ﴿فَاسْئَلُوْا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لاَ تَعْلَمُوْنَ﴾ [الأنبياء، جزء آيت: ٧]

التقليد هو أخذ قول الغير بغير معرفة دليلهٖ. (شرح عقود رسم المفتى ٧٤)

من قال في القراٰن برأيه فليتبوأ مقعدهٗ من النار. (سنن الترمذي ١٢٣/٢)

إن هٰذه المذاهب الأربعة المدونة المحررة قد اجتمعت الأمة أو من يعتد منها علىٰ جواز تقليدها إلىٰ يومنا هٰذا، وفي ذلك من المصالح ما لا يخفى لا سيما في هٰذه الأيام التي قصرت فيها الهمم جدًا وأشربت النفوس الهوىٰ وأعجب كل ذى رأى برأيه. (حجة اللّٰه البالغة ١٥٤/١)

ووجهه أنه لو جاز اتباع أىّ مذهب شاء لافضى إلى أن يلتقط رخص المذاهب متبعًا هواه ويتخير بين التحليل والتحريم والوجوب والجواز وذلك يؤدي إلى إضلال رقبة التكليف بخلاف العصر الأول فإنه لم تكن المذاهب الوافية بأحكام مهذّبة فعلىٰ هٰذا يلزمه أن يجتهد فى اختيارمذهب يقلده على التعيين. (شرح المهذب ٥٥/١ بحواله مقدمه اعلاء السنن ٢٢٣/٢)

إن الإجماع علىٰ منع إطلاق التخيير أي بأن يختار ويشتهي مهما أراد من الأقوال في أي وقت أراد. (ص: ١٠١)

قال إبن الهمام: حكم المقلد في المسئلة الاجتهادية كالمجتهد فإنه إذا كان له رأيين في مسئلة وعمل بأحدهما يتعين ما عمل بهٖ وأمضاه بالعمل فلا يرجع عنه إلى غيره إلا بترجيح ذلك الغير الخ، فالمقلد إذا عمل بحكم من مذهب لا يرجع إلى اٰخر من مذهب اٰخر. (خلاصة التحقيق ٥)

ارتحل إلى مذهب الشافعي يعزر. (الدر المختار ٨٠/٤، شامي ١٣٢/٦ زكريا)

وإن انتقل إليه لقلة مبالاتهٖ في الاعتقاد والجرأة على الانتقال من مذهبٍ إلى مذهبٍ كما يتفق له ويميل طبعه إليه لغرض يحصل لهٗ؛ فإنه لا تقبل شهادتهٗ. (شامي / كتاب الشهادات ٤٨١/٥، شامي ٢٠٠/٨ زكريا)

مسئلة: افتاء غير المجتهد بمذهب مجتهد تخريجًا علىٰ أصولهٖ لا نقل عينه. إن كان مطلعًا علىٰ مبانيه أي مأخذ أحكام المجتهد – أهلاً للنظر فيها –

قادرًا على التفريع على قواعده – متمكنًا من الفرق والجمع – والمناظرة في ذلك – بأن يكون له ملكة الاقتدار على استنباط أحكام الفروع المتجددة التي لا نقل فيها عن صاحب المذهب من الأصول التي مهدها صاحب المذهب وهٰذا المسمىٰ بالمجتهد في المذهب – جاز – وإلا يكن كذلك لا يجوز. (شرح عقود رسم المفتي ٧٥)

متى عمل عبادة أو معاملة ملفقة أخذًا لها من كل مذهب قولاً لا يقول به صاحب المذهب الاٰخر فقد خرج عن المذاهب الأربعة واخترع له مذهبًا خامسًا فعبادته باطلة ومعاملته غير صحيحة وهو متلاعب في الدين الخ.
(خلاصة التحقيق ١٧) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۳۸ / ۱۲/۴/۱۴۴۱ھ)

عشرۂ ذی الحجہ اَفضل ہے یا رمضان المبارک؟

سوال (۸۱۷):- ہمارے یہاں ایک خطیب صاحب نے عشرۂ ذی الحجہ کے فضائل بیان کرتے ہوئے یہ کہا کہ اِس عشرہ کی راتیں اور اِس کے دن رمضان المبارک سے بھی اَفضل ہیں، تو اُن کی یہ بات کہاں تک درست ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- اِس کے متعلق عرض یہ ہے کہ مختلف شارحین حدیث نے عشرۂ ذی الحجہ کی فضیلت کے بارے میں بحث کرتے ہوئے خلاصہ کے طور پر یہ لکھا ہے کہ عشرۂ ذی الحجہ کے دن رمضان کے دنوں سے اَفضل ہیں؛ کیوں کہ اِن دنوں میں یوم عرفہ آتا ہے جو تمام سال کے دنوں میں سب سے اَفضل دن ہے، اِس دن کے روزے کا ثواب دو سال کے روزے کے برابر ہے، ایک گذشتہ سال اور ایک اگلا سال؛ لہٰذا عشرۂ ذی الحجہ یعنی یکم ذی الحجہ سے لے کر ۱۰/ ذی الحجہ تک جو دن ہیں اُن کی اہمیت رمضان کے دنوں سے زیادہ ہے، اور راتوں کے اعتبار سے رمضان کی راتوں کی فضیلت زیادہ ہے؛ اس لئے کہ رمضان کی

راتوں میں شب قدر آتی ہے جو تمام راتوں سے اَفضل ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَلَيَالٍ عَشْرٍ﴾ [الفجر: ۲]

عن أبي قتادة ما من أيام العمل الصالح فيها أحب إلى اللّٰه من هذه الأيام يعني أيام العشر، قالوا يا رسول اللّٰه! ولا الجهاد في سبيل اللّٰه، قال: ولا الجهاد في سبيل اللّٰه، إلا رجل خرج بنفسه وماله فلم يرجع من ذلك بشيء.

(سنن أبي داؤد، كتاب الصوم / باب في صوم العشر رقم: ٢٤٣٨)

عن أبي هريرة رضي اللّٰه تعالىٰ عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ما من أيام أحب إلى اللّٰه عزوجل أن يتعبد له فيها من أيام العشر وإن اليوم من صيامها يعدل صيام السنة وليلة منها بليلة القدر. (سنن الترمذي ٧٥٨، سنن ابن ماجة ١٧٢٨)

قوله: ”وهذه الأيام العشرة“ اختلفوا في أن هذه العشرة أفضل من عشرة رمضان، والمختار ان أيام هذه العشرة أفضل لوجود يوم عرفة فيها وليالي عشرة رمضان أفضل لوجود ليلة القدر فيها ذكره الشيخ المحدث الدهلوي. (هامش على المشكاة ص: ١٢٨ رقم الحديث ١٦٠ المكتبة النعيمية ديوبند) **فقط** واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۴۱ / ۱۴۴۱/۱۲/۱۸ھ)

غیر صاحب نصاب کے لئے عشرۂ ذی الحجہ میں بال اور ناخون کاٹنے کا حکم

سوال (۸۱۸):- جس شخص پر قربانی واجب نہیں ہے، کیا اُس کے لئے بھی ذی الحجہ کا چاند نظر آنے کے بعد بال اور ناخون وغیرہ نہ کاٹنا مستحب ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد

فرمایا ہے کہ جو شخص قربانی کا اِرادہ کرے وہ ذی الحجہ کا چاند نظر آنے کے بعد قربانی کرنے تک اپنے بالوں اور ناخون وغیرہ کو نہ کاٹے۔

اِس سے صاف معلوم ہوا کہ جو شخص قربانی کا اِرادہ نہ رکھتا ہو، اور اُس پر قربانی واجب بھی نہ ہو، تو اُس کے لئے اِس وقت میں ناخون وغیرہ نہ کاٹنے کا حکم نہیں ہے۔ (اور ناخون وغیرہ کے بارے میں اُصولی حکم یہ ہے کہ ۴۰/دن کے اندر اندر اُنہیں ضرور کاٹ کر صفائی حاصل کرلینی چاہئے۔ اِس مدت سے زیادہ اُنہیں چھوڑے رکھنا سخت مکروہ ہے)

عن أم سلمة رضي الله عنها ترفعه قال النبي صلى الله عليه وسلم: إذا دخل العشرُ وعنده أضحية يريد أن يضحي فلا يأخذنَّ شعرًا ولا يقلمن ظُفرًا. وعنها أيضًا أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: إذا رأيتم هلال ذي الحجة وأراد أحدكم أن يضحي فليُمسك عن شعره وأظفاره. (صحيح مسلم، كتاب الأضاحي / باب نهي من دخل عليه عشرُ ذي الحجة وهو يريد التضحية أن يأخذ من شعره أو أظفاره شيئًا ١٦٠/٢ رقم: ١٩٧٧)

ويستحب حلق عانته وتنظيف بدنه بالاغتسال في كل أسبوع مرةً، والأفضل يوم الجمعة، وجاز في كل خمسة عشرة، وكره تركه وراء الأربعين، مجتبى (الدر المختار) وقال العلامة الشامي: ولا عذر فيما وراء الأربعين، ويستحق الوعيد ...... الخ. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الحظر والإباحة / باب الاستبراء وغيره ٥٨٣/٩ زكريا، ٤٠٦/٦ -٤٠٧ كراچی، مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر، كتاب الكراهية / فصل المتفرقات ٢٢٦/٤ مكتبة فقيه الأمة ديوبند، وكذا في الفتاوىٰ الهندية، كتاب الكراهية / الباب التاسع عشر ٣٥٧/٥-٣٥٨ قديم زكريا)

يستحب أن يقلم أظفاره ويقص شاربه ويحلق عانته وينظف بدنه في كل أسبوع مرةً، ويوم الجمعة أفضل، ثم في خمسة عشر يومًا، والزائد على

الأربعين آثم. (حاشية الطحطاوي علىٰ مراقي الفلاح، كتاب الصلاة / باب آخر الجمعة ٥٢٤ المكتبة الأشرفية ديوبند)

ولو عالج بالنورة في العانة يجوز. (الفتاوى الهندية، كتاب الكراهية / الباب التاسع ٣٥٨/٥ قديم زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۳۷ / ۱۴۴۱/۱۱/۲۷ھ)

صاحب نصاب کے پاس اگر نقد رقم نہ ہو تو وہ قربانی کیسے کرے؟

سوال (۸۱۹):- زید صاحب نصاب ہے اور اُس پر قربانی واجب ہے؛ لیکن حالات کے پیش نظر اُس کے پاس نقد رقم نہیں ہے، صرف زیور ہے، تو کیا وہ زیور فروخت کر کے قربانی کرے، یا اِس کی کوئی اور صورت ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- مسئولہ صورت میں اُس شخص کے لئے دو راستے ہیں: یا تو کچھ زیور فروخت کر کے قربانی کرے۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ کسی سے قرض لے کر قربانی کرے، بہر حال اُس پر قربانی واجب ہے۔ اور اگر بالفرض کسی وجہ سے قرض نہ ملا اور نہ زیور فروخت ہو پایا، تو بعد میں جب سہولت ہو تو اُسے قربانی کی قیمت صدقہ کرنی ہوگی۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۴۹۷/۱۵)

وهي واجبة على كل مسلم حر مقيم مؤسر. (الاختيار لتعليل المختار / كتاب الأضحية ١٦/٥، مجمع الأنهر ١٦٦/٤ دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق ٣١٨/٨)

فإن مضت ولم يذبح، فإن كان فقيرًا وقد اشتراها تصدق بها حية، وإن كان غنيًا تصدق بثمنها اشتراها أولاً. قوله: وإن كان غنيًا الخ؛ لأنها واجبة عليه، فإذا فات وقت القربة في الأضحية تصدق بالثمن إخراجًا له عن العهدة. (الاختيار لتعليل المختار / كتاب الأضحية ١٩/٥)

وأما شرائط الوجوب: منها اليسار وهو ما يتعلق به وجوب صدقة

الـفـطـر دون ما يتعلق به وجوب الزكاة ...... وأما حكمها: فالخروج عن عهدة الـواجـب في الدنيا والوصول إلى الثواب بفضل الله تعالىٰ في العقبى، كذا في الغياثية. (الـفتـاوىٰ الهندية، كتاب الأضحية / الباب الأول في تفسيرها وركنها وصفتها وشرائطها وحكمها وفي بيان من تجب عليه ومن لا تجب ۲۹۲/۵ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۳۷ / ۲۷/۱۱/۱۴۴۱ھ)

کیا تین سے زائد جوڑی کپڑا حاجت اصلیہ میں داخل نہیں

سوال (۸۲۰):- بعض کتب فتاویٰ میں یہ لکھا گیا ہے کہ قربانی اور صدقہ فطر میں تین سے زائد جوڑے کپڑے انسان کی ضروری حاجات میں داخل نہیں ہیں بلکہ وہ حاجت اصلیہ سے خارج ہیں، اب سوال یہ ہے کہ اس زمانے میں بھی کیا یہ تین کپڑوں کی قید برقرار ہے حالانکہ آج بہت سے لوگ زیادہ کپڑے استعمال کرتے ہیں اور وہ کپڑے ان کی لازمی ضروریات میں داخل سمجھے جاتے ہیں، تو کیا اَب بھی تین کی قید رہے گی یا زمانہ بدلنے کی وجہ سے اس میں کچھ اِضافہ بھی ہوسکتا ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- جو چیز بکثرت آدمی اس کے استعمال میں آتی ہو وہ حاجتِ اصلیہ میں داخل سمجھی جاتی ہے؛ لہٰذا کسی آدمی کے جو کپڑے بکثرت استعمال میں آتے ہیں وہ اگرچہ تین سے زائد کیوں نہ ہوں، وہ سب حاجت اصلیہ میں آئیں گے، اس میں اب تین کی قید نہیں ہے۔ اور جو تین کی قید فقہاء نے لکھی ہے یہ عمومی احوال کے اعتبار سے ہے، خصوصی حالات یا کسی شخص کی اپنی عادات کے اعتبار سے جیسے برتنوں کا معاملہ ہے کہ برتن جو کثرت سے گھر میں استعمال ہوتے رہتے ہیں وہ چاہتے کتنے ہی زیادہ کیوں نہ ہوں وہ سب حاجت اصلیہ میں ہیں یہی حال کپڑوں کے بارے میں بھی کہا جائے گا، اور اس میں تین کی قید نہیں رہے گی۔

وأمـا شرائطها: فهي ثلاثة: أولها الغنىٰ، والغنىٰ فيها من له مائتا درهمٍ أو

عـرضٌ يسـاوي مـائتي درهمٍ، سوى مسكنهٖ وخادمهٖ وثيابه التي يلبسها وأثاث البيـت، فالغنى في الأضحية ما هو الغنى في صدقة الفطر. (فتـاویٰ خانیه علیٰ هامش الهندية ٣٤٤/٣ قديم زكريا، الفتاویٰ التاتارخانية ١٧/٤٠٥-٤٠٦ زكريا)

ومـا زاد عـلـى الـدار الـواحـدة والدستجات الثلاثة من الثياب يعتبر في الغنىٰ. (فتاویٰ خانیه علیٰ هامش الهندية ٢٢٧/١ قديم زكريا)

الدستجة: حزمة ونحوها تجمع اثني عشر فردًا من كل نوعٍ. (لسان العرب/ مادة: دسج)

وفـارغ عـن حاجته الأصلية؛ لأن المشغول بها كالمعدوم، وفسره ابن الـمـلک بـمـا يدفع عنه الهلاک تحقيقًا كثيابهٖ (الدر المختار) وهي ما يدفع الهلاک عن الإنسان تحقيقًا كالنفقة ودور السكنىٰ وآلات الحرب والثياب المحتاج إليها لدفع الحر أو البرد. (شامي ١٧٨/٣ زكريا)

وأمـا كـونه فارغًا عن الدين وعن حاجته الأصلية كدور السكنىٰ وثياب البذلة وأثاث المنزل ...... الخ. (تبيين الحقائق، كتاب الزكاة ٢٣/٢، الفتاویٰ الهندية ١٧٢/١ قديم زكريا، مستفاد: امداد الفتاویٰ جديد مطول ٥٦٠/٣ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۳۷ / ۱۴۴۱/۱۱/۲۷ھ)

کل مالیت چاندی کے نصاب کو پہنچتی ہے سونے کے نصاب کو نہیں، تو قربانی کا کیا حکم ہے؟

سوال (۸۲۱):- اگر کسی کے پاس نقدی، سامان تجارت، گھر کا ضرورتِ اَصلیہ سے زائد سامان اُس کی قیمت چاندی کے نصاب کو پہنچتی ہے، مگر سونے کے نصاب کو نہیں پہنچتی، تو کیا قربانی کے وجوب میں سونے کا نصاب کا اعتبار کرسکتے ہیں؟ یا چاندی کے نصاب کا اعتبار ضروری ہوگا؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- آج کل عام طور پر فتویٰ اسی پر دیا جاتا ہے کہ جب سب مل کر کے چاندی کے نصاب تک قیمت پہنچ جائے تو قربانی واجب ہوگی، لیکن خاص حالات میں کوئی شخص تنگی کی حالت میں ہے، اوراس کے لئے قربانی کرنا دشوار ہورہا ہے تو غیر کامل نصاب میں یعنی جب کہ سونے کا کامل نصاب نہ ہواور چاندی کا بھی کامل نصاب نہ ہو،تو بجائے قیمت کے ذریعہ سے نصاب جوڑنے کے اگر اجزاء کے ذریعہ نصاب جوڑا جائے تو اس کے اندر ذرا گنجائش معلوم ہوتی ہے۔

اجزاء کا مطلب یہ ہے کہ چاندی کا پورا نصاب مثلاً ساڑھے باون تولہ ہے یا ۶۱۲ رگرام ہے، اب اگر کسی کے پاس تین سو پانچ گرام چاندی ہے، تو یہ سمجھا جائے گا کہ اس کے پاس چاندی کا آدھا نصاب ہے، اور سونے کا جو نصاب ہے وہ ساڑھے ستاسی گرام کے قریب ہے، تو فرض کیجئے کہ کسی کے پاس پچیس گرام سونا ہے، تو ظاہر ہے کہ اگر قیمت کے اعتبار سے جوڑا جائے، تو کل قیمت چاندی کے نصاب کو تو ضرور پہنچ جائے گی؛ کیوں کہ دس گرام سونا آج کے حساب سے پچاس یا باون ہزار کا ہے۔

لیکن اگر اس اعتبار سے دیکھا جائے کہ ساڑھے ستاسی کے اعتبار سے پچیس گرام سونا تقریباً ۱/۳ سے کچھ زیادہ بیٹھتا ہے، اور ادھر اس کے پاس آدھی نصاب کے بقدر چاندی ہے تو آدھا اور تہائی مل کر باعتبار اجزاء کے کل نصاب پورا نہیں ہوا، تو ایسا شخص جو تنگی میں مبتلا ہو وہ کسی معتبر مفتی سے حساب لگوا کر اس قول پر عمل کرسکتا ہے جو حضرت امام ابو یوسفؒ کا قول معروف ومشہور ہے؛ لیکن عام حالات میں یہ حکم نہیں ہے۔

ويضم الذهب إلى الفضة وعكسه بجامع الثمنية قيمةً، وقالا: بالأجزاء، فلو له مائة درهم وعشرة دنانير قيمتها مائة وأربعون تجب ستة عنده، وخمس عندهما. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الزكاة / باب زكاة المال ۲۳٤/۳ زكريا، ۳۰۳/۲ كراچی، البحر الرائق، كتاب الزكاة / باب زكاة المال ۲۳۰/۲ كراچی، تبيين الحقائق، كتاب الزكاة / باب زكاة المال ۲۸۱/۱ قديم، الفتاوى التاتارخانية، كتاب الزكاة / الفصل

الثاني في زكاة المال ۱۵۸/۳ رقم: ۳۹۸۲ زكريا، الفتاوىٰ الهندية، كتاب الزكاة / الباب الثالث، الفصل الأول في زكاة الذهب والفضة ۱۷۹/۱ قديم زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۳۸ / ۱۴۴۱/۱۲/۴ھ)

جوعورت دوسروں سے اپنی مدد کیلئے رقم مانگے اُس پر قربانی کا حکم

سوال (۸۲۲):- ایک عورت اپنے رشتہ داروں سے معاشی تنگی کی وجہ سے بطور مدد ماہانہ کچھ رقم لیتی ہے، تو کیا وہ اُس رقم سے قربانی کرسکتی ہے؟ اور کیا اُس رقم سے اپنی زکوٰۃ اَدا کرسکتی ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- اگر وہ عورت پہلے سے صاحبِ نصاب ہو تو اُس کے لئے دوسروں سے زکوٰۃ کی رقم لینا درست نہیں ہے؛ لیکن اگر وہ پہلے صاحبِ نصاب نہ تھی، پھر لوگوں نے مدد کی، اور وہ صاحبِ نصاب بن گئی، تو اَب اُس پر حسبِ شرائط زکوٰۃ اور قربانی واجب ہوگی اور بہر صورت وہ قربانی کرسکتی ہے۔

هو الفقير، وهو من يملك ما لا يبلغ نصابًا ولا قيمته من أي مال كان ولو صحيحًا مكتسبًا. (مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي ص: ۳۹۲)

فأما الصدقة على وجه الصلة والتطوع فلا بأس به، وكذلك يجوز النفل للغني. (الفتاوىٰ التاتارخانية ۲۱٤/۳ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۳۸ / ۱۴۴۱/۱۲/۴ھ)

جن اَصحابِ نصاب کو لاک ڈاؤن میں جانور نہ ملے تو وہ کیا کریں؟

سوال (۸۲۳):- صاحبِ استطاعت لوگ لاک ڈاؤن میں جانور نہ پائے جانے کی صورت میں قربانی کے پیسوں کا کیا کریں؟ صدقہ کریں، کیا صدقہ کرنا قربانی کا بدل بن جائے گا؟ کیا صدقہ کئے بغیر قربانی کا وجوب ساقط ہوجائے گا؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- ایسے لوگوں پر قربانی واجب ہے، اگر اپنے یہاں نہ ہوسکے تو دوسری اعتماد والی جگہوں پر قربانی کرائیں، اور قربانی کے وقت سے پہلے یا

قربانی کے دنوں میں صدقہ کرنے سے قربانی کا واجب اَدا نہ ہوگا، ہاں اگر کوشش کی گئی اور اِس کے باوجود موقع نہیں ملا، اور قربانی کی کوئی صورت نہیں بن سکی، اور قربانی کے ایام گذر گئے، تو اَب حسبِ ضابطہ جانور یا حصے کی قیمت کا صدقہ اُن پر لازم ہوگا۔

فجر، نصب على الظرفية يوم النحر إلى آخر أيامه، وهي ثلاثة، أفضلها أولها (الدر المختار) قوله: نصب على الظرفية: أى لقوله تجب، وهٰذا بيان لأول وقتها مطلقًا للمصري والقروي ...... وأفاد أن الوجوب موسع في مجلة الوقت غير عين. (رد المحتار / كتاب الأضحية ٤٥٨/٩ زكريا)

ولو تركت التضحية ومضت أيامها تصدق بها حية (تنوير الأبصار) شروح في بيان قضاء الأضحية إذا فاتت عن وقتها؛ فإنها مضمونة بالقضاء في الجلة كما في البدائع ...... وإنما ينقل إلى الصدقة إذا وقع اليأس عن التضحية بمضي أيامها، وإن لم يشتر مثلها حتى مضت أيامها تصدق بقيمتها؛ لأن الإراقة إنما شرعت قربة في زمان مخصوص. قوله: تصدق بها حية، لوقوع اليأس عن التقرب بالإراقة. وإن تصدق بقيمتها أجزأه أيضًا؛ لأن الواجب هنا التصدق بعينها، وهٰذا مثله فيما هو المقصود. (رد المحتار / كتاب الأضحية ٤٦٣/٩ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۳۸ / ۱۲/۴/۱۴۴۱ھ)

اگر لاک ڈاؤن کی وجہ سے جانور نہ خرید سکیں تو نمازِ عید اور قربانی کا کیا کریں؟

سوال (۸۲۴):- بعض علاقوں میں مکمل طور پر لاک ڈاؤن ہے، گھر سے نکلنے کی بھی اِجازت نہیں ہے، ایسی صورت میں اگر لوگ جانور نہ خرید سکیں تو اُن کے لئے عید کی نماز اور قربانی کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- عید کی نماز حسبِ شرائط مساجد وغیرہ میں اَدا کر لی جائے، اور قربانی دوسری جگہ کرانے کی فکر کریں، اگر کوئی صورت بھی ممکن نہ ہو تو وقت گذرنے کے بعد قربانی کی قیمت غریبوں پر صدقہ کریں۔

ولو تركت التضحية ومضت أيامها تصدق بها حية (تنوير الأبصار) شروح في بيان قضاء الأضحية إذا فاتت عن وقتها؛ فإنها مضمونة بالقضاء في الجلة كما في البدائع ...... وإنما ينقل إلى الصدقة إذا وقع اليأس عن التضحية بمضي أيامها، وإن لم يشتر مثلها حتى مضت أيامها تصدق بقيمتها؛ لأن الإراقة إنما شرعت قربة في زمان مخصوص. قوله: تصدق بها حية، لوقوع اليأس عن التقرب بالإراقة. وإن تصدق بقيمتها أجزأه أيضًا؛ لأن الواجب هنا التصدق بعينها، وهٰذا مثله فيما هو المقصود. (رد المحتار / كتاب الأضحية ٤٦٣/٩ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۳۸ / ۱۴۴۱/۱۲/۴ھ)

اگر لاک ڈاؤن کی وجہ سے عیب دار یا کم عمر جانور ہی دستیاب ہو تو قربانی کا کیا حکم ہے؟

سوال (۸۲۵):- لاک ڈاؤن کی وجہ سے پوری کوشش کے باوجود اگر شرائط کے مطابق قربانی کے لئے مطلوبہ جانور نہ ملے، عیب دار ملے یا ایک سال سے کم عمر کا ملے، تو اُن جانوروں کی قربانی کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- عیب دار یا کم عمر والے جانور کی قربانی نہیں کی جائے گی، اگر کوئی شکل نہ نکلے تو وقت گذرنے کے بعد قیمت کا صدقہ کرنا ہوگا۔

كل عيب يزيل المنفعة على الكمال أو الجمال على الكمال يمنع الأضحية وما لا يكون بهذه الصفة لا يمنع. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الأضحية / الباب

الخامس ٣٤٥/٥ جديد زكريا، ٢٩٩/٥ قديم زكريا، حاشية چلپي على تبيين الحقائق ٤٨٢/٦ زكريا، ٦/٦ المكتبة الإمدادية ملتان، الفتاوىٰ التاتارخانية ٤٣١/١٧ رقم: ٢٧٧٣٣ زكريا)

وفي الخانية: ويشترط الكمال فلا يجوز الناقص، سواء كان النقصان من حيث السن أو من حيث الذات. (الفتاوىٰ التاتارخانية / كتاب الأضحية ٤٢٧/١٧ زكريا)

وتقدير هذه الأسنان بما قلنا، لمنع النقصان لا لمنع الزيادة حتى لو ضحى بأقل من ذٰلك سنا لا يجوز، ولو ضحى بأكثر من ذٰلك سنا يجوز ويكون أفضل. (بدائع الصنائع / كتاب التضحية ٢٠٦/٤ زكريا، ٧٠/٥ كراچي، الفتاوىٰ الهندية ٣٤٣/٥ جديد زكريا، ٢٩٧/٥ قديم زكريا)

ويجزئ في الأضحية الثني، فصاعدًا من كل شيء، ولا يجزئ ما دون ذٰلك من كل شيء ...... والثني من الغنم الذي تم عليه سنة. (المحيط البرهاني ٤٦٦/٨ رقم: ١٠٨١٣ المجلس العلمي)

وإن كان لم يوجب على نفسه ولا اشترىٰ وهو موسر حتى مضت أيام النحر تصدق بقيمة شاة تجوز في الأضحية. (بدائع الصنائع، كتاب التضحية / فصل في كيفية الوجوب ٢٠٣/٤ زكريا، الفتاوىٰ الهندية ٣٤٢/٥ جديد زكريا، ٢٩٦/٥ قديم زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۳۸ / ۱۴۴۱/۱۲/۴ھ)

صاحبِ استطاعت کا درمیانی جانور خرید کر مابقیہ رقم غرباء پر خرچ کرنا

سوال (۸۲۶):- صاحبِ استطاعت شخص فربہ جانور نہ خرید کر درمیانی درجے کا جانور خریدے اور بقیہ پیسوں سے غریبوں کی مدد کردے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- متوسط قیمت کا جانور خرید سکتا ہے؛ لیکن جتنا عمدہ جانور خرید کر قربانی کرے گا، اُتنا ہی زیادہ ثواب کا مستحق ہوگا، اور صدقہ کا معاملہ قربانی سے الگ ہے، اُس کو قربانی سے نہ جوڑا جائے۔

وكان الاستاذ يقول: بأن الشاة العظيمة السمينة تساوي البقرة قيمة ولحمًا أفضل من البقرة؛ لأن جميع الشاة تقع فرضًا بلا نية. (رد المحتار / كتاب الأضحية ٤٦٦/٩ زكريا)

ويكره أن يبدل بها غيرها أي إذا كان غنيًا الخ. (شامي ٤٧٦/٩ زكريا)

ولو باع الأضحية جاز، خلافًا لأبي يوسف، ويشرى بقيمتها أخرى ويتصدق بفضل ما بين القيمتين. (الفتاویٰ الهندية ٣٠١/٥ قديم زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۳۸ / ۱۴۴۱/۱۲/۴ھ)

اگر لاک ڈاؤن میں نمازِ عید پڑھنے کی اِجازت نہ ہو تو صبح صادق سے پہلے قربانی کر سکتے ہیں؟

سوال (۸۲۷):- اگر حکومت کی طرف سے عیدالاضحیٰ کی نماز پڑھنے کی اِجازت نہ ہو اور لوگ نماز نہ پڑھ سکیں، تو کیا صبح صادق سے پہلے قربانی کر سکتے ہیں یا طلوعِ آفتاب کے بعد قربانی کریں؟ وضاحت فرمائیں۔

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- عیدالاضحیٰ کی نماز پڑھنے کا جہاں تک معاملہ ہے تو مساجد یا عام اِجازت کی جگہوں میں حکومت کی اجازت اور احتیاطی تدابیر اختیار کرتے ہوئے کسی بڑی آبادی میں اگر ایک جگہ بھی حسبِ شرائط اِشراق کے وقت شہر میں کسی ایک جگہ اگر عیدالاضحیٰ کی نماز اَدا کر لی گئی، تو اُس کے بعد تمام شہر والوں کے لئے قربانی کرنا جائز ہوجاتا ہے، چاہے قربانی کرنے والوں نے ابھی نماز پڑھی ہو یا نہ پڑھی ہو، پھر بھی کوشش کرنی چاہئے کہ نماز پڑھنے کے بعد قربانی کریں۔ اور اگر بالفرض کوئی ایسی جگہ ہے جہاں مسجد، بیٹھک یا ہال میں شرائط کے ساتھ ایک جگہ بھی عید کی نماز نہ پڑھی جا سکے، تو ایسے لوگوں کے لئے بہتر ہے کہ دس تاریخ کو زوال کے بعد قربانی کریں، باقی اگر طلوعِ آفتاب کے بعد بھی کرلیں گے تو قربانی صحیح ہوجائے گی؛ لیکن یہ بہتر نہیں ہے، بہتر یہی ہے کہ زوال کے بعد کریں۔

وفي البزازية: بلدة فيها فتنة فلم يصلوا وضحوا بعد طلوع الفجر جاز في المختار؛ لكن في الينابيع: ولو تعمد الترک فسن أول وقتها لا يجوز الذبح حتى تزول الشمس (الدر المختار) قوله: جاز في المختار: لأن البلدة صارت في هذا الحكم كالسواد، وفي التاتارخانية: وعليه الفتویٰ. (رد المحتار / كتاب الأضحية ٤٦٢/٩ زكريا)

وأول وقتها بعد الصلاة إن ذبح في مصر أي بعد أسبق صلاة عيد (الدر المختار) ولو ضحى بعد ما صلى أهل المسجد ولم يصل أهل الجبانة أجزأ استحسانًا؛ لأنها صلاة معتبرة، حتى لو اكتفوا بها أجزأتهم وكذا عكسه. (رد المحتار / كتاب الأضحية ٤٦٠/٩ زكريا)

ولو لم يصل الإمام العيد في اليوم الأول، أخروا التضحية إلى الزوال، ثم ذبحوا، ولا تجزئهم التضحية ما لم يصل الإمام العيد في اليوم الأول إلا بعد الزوال فحينئذ يجوز لخروج وقتها. (تبيين الحقائق ٤/٦ المكتبة الإمدادية ملتان، ٤٧٧/٦ زكريا، الدر المنتقى ١٦٩/٤ دار الكتب العلمية بيروت، الفتاویٰ التاتارخانية ٤١٨/١٧ رقم: ٢٧٦٩١ زكريا، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة / باب العيدين ص: ٥٣٨ جديد دار الكتاب ديوبند، ص: ٢٩٤ قديم)

تؤدى بمصر واحدٍ بمواضع كثيرة اتفاقًا. (الدر المختار، كتاب الصلاة / باب صلاة العيدين ٥٩/٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۳۸ / ۱۴۴۱/۱۲/۴ھ)

قربانی کا جانور خریدنے سے بقدر نصاب پیسے نہ رہے پھر بھی قربانی واجب ہے

سوال (۸۲۸):- ایک شخص کے پاس ایامِ قربانی میں ۶۱۳ ؍گرام چاندی کی مالیت

ہے؛ لیکن اگر وہ قربانی کا جانور خریدے یا بڑے جانور میں حصہ لے، تو یہ مقدار کم ہو جائے گی، تو کیا اُس شخص پر قربانی واجب ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- جی ہاں اُس پر قربانی واجب ہے؛ اِس لئے کہ قربانی کے وجوب کے لئے یہ شرط ہے کہ اَیامِ قربانی میں وہ بقدر نصاب مالیت کا مالک ہو؛ اگرچہ اُس پر سال گذرا ہو یا نہ گذرا ہو، بہرصورت اُس پر قربانی واجب ہوتی ہے۔ اَب بعد میں رقم کا کم ہو جانا کوئی عذر نہیں ہے۔

الأضحية واجبة على كل مسلم حر مقيم موسر في يوم الأضحىٰ عن نفسه. (الهداية ٤٤٣/٤)

ويتعلق بهذا النصاب وجوب الأضحية. (الفتاوى الهندية ١٩١/١ زكريا)

الأضحية واجبة على كل مسلم حر مقيم موسر في يوم الأضحىٰ عن نفسه. (الهداية ٤٤٣/٤)

ويتعلق بهذا النصاب وجوب الأضحية. (الفتاوى الهندية ١٩١/١ زكريا) **فقط** واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۳۹/ ۱۴۴۱/۱۲/۸ھ)

قربانی کرنے کی وجہ سے فقیر ہونے کا قوی امکان ہے تو؟

سوال (۸۲۹):- زید طویل لاک ڈاؤن کی وجہ سے بے روزگار ہو گیا ہے، لیکن فی الحال اس کے پاس وجوب قربانی کے بقدر رقم موجود ہے لیکن مشکل یہ ہے کہ اگر وہ قربانی میں یہ رقم خرچ کر لیتا ہے تو قوی امکان ہے کہ دس پندرہ دن میں اس کی ساری پونجی ختم ہو جائے گی اور لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانا پڑ سکتا ہے تو ایسی صورت میں اس پر قربانی واجب ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- مسئولہ صورت میں چوں کہ ایامِ قربانی میں بقدر نصاب مال موجود ہے، اِس لئے مذکورہ شخص پر قربانی واجب ہے، وہ کسی بڑے

جانور میں حصہ لے کر اپنا واجب اَدا کرسکتا ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ قاسمیہ ۲۲/۲۹۰)

مما مر أن ما كان من أثاث المنزل وثياب البدن وأواني الاستعمال مما لا بد لأمثالها فهو من الحاجة الأصلية، وما زاد على ذلک ...... إذا بلغ نصابًا.

(رد المحتار ٢٩٦/٣ زكريا)

وشرائطها: واليسار الذي يتعلق به وجوب صدقة الفطر بأن ملک مائتي درهم أو عرضا يساويها؛ فإن وجب له في أيامها نصاب تلزم الخ. (رد المحتار ٤٥٣/٩ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۳۹ / ۱۲/۸/۱۴۴۱ھ)

فقیر آدمی اَیامِ قربانی سے پہلے بقدرِ نصاب پیسوں کا مالک ہوگیا

سوال (۸۳۰):- کسی شخص کے پاس اتنی رقم نہیں تھی کہ وہ صاحبِ نصاب ہو؛ لیکن اَیامِ قربانی سے پہلے اُسے سرکار کی طرف سے گھر بنانے کے لئے بطورِ تعاون اتنی رقم مل گئی کہ وہ صاحبِ نصاب ہو چکا ہے، تو اُس پر قربانی واجب ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- اگر سرکار سے حاصل شدہ رقم پر تصرف کا اُسے پورا اختیار حاصل ہے کہ وہ جیسے چاہے خرچ کرے؛ تو چوں کہ وہ صاحبِ نصاب ہو چکا ہے، اِس لئے حسبِ ضابطہ اُس پر قربانی واجب ہوگی۔

ولا يشترط أن يكون غنيًا في جميع الوقت، حتى لو كان فقيرًا في أول الوقت، ثم أيسر في آخره تجب. (الفتاویٰ الهندية ٢٩٢/٥ زكريا، شامي ٤٥٨/٩ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۳۹ / ۱۲/۸/۱۴۴۱ھ)

صاحبِ نصاب کا جانور گم ہوگیا

سوال (۸۳۱):- ایک صاحبِ نصاب شخص نے جانور خریدا، مگر وہ گم ہوگیا، اَب

اُس کے پاس اتنے پیسے نہیں ہیں کہ وہ دوسرا جانور خرید ے، تو اَب قربانی کی کیا صورت ہوگی؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- مسئولہ صورت میں اگر مذکورہ شخص قربانی کے دنوں (یعنی ۱۰-۱۱-۱۲/ ذی الحجہ) تک صاحبِ نصاب رہے، تو اُس کے لئے دوسری قربانی کرنا لازم ہے، چاہے وہ بکرا بکری کے طور پر ہو یا بڑے جانور میں حصہ لے کر ہو، بہر حال اُسے اپنی واجب قربانی کرنی ہوگی۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۵۱۴، کتاب المسائل ۲/۳۰۳)

إن المنذورة لو هلكت أو ضاعت تسقط التضحية بسبب النذر، غير أنه إن كان موسرًا تلزمه أخرىٰ بإيجاب الشرع ابتداءً ا ...... وكذا لو ماتت فعلى الغني غيرها لا الفقير. (الدر المختار / كتاب الأضحية ٤٧١/٩ زكريا)

إذا ماتت المشتراة للتضحية علىٰ موسر تجب مكانها أخرىٰ، ولا شيء على الفقير. (مجمع الأنهر ٥٢٠/٢ دار إحياء التراث العربي بيروت)

وعلىٰ هٰذا الأصل إذا ماتت المشتراة للتضحية على الموسر مكانها أخرىٰ ولا شيء على الفقير. (تبيين الحقائق / كتاب الأضحية ٧/٦ المكتبة الأميرية بولاق مصر) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۳۴ / ۶/۱۱/۱۴۴۱ھ)

قربانی کے بجائے جانور کی قیمت صدقہ کرنا

سوال (۸۳۲):- آج کل حکومت کی طرف سے ذبیحہ پر سختی کی جارہی ہے اور جا بجا روک ٹوک کا ماحول ہے، اِسی طرح جانوروں کے لانے اور لے جانے میں بڑی پریشانیاں ہیں، تو اگر عید الاضحیٰ تک اِسی طرح کا ماحول رہا، تو پھر عید الاضحیٰ کی قربانی کا کیا حکم ہے؟ کیا ایسی صورت میں قربانی کے بجائے اُس کی قیمت صدقہ کی جاسکتی ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- اِسلام کی نظر میں قربانی ایک مستقل عبادت ہے، جس میں اصل مقصود روپیہ پیسہ خرچ کرنا نہیں؛ بلکہ اللہ تعالیٰ کے نام پر متعینہ

جانوروں کو متعینہ وقت کے اندر ذبح کرنا اور اُن کا خون بہانا ہے۔ یہ عبادت ہر مسلمان پر واجب نہیں ہے؛ بلکہ صرف اُنہی لوگوں پر واجب ہے جو ایامِ قربانی (۱۰-۱۱-۱۲/ذی الحجہ) میں بقدرِ نصاب مال کے مالک ہوں؛ لہٰذا اِس عبادت کے بدلے میں کوئی اور عمل یا صدقہ وغیرہ کافی نہیں ہوسکتا۔ بے شک ضرورت مندوں کی مدد کرنا کارِثواب ہے، خصوصاً موجودہ حالات میں اِس کا مزید اہتمام کرنا چاہئے؛ لیکن اُس کی وجہ سے قربانی کی عبادت کو نظر انداز نہیں کیا جائے گا۔ بریں بنا جس شخص پر شرعی اعتبار سے قربانی واجب ہے، اور وہ قربانی کرنے پر کسی طرح بھی قادر ہو، چاہے خود قربانی کرے، یا بطور وکالت کسی دوسرے سے قربانی کرائے، اُسے بہر حال قربانی ہی کرنی ہوگی۔ وقت رہتے ہوئے صدقہ اُس کا بدل نہیں ہوسکتا؛ البتہ اگر کوشش کے باوجود وقت پر قربانی نہیں ہوسکی، اور اَیام قربانی گذر گئے، تو اگر قربانی کا جانور خرید رکھا تھا تو وقت گذرنے کے بعد وہی جانور زندہ غریب کو صدقہ کرنا واجب ہے، اُسے اپنے استعمال میں لانا جائز نہیں۔ اور اگر جانور پہلے سے خریدا ہوا نہیں تھا، تو ایسی شکل میں وقت گذرنے کے بعد ایک بکری یا بکرے کی قیمت صدقہ کرنا لازم ہوگا۔ (اور بعض حضرات نے بڑے جانور کے حصے کی قیمت صدقہ کرنے کی بھی گنجائش دی ہے)

عن عائشة رضي الله عنها أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ما عمل آدمي من عمل يوم النحر أحب إلى الله من إهراق الدم، إنه ليأتي يوم القيامة بقرونها وأشعارها وأظلافها، وإن الدم ليقع من الله بمكانٍ قبل أن يقع من الأرض، فطيبوا بها نفسًا. (سنن الترمذي، أبواب الأضاحي عن رسول الله صلى الله عليه وسلم / باب ما جاء في فضل الأضحية رقم: ١٤٩٣، سنن ابن ماجة رقم: ٣١٢٦)

ومنها أن لا يقوم غيرها مقامها، حتى لو تصدق بعين الشاة أو قيمتها في الوقت، لا يجزيه عن الأضحية؛ لأن الواجب تعلق بالإراقة. (بدائع الصنائع، كتاب الأضحية / فصل: وأما كيفية الوجوب ٢٩١/٦ دار الكتب العلمية بيروت، ٢٠٠/٤ زكريا، الفتاوىٰ

الهندية / كتاب الأضحية ٢٩٣/٥-٢٩٤)

فإن تصدق بعينها في أيامها فعليه مثلها مكانها؛ لأن الواجب عليه الإراقة، وإنما تنتقل إلى الصدقة إذا وقع اليأس عن التضحية بمضي أيامها. وإن لم يشتر مثلها حتى مضت أيامها تصدق بقيمتها؛ لأن الإراقة إنما شرعت قربة في زمان مخصوص. (رد المحتار / كتاب الأضحية ٤٦٣/٩ زكريا) (فتاویٰ محمودیہ ٣٠٩/١٧ ڈابھیل) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۳۵ / ۱۳/۱۱/۱۴۴۱ھ)

واجب قربانی کر کے نفلی قربانی کی قیمت صدقہ کرنا

سوال (۸۳۳):- جن لوگوں پر قربانی واجب ہے اور اُن کا یہ معمول تھا کہ ہر سال واجب قربانی کے ساتھ ساتھ کچھ نفلی قربانی بھی کیا کرتے تھے، مثلاً اپنے مرحوم رشتہ داروں کی طرف سے یا اور کسی کی طرف سے، اِس سال نفلی قربانی نہ کر کے صرف واجب قربانی بجالائیں اور نفلی قربانی کے پیسے صدقہ کردیں، تو ایسا کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- مسئولہ صورت میں اگر ضرورت کے اعتبار سے نفلی قربانی نہ کر کے اُتنی رقم غریبوں اور ضرورت مندوں پر صدقہ کردیں، تو اِس میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے، مگر یہ نہ سمجھیں کہ یہ صدقہ قربانی کا بدل ہے؛ اِس لئے کہ قربانی اور صدقہ دونوں الگ الگ عبادات ہیں، اور دونوں کا ثواب بھی الگ ہے۔

وأما شرائط الوجوب: منها اليسار، وهو ما يتعلق به وجوب صدقة الفطر – إلىٰ قوله – والموسر في ظاهر الرواية: من له مائتا درهمٍ أو عشرون دينارًا أو شيء يبلغ ذٰلک سوىٰ مسكنه ومتاع مسكنه ومركوبه وخادمه في حاجته التي لا يستغنى عنها. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الأضحية ٣٣٦/٥-٣٣٧ جديد زكريا، ٢٩٢/٥ قديم زكريا، المحيط البرهاني ٤٥٥/٨ رقم: ١٠٧٧٦ المجلس العلمي، الفتاوىٰ التاتارخانية

۴۰۵/۱۷ رقم: ٢٧٦٤٩ زكريا، شامي ٤٥٣/٩ زكريا، ٣١٢/٦ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
(دینی رہنمائی: ۳۵ / ۱۳/۱۱/۱۴۴۱ھ)

نفلی قربانی کے بجائے غرباء اور اہل مدارس کو رقم دینا

سوال (۸۳۴):- کیا اِس سال (۲۰۲۰ء) خصوصی حالات کی وجہ سے اور غرباء اور دینی مدارس کی مالی تنگی کو دیکھتے ہوئے لوگوں سے یہ عمومی اپیل کی جاسکتی ہے کہ اِس سال لوگ نفلی قربانی کے بجائے اپنی رقومات غرباء اور دینی مدارس میں تقسیم کریں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- اَولاً یہ بات ذہن نشیں رہنی چاہئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا ہے کہ ایام قربانی میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی نظر میں سب سے زیادہ پسندیدہ عمل قربانی کرنا یعنی اللہ کے نام پر جانوروں کا خون بہانا ہے۔ اور اِس قربانی میں واجب اور نفلی قربانی دونوں شامل ہیں، اِس لئے لوگوں کو قربانی کے بجائے صدقہ کی عمومی ترغیب دینا منشاء شریعت اور نبی اکرم علیہ السلام کی ترغیبات کے خلاف ہے۔ لہٰذا مناسب یہ ہے کہ قربانی اور صدقہ دونوں کی ترغیب دی جائے کہ لوگ حسب امکان قربانیاں بھی کریں اور حسبِ ضرورت مستحق افراد اور اِداروں کی مدد بھی کریں؛ کیوں کہ یہ دو عبادتیں الگ الگ ہیں۔ قربانی ایک مستقل عبادت ہے، اور ضرورت مندوں کی بطور صدقہ مدد کرنا یہ مستقل عمل خیر ہے؛ تاہم اگر کوئی شخص اپنی کسی مصلحت سے نفلی قربانی نہ کرسکے، اور اُتنی رقم صدقہ کردے، تو شرعاً اُس سے کوئی مؤاخذہ نہ ہوگا۔

عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: مَا عَمِلَ آدَمِيٌّ مِنْ عَمَلٍ يَوْمَ النَّحْرِ اَحَبَّ اِلَى اللّٰهِ مِنْ اِهْرَاقِ الدَّمِ فَاِنَّهٗ لَتَأْتِیْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِیْ فَرْشِهٖ بِقُرُوْنِهَا وَاَشْعَارِهَا وَاَظْلَافِهَا وَاِنَّ الدَّمَ لَيَقَعُ مِنَ اللّٰهِ قَبْلَ اَنْ يَّقَعَ مِنَ الْاَرْضِ فَطَيِّبُوْا بِهَا نَفْساً. (سنن ابن ماجة رقم: ٣١٢٦، سنن الترمذي رقم: ١٤٩٣، الترغيب والترهيب مكمل ص: ٢٥٥)

ومنها أنه لا يقوم غيرها مقامها في الوقت؛ حتى لو تصدق بعين الشاة

أو قيـمتها في الوقت لا يجزئه عن الأضحية. (الفتاویٰ الهندية ۲۹۳/۵، بدائع الصنائع ۲۰۰/٤ زكريا، جامع الفتاویٰ ٤/ ۳۹۰) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۳٦ / ۱۴۴۱/۱۱/۲۰ھ)

نفلی قربانی کی قیمت کو ایام نحر سے پہلے صدقہ کرنا

سوال (۸۳۵):- نفلی قربانی کی قیمت کو اَیام نحر سے پہلے بھی صدقہ کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ وضاحت کے ساتھ جواب سے نوازیں۔

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- صدقہ تو آپ کبھی بھی کر سکتے ہیں؛ لیکن وہ قربانی کا بدل نہیں بنے گا؛ کیوں کہ صدقہ اور قربانی دونوں الگ الگ عبادات ہیں۔ صدقہ کرنے سے قربانی کا ثواب نہیں ملے گا؛ بلکہ صدقہ کا ہی ثواب ملے گا۔

عن عائشة رضي الله عنها أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: ما عمل ابن آدم يوم النحر عملا أحب إلى الله عزوجل من هراقة دم، وإنه لتأتي يوم القيامة بقرونها وأظلافها وأشعارها، وإن الدم ليقع من الله عزوجل بمكان قبل أن يقع على الأرض، فطيبوا بها نفسًا. (سنن ابن ماجة، كتاب الأضاحي / باب ثواب الأضحية رقم: ۳۱۲٦، سنن الترمذي رقم: ۱٤۹۳)

وأما التطوع فأضحية المسافر والفقير الذي لم يوجد النذر بالتضحية ولا شراء الأضحية لانعدام سبب الوجوب. (الفتاویٰ الهندية / كتاب الأضحية ۲۹۱/۵) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۳٦ / ۱۴۴۱/۱۱/۲۰ھ)

قربانی نہ کرنے پر پورے جانور کی قیمت صدقہ کرے یا ایک حصے کی؟

سوال (۸۳٦):- اگر کوئی شخص وقت پر قربانی نہ کر سکے تو پورے جانور کی قیمت دینا

ضروری ہے یا ایک حصہ کی بھی قیمت دے سکتے ہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- اس بارے میں محتاط قول یہی ہے کہ اگر وقت پر قربانی نہ کی جائے، اور پہلے سے جانور بھی نہ خریدا ہو، تو ہر صاحب نصاب شخص کی طرف سے ایک متوسط درجے کے بکرے یا بکری کی قیمت صدقہ کی جائے گی۔ اکثر فقہی عبارات سے اِسی کی تائید ہوتی ہے؛ لیکن ہمارے بعض اَکابر نے مسئولہ صورت میں بڑے جانور کے ایک حصہ کی قیمت کے صدقہ کو بھی کافی قرار دیا ہے۔ (دیکھئے: کفایت المفتی)

بریں بنا ہمارا مشورہ یہ ہے کہ جو لوگ وسعت والے ہیں اور اُن کو بکرے کی قیمت صدقہ کرنے میں کوئی تنگی نہیں ہے، تو اُنہیں بکرے کی قیمت ہی صدقہ کرنی چاہئے؛ لیکن جو لوگ زیادہ وسعت نہیں رکھتے اور اُن کے لئے پورے بکرے کی قیمت دینا مشکل ہے، تو وہ اِس دوسرے قول پر عمل کرتے ہوئے ایک بڑے جانور کے حصہ کی قیمت صدقہ کر کے بھی اپنے ذمے سے فارغ ہو جائیں گے، اِن شاء اللہ تعالیٰ۔

ولو تركت التضحية ومضت أيامها تصدق بها حية ناذر (تنوير الأبصار) وفي الشامي: وإن لم يشتر مثلها حتى مضت أيامها تصدق بقيمتها الخ. وقال: قبلها، وإذا فاتت عن وقتها فإنها مضمونة بالجزاء. (شامي ٤٦٣/٩ زكريا، ٣٨٨/٩ بيروت، بدائع الصنائع ٢٠٢/٤ زكريا، الفتاوىٰ الهندية ٢٩٦/٥)

من وجبت عليه الأضحية فلم يضح حتى مضت أيام النحر فقد وجب عليه التصدق بقيمة شاة. (بدائع الصنائع، كتاب الأضحية / فصل في كيفية الوجوب ٢٠٣/٤ مكتبة زكريا ديوبند)

والغني يتصدق بقيمتها أي قيمته ما يصلح للتضحية أو قيمة شاة وسط كما في الزاهدي. (الدر المنتقى مع مجمع الأنهر ١٧١/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۳۶/ ۲۰/۱۱/۱۴۴۱ھ)

اَیامِ قربانی میں قربانی نہ ہوسکے تو ایک جانور کو صدقہ کریں یا بڑے جانور کے ساتویں حصہ کی قیمت کا؟

سوال (۸۳۷):- ہم نے سنا ہے کہ اگر اَیامِ قربانی میں آدمی قربانی نہ کرسکے تو ایک جانور یا بڑے جانور کے ساتویں حصے کا صدقہ لازم ہے؟ لیکن ہماری درخواست یہ ہے کہ بڑے جانور کے ساتویں حصہ کے صدقہ کے سلسلے میں اگر کوئی فقہی عبارت ہو تو اُس سے مطلع فرمائیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- ہمارے علم میں ساتویں حصے کی قیمت صدقہ کرنے کے بارے میں کوئی صریح فقہی عبارت نہیں ہے؛ لیکن ہمارے بعض اکابر (جن میں خاص طور پر مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب اور فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمہما اللہ تعالیٰ) نے ساتویں حصے کے صدقہ کی بات بھی اپنے فتاویٰ میں لکھی ہے، اور غالباً اُن کی دلیل یہ ہے کہ کئی عبارات سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ساتواں حصہ بھی ایک بکری کے درجہ میں ہے؛ لہٰذا جب ساتواں حصہ بھی ایک بکری کے درجے میں ہے تو اگر اُس کی قیمت بھی دے دی جائے تو وہ بکری کے درجے میں ہوجائے گی، غالباً اِسی پر اُنہوں نے قیاس فرمایا ہے۔

جب کہ اِس بارے میں دوسری رائے یہ ہے جس کو حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانویؒ اور بعض دیگر اکابر نے بھی اختیار فرمایا کہ ساتواں حصہ کافی نہیں ہے؛ بلکہ پورے جانور کی قیمت کے بقدر رقم دینی ہوگی، اِس لئے اولیٰ اور اَحوط یہی ہے کہ اگر وقت کے اندر قربانی نہ ہوسکے تو بعد میں ایک حصہ کی طرف سے بکری کی پوری قیمت صدقہ کریں؛ البتہ جو حضرات تنگی کے ماحول میں ہیں تو وہ مذکورہ اکابر کے قول پر عمل کرتے ہوئے ساتویں حصے کی رقم دے دیں، تو اس سے بھی اُن کا ذمہ فارغ ہوجائے گا، اِن شاء اللہ تعالیٰ۔ (فتاویٰ محمودیہ ۲۶/۳۶۴-۳۶۷ زکریا دیوبند، کفایت المفتی ۸/۲۱۲ دارالاشاعت دیوبند)

إذا مضى وقتها وجب عليه التصدق بها حية أو بقيتهما. (شامي / كتاب الأضحية ٣٢١/٦ كراچى، البحر الرائق / كتاب الأضحية ١٧٤/٨ كوئٹه، تبيين الحقائق / كتاب الأضحية ٥/٦ المكتبة الإمدادية ملتان) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۳۹/ ۱۴۴۱/۱۲/۸ھ)

اگر قربانی نہ ہو سکے تو تمام شرکاء کی طرف سے جانور کا صدقہ کر دینا کافی ہوگا

سوال (۸۳۸):- اگر سات آدمیوں نے ایک بھینس میں حصہ لیا، پھر کسی وجہ سے اُس کی قربانی نہیں ہوسکی اور وقت گذر گیا، تو کیا اُس پوری بھینس کا صدقہ کیا جائے گا یا ہر شخص ایک ایک جانور کی قیمت اَدا کرے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- اِس صورت میں صرف خرید کردہ بھینس کو صدقہ کیا جائے گا، اور سب شرکاء کی طرف سے یہ صدقہ کافی ہوجائے گا، ہر حصہ دار کی طرف سے الگ جانور کی قیمت کا صدقہ لازم نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۳۴۶/۲۶)

إذا مضى وقتها وجب عليه التصدق بها حية أو بقيتهما. (شامي / كتاب الأضحية ٣٢١/٦ كراچى، البحر الرائق / كتاب الأضحية ١٧٤/٨ كوئٹه، تبيين الحقائق / كتاب الأضحية ٥/٦ المكتبة الإمدادية ملتان) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۳۹ / ۱۴۴۱/۱۲/۸ھ)

صاحبِ نصاب اپنی قربانی کرے یا تنگ دست پڑوسی رشتہ دار کی مدد کرے؟

سوال (۸۳۹):- کسی کے پاس قربانی کے پیسے ہیں اور وہ جانور خرید کر قربانی کرنے پر قادر بھی ہے، اور اُس کا پڑوسی یا رشتہ دار مالی اعتبار سے سخت تنگ و پریشان ہے، تو کیا وہ قربانی

نہ کر کے اُس کی مدد کرسکتا ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- قربانی ایک مستقل عبادت ہے، اور کسی کی مدد کرنا یہ مستقل ایک عمل ہے، دونوں ایک دوسرے کے قائم مقام نہیں ہیں۔ قربانی خاص وقت میں خاص ایام میں خاص لوگوں پر واجب ہوتی ہے، اور اِس میں اللہ کے نام پر جانور کا خون بہانا اصل ہے؛ لہٰذا کسی کی مدد کو قربانی کا بدل نہیں بنایا جاسکتا، جیسے کوئی عبادت کسی دوسری عبادت کا بدل نہیں ہوسکتی، اِسی طرح قربانی کا بدل صدقہ بھی نہیں ہوسکتا؛ لہٰذا جس شخص پر قربانی واجب ہے اُسے بہرحال واجب قربانی کرنی چاہیئے، پھر موقع ہو تو مدد کردے، اُس کا ثواب الگ سے ملے گا، اِن شاء اللہ تعالیٰ۔

عن عائشة رضي الله عنها أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ما عمل آدمي من عمل يوم النحر أحب إلى الله من إهراق الدم، إنه ليأتي يوم القيامة بقرونها وأشعارها وأظلافها، وإن الدم ليقع من الله بمكانٍ قبل أن يقع من الأرض، فطيبوا بها نفسًا. (سنن الترمذي، أبواب الأضاحي عن رسول الله صلى الله عليه وسلم / باب ما جاء في فضل الأضحية رقم: ١٤٩٣، سنن ابن ماجة رقم: ٣١٢٦) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۳۸ / ۱۴۴۱/۱۲/۴ھ)

بڑے جانور میں گھر کے تمام حضرات ہی شریک ہوں تو مل کر تقسیم کرنا لازم نہیں

سوال (۸۴۰):- ایک گھر میں دو بھائی، والد اور والدہ، کھانا پینا اور رہن سہن سب ایک ساتھ ہے، اور کاروبار میں سب شریک ہیں، اَب وہ عیدالاضحیٰ میں پوری بھینس کی قربانی کرنا چاہتے ہیں، تو کیا اُن کے لئے گوشت کو تول کر تقسیم کرنا ضروری ہے یا بغیر تولے بھی استعمال کرسکتے ہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- مذکورہ گھر والوں کے لئے قربانی کے

گوشت کو الگ سے تول کر تقسیم کرنا کوئی ضروری نہیں ہے، سب گھر کے لوگ حسب ضرورت استعمال کر سکتے ہیں۔ (مستفاد: فتاویٰ قاسمیہ ۵۰۶/۲۲)

حتى لو اشترى لنفسه ولزوجته وأولاده الكبار بدنة ولم يقسموها تجزيهم أو لا؟

والظاهر أنها لا تشترط؛ لأن المقصود منها الإراقة وقد حصلت، وفي فتاوى الخلاصة: والفيض تعليق القسمة على إرادتهم. (شامي / كتاب الأضحية ٤٦/٩ زكريا)

لو اشترى عشرة عشرًا فنام فضحى كل واحد واحدة جاز، ويقسم اللحم بينهم بالوزن، وإن اقتسموا مجانة يجوز، إذا كان أخذ كل واحد شيئًا من الأكارع أو الرأس أو الجلد. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الأضحية / الباب الثامن فيما يتعلق بالشركة في الضحايا ٣٥٢/٥-٣٥٣ جديد زكريا، ٣٠٦/٥ قديم زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۳۹ / ۱۴۴۱/۱۲/۸ھ)

صرف ایک میت کی طرف سے قربانی کی جائے تو گوشت کا کیا حکم ہے؟

سوال (۸۴۱):- اگر صرف ایک میت کی طرف سے قربانی کی جائے تو گوشت کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- اِس کی دو شکلیں ہیں: ایک تو یہ ہے کہ میت نے وصیت کی تھی کہ میرے مرنے کے بعد میری طرف سے قربانی کی جائے، تو اِس شکل میں تو جو قربانی ہوگی اُس میں سے یہ لوگ خود کچھ نہیں کھا سکتے؛ بلکہ سب غریبوں اور فقیروں کو صدقہ کرنا پڑے گا۔ اور اگر کوئی آدمی نفلی طور پر کسی میت کی طرف سے قربانی کر رہا ہے تو اِس میں سے خود بھی کھا سکتے ہیں اور صدقہ بھی کر سکتے ہیں۔ (مستفاد: کتاب النوازل ۶۳۲/۱۴)

لو ضحى عن ميت وارثه بأمره لزمه بالتصدق وعدم الأكل منها. (رد المحتار / كتاب الأضحية ٤٨٤/٩ زكريا)

والمختار أنه إن بأمر الميت لا يأكل منها وإلا يأكل. (رد المحتار / كتاب الأضحية ٤٧٢/٩ زكريا)

وإن تبرع بها عنه له الأكل؛ لأنه يقع على ملك الذابح والثواب للميت. (رد المحتار / كتاب الأضحية ٤٨٤/٩ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۳۹ / ۱۴۴۱/۱۲/۸ھ)

قربانی کے گوشت سے مرحومین کو اِیصالِ ثواب کے لئے فقراء کو کھانا کھلانا

سوال (۸۴۲):- اگر کوئی شخص اپنی واجب قربانی کے گوشت سے اپنے مرحومین کو ایصالِ ثواب کرنے کے لئے فقراء کو کھانا کھلائے، تو کیسا ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- قربانی کے گوشت کو بطور اِیصالِ ثواب فقراء میں تقسیم کرنا درست ہے، اِس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ويستحب أن يأكل من أضحيته ويطعم منها غيره. (الفتاویٰ الهندية ٣٠٠/٥ زكريا)

ولو تصدق بالكل جاز. (الفتاوى الهندية ٣٠٠/٥ زكريا)

يهب منها ما شاء للغني والفقير والمسلم والذمي. (حواله بالا)

ولو حبس الكل جاز؛ لأن القربة في الإراقة والتصدق باللحم تطوع. (شامي ٣٢٨/٦ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۴۱ / ۱۴۴۱/۱۲/۱۸ھ)

فیکٹری میں کھال دے کر قربانی کروانا

سوال (۸۴۳):- ایک گوشت کی فیکٹری ہے اور اُنہوں نے یہ کہہ رکھا ہے کہ جو

ہماری فیکٹری میں قربانی کا جانور کاٹے گا، تو ہم ہر قربانی کے جانور پر چھ یا سات سو روپئے لیں گے، اور جانور کی گندگی وغیرہ بھی ہم ہی پھینکوائیں گے؛ لیکن کھال بھی ہم ہی رکھیں گے۔ تو سوال یہ ہے کہ کیا مذکورہ اُجرت اور کھال دے کر فیکٹری میں قربانی کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- چھے یا سات سو روپئے جو اُجرت کے طور پر متعین ہیں، اِس میں تو کوئی حرج نہیں ہے؛ لیکن یہ جو شرط لگائی کہ کھال بھی ہم رکھیں گے، تو یہ معاملہ درست نہیں ہے؛ اِس لئے کہ کھال کو اُجرت کے طور پر دینا جائز نہیں ہے۔ پس مذکورہ شرط لگانے کے بجائے مالک کو اختیار دینا چاہئے کہ وہ چاہے تو کھال خود اُٹھا کر لے جائے یا فیکٹری والے کے ہاتھ فروخت کر دے، اگر کھال فروخت کی جائے گی تو اُس کی قیمت غریبوں پر صدقہ کرنی لازم ہوگی۔

ويتصدق بجلدها، فإن بيع اللحم أو الجلد به أي بمستهلك أو بدراهم تصدق بثمنه. (تنوير الأبصار مع الدر المختار / كتاب الأضحية ٩/٤٧٥ زكريا)

ولو باع الجلد أو اللحم بالدراهم أو بما لا ينتفع به إلا بعد استهلاكه تصدق بثمنه؟ لأن القربة انتقلت إلى بدله. (الهداية ٤/٤٣٤ إدارة المعارف ديوبند)

ولا يعطى أجر الجزار منها؛ لأنه كبيع (الدر المختار) فإذا أعطى أجر الجزار منها يصير بائع اللحم والجلد بالدراهم، وقد ثبت المنع عنه (عناية) لأن كلا منها معاوضة؛ لأنه إنما يعطى الجزاء بمقابلة جزر، والبيع مكروه، فكذا ما في معناه. (الدر المختار مع الشامي / كتاب الأضحية ٩/٤٦٥ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۳۹ / ۱۴۴۱/۱۲/۸ھ)

قربانی کی کھال دوست کو دینا

سوال (۸۴۴):- ہم نے اپنی قربانی کی کھال اپنے ایک دوست کو دی، تو کیا وہ اُسے فروخت کر کے قیمت اپنے استعمال میں لاسکتا ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- اگر ہم کسی کو قربانی کی کھال کا مالک بنادیں، چاہے وہ کوئی بھی ہو، رشتہ دار ہو، یا غیر ہو، تو وہ اسے چاہے بعینہٖ استعمال کرے اور چاہے فروخت کرکے اُس کی قیمت استعمال کرے، اِس میں کوئی حرج نہیں ہے؛ لیکن اگر ہم نے کسی کو مالک نہیں بنایا؛ بلکہ بیچنے کا وکیل بنایا ہے کہ تم اُسے فروخت کرادو، تو ایسی صورت میں اگر وہ فروخت کرے گا تو اُس کی قیمت کو صدقہ کرنا ہوگا، اپنے استعمال میں لانا جائز نہیں۔ (کتاب النوازل ۱۴/۵۹۹)

وله أن ينتفع بجلد أضحيته في بيته بأن يجعله سقاء، أو فروًا أو غير ذٰلك لما روي عن سيّدتنا عائشة رضي اللّٰه عنها أنها اتخذت من جلد أضحيتها سقاءً. (بدائع الصنائع، كتاب التضحية / ما يستحب في الأضحية ٢٢٥/٤ زكريا)

ولو باع الجلد أو اللحم بالدراهم أو بما لا ينتفع به إلا بعد استهلاكه تصدق بثمنه. (الهداية / كتاب الأضحية ٤٣٤/٤ إدارة المعارف ديوبند، ٤٥٠/٤ الأمين كتابستان)

ويهب منها ما شاء للغني والفقير......، ولو باعها بالدراهم ليتصدّق بها جاز. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الأضحية / قبيل: الباب السادس ٣٠٠/٥-٣٠١ قديم زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۴۱ / ۱۴۴۱/۱۲/۱۸ھ)

کیا ایک حصہ کی قربانی گھر کے تمام اَفراد کی طرف سے کافی ہے؟

سوال (۸۴۵):- ایک حصے کی قربانی گھر کے تمام اَفراد کی طرف سے کافی ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہے تو حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی اِس حدیث کا کیا جواب ہوگا کہ حضرت عطاء بن یسارؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوایوب انصاریؓ سے پوچھا کہ پیغمبر علیہ السلام کے زمانے میں قربانیاں کیسے ہوا کرتی تھیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ آدمی ایک بکری اپنی اور اپنے گھر والوں کی طرف سے قربانی کیا کرتا تھا، اور سب مل کر کھاپی لیتے تھے؛ لیکن اَب لوگ اِس بارے میں ایک دوسرے سے فخر ومباہات کرنے لگے ہیں''۔ تو اِس سے تو بالکل یہ بات

واضح ہوتی ہے کہ ایک بکری پورے گھر والوں کی طرف سے کافی ہے، اور ہم نے اَب تک یہی سن رکھا ہے کہ ایک بکری ایک ہی کی طرف سے کافی ہوگی، تو اِس بارے میں وضاحت کی جائے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- کسی بھی ایک روایت کو سامنے رکھ کر کے مسئلہ کا حکم واضح نہیں ہوسکتا ہے، جب تک اس موضوع کی تمام روایتوں کو پیش نظر نہ رکھا جائے، اب اس معاملے میں ہمارے سامنے ایک دوسری روایت ہے اور وہ روایت بھی صحیح ہے، کہ نبی اکرم علیہ السلام نے سخت تنبیہ فرمائی "**من وجد سعة فلم یضح فلا یقربن مصلانا**" جو شخص گنجائش کے باوجود قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے، اب اس میں "من" بالکل عام ہے "**وجد سعة**" بھی عام ہے اور اس کا اطلاق ہر اس شخص پر ہوتا ہے جس کے اندر قربانی کی وسعت ہو اور وہ پورے گھر میں ایک بھی ہوسکتا ہے دو بھی ہوسکتے ہیں تین بھی ہوسکتے ہیں، لہٰذا اس روایت سے یہ بات بالکل واضح ہوتی ہے کہ مدار قربانی کا گنجائش پر ہے، صاحب نصاب ہونے پر ہے، استطاعت پر ہے، اور جو شخص استطاعت کے باوجود قربانی نہ کرے وہ قابل مذمت ہے، یہ بات اس روایت سے نکلی اور حضرت ابوایوب انصاریؓ جو فرمارہے ہیں وہ اس کے خلاف نہیں ہے اس لئے کہ ان کے ارشاد کا محمل یہ ہے کہ دورِ نبوت میں جو حضرات صحابہ کرامؓ تھے ان میں زیادہ تر معمول یہ تھا کہ جس شخص پر قربانی واجب ہوتی تھی بس وہی اپنی واجب قربانی زیادہ تر کیا کرتا تھا اور اسی میں اجر وثواب کے اندر اپنے دیگر اعزاء اور گھر والوں کو بھی شامل کر لیتا تھا، یہ نہیں ہے کہ وہ لوگ بھی اگر صاحب استطاعت ہوں تو ان کی بھی طرف سے وہ قربانی کافی ہوجائے، یہ مطلب لینا روایت کا ضروری ہے تا کہ اس کا ٹکراؤ "**من وجد سعة**" والی روایت سے نہ ہو، تطبیق کی شکل دی جائے گی اور وہ پہلو اختیار کیا جائے گا جس کے اندر احتیاط ہو، اور احتیاط اسی میں ہے کہ ایسے شخص پر جو قربانی کی وسعت رکھتا ہو اس پر اپنی طرف سے قربانی واجب ہے چاہے وہ گھر میں ایک ہو یا دو ہوں یا زائد ہوں، بعد میں اللہ تعالیٰ نے فتوحات دے دیں اور وسعت ہوگئی اور عام ہوگئی تو لوگ اپنی

قربانی بھی کرنے لگے اور نفلی قربانی بھی کثرت سے کرنے لگے، اسی کو حضرت ابوایوب انصاریؓ نے یہ فرمایا کہ لوگ فخر ومباہات کررہے ہیں؛ لہٰذا اس سے یہ ثابت نہیں ہورہا کہ ایک قربانی سب کی طرف سے کافی ہوتی ہے۔

عن عطاء بن يسار يقول: سألت أبا أيوب: كيف كانت الضحايا على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ فقال: كان الرجل يضحي بالشاة عنه وعن أهل بيته، فيأكلون ويطعمون حتى تباهى الناسُ، فصارت كما ترى. (سنن الترمذي، أبواب الأضاحي / باب ما جاء أن الشاة الواحدة تُجزئ عن أهل البيت رقم: ١٥٠٥ مركز الشيخ أبي الحسن الندوي مظفرفور)

قوله: (كان الرجل يضحي بالشاة عنه وعن أهل بيته) يعني لم يكونوا مؤسرين، فيجب على كلهم على حدة؛ بل كان يضحي أحد من أهل البيت فيكفي لهم، وهذا معنى كونه عنهم وعنه، ثم إن تضحية هذا الواحد أعم من أن تكون واجبة أو تطوعًا إذ الغالب فيهم لما كان هو الإعسار فلا ضير في أن يقال: إن أحدًا من أهل البيت كان يتطوع ويكفي ذلك عن الكل؛ لكونهم كالشركاء في الأجر والمثوبة أو شركاء في أكل اللحم. (الكوكب الدري على جامع الترمذي ٣٦٤/٤ مركز الشيخ أبي الحسن الندوي مظفرفور)

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من وجد سعة فلم يضح، فلا يقربن مصلانا. (المسند لإمام أحمد بن حنبل ٢٤/١٤ رقم: ٨٢٧٣) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۳۸ / ۱۴۴۱/۱۲/۴ھ)

نفلی قربانی حضور کی طرف سے افضل ہے یا اعزاء کی طرف سے؟

سوال (۸۴۶):- اگر کوئی آدمی واجب قربانی کے علاوہ مزید نفلی قربانیاں کرتا ہے، تو

یہ کس کی طرف سے کرنا بہتر ہے؟ اپنے قریبی مرحوم اعزاء کی طرف سے یا نبی اکرم علیہ السلام کی طرف سے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- حدیث میں یہ وارد ہے کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا تھا کہ ’’علی! تم ہر سال میری طرف سے قربانی کرتے رہنا‘‘؛ چناں چہ سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ جب تک باحیات رہے ہر سال پیغمبر علیہ السلام کی طرف سے قربانی فرمایا کرتے تھے۔ اِس سے معلوم ہوا کہ پیغمبر علیہ السلام کی طرف سے قربانی کرنا سعادت کی بات ہے؛ تاہم یہ کوئی لازم اور ضروری نہیں ہے، دیگر حضرات اور اعزاء کی طرف سے بھی حسب موقع قربانی کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

وختم ابن السراج عنه صلى اللّٰه عليه وسلم أكثر من عشرة آلاف ختمة، وضحى عنه مثل ذٰلك، قلت: وقول علمائنا: له أن يجعل ثواب عملهٖ لغيره يدخل فيه النبي صلى اللّٰه عليه وسلم، فإنه أحق بذلك. (رد المحتار، كتاب الصلاة / باب صلاة الجنازة ۱۵۳/۳ زكريا)

ولما ثبت أنه صلى اللّٰه عليه وسلم أوصى عليًا بأن يضحي عنه وذلك دليل حبه صلى اللّٰه عليه وسلم التضحية عنه، فينبغي لمن وجد سعةً أن يضحي عن حبيبه ونبيه صلى اللّٰه عليه وسلم كل عام ولو بشاةٍ أو بسبع بقرة. (إعلاء السنن، كتاب الأضاحي / باب التضحية عن الميت ۲۷۲/۱۷ إدارة القرآن كراچی) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۴۷ / ۱۴۴۱/۱۱/۲۷ھ)

ایک نفلی قربانی میں حضور علیہ السلام اور دیگر مرحومین کی نیت کرنا

سوال (۸۴۷):- بڑے جانور میں ایک حصہ نفلی قربانی کا رکھے اور اُس نفلی قربانی میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر مرحومین کو ایصالِ ثواب کی نیت کرے، تو کیا ایک نفلی حصے میں بہت سارے لوگوں کو شریک کر کے قربانی صحیح ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- ایک نفلی حصہ کا ثواب بہت سے لوگوں کو پہنچایا جاسکتا ہے، یہ نفلی حصہ اصل میں مالک ہی کی طرف سے ہوگا؛ لیکن وہ جس کو چاہے اُس کا ثواب پہنچا سکتا ہے؛ کیوں کہ یہاں اُسی کی ملکیت ہے، یہ نہیں کہا جائے گا کہ اُس میں بہت سارے حصے ہوگئے، وہ ایک ہی حصہ سمجھا جائے گا، چاہے ثواب کتنوں کو پہنچا دیا جائے۔ نبی اکرم علیہ السلام نے ایک مینڈھا ذبح کیا اور فرمایا کہ یہ میری پوری امت کی طرف سے ہے: اِس لئے اِس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم كان إذا أراد أن يضحي اشترى كبشين عظيمين سمينين أقرنين أملحين موجوئين، فذبح أحدهما عن أمته لمن شهد للّٰه بالتوحيد وشهد له بالبلاغ، وذبح الآخر عن محمد وعن آل محمد صلى اللّٰه عليه وسلم. (سنن ابن ماجة، كتاب الأضاحي / باب أضاحي رسول الله صلى الله عليه وسلم ٢٢٥/٢-٢٢٦ رقم: ٣١٢٢)

لأن الموت لا يمنع التقرب عن الميت بدليل أنه يجوز أن يتصدق عنه ويحج عنه، وقد صح أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ضحى بكبشين أحدهما عن نفسهٖ والآخر عمن لم يذبح من أمته، وإن كان منهم من قد مات قبل أن يذبح. (شامي / كتاب الأضحية ٤٧١/٩ زكريا، ٣٢٦/٦ كراچی)

سئل عمن يضحي عن الميت قال: يصنع به كما يصنع بأضحيتهٖ ...... فقيل له أتصير عن الميت قال: الأجر للميت والملك للمضحي، وبه قال سلمة وابن مقاتل وأبو مطيع. (الفتاوىٰ التاتارخانية ٤٤/١٧ رقم: ٢٧٧٧١ زكريا، فتاوىٰ قاضي خان ٢٤٨/٣ جديد زكريا، وعلى هامش الفتاوىٰ الهندية ٣٥٢/٣ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۳۸ / ۱۴۴۱/۱۲/۴ھ)

نفلی قربانی کے لئے پالا گیا بکرا اَیامِ قربانی سے پہلے مرگیا؟

سوال (۸۴۸):- کسی شخص نے بکرا پال رکھا تھا، اور اُس کا اِرادہ یہ تھا کہ اَیامِ نحر میں

نبی اکرم علیہ السلام کی طرف سے ذبح کرے گا؛ لیکن اَیامِ نحر سے پہلے ہی وہ بکرا مرگیا؛ تو کیا ایسے آدمی پر پیغمبر علیہ السلام کے نام پر قربانی کرنا واجب ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- اگر اُس بکرے کو خریدتے وقت قربانی کی نیت نہ تھی، یا وہ اپنے گھر ہی میں پیدا شدہ تھا، تو محض پالنے سے وہ قربانی کے لئے متعین نہیں ہوا؛ لہٰذا جب وہ ایامِ قربانی سے پہلے مرگیا تو اُس کے بدلے میں کسی اور جانور کی قربانی لازم نہیں ہے۔

فلو كانت في ملكه فنوى أن يضحى بها أو اشتراها ولم ينو الأضحية وقت الشراء ثم نوى بعد ذلك لا يجب؛ لأن النية لم تقارن الشراء فلا تعتبر. ووقع في التاتارخانية: التعبير بقوله شراها لها أيام النحر، وظاهره أنه لو شراها لها قبلها لا تجب ولم أره صريحًا. (رد المحتار / كتاب الأضحية ٤٦٥/٩ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۳۷ / ۱۴۴۱/۱۱/۲۷ھ)

کیا فقیر شخص قربانی کا جانور خرید کر عید سے پہلے بیچ سکتا ہے؟

سوال (۸۴۹):- جس شخص پر قربانی واجب نہیں ہے، اُس نے عید سے پہلے قربانی کی نیت سے جانور خریدا، تو کیا وہ اُس جانور کو عید کے دن سے پہلے فروخت کرسکتا ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- مسئولہ صورت میں فقیر شخص نے جو جانور قربانی کی نیت سے خریدلیا ہے، تو اَب وہ اُسے فروخت نہیں کرسکتا؛ کیوں کہ جو جانور بنیت قربانی خریدا جاتا ہے، وہ فقیر کے حق میں نذر کے درجے میں ہوجاتا ہے، اور اُسی جانور کی قربانی اُس پر لازم ہوتی ہے، وہ اُسے نہ تو فروخت کرسکتا ہے اور نہ بدل سکتا ہے۔

فقير شراها لها لوجوبها عليه بذلك حتى يمتنع عليه بيعها (الدر المختار) قوله: لوجوبها عليه بذلك؛ أي بالشراء، وهذا ظاهر الرواية؛ لأن شراءه لها يجري مجرى الإيجاب، وهو النذر بالتضحية عرفًا، كما في البدائع. (رد المحتار / كتاب الأضحية ٤٦٥/٩ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۳۷ / ۱۴۴۱/۱۱/۲۷ھ)

کیا بڑا جانور خرید کر اُس کا کوئی حصہ دوسرے کو فروخت کر سکتے ہیں؟

سوال (۸۵۰):- بڑا جانور خریدنے کے بعد اُس میں سے کوئی حصہ دوسرے کو فروخت کر سکتے ہیں یا نہیں؟ یعنی دوسرے کو اُس میں پیسے لے کر شریک کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- اگر کسی شخص نے بڑا جانور خریدتے وقت ہی یہ نیت کی تھی کہ وہ اُس میں دوسروں کو شریک کرے گا، تو بعد میں اُس میں دوسروں کو حصہ دار بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے؛ تاہم بہتر یہی ہے کہ خریدنے سے پہلے ہی حصے جمع کر کے مشترک طور خریداری کی جائے۔ اور اگر خریدتے وقت شرکت کی نیت نہیں کی تھی؛ بلکہ صرف اپنی ذات کے لئے جانور خریدا تھا، تو اَب دوسروں کو حصے دار بنانا مناسب نہیں؛ بلکہ مکروہ ہے۔

وصح اشتراک ستة في بدنة شريت لأضحية أي إن نوى وقت الشراء الاشتراک صح استحسانًا، وإلا لا استحسانًا، وذا أي الاشتراک قبل الشراء أحب. قوله في بدنة شريت لأضحية: أي ليضحي بها عن نفسه. هداية وغيرها. وهذا محمول على الغني؛ لأنها لم تتعين لوجوب الأضحية بها، ومع ذلک يكره لما فيه من خلف الوعد. وقد قالوا: إنه ينبغي له أن يتصدق بالثمن وإن لم يذكره محمد نصًا. فأما الفقير فلا يجوز له أن يشرک فيها؛ لأنه أوجبها على نفسه بالشراء للأضحية، فتعينت للوجوب، بدائع وغاية البيان. لكن في الخانية: سوى بين الغني والفقير. قوله: إن نوى وقت الشراء الاشتراک الخ، والواجب إسقاطه؛ لأن موضع المسألة الاستحسانية أن يشتريها ليضحي بها عن نفسه، كما في الهداية والخانية وغيرهما، ولذا قال المصنف بعد قوله استحسانًا: وذا قبل الشراء أحب. وفي الهداية: والأحسن أن يفعل ذلک قبل الشراء ليكون أبعد عن الخلاف وعن صورة الرجوع في القربة. وفي الخانية: ولو لم ينو عند الشراء ثم أشركهم فقد كرهه أبوحنيفة.

(رد المحتار / كتاب الأضحية ٤٥٩/٩ زكريا، تبيين الحقائق / كتاب الأضحية ٤/٥ بولاق مصر)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۳۷ / ۱۴۴۱/۱۱/۲۷ھ)

والد نے والدہ کی نیت سے بکرا خریدا پھر اُس کو بیٹے کے نام سے نامزد کردیا

سوال (۸۵۱):- میرے والد نے دو بکرے خریدے، ایک اپنی قربانی کے لئے اور ایک اپنی اہلیہ یعنی میری والدہ کی قربانی کے لئے اور بکرا خریدنے کے بعد والد صاحب نے کہا کہ بیٹا تمہاری والدہ کا حصہ تو بڑے جانور میں لے لیا ہے، اب ان دونوں بکروں میں سے ایک بکرا اپنی قربانی کرلو تو سوال یہ ہے کہ کیا میں اس بکرے میں قربانی کرسکتا ہوں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- جو بکرا والد صاحب نے والدہ کی طرف سے نیت کرکے خریدا ہے اور وہ پہلے سے والدہ کی طرف سے قربانی کرتے چلے آئے ہیں، تو والدہ کی صراحۃً اجازت کی ضرورت نہیں ہے جیسا کہ سوال سے بھی یہی معلوم ہورہا ہے، تو وہ بکرا والدہ کے لئے متعین ہو چکا، اس لئے اس بکرے کو کسی اور کے نام سے ذبح نہیں کیا جائے گا، آپ اپنا حصہ بڑے میں لے لیں یا جس میں چاہے اس میں لے لیں؛ لیکن جو بکرا والدہ کے لئے خریدا گیا ہے وہ آپ کی طرف سے قربانی اس کی صحیح نہیں ہوگی۔ (احسن الفتاویٰ ۵۴۱/۷)

ولو ضحى عن أولاده الكبار وزوجته لا يجوز إلا بإذنهم. (رد المحتار / كتاب الأضحية ٤٥٧/٩ زكريا)

وليس على الرجل أن يضحي عن أولاده الكبار وامرأته إلا بإذنه.

(الفتاویٰ الهندية ٢٩٣/٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۳۸ / ۱۴۴۱/۱۲/۴ھ)

والد کا اپنے نابالغ بچوں کی طرف سے قربانی کرنا

سوال (۸۵۲):- والد صاحب اپنی واجب قربانی کے بعد اپنے نابالغ بچوں کی طرف سے قربانی کرسکتے ہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- نابالغ بچوں کی طرف سے کرسکتے ہیں، اِس میں کوئی حرج کی بات نہیں؛ بلکہ ایسا کرنا مستحب ہے۔ (کتاب المسائل ۲/۳۰۶-۳۰۷)

وعن الثاني أنه يجوز استحسانًا بلا إذنهم. (شامي ٩/٤٥٧ زكريا)

ويستحب عن أولاده الصغار وعن ماليكه ويكون قربة. (الفتاویٰ التاتارخانية ١٧/٤٠٧ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۳۹ / ۱۲/۸/۱۴۴۱ھ)

بیٹے کا باپ کی طرف سے قربانی کرنا

سوال (۸۵۳):- باپ اور بیٹے دونوں صاحبِ نصاب ہیں، اور دونوں الگ الگ رہتے ہیں، اَب بیٹا باپ کی طرف سے قربانی کرتا ہے، تو وہ قربانی نفلی ہوگی یا واجب؟ کیا باپ کی طرف سے واجب قربانی اَدا ہوجائے گی؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- مسئولہ صورت میں اگر باپ اِجازت دیدے یا اُس کو علم ہوجائے، یا پہلے سے بیٹا باپ کی طرف سے قربانی کرتا چلا آیا ہے، تو یہ واجب قربانی اَدا ہوجائے گی۔ اور اگر پیشگی اِجازت یا معمول نہ ہو تو وہ قربانی نفل ہوگی۔

لو ضحى عن أولاده الكبار وزجته لا يجوز إلا باذنهم، ومن الثاني أنه يجوز استحسانًا بلا إذنهم، ولعله ذهب إلىٰ أن العادة إذا مرت من الأب في كل سنة صار كالإذن منهم. (شامي ٩/٤٥٧ زكريا، الفتاویٰ التاتارخانية ١٧/٤٤٤ زكريا، البحر الرائق ٩/٣٢٦ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۳۹ / ۱۲/۸/۱۴۴۱ھ)

اپنی واجبی قربانی کا ثواب میت کو پہنچانا

سوال (۸۵۴):- اگر کوئی شخص اپنی واجب قربانی کا ثواب کسی میت کو پہنچانا چاہے تو درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- بعض فقہی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر آدمی کسی جانور سے اپنی واجب قربانی کرنے کا اِرادہ کرے؛ لیکن اُس کی نیت یہ ہو کہ اُس کا ثواب ہمارے مرحومین کو پہنچے، تو اُس کی واجب قربانی بھی اَدا ہوجائے گی، اور اُس کا ثواب بھی مرحومین کو پہنچ جائے گا، اِن شاءاللہ تعالیٰ۔

وإن تبرع بها عنه له الأكل؛ لأنه يقع على ملك الذابح والثواب للميت، ولهذا لو كان على الذابح واحدة ...... سقطت عنه أضحيته، كما في الأجناس. (شامي ٤٨٤/٩ زكريا، فتاوىٰ قاضي خان على هامش الهندية ٣٥٢/٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۳۹ / ۱۴۴۱/۱۲/۸ھ)

گذشتہ سال کی قربانی نہ کرسکے تو اُس کی تلافی کی شکل کیا ہے؟

سوال (۸۵۵):- ایک شخص نے گذشتہ سال کسی کو پیسے دے کر اپنی طرف سے قربانی کا وکیل بنایا؛ لیکن کسی عذر کی وجہ سے وکیل قربانی نہیں کرسکا، اور اُس نے مؤکل کو خبر بھی نہیں دی، اَب وہ یہ چاہتا ہے کہ جو پرانی قربانی رہ گئی ہے اِس سال ایامِ قربانی میں اُس کی طرف سے کردے، تو کیا اِس سے تلافی ہوجائے گی یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- مسئولہ صورت میں اگلے سال قربانی کی قضا کرنے سے تلافی نہیں ہوگی؛ بلکہ اُس کی قیمت کو صدقہ کرنا ہوگا، اور اِس سال کی قربانی الگ سے کی جائے گی۔ (فتاویٰ محمودیہ ۳۶۴/۲۶ زکریا)

إذا مضى وقتها وجب عليه التصدق بها حية أو بقيتهما. (شامي / كتاب

الأضحية ٣٢١/٦ كراچی، البحر الرائق / كتاب الأضحية ١٧٤/٨ كوئٹه، تبيين الحقائق / كتاب الأضحية ٥/٦ المكتبة الإمدادية ملتان) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۳۹ / ۱۴۴۱/۱۲/۸ھ)

قربانی کی قضاء کی صورت کیا ہوگی؟

سوال (۸۵۶):- ایک شخص نے گذشتہ کئی سال سے قربانی نہیں کی، اُسے مسئلہ معلوم نہیں تھا یا غفلت میں رہا، اَب اُس کو اندازہ ہوا ہے تو گذشتہ قربانیوں کی قضا کا آسان طریقہ کیا ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- ہر سال کی طرف سے اندازہ لگا کر قربانی کی قیمت صدقہ کردے، اگر وسعت ہے تو بکری کی قیمت صدقہ کرے۔ اور اگر وسعت نہیں ہے تو کم سے کم ساتویں حصہ کی قیمت صدقہ کرے، اَب قربانی کرنا کافی نہ ہوگا۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۲۶/۳۴۷ زکریا)

إذا مضى وقتها وجب عليه التصدق بها حية أو بقيتهما. (شامي / كتاب الأضحية ٣٢١/٦ كراچی، البحر الرائق / كتاب الأضحية ١٧٤/٨ كوئٹه، تبيين الحقائق / كتاب الأضحية ٥/٦ المكتبة الإمدادية ملتان) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۳۹ / ۱۴۴۱/۱۲/۸ھ)

قربانی کے جانور میں ولیمہ کی نیت سے حصہ لینا

سوال (۸۵۷):- قربانی کے بڑے جانور میں ولیمہ کی نیت سے ایک حصہ لے سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- متعدد کتب فقہ میں یہ بات درج ہے کہ قربانی کے بڑے جانور میں ولیمہ مسنونہ کی نیت سے حصہ لینا درست ہے؛ اِس لئے کہ یہ بھی سنت ہونے کی وجہ سے قربت میں داخل ہے۔

ولـم يـذكر ما إذا أراد أحدهم الوليمة، وهي ضيافة التزويج، وينبغي أن يجوز. (الفتاویٰ الهندية / الباب الثامن فيما يتعلق بالشركة في الضحايا ٣٠٤/٥ قديم زكريا)

وإذا أراد أحـدهـم الـولـيـمة، أي ضيافة التزوج، وينبغي أن يجوز؛ لأنها إنـمـا تـقـام شكر الله تعالىٰ على نعمة النكاح، وقد وردت السنة بذلک، قال صلى الله عليه وسلم: أولم ولو بشاة. (حاشية الچلپی على تبيين الحقائق / كتاب الأضحية ٨/٥ بولاق مصر، بدائع الصنائع / شرائط جواز إقامة الواجب ٧٢/٤ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۳۷ / ۲۷/۱۱/۱۴۴۱ھ)

اہل مدارس کا دوسری جگہ اجتماعی قربانی کرانا

سوال (۸۵۸):- اہل مدارس عموماً اجتماعی قربانی کا نظم کرتے ہیں اور بہت سے لوگ اُن سے اپنی قربانی کراتے ہیں، اَب اگر اہل مدارس یہ قربانیاں کسی وجہ سے اپنے مدرسے میں نہ کراسکیں، تو دوسری جگہ پر وہ قربانی کراسکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- قربانی کرانے والے حضرات چوں کہ اہل مدارس پر اعتماد کرتے ہیں، اور اُنہیں قربانی کی عمومی اِجازت دیتے ہیں کہ وہ اپنے زیر انتظام جہاں بھی چاہیں قربانی کرادیں؛ لہٰذا اہل مدارس کو اختیار ہے، چاہے وہ اپنے مدرسہ میں کرائیں یا دوسری معتبر جگہ کرائیں۔ اِس میں شرعاً کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔

ومنها أن تجزئ فيها النيابة فيجوز للإنسان أن يضحي بنفسه وبغيره بإذنه. (بدائع الصنائع، كتاب التضحية، فصل في كيفية الوجوب ٢٠٠/٤ زكريا، ٦٧/٥ كراچی، الفتاویٰ الهندية ٣٣٩/٥ جديد زكريا، ٢٩٤/٥ قديم)

وأما الضحايا فلا بد فيها من النية لكن عند الشراء لا عند الذبح. (الأشباه والنظائر ٤٠/١ قديم)

المستفاد: إذا ذبح أضحية الغير ناويًا مالكها بغير أمره جاز ولا ضمان عليه وهٰذا استحسان لوجود الإذن دلالةً. (شامي / كتاب الأضحية ٤٧٨/٩ زكريا، ٣٣٠/٦ كراچی)

ولو ذبح أضحية غيره عن المالك بغير أمره صريحًا، يقع عن المالك، ولا ضمان على الذابح استحسانًا. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الأضحية / الباب السابع في التضحية عن الغير ٣٠٢/٥ قديم زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۳۵ / ۱۳/۱۱/۱۴۴۱ھ)

قربانی کے جانور میں سے بعض شرکاء کا الگ ہوجانا

سوال (۸۵۹): - اگر سات حصے داروں نے مل کر قربانی کا ایک جانور خریدا، پھر اُن میں سے کچھ حصے دار الگ ہوگئے، اور باقی حصے دار اتنی گنجائش والے نہیں ہیں کہ وہ مکمل جانور قربان کرسکیں، تو وہ اپنی قربانی کیسے کریں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد: - مسئولہ صورت میں جو حصے دار الگ ہوگئے ہیں، اُن کی جگہ پر دوسرے حصے دار تلاش کرلئے جائیں۔ اگر یہ نہ ہوسکے تو باقی حصہ دار اس پورے جانور کو فروخت کردیں اور کسی اور جانور میں حصہ لے کر اپنی قربانی کرلیں۔ (مستفاد: کتاب النوازل ۵۳۵/۱۴، کفایت المفتی ۱۹۲/۸ مکتبہ دارالاشاعت کراچی)

ولو اشترىٰ بقرة يريد أن يضحي بها، ثم اشترک فيها ستة يكره ويجزيهم؛ لأنه بمنزلة سبع شياه حكمًا، وإن فعل ذلک قبل أن يشتريها كان أحسن.

(الفتاویٰ الهندية، كتاب الأضحية / الباب الثاني فيما يتعلق بالشركة في الضحايا ٣٠٤/٥ زكريا)

ولو شرى بدنة للأضحية ثم أشرک فيها ستة جاز استحسانًا، والاشتراک قبل الشراء أحب. (مجمع الأنهر ١٦٩/٤ مكتبة فقيه الأمة ديوبند) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۳۹ / ۸/۱۲/۱۴۴۱ھ)

قربانی کے جانور کے ایک شریک کا انتقال ہوجائے اور ورثاء اِجازت نہ دیں تو کیا حکم ہے؟

سوال (۸۶۰):- بڑے جانور میں شریک لوگوں میں سے ایک شریک کا انتقال ہوجائے اور اُس کے وارثین میں دو وارث نابالغ بھی ہیں، تو باقی ۶ ؍شرکاء اُس جانور کا کیا کریں؟ اور اگر سب وارثین بالغ ہوں مگر اُن کی طرف سے اِجازت نہ ملے، تو اِس صورت میں کیا ہوگا؟

الجواب حامدًا ومصلیًا أما بعد:- اِس میں دو صورتیں ہوسکتی ہیں: (۱) ایک صورت تو یہ ہے کہ جس شخص کا انتقال ہوا ہے اُس کا حصہ کسی دوسرے کو منتقل کردیا جائے اور اُس کو شریک کرلیا جائے، اور اُن کے پیسے وارثین کو لوٹا دئے جائیں۔

(۲) اور دوسری شکل یہ ہے کہ یہ جو ۶ ؍شرکاء ہیں، یہ سب مل کر انتقال کرنے والے شریک کا حصہ بھی خریدلیں، تو مذکورہ ۶ ؍شرکاء کی طرف سے اُس جانور کی قربانی درست ہوجائے گی۔

وإن مات أحد السبعة المشتركين في البدنة، وقال الورثة: اذبحوا عنه وعنكم صح الكل استحسانًا لقصد القربة من الكل. ولو ذبحوها بلا إذن الورثة لم يجزهم؛ لأن بعضها لم يقع قربة. (الدر المختار مع الشامي ٤٧١/٩ زكريا)

ولو شرى بدنة للأضحية، ثم اشرك فيها ستة جاز استحسانًا، والاشتراك قبل الشراء أحب. (مجمع الأنهر ١٦٩/٤ مكتبة فقيه الأمة ديوبند) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۳۹ / ۱۴۴۱/۱۲/۸ھ)

اگر شرکاء میں کسی ایک کا انتقال ہوجائے تو کیا حکم ہے؟

سوال (۸۶۱):- اگر ایک بڑے جانور میں کئی حصے دار تھے؛ لیکن قربانی سے پہلے کسی ایک حصہ دار کا انتقال ہوگیا، تو اب بقیہ کی قربانی درست ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصلیًا أما بعد :- یہ دیکھا جائے گا کہ جو انتقال ہونے

والا شخص ہے اس کے وارثین سب بالغ ہیں یا نہیں؟ اگر سب بالغ ہوں اور سب اپنی مرضی سے اجازت دیدیں کہ ہاں ہمارے مورث کی طرف سے وہ قربانی کردی جائے، حصہ برقرار رکھا جائے تو بقیہ لوگوں کی بھی قربانی درست ہوجائے گی؛ لیکن ان وارثین میں کوئی نابالغ ہو یا بالغ تو ہوں لیکن وہ اجازت نہ دیں تو ایسی صورت میں بقیہ چھے لوگوں کی بھی قربانی درست نہیں ہوگی، کیونکہ قربانی کے درست ہونے کے لئے لازم ہے، کہ سب حصہ دار عبادت کی نیت سے شریک ہوں، اور یہاں جب اس کا انتقال ہوگیا اور وارثین بالغین نے اجازت نہیں دی وہ جو قربت کا مفہوم تھا وہ اس حصے میں باقی نہیں رہا اس لئے کسی کی بھی قربانی درست نہیں ہوگی۔

وإن مات أحد السبعة المشتركين في البدنة، وقال الورثة: اذبحوا عنه وعنكم صح، وعن الكل استحسانًا لقصد القربة من الكل، ولو ذبحوها بلا إذن الورثة لم يجزهم؛ لأن بعضها لم يقع قربة، قوله: قال الورثة: أي الكبار منهم. (الدر المختار مع رد المحتار / كتاب الأضحية ۹/۴۷۱ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۳۷ / ۱۴۴۱/۱۱/۲۷ھ)

قربانی کا مشترکہ جانور گم ہونے کے بعد مل گیا؟

سوال (۸۶۲):- ایک جانور میں ۷/ آدمی شریک ہیں جن میں سے ۶/ صاحب نصاب ہیں، اور ایک فقیر اور غریب ہے۔ اَب وہ جانور گم ہوگیا، اُن سب شرکاء نے مل کر دوسرا جانور خریدلیا؛ لیکن بعد میں وہ گم شدہ جانور بھی مل گیا تو چوں کہ صاحب نصاب کو تو اختیار ہے کہ جس جانور قربانی کرنا چاہے کرے؛ لیکن وہ کیا کرے گا جو صاحب نصاب نہیں ہے بلکہ غریب آدمی ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- مسئولہ صورت میں یہ دیکھا جائے گا کہ فقیر شخص نے دوسرے جانور میں کس نیت سے حصہ لیا ہے؟ اگر اُس کی نیت یہ ہے کہ میں اپنی طرف سے ابتداء قربانی کررہا ہوں، اور پچھلا جانور جو گم ہوگیا اُس سے کوئی لینا دینا نہیں، تو ایسی

صورت میں جب قربانی کا وقت آئے گا تو فقیر شخص پر بعد میں لئے گئے حصے کی قربانی واجب ہوگی؛ جب کہ پہلا خرید کردہ جانور فروخت کیا جائے گا۔ اور اُس کا ساتواں حصہ جو فقیر کی طرف آرہا ہے، اُسے قربانی کا وقت گذرنے کے بعد صدقہ کیا جائے گا، اور بقیہ ۶/ حصے جو مال دار حصے داروں کی ملکیت ہے، اُن میں اُنہیں اختیار ہوگا، چاہے تو صدقہ کردیں یا اپنے استعمال میں لے آئیں؛ لیکن اگر مذکورہ فقیر نے دوسرا حصہ پہلے گم شدہ جانور کے حصے کے بدل کے طور لیا ہے، ابتداء قربانی کی نیت نہیں ہے، تو ایسی صورت میں مال دار اور فقیر دونوں کا حکم یکساں ہوگا، یعنی اُنہیں اختیار ہے یا تو دونوں جانور ذبح کردیں یا کسی ایک کو ذبح کرکے دوسرے کو اپنے کام میں لے آئیں۔

وإن سرقت أو ضلت فشرىٰ أخرىٰ، ثم وجدها في أيام النحر ذبح إحداهما ولو غنيًا، وكلاهما لو فقيرًا، لا إذا نواها عن الأولىٰ لعدم تعدد الالتزام بالشراء حينئذٍ. (الدر المنتقى على هامش مجمع الأنهر / كتاب الأضحية ٢/٥٢٠ دار إحياء التراث العربي بيروت)

وذكر الزعفراني في رجل اشترى شاة للأضحية وأوجبها أضحية فضلت منه، ثم اشترى مثلها وأوجبها أضحية ثم وجدت الأولىٰ؛ فإن أوجب الثانية إيجابًا مستأنفًا فعليه أن يضحي بهما، وإن أوجبها بدلاً عن الأولىٰ فإن له أن يذبح أيها ما شاء؛ لأن الإيجاب متحد فاتحد الواجب، وهذا بناء على أصله أن الفقير إذا اشترى شاة بنية الأضحية لا تتعين لها عنده، حتى يجعلها بعد ذلك للأضحية بالإيجاب؛ لأن الشراء لم يوضع للإيجاب، ولا يحتمل المجاز عنه لعدم الموافقة بينهما في المعنى الخاص؛ لأن الشراء موضوع لاتسجلاب الملك والنذر بالأضحية موضوع للإزالة، فكان بينهما مضادة، وفي ظاهر الرواية يتعين للأضحية بالشراء؛ لأن الشراء من الفقير بنية الأضحية بمنزلة النذر عرفًا وعادة؛ لأنا لا نجد في العرف فقيرًا اشترى شيئًا

لـلأضـحية إلا ويـضـحي بها لا محالة، فكان بهما ملتزمًا. (تبيين الحقائق / كتاب الأضحية ٧/٥ بولاق مصر) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۳۷ / ۲۷/۱۱/۱۴۴۱ھ)

بغیر کسی عذر کے تیسرے دن قربانی کرنا

سوال (۸۶۳):- قربانی کا جانور بغیر کسی عذر کے عید کے تیسرے دن قربان کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- قربانی کے تیسرے دن یعنی ۱۲/ ذی الحجہ کے غروب سے پہلے پہلے جانور قربان کرنا بلا شبہ درست ہے؛ تاہم اَفضل یہ ہے کہ اول دن ذبح کیا جائے۔

ما روي عن عمر وعلي وابن عباس رضي الله عنهم قالوا: أيام النحر ثلاثة أولها أفضلها. (الهداية ٤/ ٤٣٠ إدارة المعارف ديوبند)

عن عمر رضي اللّٰه تعالىٰ عنه إنما النحر في هذه الأيام الثلاثة. (إعلاء السنن ٢٣٥/١٧)

وهي ثلاثة: أولها أفضلها، وتحته ثم الثاني ثم الثالث. (شامي / كتاب الأضحية ٤٥٨/٩ زكريا)

ثم تختص جواز الأداء بأيام النحر وهي ثلاثة أيام عندنا. قال عليه الصلاة والسلام: أيام النحر ثلاثة أفضلها أولها، فإذا غربت الشمس من يوم الثالث لم تجز الأضحية بعد ذلک. (المبسوط للسرخسي ٩/١٢ دار المعرفة بيروت لبنان) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۴۱ / ۱۸/۱۲/۱۴۴۱ھ)

رات میں قربانی کرنا

سوال (۸۶۴):- اگر ہم کسی وجہ سے دن کے وقت میں قربانی کرسکیں تو رات میں قربانی کرسکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- بہتر تو یہی ہے کہ دن میں قربانی کی کوشش کی جائے؛ تا کہ کوئی پریشانی نہ ہو؛ لیکن اگر کسی عذر سے دن میں نہ کرسکیں تو لائٹ وغیرہ کا اچھا انتظام کر کے رات میں بھی قربانی کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

وكره تنزيهًا الذبح ليلاً لاحتمال الغلط. (الدر المختار / كتاب الأضحية ٣٢٠/٦ كراچی)

ويجوز في نهارها وليلها بعد طلوع الفجر من يوم النحر إلى غروب الشمس من اليوم الثاني عشر، إلا أنه يكره الذبح في الليل. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الأضحية / الباب الثالث في وقت الأضحية ٢٩٥/٥ قديم زكريا)

ويكره التضحية والذبح في الليالي. (فتاوی قاضي خان على هامش الفتاویٰ الهندية، كتاب الأضحية / فصل في صفة الأضحية، ووقت وجوبها ومن تجب عليه ٣٤٥/٣ رشيدية، وكذا في إعلاء السنن، كتاب الأضاحي / باب أفضلية مباشرة التضحية بنفسه جواز الاستتابة والاستعافة، فوائد شتى ٢٧٩/١٧ إدارة القرآن كراچی، وكذا في تبيين الحقائق / كتاب الأضحية ٤٧٨/٦ دار الكتب العلمية بيروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۳۸ / ۱۴۴۱/۱۲/۴ھ)

کیا انڈیا کا باشندہ ایک دن پہلے افریقہ میں اپنی قربانی کرا سکتا ہے؟

سوال (۸۶۵):- ہمارے یہاں افریقہ میں جمعہ کے دن عیدالاضحیٰ ہے اور انڈیا میں سنیچر کو ہے، تو کیا ہم انڈیا والوں کی قربانی جمعہ کے دن افریقہ میں کرسکتے ہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- مسئولہ صورت میں انڈیا والوں کی

قربانی جمعہ کے دن درست نہ ہوگی؛ اِس لئے کہ انڈیا میں جمعہ کے دن اَیامِ قربانی شروع نہیں ہوں گے؛ حالاں کہ قربانی کی صحت کے لئے یہ ضروری ہے کہ جو شخص قربانی کرارہا ہے، اُس کے علاقہ میں ایامِ قربانی ہونا ضروری ہے؛ لہٰذا اُن کی قربانی جمعہ کے بجائے سنیچر کو کی جائے۔

إن سبب وجوب الأضحية الوقت وهو أيام النحر والغني شرط الوجوب. (فتح القدير ٥٠٦/٩ بيروت، ٥١٩/٩ زكريا)

وأما وقت الوجوب فأيام النحر فلا تجب قبل دخول الوقت؟ لأن الواجبات المؤقتة لا تجب قبل أوقاتها كالصلاة والصوم ونحوهما، وأيام النحر ثلاثة: يوم الأضحى وهو اليوم العاشر من ذي الحجة والحادي عشر والثاني عشر. (بدائع الصنائع ١٩٨/٤)

وأما شرائط أدائها: فمنها الوقت في حق المصري بعد صلاة الإمام، والمعتبر مكان الأضحية لامكان المضحى، وسببها طلوع فجر يوم النحر.
(البحر الرائق ١٧٣/٨ كراچی، انوار رحمت ٣٩١)

والدليل على سببية الوقت امتناع التقديم عليه كامتناع تقديم الصلاة وإنما لم تجب على الفقير لفقد الشرط وهو الغني وإن وجد السبب. (شامي ٣٧٩/٩ بيروت، ٤٥٣/٩ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۳۸ / ۱۴۴۱/۱۲/۴ھ)

○❖○

قربانی کے جانور

جانور کی عمر میں قمری سال کا اعتبار ہے

سوال (٨٦٦):- ایک بڑے جانور کی عمر چاند کے حساب سے ۲؍سال مکمل ہوچکی ہے؛ لیکن انگریزی تاریخ کے اعتبار سے ابھی دوسال پورا ہونے میں ۱۰؍دن کم ہیں، تو اُس جانور کی درست ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- قربانی میں جانوروں کی عمر کا اعتبار چاند کی تاریخوں سے کیا جائے گا؛ لہٰذا مسئولہ صورت میں جب چاند کے حساب سے اُس کے ۲؍سال یقیناً مکمل ہوچکے ہیں، تو اُس کی قربانی درست ہے۔

المستفاد: وسببه أي سبب افتراضها ملك نصاب حولي نسبة للحول أي الحول القمري لا الشمسي، كما سيأتي. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الزكاة / يسئلونك عن الاهلة قل هى مواقيت للناس والحج [البقرة] ٢٥٩/٢ زكريا)

والثني من الغنم الذي تم له سنة وطعن في الثانية، ومن البقر الذي تم له سنتان وطعن في الثالثة. (الفتاویٰ التاتارخانية ٤٢٥/١٧ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۳۷ / ۱۴۴۱/۱۱/۲۷ھ)

قربانی کے جانور کے بال کاٹنا اور دودھ دوہنا کب سے ممنوع ہے؟

سوال (٨٦٧):- قربانی کے جانور کے بال وغیرہ کاٹنا درست نہیں ہے، جیسا کہ کتب فقہ میں مذکور ہے۔ تو اِس سلسلے میں سوال ہے کہ کس وقت سے کاٹنا درست نہیں ہے؟

قربانی کے لئے خریدنے کے بعد سے یا قربانی کے لئے نامزد کرنے کے بعد سے؟ اِس لئے کہ ہمارے یہاں اکثر گھر میں پیدا شدہ جانوروں کی ہی قربانی کرتے ہیں، تو کیا شروع ہی سے اُن کے بال نہیں کاٹے جائیں گے یا جب سے نیت کی اُس وقت سے نہیں کاٹے جائیں گے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- فقہاء نے صراحت کی ہے کہ اگر کوئی جانور قربانی کی نیت سے خریدا جائے، چاہے خریدنے والا مال دار ہو یا فقیر، تو خریداری کے وقت سے ہی اس جانور پر قربانی کے احکام جاری ہو جائیں گے۔ یعنی بلاضرورت اُس کا دودھ نہ دوہا جائے، اور اگر دوہ لیا تو اُسے یا اُس کی قیمت کو صدقہ کیا جائے؛ لیکن اگر اُسے خریدتے وقت قربانی کی نیت نہ رہی ہو، یا وہ جانور گھر کا پلا ہوا ہو، پھر بعد میں اُس کی قربانی کا اِرادہ کیا ہو، تو محض اِرادہ کرنے سے اُس جانور پر قربانی کے اَحکام جاری نہیں ہوں گے؛ لہٰذا اُس کا دودھ بھی استعمال کیا جاسکتا ہے، اور بال وغیرہ بھی کاٹے جاسکتے ہیں۔ پھر جب اُس کی قربانی ہو جائے گی تو اَب اُس کے گوشت پوست کو بیچنا ممنوع ہوگا۔ اور اگر کوئی فروخت کردے تو اُس کی قیمت کا صدقہ واجب ہوگا۔

فلو كانت في ملكه فنوى أن يضحي بها أو اشتراها ولم ينو الأضحية وقت الشراء ثم نوى بعد ذلك لا يجب؛ لأن النية لم تقارن الشراء فلا تعتبر. ووقع في التاتارخانية: التعبير بقوله شراها لها أيام النحر، وظاهره أنه لو شراها لها قبلها لا تجب ولم آره صريحًا. (رد المحتار / كتاب الأضحية ٩/٤٦٥ زكريا)

لو ضحى بهذه الشاة المشتراة بنية التضحية الواجبة عليه، تتأدى بها فريضة الله تعالىٰ، ويصير فارغ الذمة، ولا يجب عليه التضحية بشاة أخرىٰ، وذلك لأنه لم ينو ولم يوجب على نفسه شاةً مبتدأة لتصير نذرًا، وإنما عين الشاة المشتراة لإقامة الواجب الشرعي الذي كان عليه قبل الشراء، وبمثل هذا الكلام لا ينعقد النذر كرجل قال: إن برئت من مرضي هٰذا، ذبحت شاة

فبرئ لا يلزمه شيء، إلا أن يقول: إن برئت فللّٰه علي أن أذبح شاة. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الأيمان / الفصل الثاني في الكفارة ومما يتصل بذلك مسائل النذر ۱۱۱/۲ زكريا، ٦٦/۲ رشيدية)

ولا يدركها ولا يحمل عليها شيئًا ولا يؤاجرها؛ فإن فعل تصدق بالأجرة، ويكره الانتفاع بلبنها كما في الصفوف (الدر المختار) فإن كانت الأضحية قريبة ينضح ضرعها بالماء البارد، وإلا حلبه وتصدق به كما في الكفاية. (رد المحتار / كتاب الأضحية ٤٧٦/٩ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۳۷ / ۲۷/۱۱/۱۴۴۱ھ)

قربانی میں مہنگا جانور بدل کر سستا جانور خریدنا

سوال (۸٦۸):- ایک صاحب نصاب شخص نے ۱۰/ ہزار روپئے کا ایک بکرا خریدا، اور اُس کا اِرادہ اُس کی قربانی کا تھا، لیکن بعد میں اس نے اسے فروخت کر دیا، اور دوسرا بکرا ۸/ ہزار میں خریدا، تو یہ ۲/ ہزار روپئے اس کو بچ گئے، کیا وہ اپنے استعمال میں لا سکتا ہے یا صدقہ کرنا ہوگا؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- جو جانور قربانی کے لئے خرید لیا جائے، اُسے بلا ضرورت نہیں بیچنا چاہئے؛ بلکہ پوری کوشش کرنی چاہئے کہ اُسی کی قربانی ہو؛ لیکن اگر فروخت کر کے اُس سے سستا جانور خرید لیا تو بچی ہوئی رقم کو صدقہ کرنا ضروری ہے، اُسے اپنے استعمال میں لانا درست نہیں ہے۔

ويكره أن يبدل بها غيرها أي إذا كان غنيًا الخ. (شامي ٤٧٦/٩ زكريا)

ولو باع الأضحية جاز، خلافًا لأبي يوسف، ويشرى بقيمتها أخرى ويتصدق بفضل ما بين القيمتين. (الفتاویٰ الهندية ۳۰۱/۵ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۳٦ / ۲۰/۱۱/۱۴۴۱ھ)

سستا جانور خرید کر زائد رقم صدقہ کرنا

سوال (۸۶۹):- بہت سے حضرات ذوق وشوق میں بہت گراں قیمت جانور خریدا کرتے تھے، اِس سال وہ گراں جانور نہ خرید کر کم درجے کا جانور خرید کرلیں اور پچھلے سالوں کے اعتبار سے جو مزید رقم ہوتی تھی، اُسے صدقہ کردیں، تو یہ کیسا ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- اگر کوئی شخص شرعی شرائط کے مطابق مناسب جانور خریدے، اور مزید رقم صدقہ کردے، تو اُسے صدقہ کا ثواب ضرور ملے گا، اِن شاء اللہ تعالیٰ۔ تاہم افضل یہی ہے کہ بہترین اور گراں قیمت جانور کی قربانی کی جائے۔

سبعة من الرجال اشتروا بقرة بخمسين درهمًا للأضحية، وسبعة آخرون اشتروا سبع شياه بمائة درهم، تكلموا أن الأفضل هو الأول أو الثاني، والمختار أن الأفضل هو الثاني، كذا في الفتاوىٰ الكبرىٰ. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الأضحية / الباب الخامس في بيان محل إقامة الواجب ٢٩٩/٥ قديم زكريا)

سبعة اشتروا بقرة بخمسين درهمًا، وسبعة آخرون اشتروا سبعة شياه بمائة درهم، تكلموا في الأفضلية، والصحيح أن الثاني أفضل؛ لأنه أكثر ثمنًا وأظهر نفعًا للفقراء. (الفتاوىٰ قاضي خان علىٰ هامش الفتاوىٰ الهندية، كتاب الأضحية / فصل فيما يجوز في الضحايا وما لا يجوز ٣٤٩/٣-٣٥٠ زكريا)

فإن كانت النعجة أكثر قيمة أو لحمًا فهي أفضل، ذخيرة. (شامي / كتاب الأضحية ٣٢٢/٦ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۳۵ / ۱۳/۱۱/۱۴۴۱ھ)

قربانی کے جانور کو تول کر خریدنا

سوال (۸۷۰):- قربانی کے جانور مثلاً بکرا یا بکری وغیرہ کو تول کر خریدنا کیسا ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد: - اگر قیمت اور مبیع متعین ہو کوئی جہالت نہ ہو اور فریقین راضی ہوں، اور یہ تولنا صرف اندازے کے لئے ہو، تو انجام کار یہ بیع جائز ہے، اور اِس طرح کے خریدے ہوئے جانور کو قربانی میں ذبح کرنا شرعاً درست ہے، اِس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (فتاویٰ عثمانی حاشیہ ۹۹/۳، کتاب النوازل ۴۵۶/۱۰، احسن الفتاویٰ ۴۹۷/۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۳۵ / ۱۴۴۱/۱۱/۱۳ھ)

ایک سال کا بکرا جس کے دانت نہ نکلے ہوں

سوال (۸۷۱): - ایک بکرا ہے جس کے دانت ابھی نہیں نکلے؛ لیکن مالک کہہ رہا ہے کہ ایک سال کا ہے؛ بلکہ اس سے زیادہ کا ہے، تو اُس کی قربانی درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد: - اگر آپ کو مالک کی سچائی پر یقین ہو یا گمان غالب ہو اور اعتماد ہو تو آپ اُسے خرید کر قربانی کر سکتے ہیں۔ اور اگر شک ہو تو قربانی نہ کریں؛ لیکن یہ یاد رکھیں کہ بکرے وغیرہ کا دوٗنتا ہونا ضروری نہیں؛ بلکہ وقت کا پورا ہونا ضروری ہے۔

والثني من الغنم الذي تم له سنة وطعن في الثانية، وصح الثني فصاعدًا من الثلاثة، والثني هو ابن خمس من الإبل …… وحول من الشاة والمعز. (الدر المختار / كتاب الأضحية ٤٦٦/٩ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۳۸ / ۱۴۴۱/۱۲/۴ھ)

۲/ سال سے کم کا جانور جو وجود کے اعتبار سے موٹا تازہ ہو

سوال (۸۷۲): - اگر کسی بڑے جانور کی عمر دو سال سے کم ہے؛ لیکن وجود کے اعتبار سے کافی موٹا تازہ ہے، تو اُس کی قربانی درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد: - دو سال سے کم کا جانور چاہے کتنا ہی فربہ ہو اُس کی قربانی صحیح نہیں ہے، یہ وقت متعین ہے اس کے اندر کمی قابل قبول نہیں ہے۔

وأما سنه فلا يجوز شيء مما ذكرنا من الإبل والبقر والغنم من

الأضـحية إلا الثني من كل جنس إلا الجذع من الضأن خاصة إذا كان عظيمًا، لما روى عن رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم أنه قال: ضحوا بالثنايا إلا أن يعز علـىٰ أحدكم فيذبح الجذع في الضأن. (بـدائع الصنائع، كتاب الأضحية / محل إقامة الواجب ٢٠٥/٤ زكريا)

فـلا يـجـوز شـيء مـمـا ذكرنا من الإبل والبقر والغنم عن الأضحية إلا الثني من كل جنس، وإلا الجذع من الضأن خاصةً إذا كان عظيمًا ...... حتى لو ضحىٰ بأقل من ذلك شيئًا لا يجوز. (الـفتاوىٰ الهندية، كتاب الأضحية / الباب الخامس في بيان محل إقامة الواجب ٢٩٧/٥ قديم زكريا)

وصـح الثـنـي فـصـاعـدًا مـن الثـلاثة، والثـني هو ابن خمـس من الإبل وحـولـيـن مـن البقر والجاموس، وحول من الشاة. (تـنـويـر الأبصار مع الدر المختار / كتاب الأضحية ٤٦٦/٩ زكريا، ٣٢٢/٦ كراچی) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۳۸ / ۱۴۴۱/۱۲/۴ھ)

۶/ماہ کے بھیڑ یا دنبہ کی قربانی

سوال (۸۷۳):- کیا ۶/ماہ کے بھیڑ یا دنبے کی قربانی ہوجائے گی؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- اگر وہ دنبہ فربہ اور صحت مند ہے، اور دیکھنے میں ایک سال کا لگتا ہے، تو ۶/مہینے کے بھیڑ یا دنبہ کی قربانی درست ہوجائے گی۔ (مستفاد: کتاب المسائل ۳۱۲/۲)

وصـح الـجذع ذو ستة أشهر من الضأن إن كان بحيث لو خلط بالثنايا لا يمكن التميز من بعد. (الدر المختار مع الشامي / كتاب الأضحية ٤٦٥/٩ زكريا)

وعـن الـزهـري: الـجـذع مـن الـمعز بسنة، ومن الضأن لثمانية أشهر. وقـالـوا هذا إذا كان الجذع عظيمًا بحيث لو خلط بالثنيات يشتبه على الناظر

من بعد. (زيلعي / كتاب الأضحية ٦/٧ المكتبة الإمدادية ملتان)

وجاز الجذع من الضأن لقوله عليه الصلاة والسلام: لا تذبحو إلا مسنة إذا أن يعسر عليكم فتذبحوا جذعة من الضأن، وقالوا هذا إذا كان الجذع عظيمًا بحيث لو خلط بالثنيات يشتبه على الناظر من بعد. (زيلعي / كتاب الأضحية ٦/٧ المكتبة الإمدادية ملتان، بحوالة: فتاویٰ محمودية ٣٧٦/٢٦-٣٧٧) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۳۹ / ۱۲/۸/۱۴۴۱ھ)

ایک فربہ بکرے کی قربانی بہتر ہے یا دو کی جب کہ قیمت میں برابر ہوں؟

سوال (۸۷۴): - ایک آدمی ۲۵/ ہزار کا ایک بکرا لایا، اور دوسرا آدمی ۲۵/ ہزار میں ۲/ بکرے خرید کر لایا، تو دونوں میں سے کس کو زیادہ ثواب ملے گا؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد: - اِس سلسلے میں فتاویٰ محمودیہ میں فتاویٰ قاضی خاں کی ایک عبارت نقل کی گئی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو آدمی دو بکریاں لے کر آیا ہے اُس کو زیادہ ثواب ملے گا۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ قربانی میں سب سے زیادہ اہمیت اللہ کے نام پر جانور کے خون بہانے کی ہوتی ہے، اَب ۲۵/ ہزار کا جو ایک جانور ہے تو ایک ہی جانور کا خون بہے گا، اور جو ۲۵/ ہزار میں دو جانور خرید کر لایا ہے تو وہ ۲/ جانوروں کا خون بہائے گا؛ لہٰذا اِس کی فضیلت زیادہ ہوگی۔

لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اِن ۲/ بکریوں میں سے واجب ایک ہی بکری سے اَدا ہوگا، اور دوسری بکری نفلی قربانی کے درجہ میں ہوگی؛ کیوں کہ واجب ایک مرتبہ میں ایک ہی وقت میں اَدا ہوتا ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۲۶/۲۶۵)

رجل اشترى للأضحية شاتين بثلاثين درهمًا كان ذلك أفضل من شاة

واحدة بثلاثين. (خانية على الفتاویٰ الهندية، كتاب الأضحية / فصل فيما يجوز في الضحايا وما لا يجوز ٣٤٩/٣ كوئٹه، بحواله: فتاویٰ محمودیه ٢٦٥/٢٦) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۳۹ / ۱۴۴۱/۱۲/۸ھ)

جرسی گائے کی قربانی کا حکم

سوال(۸۷۵):- جرسی گائے کی قربانی درست ہے یانہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- ''جرسی گائے'' بھی گائے کی ہی ایک نسل ہے؛ لہٰذا اُس کی قربانی میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔ (فتاویٰ قاسمیہ ۴۱۵/۲۲)

لأن المعتبر في الحل والحرمة الأم فيما تولد من ماكول وغير ماكول. (رد المحتار / كتاب الذبائح ٤٤٢/٩ زكريا وغيره) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۳۷ / ۱۴۴۱/۱۱/۲۷ھ)

گابھن جانور کی قربانی کا حکم

سوال(۸۷۶):- کیا گابھن جانور کی قربانی کرسکتے ہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- مکروہ ہے، یعنی اگر کرلیں گے تو قربانی تو ہوجائے گی؛ لیکن کراہت ہوگی؛ لہٰذا اگر پہلے سے علم ہو تو ایسے جانور کو قربانی کے لئے متعین نہ کیا جائے۔

شاة أو بقرة أشرفت على الولادة، قالوا: يكره ذبحها؛ لأن فيه تضييع الولد. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الذبائح / الباب الأول ٣٣١/٥ زكريا، ٢٨٧/٥ رشيدية)

رجل له شاة حامل أراد ذبحها إن تقاربت الولادة يكره الذبح. (خلاصة الفتاویٰ، كتاب الذبائح / الفصل الأول ٣٠٧/٤ رشيدية، رد المحتار على الدر المختار / كتاب الذبائح ٤٤١/٩، ٣٠٤/٦ كراچی) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۳۸ / ۱۴۴۱/۱۲/۴ھ)

قربانی کے جانور کے بچہ کا حکم؟

سوال (۸۷۷):- قربانی کا جانور خریدنے کے بعد اگر اُس کے بچہ پیدا ہوجائے، تو اُس کا کیا کرنا چاہئے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- ایسی صورت میں قربانی کے جانور کے ساتھ اُس بچہ کو بھی ذبح کردیا جائے، اور اگر گابھن جانور تھا اور اُس کو ذبح کیا گیا اور اُس کے سے بچہ نکلا، تو اگر وہ بچہ مردہ نکلا ہے تو وہ مردار ہے، اُس کو ویسے ہی پھینک دیا جائے گا اور کھایا نہیں جائے گا۔ اور اگر وہ زندہ نکلا ہے تو اُس کو پھر ذبح کرنا پڑے گا اور ذبح کرنے کے بعد استعمال کرنا چاہیں تو کرسکتے ہیں۔

عن علي رضي اللّٰه تعالىٰ عنه قال: البقرة عن سبعة، قلت: فإن ولدت؟ قال: إذبح ولدها معها. (سنن الترمذي، أبواب الأضاحي / باب في الاشتراك في الأضحية ٢٧٦١ رقم: ١٥٠٣)

فإن خرج من بطنها حيًا فالعامة أنه يفعل بهٖ ما يفعل بالأم. (شامي / كتاب الأضحية ٤٦٧/٩ زكريا، ٣٢٢/٦ كراچی، الفتاوىٰ الهندية ٣٠١/٥ قديم زكريا، ٣٤٨/٥ قديم زكريا، الفتاوىٰ التاتارخانية ٤٤٣/١٧ رقم: ٢٧٧٦٥ زكريا)

فإن لم يذبحه حتى مضت أيام النحر يتصدق به حيًا. (شامي / كتاب الأضحية ٤٦٧/٩ زكريا، ٣٢٢/٦ كراچی، الفتاوىٰ الهندية ٣٠١/٥ قديم زكريا، ٣٤٨/٥ جديد زكريا، الفتاوىٰ التاتارخانية ٤٤٣/١٧ رقم: ٢٧٧٦٦ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۳۸ / ۱۴۴۱/۱۲/۴ھ)

چوٹ لگنے کی وجہ سے بکری دم ہلانے پر قادر نہیں

سوال (۸۷۸):- ایک بکری کی دم پر چوٹ لگ گئی ہے، جس کی وجہ سے دم تو موجود

ہے؛ لیکن وہ ہلا نہیں پاتی، اور ظاہر میں زخم وغیرہ کا نشان بھی کچھ نہیں ہے تو اِس طرح کی بکری کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- مسئولہ صورت میں چوں کہ بکری کی دُم اپنی جگہ پر برقرار ہے، اور کٹی نہیں ہے، تو محض چوٹ کی وجہ سے اُس کو عیب دار قرار نہیں دیا جائے گا، اور اُس کی قربانی درست ہوگی۔

ومن المشايخ من يذكر لهذا الفصل أصلا ويقول: كل عيب يزيل المنفعة على الكمال أو الجمال على الكمال يمنع الأضحية، وما لا يكون بهذه الصفة لا يمنع. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الأضحية / الباب الخامس في بيان محل إقامة الواجب ۲۹۹/۵ دار الفكر بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۳۷ / ۱۴۴۱/۱۱/۲۷ھ)

جس جانور کی رسولی نے پھوٹ کر زخم کی صورت اختیار کر لی

سوال (۸۷۹):- اگر کسی جانور کے رسولی ہو اور وہ پھوٹ کر زخم کی صورت اختیار کر لے تو اُس کی قربانی کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- قربانی کا جانور بے عیب ہونا چاہئے، اب اگر یہ رسولی ناسور بن چکی ہے اور زخم سے خون وغیرہ رستا رہتا ہے، اور اُس کا اثر گوشت تک پہنچ چکا ہے، تو یہ عیب دار جانور ہوگا، اِس لئے ایسے جانور کی قربانی نہ کی جائے۔

كل عيب يزيل المنفعة على الكمال أو الجمال على الكمال يمنع الأضحية وما لا يكون بهذه الصفة لا يمنع. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الأضحية / الباب الخمس ۲۹۹/۵ قديم زكريا، ۳٤٥/٥ جديد زكريا، حاشية چلپی على تبيين الحقائق ٦/٦ المكتبة الإمدادية ملتان، ٤٨٢/٦ زكريا ديوبند)

والأصل فيه أن العيب الفاحش مانع واليسير غير مانع؛ لأن الحيوان

قلما ينجو عن يسير العيب واليسير ما لا أثر له في لحمها. (عناية مع الفتح / كتاب الأضحية ٥٢٧/٩ زكريا، ٤٣٣/٨ كوئٹه، ٥١٤/٩ دار الفكر بيروت)

وكل عيب يزيل المنفعة على الكمال أو الجمال على الكمال يمنع الأضحية وما لا يكون بهذه الصفة لا يمنع. (الفتاوىٰ التاتارخانية ٤٣١/١٧ رقم: ٢٧٧٣٣ زكريا)

وفي الخانية: ويشترط الكمال فلا يجوز الناقص، سواء كان النقصان من حيث السن أو من حيث الذات. (الفتاوىٰ التاتارخانية ٤٢٧/١٧ رقم: ٢٧٧١٨ زكريا)

اعلم أن الكل لا يخلو عن عيب، والمستحب أن يكون سليمًا عن العيوب الظاهرة فما جوزها هنا جوز مع الكراهة، كما في المضمرات. (شامي ٤٦٨/٩ زكريا، ٣٢٣/٦ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۳۸ / ۱۴۴۱/۱۲/۴ھ)

کوڑھ کے مرض والے جانور کی قربانی کا حکم

سوال (۸۸۰):- جس جانور کو کوڑھ کا مرض ہو، خاصے سفید دھبے ہوں، یا اعضاء بھی جھڑتے ہوں، تو اُس کی قربانی کی شرعاً اِجازت ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- اگر جانور میں کوڑھ کا صرف کھال تک معمولی اثر ہے، گوشت تک نہیں پہنچا ہے، تو اُس کی قربانی میں کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن اگر ایسا جانور ہے جس میں کوڑھ کا اثر کھال سے آگے بڑھ کر گوشت تک پہنچ گیا ہے اور اعضاء تک متأثر ہوگئے ہیں، جس کی وجہ سے وہ نہایت کمزور ہوگیا ہے، تو ایسے جانور کی قربانی درست نہ ہوگی؛ لہٰذا اچھی طرح سے دیکھ بھال کر جانور کی قربانی کی جائے۔

ومن المشائخ من يذكر لهٰذا الفصل أصلا ويقول: كل عيب يزيل المنفعة على الكمال أو الجمال يمنع الأضحية، وما لا يكون بهذه الصفة لا

یمنع. (الفتاویٰ الهندية ٢٩٩/٥، الفتاویٰ التاتارخانية ٤٣١/١٧ زكريا)

والجرباء السمينة فلو مهزولة لم يجز؛ لأن الجرب في اللحم نقص، لا بالعمياء والعوراء الخ، والمريضة البين مرضها. (الدر المختار / كتاب الأضحية ٤٦٨/٩ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۳٦ / ۲۰/۱۱/۱۴۴۱ھ)

کتا کاٹے جانور کی قربانی

سوال (۸۸۱):- اگر قربانی کے جانور کو کتے نے کاٹ لیا، تو اُس کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟ وضاحت فرمائیں۔

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد: - اگر کسی جانور کو کتا کاٹ لے اور اُس کا زخم اتنا گہرا نہ ہو جو عیب سمجھا جاتا ہو، یا زخم لگنے کے بعد زخم بھر جائے اور وہ عیب باقی نہ رہے، تو اُس کی قربانی درست ہے؛ اِس لئے کہ محض کتے کے کاٹ لینے کی وجہ سے کوئی جانور حرام نہیں ہوتا؛ کیوں کہ خود قرآنِ کریم میں سدھے ہوئے شکاری کتوں کے شکار کو حسب شرائط حلال قرار دیا گیا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ کتے کا کاٹنا موجب حرمت نہیں ہے؛ البتہ اگر کوئی معتبر ڈاکٹر یہ کہے کہ جس جانور کو کتے نے کاٹا ہے، وہ طبی اعتبار سے نقصان دہ ہے، تو احتیاطاً اُس کے گوشت کو استعمال نہ کرنے کی گنجائش ہوگی؛ لیکن بہرحال اُس کی قربانی درست ہو جائے گی۔

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿فَكُلُوْا مِمَّا اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوْا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ، وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ﴾ [المائدة، جزء آيت: ٤]

ومن المشائخ من يذكر لهٰذا الفصل أصلاً ويقول: كل عيب يزيل المنفعة على الكمال أو الجمال يمنع الأضحية، وما لا يكون بهذه الصفة لا يمنع. (الفتاویٰ الهندية ٢٩٩/٥، الفتاویٰ التاتارخانية ٤٣١/١٧ زكريا)

ويحل الصيد بكل ذي ناب ومخلب من كلب وباز ونحوهما بشرط

قـابـلية التـعـليم ...... بشرط علمهما علم ذي ناب ومخلب وذا بترك الأكل ثلاثًا. (تنوير الأبصار مع الدر المختار / كتاب الصيد ١٠/٤٩ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۳٦ / ۱۴۴۱/۱۱/۲۰ھ)

جس بکرے کے پیٹ میں ٹیومر ہو اُس کی قربانی کا حکم

ســـوال (۸۸۲):- ایک شخص نے عیدالاضحیٰ کے لئے بکرا خریدا ہے جس کے پیٹ میں ٹیومر ہے، جو باہر سے گولے کی شکل میں دکھائی دیتا ہے، تو اُس کی قربانی کا کیا حکم ہے؟

الـجـواب حـامـدًا ومـصـليًا أما بعد:- اگر اس ٹیومر کی وجہ سے اس کے کھانے پینے، چلنے پھرنے اور اٹھنے بیٹھنے میں کوئی پریشانی نہیں ہے اور اس کے گوشت میں کوئی پریشانی نہیں ہے تو ان شاء اللہ اس کی قربانی درست ہے۔

کـل عـيـب يـزيـل الـمـنفعة على الكمال أو الجمال على الكمال يمنع الأضـحية وما لا يكون بهذه الصفة لا يمنع. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الأضحية / الباب الـخـامـس ٥/٢٩٩ زكـريـا، حـاشية چلپی على تبيين الحقائق ٦/٦ المكتبة الإمدادية ملتان، الفتاوىٰ التاتارخانية ١٧/٤٣١ رقم: ٢٧٧٣٣ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۳۰ / ۱۴۴۱/۱۰/۱۴ھ)

جس جانور کی آنکھ میں زخم ہو

سوال (۸۸۳):- سواری میں لاتے ہوئے ایک جانور کی آنکھ کے قریب زخم ہوگیا، اَب کچھ دنوں کے بعد اُس زخم سے کیڑے نکلے ہیں، تو کیا اَب اُس جانور کی قربانی جائز ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- مسئولہ صورت میں دیکھا جائے گا کہ کتنا بڑا زخم ہے، اگر تھوڑا بہت زخم ہے تو قربانی سے مانع نہیں ہے۔ اور اگر زخم زیادہ ہے جس کی وجہ سے اُس کا اثر گوشت تک پہنچ گیا ہے یا اُس کی وجہ سے اُس کے حسن و جمال پر بہت اثر پڑا ہے، تو اُس کی قربانی نہیں کرنی چاہئے۔

ومقطوع أكثر الأذن أو الذنب أو العين ذكر في الجامع إن كان كثيرًا يمنع، وإن كان يسرًا لا يمنع. (شامي ٤٦٨/٩ زكريا)

كل عيب يزيل المنفعة على الكمال أو الجمال على الكمال يمنع الأضحية، وما لا يكون بهذه الصفة لا يمنع. (الفتاوى الهندية / كتاب الأضحية ٢٩٩/٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۳۹ / ۱۴۴۱/۱۲/۸ھ)

قربانی کے جانور کے کان میں ایک چنے کے بقدر سراخ ہے؟

سوال (۸۸۴):- قربانی کے جانور کے کان میں ایک سوراخ ہے، جس کی مقدار ایک چنے کے برابر ہے، یا اُس سے کچھ زیادہ ہے، تو اُس کی قربانی کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- اگر قربانی کے جانور کے کان میں معمولی سوراخ ہو، یا کچھ حصہ کٹا ہوا ہو، تو اُس کی قربانی درست ہے، یہ عیب قربانی سے مانع نہیں ہے۔

ومقطوع أكثر الأذن أو الذنب أو العين ذكر في الجامع إن كان كثيرًا يمنع، وإن كان يسرًا لا يمنع. (شامي ٤٦٨/٩ زكريا)

كل عيب يزيل المنفعة على الكمال أو الجمال على الكمال يمنع الأضحية، وما لا يكون بهذه الصفة لا يمنع. (الفتاوى الهندية / كتاب الأضحية ٢٩٩/٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۳۹ / ۱۴۴۱/۱۲/۸ھ)

خنثیٰ جانور کا گوشت کھانا

سوال (۸۸۵):- ایسا حلال جانور جو نہ تو نر ہو اور نہ مادہ، اُس کے کھانے کا کیا حکم ہے؟ مثلاً ایسی بکری جو نہ نر ہے اور نہ مادہ، تو اُسے اللہ کے نام پر ذبح کر کے کھایا جاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- جس ماکول اللحم جانور کا نر یا مادہ ہونا معلوم نہ ہو، تو اگر اُسے اللہ کے نام پر ذبح کردیا جائے، تو اُس کا گوشت کھانے میں کوئی حرج

نہیں ہے؛ کیوں کہ یہ جانور حلال ہے؛ حرام نہیں ہے۔

البتہ فقہاء نے یہ لکھا ہے کہ ایسے جانور کی قربانی نہ کی جائے؛ کیوں کہ اُس کا گوشت پکتا نہیں ہے۔ یعنی جس طرح عام طور پر بکرا یا بکری وغیرہ کا گوشت گل جاتا ہے، اور کھانے کے قابل ہوجاتا ہے، اِس طرح اُس کا گوشت عموماً پک نہیں پاتا، تو گویا اُس میں یہ ایک طرح کا نقص ہوا۔ جس کی وجہ سے بہتر یہ ہے کہ اُس کی قربانی نہ کی جائے (البتہ اگر کوکر وغیرہ میں پکا کر وہ قابل استعمال ہوجائے تو اُس سے قربانی ادا ہوجائے گی) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند/ قربانی کا بیان ۵۳۶/۱۵، امداد الفتاویٰ جدید مطول حاشیہ ۲۹۸/۸ زکریا، فتاویٰ محمودیہ، کتاب الاضحیۃ/ باب ما یکون عیبا فی الاضحیۃ ومالا ۳۷۹/۱۷ اشرفی دیوبند)

قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالىٰ: ولا بالخنثىٰ؛ لأن لحمها لا ينضج. شرح وهبانية. وتمامه فيه. (الدر المختار) وقال العلامة ابن عابدين: وبهٰذا التعليل اندفع ما أورده ابن وهبان من أنها لا تخلو، إما أن تكون ذكرًا أو أنثىٰ، وعلىٰ كل تجوز. (رد المحتار على الدر المختار / كتاب الأضحية ٤٧٠/٩ زكريا، كذا في بدر المنتقىٰ في شرح الملتقىٰ ٥٢٠/٢ دار إحياء التراث العربي بيروت، حاشية الشلبي علىٰ تبيين الحقائق / كتاب الأضحية ٦/٦ الأميرية بولاق، كذا في الفتاوىٰ الهندية، كتاب الأضحية / الباب الخامس ٢٩٩/٥ دار إحياء التراث العربي بيروت)

قال العلامة ابن وهبان رحمه الله تعالىٰ: وعندي في عدم الجواز نظر، فإنها في نفس الأمر لا تخلو إما أن تكون ذكرًا أو أنثىٰ، وعلىٰ كل حال تجوز الأضحية بها. قلت: – القائل ابن الشحنة الحلبي – ويمكن أن لا يكون واحدًا منها وهو المشكل، ثم ما ذكره لم ينظر إليه القائل بالمنع، وإنما نظر إلىٰ شيء غيره وهو عدم النضج. (تفصيل عقد الفرائد بتكميل قيد الشرائد المعروف بشرح منظومة ابن وهبان ٥٠/٣ إكادمية شيخ الإسلام ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۱ / ۳/۹/۱۴۴۱ھ)

عقیقہ کے مسائل

عقیقہ کی شرعی حیثیت

سوال (۸۸۶):- عقیقہ فرض ہے یا سنت یا نفل؟ اور عقیقے میں لڑکے کے لئے دو بکرے اور لڑکی کے لئے ایک بکرا یا بکری کیوں ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- عقیقہ سنت بمعنی مستحب ہے، اور لڑکا اور لڑکی کے بارے میں جو فرق ہے وہ حدیث سے ثابت ہے، پیغمبر علیہ السلام نے یہ فرمایا کہ لڑکے کی طرف سے دو اور لڑکی کی طرف سے ایک بکرا یا بکری دیا جائے، اَب اِس کی کیا حکمت ہے؟ یہ پیغمبر علیہ السلام کو ہی زیادہ معلوم ہے۔

البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ عام طور پر عرفی اعتبار سے لڑکے کی آدمی کو خوشی زیادہ ہوتی ہے، تو جب خوشی زیادہ ہے تو شکر گذاری بھی زیادہ ہونی چاہئے، ممکن ہے کہ اِس وجہ سے لڑکے کے لئے دو اور لڑکی کے لئے ایک مقرر کیا گیا ہو۔ (کتاب النوازل ۱۴/۶۷۵)

وإنما أخذ أصحابنا الحنفية في ذٰلک بقول الجمهور، وقالوا باستحباب العقيقة. (إعلاء السنن، كتاب الذبائح / كشف الحقيقة عن أحكام العقيقة، وجه أخذ الحنفية بقول الجمهور في هذا الباب ۱۱۳/۱۷ إدارة القرآن كراچی، حاشية سنن الترمذي، أبواب الأضاحي / باب ما جاء في العقيقة ۲۷۷/۱ رقم الحاشية ٦)

عن سباع بن ثابت أن محمد بن ثابت بن سباع أخبره أن أم كرز

أخبرته أنها سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم عن العقيقة، فقال: عن الغلام شاتان، وعن الجارية واحدة. (سنن الترمذي، أبواب الأضاحي / باب ما جاء في العقيقة ۲۷۸/۱، سنن أبي داؤد، كتاب الضحايا / باب العقيقة ۳۹۲/۲)

وهي ذبح شا ة في سابع الولادة وضيافة الناس ...... مباحة لا سنة ولا واجبٌ، وذكر محمد في العقيقة فمن شاء فعل ومن شاء لم يفعل، وهٰذا يشير إلى الإباحة فيمنع كونها سنة. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الكراهية / قبيل: الباب الثالث والعشرون ۳٦۲/٥ قديم زكريا، وهٰكذا في الشامي / قبيل: كتاب الحظر والإباحة ٤٨٥/۹ زكريا، ۳۳٦/٦ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۴۴ / ۱۴۴۲/۱/۱۰ھ)

بڑے ہوکر دوسرے ملک میں عقیقہ کرانا

سوال (۸۸۷):- ایک بالغ لڑکا سعودی عرب میں رہتا ہے، تو کیا ہندوستان میں اُس کے والد اُس کی اِجازت سے اُس کا عقیقہ کرسکتے ہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- عقیقہ تو بچپن میں کرنا چاہئے؛ لیکن اگر بڑی عمر میں کیا جارہا ہے تو اِس کی بھی گنجائش ہے۔ (مستفاد: کتاب المسائل ۲/۳۴۲-۳۴۵)

عن محمد ابن سيرين: لو أعلم أنه لم يعق عني لعققت عن نفسي.

(المصنف لابن أبي شيبة ۳۱۹/۱۲)

عن الحسن البصري: إذا لم يعق عنک فعق عن نفسک وإن كنت رجلاً. (إعلاء السنن ۱۲۱/۱۷، حاشية فتاوىٰ محموديه ٥۱۱/۱۷ ڈابھیل)

ونص الشافعية على أن العقيقة لا تفوت بتاخيرها؛ لكن يستحب أن لا يؤخر عن سن البلوغ. (الموسوعة الفقهية ۲۷۹/۳۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۴۵ / ۱۴۴۲/۱/۱۷ھ)

کیا ماں حالت نفاس میں اپنے بچے کے کان میں اذان دے سکتی ہے؟

سوال (۸۸۸):- اگر بچے کے کان میں خود اُس کی ماں اَذان دے- جب کہ وہ حالت نفاس میں ہو-تو یہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- نفاس والی عورت کا بچے کے کان میں اَذان دینا مکروہ ہے، اِس لئے مسئولہ صورت میں ماں کے علاوہ کسی اور پاک شخص کو اَذان دینی چاہئے۔

ویکره أذان الجنب وإقامته (الدر المختار) صرح في الخانية بأنه تجب الطهارة فيه من أغلظ الحدثين، وظاهره أن الكراهة تحريمية. (رد المحتار / كتاب الأذان ۲/ ٦٠ زكريا، ۱/ ۳۹۲ كراچی)

وكرها أي الأذان والإقامة لما روي عن ابن عمر رضي الله عنهما من كراهتهما لهن (مراقي الفلاح) وقال الطحطاوي: قوله من كراهتهما لهن؛ لأن مبنى حالهن على الستر ورفع صوتهن حرامٌ. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة / باب الأذان ص: ۱۹۵ قديمی كتب خانه كراچی) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۳۱ / ۱۴۴۱/۱۰/۲۱ھ)

نومولود کے کان میں اَذان کی شرعی حیثیت

سوال (۸۸۹):- کیا نومولود کے کان میں اَذان دینا فرض ہے؟ اگر بروقت اَذان نہ دی گئی تو بعد میں دی جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- نومولود کے کان میں اَذان دینا فرض تو نہیں ہے؛ لیکن سنت ہے۔ روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نواسے سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے کان میں اَذان دی؛ لہٰذا پیدائش کے بعد اَولین فرصت میں بچے کے کان میں اَذان دینے کا اہتمام کرنا چاہئے۔ اور بروقت جو بھی موجود ہو وہ اَذان دیدے، کسی

کا انتظار نہ کرے۔ حتیٰ کہ مفتیانِ کرام نے یہاں تک لکھا ہے کہ اگر مرد موجود نہ ہوتو عورت بھی بچہ کے کان میں اَذان دے سکتی ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۴۵۵/۵ ڈابھیل)

اور اگر بروقت اَذان نہ دی جاسکے، تو بعد میں بھی اَذان دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

عن عبد اللّٰه بن رافع رضي اللّٰه عنه قال: رأيت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم أذن في أُذُنِ الحسن بن عليٍّ حين ولدته فاطمة بالصلاة. (سنن أبي داؤد، أول الأدب / باب في الصبي يولد فيؤذن في أذنه رقم: ٥١٠٥، سنن الترمذي، أبواب الأضاحي عن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم / باب الأذان في أذن المولود رقم: ١٥١٤)

والمعنى أذّن بمثل أذان الصلاة وهٰذا يدل على سنّية الأذان في أذن المولود. وفي شرح السنة: روي أن عمر بن عبد العزيز رضي اللّٰه عنه كان يؤذن في اليمنىٰ ويقيم في اليسرىٰ إذا ولد الصبي. قلت: قد جاء في مسند أبي يعلى الموصلي عن الحسين رضي اللّٰه عنه مرفوعًا: من ولد له ولد فأذن في أذنه اليمني وأقام في أذنه اليسرى لم تضره أم الصبيان، كذا في الجامع الصغير للسيوطي. قال الطيبي: ولعل مناسبة الآية بالأذان أن الأذان أيضًا يطرد الشيطان بقوله صلى اللّٰه عليه وسلم: إذا نودي للصلاة أدبر الشيطان له ضراط حتى لا يسمع التأذين الخ، والأظهر أن حكمة الأذان في الأذن أنه يطوق سمعه أول وهلة ذكر اللّٰه تعالىٰ على وجه الدعاء إلى الإيمان والصلاة التي هي أم الأركان.

(مرقاة المفاتيح، كتاب الصيد والذبائح / باب العقيقة ٨١/٨-٨٢ دار الكتب العلمية بيروت)

وكرها أي الأذان والإقامة لما روي عن ابن عمر رضي اللّٰه عنهما من كراهتهما لهن (مراقي الفلاح) وقال الطحطاوي: قوله من كراهتهما لهن؛ لأن مبنى حالهن على الستر ورفع صوتهن حرامٌ. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة / باب الأذان ص: ١٩٥ قديمى كتب خانه كراچى)

اِس تعلیل کا مقتضی یہ ہے کہ نومولود کے کان میں عورت اَذان دے سکتی ہے؛ کیوں کہ

اُس میں نہ رفع صوت ہے اور نہ ہی یہ خلافِ ستر ہے۔ (خیر الفتاویٰ/ ما یتعلق بالاذان والاقامۃ ۲/ ۲۲۷ مکتبہ اِمدادیہ ملتان) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۱۷ / ۱۴۴۱/۹/۱۹ھ)

نومولود کے کان میں کون سی اَذان دی جائے؟

سوال (۸۹۰):- نومولود بچے کے کان میں پیدائش کے بعد جو اَذان دی جائے گی وہ فجر والی اَذان ہوگی یا دیگر نمازوں والی؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- نومولود کے کان میں فجر والی نہیں؛ بلکہ دیگر عام نمازوں والی اَذان دی جائے گی۔ یعنی اُس اَذان میں ''الصلوٰۃ خیر من النوم'' کے کلمات نہیں کہے جائیں گے۔

عن عبيد اللّٰه بن أبي رافع عن أبيه رضي اللّٰه عنه قال: رأيت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم أذّن في أذن الحسن بن علي حين ولدته فاطمة بالصلاة.

(سنن أبي داؤد، أول كتاب الأدب / باب في الصبي يولد فيؤذن في أذنه رقم: ٥١٠٥)

قال السندي: فيرفع المولود عند الولادة على يديه مستقبل القبلة ويؤذن في أذنه اليمنىٰ ويقيم في اليسرىٰ، ويلتفت فيها بالصلاة لجهة اليمين وبالفلاح لجهة اليسار، وفائدة الأذان في أذنه أنه يدفع أم الصبيان عنه.

(تقريرات الرافعي / باب الأذان ٢/ ٤٥ زكريا)

قوله بالصلاة: أي بأذانها وهو متعلق بأذن، والمعنى أذن بمثل أذان الصلاة، وهٰذا يدل على سنية الأذان في أذن المولود، وفي شرح السنة: روي أن عمر بن عبد العزيز رضي اللّٰه عنه كان يؤذن في اليمنىٰ ويقيم في اليسرىٰ إذا ولد الصبي.

(مرقاة المفاتيح / باب العقيقة ٨/ ٨١ رقم: ٤١٥٧ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۳۱ / ۱۴۴۱/۱۰/۲۱ھ)

کتاب الحظر والاباحۃ

آداب

کھانا کھانے والے کوسلام کرنا

سوال (۸۹۱):- کھانا کھانے والے کوسلام کرنا چاہئے یانہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- جوشخص کھانے میں مشغول ہو، اُس کو سلام نہیں کرنا چاہئے، اوراگرآپ نے ایسے شخص کوسلام کرلیا، تو سننے والے پر جواب دیناواجب نہیں ہے؛ تاہم اگرجواب دیدے تو حرج بھی نہیں ہے۔

يكره السلام على العاجز عن الجواب حقيقة كالمشغول بالأكل أو الاستفراغ أو شرعا كالمشغول بالصلاة وقراءة القرآن ولو سلم لا يستحق الجواب. (شامي، كتاب الصلاة / باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ۳۷۵/۲ زكريا، ۶۱۷/۱ كراچی)

وفي الخانية: ويكره أن يسلم على من هو في الخلاء ولا يرد عليه السلام، وكذا الآكل والقاري والمشتغل بالعلم، وكذا في الحمام إن كان مكشوف العورة. (البحر الرائق، كتاب الكراهية / فصل في البيع ۳۸۰/۸ زكريا، ۲۰۷/۸ كوئٹه، بزازية على هامش الهندية، كتاب الكراهية / نوع في السلام ۲۰۰/۳ جديد زكريا، ۵۵/۶ قديم زكريا)

وزيد عليه مواضع: وأحسن من جمعها الشيخ صدر الدين الغزى فقال رحمه الله تعالىٰ:

ودع آكلاً إلا إذا كنت جائعًا ❖ وتعلم منه أنه ليس يمنع

(النهر الفائق، كتاب الصلاة / باب ما يفسد الصلاة ۲۷۱/۱ دار الكتب العلمية بيروت وزكريا ديوبند، البحر الرائق، كتاب الصلاة / باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ۱۶/۲ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۱۷ / ۱۴۴۱/۹/۱۹ھ)

ڈائننگ ٹیبل پر کھانا کھانا

سوال (۸۹۲):- گھروں کے اندر ڈائننگ ٹیبل یعنی میز کرسیوں پر کھانے کا کیا حکم ہے؟ واضح فرمائیں۔

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- کھانے کا اَدب یہ ہے کہ تواضع کے ساتھ نیچے بیٹھ کر اور دستر خوان بچھا کر کھایا جائے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہی ثابت ہے۔ اورآپ فرمایا کرتے تھے: ''آكُلُ كَمَا يَأْكُلُ الْعَبْدُ'' (میں تو ایسے کھانا کھاتا ہوں جیسے غلام تواضع اور مسکنت کے ساتھ کھاتا ہے) اِس لئے اصل سنت یہی ہے کہ جو نیچے بیٹھ کر کھا سکتا ہو وہ نیچے بیٹھ کر کھانے کا اہتمام کرے؛ البتہ کسی کے گھٹنے یا کمر میں تکلیف ہے یا اور کوئی عذر ہے، تو اُس کے لئے میز کرسی پر کھانے میں کوئی حرج نہ ہوگا۔

عن يحيىٰ بن أبي كثير أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: آكل كما يأكل العبد، وأجلس كما يجلس العبد؛ فإنما أنا عبد. (شعب الإيمان للبيهقي، باب في المطاعم والمشارب / الأكل متكئًا ۱۰۷/۵ رقم: ۵۹۷۵ دار الكتب العلمية بيروت)

عن أنس رضي اللّٰه عنه قال: رأيت النبي صلى اللّٰه عليه وسلم مُقعِيًا يأكل تمرًا. (صحيح مسلم، كتاب الأشربة / باب استحباب تواضع الآكل وصفة قعوده ۱۸۰/۲ رقم: ۲۰۴۴)

دلّ الحديث علىٰ أن المرأ ينبغي له أن يجلس على الطعام جلوسًا متواضعًا ويجتنب هيئة المتكبرين. ولذلك ورد قوله صلى اللّٰه عليه وسلم، أما أنا فلا آكل متكئًا. أخرجه البخاري وغيره. (تكملة فتح الملهم، كتاب الأطعمة / باب استحباب تواضع الآكل ۴۷/۴ مكتبة دار العلوم كراچی)

عن عبد اللّٰه بن بسر قال: أهديت للنبي صلى اللّٰه عليه وسلم شاة فجثى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم علىٰ ركبتيه يأكل، فقال أعرابي: ما هٰذه الجلسة؟ فقال: إن اللّٰه جعلني عبدًا كريمًا، ولم يجعلني جبارًا عنيدًا.

(سنن ابن ماجة، أبواب الأطعمة / باب الأكل متكئًا ۲۳۵/۲)

والـذي يـظهر لهذا العبد الضعيف عفا اللّٰه عنه: أن الكراهة في المواقع التـي يتيسـر فيها محل للجلوس، فأما إذا لم يتيسر أو كان في الجلوس تكلف شديد فلا كراهة أيضًا. (تكملة فتح الملهم ١٢/٤ المكتبة الأشرفية ديوبند) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۲٦ / ۱۴۴۱/۹/۲۸ھ)

بھینس کا گوشت اور اُس کا دودھ اِستعمال کرنا

سوال (۸۹۳):- بھینس کا گوشت کھانا، دودھ پینا اور دہی اِستعمال کرنا کیسا ہے؟

الجـواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- بھینس گائے کی ہی ایک جنس ہے؛ لہٰذا جس طرح گائے کے دودھ گوشت کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اِسی طرح بھینس کے گوشت اور دودھ پینے اور اُس کا دہی استعمال کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

الـمستـفـاد: ويدخل في البقر الجاموس؛ لأنه من جنسه. (الهداية / كتاب الأضحية ٤٤٩/٤ مكتبة بلال ديوبند)

وتـجـوز بالجاموس؛ لأنه نوع من البقر. (البحر الرائق ٣٢٤/٩ زكريا، الفتاوىٰ التاتارخانية ٤٣٤/١٧ زكريا، شامي ٤٦٦/٩ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۴۲ / ۱۴۴۱/۱۲/۲۵ھ)

بے گابھن گائے کے دودھ کو پینا اور فروخت کرنا

سوال (۸۹۴):- ایک گائے جو ابھی گابھن نہیں ہوئی وہ روزانہ ۴ رکلو دودھ دے رہی ہے، تو کیا اُس کا دودھ پینا اور فروخت کرنا جائز ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- دودھ کے جواز کے لئے گائے، بکری یا بھینس کا گابھن ہونا کوئی ضروری نہیں ہے۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ جب مادہ جانور گابھن ہونے کے قابل ہو جائے تو اس سے دودھ اترنا ممکن ہے؛ البتہ یہ تحقیق کرلینی چاہئے کہ جو چیز اس سے

نکل رہی ہے وہ دودھ ہی ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۲۷/۴۵ازکریا، کتاب النوازل ۱۶/۱۳۰ مکتبہ جاوید دیوبند)

قال ابن نجيم: اللبن إنما يتصور ممن يتصور منه الولادة. (البحر الرائق / كتاب الرضاع ٣/٣٩٩ زكريا، رد المحتار، كتاب النكاح / باب الرضاع ٤/٤١١ زكريا، ٣/٣١٨ كراچی، النهر الفائق / كتاب الرضاع ٢/٣٠٥ زكريا، مجمع الأنهر / كتاب الرضاع ١/٣٧٨ دار إحياء التراث العربي بيروت، ١/٥٥٥ مكتبة فقيه الأمة ديوبند)

وفي الخانية وغيرها: لبن المأكول حلالٌ. (رد المحتار / كتاب الأشربة ١٠/٣٨ زكريا، ٦/٤٥٦ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۴۲ / ۱۴۴۱/۱۲/۲۵ھ)

مرغ کی پیٹھ میں سفید ڈوری کا حکم

سوال (۸۹۵):- مرغی کی پیٹھ کی ہڈی میں ایک سفید ڈوری ہے، جو کمر سے لے کر گردن تک ہوتی ہے، تو کیا وہ حلال ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- جانور کی پیٹھ کی ہڈی میں جو سفید ڈوری ہوتی ہے، اُس کو عرف میں حرام مغز کے نام سے مشہور کردیا گیا ہے۔ لیکن تحقیقی بات یہ ہے کہ یہ حرام نہیں ہے؛ بلکہ زیادہ سے زیادہ مکروہ تنزیہی ہے۔ حدیث میں جانور کے جن ۷/اعضاء کو ممنوع قرار دیا گیا ہے، تو درج ذیل ہیں: (۱) پتہ (۲) مثانہ (۳) غدود (۴) مادہ کی شرم گاہ (۵) آلہ تناسل (۶) خصیتین (۷) خون۔ اِن میں حرام مغز شامل نہیں ہے۔ (کفایت المفتی ۱۱/۱۷۱-۱۷۳ زکریا، اِمداد المفتیین / کتاب الحظر والاباحۃ ص: ۸۰۵ دار الاشاعت کراچی، فتاویٰ محمودیہ ۱۷/۲۹۸-۳۰۱ ڈابھیل، کتاب النوازل ۱۴/۴۲۴)

عن مجاهد قال: كره رسول الله صلى الله عليه وسلم من الشاة سبعًا: المرارة والمثانة والغدة والحياء والذكر والأنثيين والدم، وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم يحب من الشاة مقدمها. أخرجه محمد في كتاب الآثار

ص: ١١٦. (إعلاء السنن، كتاب الذبائح / باب ما يكره من الحيوان المذكى ١٣٠/١٧ دار الكتب العلمية بيروت)

الحديث نص في كراهة هٰذه الأشياء السبع، وهو مذهب الحنفية، فإن قلت لا يجوز أن تكون الكراهة طبعية لا شرعية، قلنا: لو كان كذلك لكانت الأمعاء أولى بالكراهة، فدل ذٰلک على أنها ليست بطبعية بل شرعية. (إعلاء السنن، كتاب الذبائح / باب ما يكره من الحيوان المذكى ١٤٤/١٧ بيروت، ١٣٠/١٧ إدارة القرآن كراچی، الموسوعة الفقهية ١٥٣/٥ الكويت)

وأما بيان ما يحرم أكله من أجزاء الحيوان سبعة: الدم المسفوح، والذكر، والانثيان، والقبل، والغدة، والمثانة، والمرارة، كذا في البدائع. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الذبائح / الباب الثالث في المتفرقات ٢٩٠/٥ زكريا)

قال العلامة الحصكفي رحمه اللّٰه: كره تحريمًا، وقيل: تنزيهًا - والأول أوجه - من الشاة سبع: الحياء، والخصية، والغدة، والمثانة، والمرارة، والدم المسفوح، والذكر، للأثر الوارد في كراهة ذٰلک. وجمعها بعضهم في بيت واحدٍ، فقال:

فقل ذكر والأنثيان مثانة ❖ كذٰلک دم ثم المرارة والغدد

وقال غيره:

إذا ما ذكيت شاةً فكلها ❖ سوى سبع ففيهن الوبال

فحاء ثم خاء ثم غين ❖ ودال ثم ميمان و ذال

(الدر المختار)

قال الشامي رحمه اللّٰه تعالىٰ: قوله: كره تحريمًا، لما روى الأوزاعي عن واصل بن أبي جميلة عن مجاهد قال: كره رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم من الشاة الذكرَ والأنثيين، والقبل، والغدة، والمرارة، والمثانة، والدم.

قال أبو حنيفة رحمه اللّٰه تعالىٰ: الدم حرام وأكره الستة، وذٰلك لقوله عزوجل: ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ﴾ فلما تناوله النص، قطع بتحريمه، وكره ما سواه؛ لأنه مما تستخبثه الأنفس وتكرهه. وهٰذا المعنىٰ سبب الكراهية، لقوله تعالىٰ: ﴿وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ﴾ زيلعي.

وقال في البدائع آخر كتاب الذبائح: وما روي عن مجاهد، فالمراد منه كراهة التحريم بدليل أنه جمع بين الستة وبين الدم في الكراهة، والدم المسفوح محرم. والمروي عن أبي حنيفة رحمه اللّٰه تعالىٰ أنه قال: الدم حرام وأكره الستة. فأطلق الحرام على الدم، وسمى ما سواه مكروهًا؛ لأن الحرام المطلق ما ثبتت حرمته بدليل مقطوع به، وهو المفسر من الكتاب، قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿اَوْ دَمًا مَسْفُوْحًا﴾ وانعقد الإجماع على حرمته. وأما حرمة ما سواه من الستة، فما ثبت بدليل مقطوع به؛ بل بالاجتهاد أو بظاهر الكتاب المحتمل للتأويل أو الحديث، فلذا فصل، فسمى الدم حرامًا وذا مكروهًا …… الخ. (رد المحتار، كتاب الخنثىٰ / مسائل شتى ١٠/٤٧٧-٤٧٨ زكريا، ٦/٧٤٩ كراچی، وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الذبائح / فصل فيما يحرم أكله من أجزاء الحيوان ٤/١٩٠ زكريا، ٦/٢٧٢ دار الكتب العلمية بيروت، وكذا في الفتاوىٰ الهندية، كتاب الذبائح / الباب الثالث في المتفرقات ٥/٢٩٠ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۲۰ / ۱۴۴۱/۹/۲۲ھ)

حقہ پینا اور اُس کے مسالے کو بیچنا

سوال (۸۹۶):- شوقیہ حقہ پینا اور اُس کے مسالے کا کاروبار کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- حقہ پینا کوئی اچھی بات نہیں ہے، بلاضرورت خواہ مخواہ ایسی عادت نہیں ڈالنی چاہئے، اِس میں طبی اعتبار سے بہت سے مفاسد پائے

جاتے ہیں، اِس لئے کم سے کم خلاف اولیٰ تو ضرور ہے؛ البتہ اُس کا مسالہ فروخت کرنا جائز ہے، اور اُس کی آمدنی حلال ہے، اُس کو صحیح جگہ پر بھی استعمال کیا جا سکتا ہے؛ چناں چہ اگر کوئی آدمی ضرورت مند ہو اور وہ ڈاکٹر یا حکیم کے مشورے سے حقہ کا کش لگائے تو اُس کا استعمال کیا جا سکتا ہے، اُس کے محض مسالے کو فروخت کرنے کو منع نہیں کیا جائے گا۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند ۱۶/۱۳۷)

قـولـه: (والتتن الخ) أقول: قد اضطربت آراء العلماء فيه، فبعضهم قال بـكـراهيتـه، وبـعـضهـم قال بحرمته، وبعضهم بإباحته، وأفردوه بالتاليف ...... ولـلـعـلامة الشيـخ عـلـي الأجهوري المالكي رسالة في حله نقل فيها أنه افتى بـحـلـهٖ مـن يـعتمد عليه من أئمة المذاهب الأربعة، قلت: وألف في حله أيضًا سيـدنـا الـعـارف عبـد الـغـني النابلسي رسالة سماها: الصلح بين الإخوان في إبـاحة شـرب الدخان ...... فالذي ينبغي للإنسان إذا سئل عنه، سواء كان ممن يتعـاطـاه أو لا، كهٰذا العبد الضعيف، وجميع من في بيته أن يقول: هو مباح؛ لكن رائحته تستكرهها الطباع فهو مكروه طبعًا لا شرعًا الخ. (الصلح بين الإخوان في إباحة شرب الدخان ٥/٢٩٦)

(دینی رہنمائی: ۴۸ / ۱۴۴۲/۲/۹ھ)

ستر کھول کر کھانا کھانا

سوال (۸۹۷):- ستر کھلے رہنے کی حالت میں کھانا پینا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- ستر کھلے رہنے کی حالت میں کھانا پینا حرام تو نہیں ہے؛ لیکن بہتر بھی نہیں؛ کیوں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تنہائی میں بھی آدمی کو اپنا ستر ڈھانک کر رکھنے کی تاکید فرمائی ہے، اور یہ فرمایا ہے کہ آدمی کو اکیلے میں بھی اللہ تعالیٰ سے شرمانا چاہئے، اِس لئے بے ستری کسی بھی حالت میں صحیح نہیں ہے، اور بے ستری کی حالت میں کوئی بھی عمل کرنا اچھا نہیں ہے۔

حـدثـنـا بهـز بـن حكيم قال: حدثني أبي عن جدي قال: قلت يا رسول اللّٰـه! عـوراتنا، ما نأتي منها وما نذر؟ قال: ”احفظ عورتک إلا من زوجتک، أو مـمـا ملكت يمينک“. فقال: الرجل يكون مع الرجل؟ قال: ”إن استطعت أن لا يـراهـا أحـد فـافـعـل“. قـلـت: والـرجل يكون خاليًا؟ قال: فاللّٰه أحق أن يستحي منه. (سنن الترمذي، أبواب الأدب عن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم / باب ما جاء في حفظ العورة رقم: ٢٧٦٩)

ورواه مشكاة وفـي هـامشه: (فاللّٰه أحق أن يستحي منه) هذا يدل على وجـوب الستر في الخلوة. (مشكاة الـمـصـابيـح مع هامشه للمرقاة ص: ٢٦٩ رقم: ٣١١٧ مكتبه بلال ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۴۲ / ۱۴۴۱/۱۲/۲۵ھ)

کھانا کھاتے وقت اگر شہادت کی اُنگلی اُٹھ جائے؟

سـوال (۸۹۸):- ہاتھ سے کھانا کھاتے ہوئے اگر شہادت والی انگلی اُٹھ جائے تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- پیغمبر علیہ السلام سے تین اُنگلیوں سے کھانا نوش فرمانا ثابت ہے، اور اِن تین انگلیوں میں شہادت کی اُنگلی بھی شامل ہے، اِس لئے کھاتے وقت بالقصد یہ اُنگلی نہیں اُٹھانی چاہئے؛ تاہم اگر بلااِرادہ اُٹھ جائے تو کوئی مؤاخذہ کی بات نہیں ہے۔

إن عبـد الـرحـمـن بن كعب بن مالک أو عبد اللّٰه بن كعب عن أبيه رضي اللّٰـه عـنه أنه حدثهم أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم كان يأكل بثلاث أصابع، فإذا فرغ لعقها. (صحيح مسلم، كتاب الأشربة / باب استحباب لعق الأصابع والقصعة وأكل اللقمة الساقطة الخ ١٧٥/٢ رقم: ٢٠٣٢، شمائل ترمذي / باب ما جاء في صفة أكل رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ص: ٩ المكتبة الأشرفية ديوبند)

قوله: بثلاث أصابع: أي الإبهام والمسبحة والوسطىٰ، قال النووي: الأكل بالثلاث سنة فلا يضم إليها الرابعة والخامسة إلا لضرورة، ويلعق بفتح العين أي يلحس يده أي أصابعها، ويقدم الوسطىٰ ثم ما يليها ثم الإبهام. (مرقاة المفاتيح / كتاب الأطعمة ۸/۸٦ دار الكتب العلمية بيروت)

والأمر فيه أن السنة أن يأكل بالأصابع الثلاث وإن أكل بالخمس فلا يمنع؛ ولكنه يكون تاركًا للسنة إلا عند الضرورة فافهم. (عمدة القاري، كتاب الأطعمة / باب لعق الأصابع الخ ۲۱/۷۷ دار الفكر بيروت، فتح الباري، كتاب الأطعمة / باب لعق الأصابع ۱۲ الجزء التاسع ص: ۷۲۱ دار الكتب العلمية بيروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۳۴ / ۱۴۴۱/۱۱/٦ھ)

چاول ہاتھ سے کھانا سنت ہے یا چمچے سے؟

سوال (۸۹۹):- چاول ہاتھ سے کھانا سنت ہے یا چمچے سے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- دورِ نبوت میں عرب میں چاول نہیں پایا جاتا تھا۔ بریں بنا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے چاول کھانا ثابت نہیں ہے؛ لیکن کھانے کی نوعیت کے اعتبار سے چاول سے مشابہ کھانا ''ثرید'' (جسے شوربے میں روٹی چور کر بنایا جاتا تھا) ہوسکتا ہے، اِس کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے نوش فرمایا ہے، کسی روایت میں اُسے چمچے سے کھانا نظر سے نہیں گذرا۔ اِسی پر قیاس کرتے ہوئے یہ کہا جائے گا کہ چاول میں بھی اصل سنت یہی ہے کہ اُسے ہاتھ سے کھایا جائے؛ تاہم اگر کوئی شخص چمچے سے کھائے تو وہ بھی ناجائز نہیں ہے۔

عن عمر بن أبي سلمة رضي الله عنه يقول: كنت غلامًا في حجر رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم، وكانت يدي تطيشُ في الصحفة، فقال لي رسول الله صلى الله عليه وسلم: يا غلامُ! سم الله، وكل بيمينك، وكل مما

يليك، فما زالت تلك طعمتي بعدُ. (صحيح البخاري، كتاب الأطعمة / باب التسمية على الطعام والأكل باليمين ٨٠٩/٢ رقم: ٥٣٧٦)

وعن ابن كعب بن مالك عن أبيه رضي الله عنه قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يأكل بثلاث أصابعَ، ويلعقُ يدهٗ قبل أن يمسحَها. (رواه مسلم، كتاب الأشربة / باب استحباب لعق الأصابع رقم: ٢٠٣٢)

قوله: بثلاثة أصابع: أى الإبهام والمسبحة والوسطىٰ، قال النووي: الأكل بالثلاث سنة. فلا يضم إليها الرابعة والخامسة إلا لضرورةٍ. (مرقاة المفاتيح / كتاب الأطعمة ٨٧/٧ تحت رقم: ٤١٦٤ دار الكتب العلمية بيروت)

عن علي بن أبي طالب رضي الله عنه قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يأكل الثريد ويشرب اللبن ويصلي ولا يتوضأ. رواه أبو يعلىٰ، وفيه عبد الأعلىٰ بن عامر، ضعفه أحمد وأبو حاتم. وقال ابن عدي: حدث عنه الثقات، وبقية رجاله رجال الصحيح. (مجمع الزوائد، كتاب الطهارة / باب ترك الوضوء مما مست النار ٢٥٢/٤ رقم: ١٣٤٠ دار المنهاج)

عن عكراش بن ذؤيب عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه أخذ بيده فانطلق بهٖ إلىٰ منزل أم سلمة رضي الله عنها فقال: هل من طعام؟ فأتتنا بجفنة كثيرة الثريد والودك، فأقبلنا نأكل منها، فأكل رسول الله صلى الله عليه وسلم فيما بين يديه، وجعلت أخبط في نواحيها، فقبض رسول الله صلى الله عليه وسلم بيده اليسرىٰ علىٰ يده اليمنىٰ، ثم قال يا عكراش! كل من موضع واحد فإنه طعام واحد، ثم أتتنا بطبق فيه ألوان رطب أو تمر فجعلت آكل من بين يدي وجالت يد رسول الله صلى الله عليه وسلم في الطبق. ثم قال: يا عكراش! كل من حيث شئت فإنه من غير لون واحد. (الآداب الشرعية / فصل في آداب الطعام والشراب ومراعاة الصحة فيها ١٥٦/٣ مؤسسة الرسالة بيروت)

بـأنه يقتضي أن لا يكره إذا أخذ الطعام من آنية الذهب والفضة بمعلقة، ثم أكله منها. (شامي / كتاب الحظر والإباحة ٤٩٣/٩ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۳۳ / ۱۴۴۱/۱۰/۲۸ھ)

کیا مہمان سے پہلے میزبان کو کھانا شروع کرنا چاہئے؟

سوال (۹۰۰):- ہم نے سنا ہے کہ اگر گھر میں مہمان ہو تو دسترخوان پر پہلے میزبان کو کھانا شروع کرنا چاہئے، اِس کی کیا حقیقت ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- میزبان کے کھانے کی ابتداء سے متعلق مذکورہ بات ثابت نہیں ہے؛ البتہ کھانے کے آداب میں سے یہ ہے کہ جب دسترخوان بچھایا جائے، تو جب تک میزبان شروع کرنے کو نہ کہے، مہمانوں کو از خود شروع نہیں کرنا چاہئے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿فَقَرَّبَهٗۤ اِلَیۡهِمۡ قَالَ اَلَا تَاۡكُلُوۡنَ﴾ [الذریٰت: ۲۷]

تـلـطف فـي العبارة عرض حسن، فقربه إليهم لم يضعه، وقال: اقتربوا، بـل وضـعـه بيـن أيـديهم، ولـم يأمرهم أمرًا يشق على سامعه بصيغة الجزم؛ بل قـال: ألا تـأكـلـون عـلـى سبيـل العرض والتلطف، كما يقول القائل اليوم: إن رأيت أن تتفضل وتحسن وتتصدق، فافعل. (تفسير ابن كثير ٤٢١/٦ دار طيبة للنشر والتوزيع)

ويستـحـب أحيـانًـا أن يـقـول: كُلْ من غير إلحاح. (الفتاویٰ التاتارخانية ١٧٨/١٨ زكريا، الفتاویٰ الهندية، كتاب الكراهية / الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات ٣٤٤/٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۲۸ / ۱۴۴۱/۹/۳۰ھ)

مہمان کے استقبال میں دروازے پر ''ویل کم'' لکھنا

سوال (۹۰۱):- کسی مہمان کی آمد پر گیٹ پر انگلش میں ''ویل کم'' وغیرہ لکھوانا کیسا ہے؟ حکم تحریر فرمائیں۔

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- اِن اَلفاظ کو دروازے وغیرہ پر لکھوایا جاسکتا ہے؛ لیکن زمین پر نہ لکھیں، یہ ایک طرح کی بے اَدبی ہے۔ (کتاب الفتاویٰ ۱/۳۲۳، فتاویٰ قاسمیہ ۲۷۶/۳)

لأن لتلك الحروف حرمة. (الفتاوی الهندية، كتاب الكراهية / الباب الخامس ۳۷٤/٥) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۴۸ / ۱۴۴۲/۲/۹ھ)

صبح کے وقت سونا؟

سوال (۹۰۲):- صبح کے وقت میں سورج نکلنے سے پہلے یا سورج نکلنے کے وقت سونا کیسا ہے؟ مثلاً: میں فجر کی نماز پڑھتا ہوں اور سورج ۵/بج کر ۴۳/منٹ پر طلوع ہو رہا ہے، اور میں ۵/بج کر ۴۰/منٹ پر بستر پر لیٹتا ہوں، اور پھر ۹-۱۰/بجے تک سوتا رہتا ہوں، تو شرعاً یہ سونا کیسا ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- یاد رکھنا چاہئے کہ بعض ضعیف روایات میں یہ مضمون وارد ہے کہ ''صبح کو سونا روزی میں بے برکتی کا سبب ہے''؛ لیکن یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ صبح کے سونے سے کس وقت کا سونا مراد ہے؟ اور کس طرح کا سونا مراد ہے؟

تو اِس سلسلے میں پہلی بات تو یہ ہے کہ اگر کوئی شخص صبح کو اِس طرح سوتا رہے کہ فجر کی نماز ہی قضا کردے؛ گویا سوتے سوتے ہی سورج نکل جائے، تو اِس روایت کا اَولین مصداق یہی صورت ہے کہ آدمی فرض سے بھی غافل ہوجائے اور مسلسل سوتا رہے، تو یقیناً اِس کی نحوست کی وجہ سے اُس کی روزی میں بے برکتی ہوگی۔

اور دوسری بات بعض حضرات نے یہ فرمائی ہے کہ اِس روایت کا مصداق صبح صادق سے لے کر سورج نکلنے کے وقت تک کا درمیانی حصہ ہے کہ اِس حصے میں بلاضرورت آدمی کو سونا نہیں چاہئے، چاہے فجر کی نماز پڑھ بھی لے پھر بھی نہیں سونا چاہئے؛ البتہ جب سورج نکل جائے اور اِشراق کا

وقت ہوجائے، اگر نیند کا تقاضا ہوتو اِس وقت پوری کرسکتا ہے، اِس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

لیکن ہمارے فقہاء نے مطلقاً یہ بات لکھی ہے کہ دن کے ابتدائی حصے میں سونے کی عادت بنالینا مکروہ ہے، اور اِس ابتدائی حصے میں صبح صادق کے بعد کا وقت بھی شامل ہے، اور سورج نکلنے کے وقت کا بھی اِسی کے اندر شمار ہوسکتا ہے، اِس لئے بہتر اور آدمی کے لئے نفع بخش بات یہ ہے کہ دن کے ابتدائی حصے میں سونے کی مستقل عادت نہیں بنانی چاہئے؛ البتہ رات میں کسی وجہ سے دیر تک جاگنا ہو یا نیند کا غلبہ ہو، تو بات الگ ہے؛ لیکن مستقل یہ معمول بنالینا کہ صبح کے وقت دیر تک آدمی سوتا رہا، یہ جسمانی اعتبار سے بھی نقصان دہ ہے اور شرعی اعتبار سے بھی مناسب نہیں ہے۔

آج کل جو ہمارے معاشرے کا ماحول بن گیا ہے کہ رات میں دیر تک جاگتے ہیں اور صبح دیر تک سوتے ہیں، یہ شریعت کی منشاء کے بالکل خلاف ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی ہے کہ ''اُمت کے صبح کے وقت میں اللہ تعالیٰ برکتیں عطا فرمائیں'' تو جس وقت کے اندر برکت کی دعا مانگی گئی ہے، آدمی اِس وقت کو سوکر کے گذار دے یہ بڑی محرومی کی بات ہے۔ خاص طور پر فجر کی نماز کو مسلسل قضا کرتے رہنا اور اِس کا بالکل احساس نہ کرنا یہ مسلمان کے لئے بہت بڑے نقصان کی بات ہے، اِس سے آدمی کو اجتناب کرنا چاہئے۔

عن أنس بن مالک رضي اللّٰہ عنه قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: الصبحة تمنع الرزق. (شعب الإیمان للبیهقي ٤٧٣٢، المسند للإمام أحمد ٥٢٩٠، شرح مشکل الآثار ١٠٧٤)

قال: ویکره في أول النهار وفیما بین المغرب والعشاء. (الفتاویٰ الهندیة ٣٧٦/٥ دار الکتاب دیوبند)

عن فاطمة بنت محمد صلی اللّٰہ علیه وسلم قالت: مرّ بي رسول اللّٰہ وأنا مضطجعة متصبحة فحرکني برجله، ثم قال: یا بنیة! قومي واشهدي رزقک ربک ولا تکوني من الغافلین؛ فإن اللّٰہ یقسم أرزاق الناس ما بین

طـلوع الفجر إلى طلوع الشمس "إسناده ضعيف". (شعب الإيمان للبيهقي / فصل في النوم الذي نعمة الله ٤٤٠٥٧)

عـن عـلـي بـن أبي طالب رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: اللّٰهم بارک لأمتي في بكورها. (أخرجه أحمد رقم: ١٣١٩، والترمذي في العلل الكبير رقم: ٣١١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۴۲ / ۱۴۴۱/۱۲/۲۵ھ)

خانۂ کعبہ یا روضۂ اَطہر کی طرف پیر کرنا

سوال(۹۰۳):- خانۂ کعبہ یا روضۂ اَطہر کی طرف پیر ہوجائیں تو کیا گناہ ہوتا ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- بالقصد خانۂ کعبہ یا روضۂ اَطہر کی طرف پیر پھیلانا بےادبی کی بات ہے؛ البتہ اتفاقاً بےخیالی میں اُس جانب پیر ہوجائیں تو کوئی حرج کی بات نہیں۔

قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ﴾ [الحج: ٣٢]

كـمـا كـره مد رجليه في نوم أو غيره إليها أي عمدًا؛ لأنه إساءة أدب. قوله: مد رجليه أو رجل واحدة: ومثل البالغ الصبي في الحكم المذكور، قوله أي عـمـدًا: أي من غير عذر، أما بالعذر أو السهو فلا. قوله: لأنه إساءة أدب: أفـاد أن الـكـراهة تـنـزيهية، لـكف قـدمنا عن الرحمتي في باب الاستنجاء أنه سيـأتي أنه بمد الرجل إليها ترد شهادته، قال: وهٰذا يقتضي التحريم، فليحرر.

(رد المحتار مع الدر المختار، كتاب الصلاة / باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ٤٢٧/٢ زكريا)

وكـذا مـدّ رجلـه إليها (الدر المختار) هي كراهة تنزيهية ط؛ لكن قال الـرحمتي: سيأتي في كتاب الشهادات أنه يمد الرجل إليها ترد شهادته، وهٰذا

يقتضي التحريم، فليحرر. (رد المحتار، كتاب الطهارة / باب الأنجاس، مطلب: القول مرجح على الفعل ۱/۵۵۵ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۲٦ / ۱۴۴۱/۹/۲۸ھ)

بال اور ناخون کوڑے دان میں ڈالنا

سوال(۹۰۴):- بال اور ناخون کو کوڑے دان میں ڈالنا کیسا ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- فقہاء نے لکھا ہے کہ ناخون وغیرہ کوڑے دان اور گندگی کی جگہ پر نہیں ڈالنے چاہئیں؛ بلکہ یا تو زمین میں دفن کردیں، یا کسی پاک جگہ پر ڈال دیں۔

عن جابر رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ادفنوا دمائكم وأشعاركم وأظفاركم، لا تلعب بها السحرةُ. (كنز العمال / باب الحلق والقص والتقصير ٦/٦٥٦ رقم: ١٧٢٤١ دار الكتب العلمية بيروت)

وفي الخانية: ينبغي أن يدفن قلامة ظفره ومحلوق شعره، وإن رماه فلا بأس، وكره إلقائه في كنيف أو مغتسل؛ لأن ذٰلک يورث داءً. وروي أن النبي صلى الله عليه وسلم أمر بدفن الشعر والظفر، وقال: لا تتغلب به سحرة بني آدم. ولأنهما من أجزاء الآدمي فتحترم. وروى الترمذي عن عائشة رضي الله عنها كان رسول الله صلى الله عليه وسلم أمر بدفن سبعة أشياء من الإنسان: الشعر والظفر. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة / قبيل باب أحكام العيدين ص: ٥٢٧ المكتبة الأشرفية ديوبند، كذا في فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ الهندية، كتاب الحظر والإباحة / فصل في الختان ٣/٤١١ زكريا، الفتاوىٰ الهندية، كتاب الكراهية / الباب التاسع عشر ٥/٣٥٨ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۲۳ / ۱۴۴۱/۹/۲۵ھ)

مستعمل مسواک کہاں پھینکیں؟

سوال (۹۰۵):- جب مسواک گھس کر چھوٹی پڑ جائے تو اُسے کیا کرنا چاہئے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- غیر مستعمل مسواک کو گندگی کی جگہ پر نہ ڈالا جائے؛ بلکہ کسی محفوظ جگہ پر رکھ دیں، یا زمین یا کیاری میں دفن کر دیں۔

يجوز رمي براية القلم الجديد، ولا ترمى براية القلم المستعمل لاحترامه، كحشيش المسجد وكناسته لا يلقى في موضع يخل بالتعظيم. (الدر المختار، كتاب الطهارة / قبيل باب المياه ۱/۳۲۲ زكريا، كذا في الفتاوىٰ الهندية، كتاب الكراهية / الباب الخامس في آداب المسجد والقبلة والمصحف الخ ۵/۳۲٤ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۲۳ / ۱۴۴۱/۹/۲۵ھ)

مصافحہ کا مسنون طریقہ

سوال (۹۰۶):- مصافحہ ایک ہاتھ سے کرنا سنت ہے یا دونوں ہاتھ سے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- بہتر بات یہ ہے کہ مصافحہ دونوں ہاتھ سے کیا جائے؛ چناں چہ بخاری شریف میں باقاعدہ اِسی پر ایک عنوان قائم کیا ہے، اور اُس میں سیدنا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل فرمائی ہے کہ ''پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُنہیں ''التحیات'' اِس حالت میں سکھلائی کہ آپ نے حضرت ابن مسعودؓ کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لے رکھا تھا'' اِس لئے یہ ثابت ہوا کہ مصافحہ دونوں ہاتھ سے ہوتا ہے، اور خود عربی زبان کے اعتبار سے بھی لفظ مصافحہ میں جانبین کا عمل پایا جاتا ہے، اِس لئے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کا اہتمام کرنا چاہئے؛ البتہ اگر کوئی ہاتھ کسی کام میں مشغول ہو اور ایسے موقع پر اتفاقاً ایک ہاتھ سے مصافحہ کر لیا تو یہ کوئی ناجائز نہیں ہے؛ لیکن بہتر اور افضل یہی ہے کہ دونوں ہاتھ سے مصافحہ کیا جائے۔ بعض حضرات اِس میں بہت ہی تشدد کرتے ہیں کہ کسی عذر کے بغیر بھی جان بوجھ کر ایک ہی ہاتھ سے مصافحہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں یہ طریقہ صحیح نہیں ہے۔ خلاصہ یہ کہ

ادب کا تقاضا یہی ہے کہ دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کا اہتمام ہونا چاہئے؛ البتہ اتفاقاً ایک ہاتھ سے ہوجائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ (مستفاد: کتاب النوازل ۱۵/۲۶۸-۲۶۹ مکتبہ جاوید دیوبند)

عن ابن مسعود رضي اللّٰه عنه يقول: علَّمني رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم – وكفِّي بين كفيه – التشهد، كما يعلمني السورةَ من القرآن: "التحيات للّٰه والصلوات والطيبات، السلام عليك أيها النبي ورحمة اللّٰه وبركاته، السلام علينا وعلىٰ عباد اللّٰه الصالحين، أشهد أن لا إلٰه إلا اللّٰه، وأشهد أن محمدًا عبده ورسوله" وهو بين ظهرانينا، فلما قُبِضَ، قلنا: السلامُ على، يعني على النبي صلى اللّٰه عليه وسلم. (صحيح البخاري، كتاب الاستئذان / باب الأخذ باليدين ٩٢٦/٢ رقم: ٦٢٦٥)

السنة في المصافحة بكلتا يديه. (مجمع الأنهر، كتاب الكراهة / فصل في النظر ٢٠٤/٤ مكتبة فقيه الأمة ديوبند)

السنة أن تكون بكلتا يديه. (شامي، كتاب الحظر والإباحة / باب الاستبراء وغيره ٥٤٨/٩ زكريا، ٦/ كراچی)

قال: رأيت حماد بن زيد وجاءه ابن المبارك بمكة فصافحه بكلتا يديه. (عمدة القاري ٢٥٣/٢٢ بيروت)

فذهب الحنفية وبعض المالكية إلى أن السنة في المصافحة أن تكون بكلتا اليدين. (الموسوعة الفقهية ٣٦٣/٣٧ الكويت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۴۲ / ۱۴۴۱/۱۲/۲۵ھ)

بیان کے بعد خطیب سے مصافحہ کرنا

سوال (۹۰۷):- بیان کے بعد خطیب صاحب سے مصافحہ کرنے کی عادت بنالینا کیسا ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- مصافحہ دراصل سلام کا تتمہ ہے، جس

سے معلوم ہوا کہ اِس کا اصل وقت وہ ہے جب کسی کی دوسرے شخص سے ملاقات ہو۔ اور آج کل ہر بیان کے بعد جو مصافحے کا رواج ہوگیا ہے، جس کو بہت ضروری سمجھا جاتا ہے، اِس کا کوئی ثبوت نہیں ہے؛ لہٰذا اِس کا اِلتزام صحیح نہیں ہے؛ البتہ بلا اِلتزام مصافحہ کیا جائے تو اِس میں حرج نہ ہوگا۔ (فتاویٰ رشیدیہ ۵۵۳، اسلام کا نظام سلام ومصافحہ ص: ۴۰۱)

عن أنس بن مالك رضي اللّٰه عنه قال: قال رجل: يا رسول اللّٰه! الرجل منا يلقى أخاه أو صديقه أينحني له؟ قال: لا، قال: أفيلتزمه ويقبله؟ قال: لا، قال: أفيأخذ بيده ويصافحه؟ قال: نعم.

عن قتادة قلت لأنس بن مالك رضي اللّٰه عنه: هل كانت المصافحة في أصحاب رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم؟ قال: نعم. هذا حديث حسن صحيح.

عن ابن مسعود رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: من تمام التحية الأخذ باليد.

عن أبي أمامة رضي اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: من تمام عيادة المريض أن يضع أحدكم يده على جبهته – أو قال: على يده –، فيسأله كيف هو؟ وتمام تحيتكم بينكم المصافحة. (سنن الترمذي، أبواب الاستئذان والآداب / باب ما جاء في المصافحة رقم: ٢٧٢٨-٢٧٢٩-٢٧٣٠-٢٧٣١)

قال النووي: المصافحة سنة مجمعة عليها عند التلاقي. (سنن الترمذي مع الكوكب الدري ٦/ ٣١٠ مكتبة الشيخ) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۲۲ / ۱۴۴۱/۹/۲۴ھ)

مصافحہ کے بعد سینے پر ہاتھ پھیرنا

سوال (۹۰۸):- مصافحہ کے بعد سینے پر ہاتھ پھیرنا کیسا ہے؟ جیسا کہ بہت سے لوگوں کا معمول ہوتا ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- مصافحہ کے بعد سینے پر ہاتھ پھیرنا کسی روایت سے ثابت نہیں ہے، اور اِس کا التزام سلفِ صالحین سے بھی منقول نہیں ہے؛ لہٰذا اُس کو مصافحہ کا حصہ نہیں سمجھنا چاہیے۔ ''مصافحہ'' کا مطلب صرف ایک دوسرے سے ہاتھ ملانا اور ہتھیلی کا ہتھیلی سے ملانا ہے، اوراس سے اس عمل کی تکمیل ہوجاتی ہے۔(فتاویٰ قاسمیہ ۲۳/۳۹۰ مکتبہ اشرفیہ دیوبند)

المصافحة هي الإفضاء بصفحة اليد إلى صفحة اليد....وفي مختصر النهاية: له أن التصفح هو التصفيق وهو ضرب صفحة الكف على صفحة الأخرى ومنه المصافحة وهي الصاق صفحة الكف بالكف. (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب الآداب، باب المصافحة والمعانقة،۸/۴۹۴ دار الكتب العلميه بيروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۴۳ / ۱۴۴۲/۱/۳ھ)

غیر مسلم سے نمستے یا نمسکار کہنا

سوال (۹۰۹):- کسی غیر مسلم سے نمستے یا نمسکار کہنا درست ہے؟ اور اگر وہ نمستے کہے تو اُس کے جواب میں ہمیں کیا کہنا چاہیے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- ''نمستے'' یا ''نمسکار'' جیسے اَلفاظ ہمارے برادرانِ وطن کی خاص پہچان ہیں؛ لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ حتی الامکان ایسے الفاظ استعمال کرنے سے بچیں، نہ تو اُن سے ابتدا کریں اور نہ جواب دیں؛ بلکہ ملاقات کے وقت ''آداب'' وغیرہ عمومی کلمات کہہ کر گفتگو کا آغاز کیا کریں۔

عن ابن عمر رضي اللّٰه عنهما قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: من تشبه بقوم فهو منهم. (سنن أبي داؤد، كتاب اللباس / باب في لبس الشهرة ۲/۵۵۹ رقم: ۴۰۳۱ دار الفكر بيروت)

قال القاري: أي من شبّه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره، أو بالفساق أو الفجار، أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار "فهو منهم": أي في الإثم أو الخير عند اللّٰه تعالىٰ ...... الخ. (بذل المجهود، كتاب اللباس / باب في لبس الشهرة ۱۲/۵۹ دار

البشـائـر الإسـلامية بيـروت، وكـذا فـي مـرقـاة المفاتيح، كتاب اللباس / الفصل الثاني ٢٥٥/٨ رقم: ٤٣٤٧ رشيدية، وكذا في فيض القدير شرح الجامع الصغير ٥٧٤٣/١١ رقم: ٨٥٩٣ نزار مصطفىٰ الباز رياض)

حـدثـنـا مـعاذ عن ابن عون قال: قلت لمحمد: كيف استأذن على أهل الـكتـاب؟ قـال: إن شـئت قلت: السلام على من اتبع الهدىٰ. حدثنا العباد بن الـعـوام عـن حصين، عن أبي مالک قال: إذا دخلت بيتًا فيه المشركون فقل: السـلام عـلـيـنـا وعـلـى عباد اللّٰه الصالحين، يحسبون أنک قد سلمت عليهم وقد صدقت السلام عنهم. (كتاب الأدب لابن أبي شيبة / باب في الإذن على أهل الذمة ص: ١٣٢٤ رقـم: ٣٣٢-٣٣٣ دار البشـائـر الإسـلامية، فتـح البـاري، كتاب الاستيذان / باب التسليم في مـجـلس فيه أخلاط من المسلمين والمشركين ٤٠/١١ دار المعرفة بيروت، وكذا في الدر المنثور في التفسير المأثور ٥٨١/٥ دار الفكر بيروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۳۳ / ۲۸/۱۰/۱۴۴۱ھ)

جمعہ کی مبارک باد دینا

سوال (۹۱۰):- جمعہ کے دن عمومی طور پر مبارک باد دینا کیسا ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- جمعہ کی مبارک باد کہیں سے ثابت نہیں ہے، اِس لئے اسے سنت یا مستحب نہ سمجھا جائے۔

عـن أبـي ذر رضـي الـلّٰـه عـنـه أن الـنـبـي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: من اغتسل يوم الجمعة فأحسن غسله وتطهر فأحسن طهره ولبس من أحسن ثيابهٖ ومـس مـا كتب اللّٰه له من طيب أهلهٖ ثم إلى جمعة ولم يلغ ولم يفرق بين اثنين غفر له ما بينه وبين الجمعة الأخرىٰ. (سنن ابن ماجة ٧٧)

من حسن إسلام المرأ تركه ما لا يعنيه. (سنن الترمذي ٥٨/٢) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۴۳ / ۳/۱/۱۴۴۲ھ)

نئے اسلامی سال کی مبارک باد دینا

سوال (۹۱۱):- کسی شخص کو نئے اِسلامی سال کی مبارک باد دینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- اگر یہ نیت ہو کہ اِس کی وجہ سے لوگوں کو اِسلامی تاریخ کا پتہ چل جائے گا، تو فی نفسہٖ نئے سال کی مبارک باد دینا مباح ہے، اگرچہ اسے سنت وغیرہ نہیں کہا جاسکتا؛ البتہ اتنی بات بعض اَحادیث سے ثابت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نئے سال یا مہینے کے آغاز میں یہ دعا فرمایا کرتے تھے: ''**اللّٰهم ادخله علينا بالأمن والإيمان والسلامة والإسلام والرضوان من الرحمن وجواز من الشيطان**'' (یعنی اے اللہ! اِس سال کو ہمارے اوپر اَمن واَمان اور اِیمان کے ساتھ داخل فرما اور سلامتی اور اِسلام کے ساتھ سال گذارنے کی توفیق عطا فرما اور رحمٰن کی رضامندی اور شیطان کے پھندے میں پھنسنے سے نجات کے ساتھ یہ سال گذارنے کی ہمیں سعادت ملے) تو اِس طرح کی دعا پیغمبر علیہ السلام سے ثابت ہے، ہمیں بھی اِس کا اہتمام کرنا چاہئے، ہر مہینے اور ہر سال کے شروع میں یہ دعا مانگی جائے اور اپنا محاسبہ کیا جائے، اور اپنے معاملات اور احوال کو درست کرنے کی فکر اور کوشش کی جائے۔

اللّٰهم أدخله علينا بالأمن والإيمان والسلامة والإسلام ورضوان من الرحمن وجواز من الشيطان. (المعجم الأوسط للطبراني ۲۲۱/٦ رقم الحديث: ٦٢٤١ دار الحرمين القاهرة)

عن عبد اللّٰه بن هشام: قال كان أصحاب رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يتعلمون هذا الدعاء إذا دخلت السنة أو الشهر اللهم أدخله علينا بالأمن والإيمان الخ. (المعجم الأوسط للطبراني بحواله مجمع الزوائد ۱۳۹/۱۰)

كل مباح يؤدي إلى زعم الجهال سنية أحد أو وجوبه فهو مكروه.

(تنقیح الفتاوی الحامدية ۳۵۳/۲ بحواله فتاویٰ محموديه ۲۲۰/۵ زکریا)

حاسبوا أنفسكم قبل أن تحاسبوا. (سنن الترمذي / أبواب الزهد ٢٤٧/٤ بيروت)

ويستفاد من حديث أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أتاكم رمضان شهر مبارك ...... الخ. (سنن النسائي / كتاب الصيام ٢٣٠/١ المكتبة النعيمية ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۴۳ / ۱۴۴۲/۱/۳ھ)

نئے گھر میں داخل ہونے کے وقت مسنون عمل

سوال (۹۱۲):- ہم نے نیا گھر بنایا ہے تو وہاں جانے کے بعد کوئی مسنون عمل اور طریقہ ہو تو بتایا جائے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- بہتر ہے کہ نئے گھر میں جا کر شکرانے کی ۲؍رکعت نماز پڑھیں اور پھر یہ دعا کریں: ﴿رَبِّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا مُّبَارَكًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ﴾ اِس کا ترجمہ یہ ہے کہ ’’اے میرے رب! مجھے بہترین جگہ پر اُترنے کی توفیق عطا فرمایئے، آپ بہترین اُتارنے والے ہیں‘‘۔ یہ وہ دعا ہے جو سیدنا حضرت نوح علیہ السلام نے طوفانِ نوح کے بعد کشتی سے اُترتے وقت پڑھی تھی، اِسی طرح جب ہم نئے مکان میں جائیں تو یہ دعا پڑھیں تو برکت ہوگی، اِن شاء اللہ تعالیٰ۔

المستفاد: ﴿وَقُلْ﴾ قد نزلک من الفلک في الأرض والبركة في الأرض كثرة النسل وفي السفينة النحاة ﴿رَّبِّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا مُّبَارَكًا﴾ ذلك الإنزال أو المكان ﴿وَاَنْتَ خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ﴾ (تفسير الجلالين ص: ٢٨٨ مع هامشه / المؤمنون آيت: ٢٩) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۴۲ / ۱۴۴۱/۱۲/۲۵ھ)

کھڑے ہوکر پیشاب کرنا

سوال (۹۱۳):- اگر کہیں پر بیٹھ کر پیشاب کرنے کی سہولت نہ ہو، تو کیا کھڑے

ہوکر پیشاب کرسکتے ہیں؟ اور پھر کھڑے کھڑے استنجا بھی کرلیا تو کیا پاکی حاصل ہوجائے گی؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- اگر مجبوری ہو تو کھڑے ہوکر بھی پیشاب کرسکتے ہیں، مگر اِس بات کا ضرور خیال رکھا جائے کہ پیشاب کی چھینٹیں کپڑوں یا بدن پر نہ آنے پائیں، بعض مقامات پر ایسی جگہیں بنی رہتی ہیں کہ جہاں آدمی احتیاط کے ساتھ کھڑے ہوکر پیشاب کرسکتا ہے، اور اگر بالفرض بدن کے کسی حصے پر یا کپڑے میں چھینٹیں آجائیں، تو اُسے پاک کرنا ہوگا، اس کے بغیر نماز درست نہیں ہوگی؛ جب کہ چھینٹوں کی مقدار زیادہ ہو۔ (کتاب النوازل ۱۵/۳۰۱)

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه أن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم بال قائمًا من جرح كان بمأبضه. (السنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب الطهارة / باب البول قائمًا ١٦٤/١ رقم: ٤٨٩ بيروت)

يكره البول قائمًا لتنجسه غالبًا إلا من عذر كوجع بصلبه. (حاشية الطحطاوي ٥٤ دار الكتاب، بناية ١٧١/١ دار الكتب العلمية بيروت، عمدة القاري ١٣٤/٣)

وقال العلماء: البول قائمًا مكروه إلا لعذر، وهي كراهية تنزيهية لا تحريم، وهو مذهب الحنفية. (بذل المجهود / باب البول قائما ٢٤٧/١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۴۴ / ۱۴۴۲/۱/۱۰ھ)

گھٹنے سے اُوپر تک نیکر پہننا

سوال (۹۱۴):- ایک آدمی گھٹنے سے اُوپر کا نیکر پہن کر گھومتا رہتا ہے، تو اُس کے لئے کیا حکم ہے؟ کیا گھر میں ایسا نیکر پہن کر رہنا درست ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- مرد کے ستر میں گھٹنا بھی داخل ہے؛ لہٰذا گھٹنے سے اُونچا نیکر پہن کر ایسے گھر میں رہنا جہاں بیوی کے علاوہ دیگر اَفراد موجود ہوں، یا گلی کوچے میں ٹہلنا، یا تفریحات کے لئے جانا شریعت میں جائز نہیں ہے۔ آج کل یہ دیکھا گیا ہے کہ بعض ماڈرن قسم کے لوگ صبح صبح اونچے نیکر پہن کر بلا تکلف سڑکوں پر نظر آتے ہیں، تو یہ بڑی

بےشرمی کی بات ہے، مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ بہرحال ساتر لباس پہننے کا اہتمام رکھیں، اور بے ستری اور بے غیرتی سے اجتناب کریں۔

عن زرعة بن عبد الرحمن بن جرهد عن أبيه قال: كان جرهد هذا من أصحاب الصفة، قال: جلس رسول الله صلى الله عليه وسلم عندنا وفخذي منكشفةٌ، فقال: أما علمت أن الفخذ عورة. (سنن أبي داؤد، كتاب الحمّام / باب النهي عن التعرّي رقم: ٤٠١٤)

قال أبوعيسىٰ: هذا حديث سحن، ما أرى إسناده بمتصل. (سنن الترمذي، أبواب الأدب عن رسول الله صلى الله عليه وسلم / باب ما جاء أن الفخذ عورة رقم: ٢٧٩٥)

عن ابن عباس رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: الفخذ عورة. (سنن الترمذي، أبواب الأدب عن رسول الله صلى الله عليه وسلم / باب ما جاء أن الفخذ عورة رقم: ٢٧٩٦)

عن زرعة بن عبد الرحمن عن أبيه وكان من أصحاب الصفة، قال: جلس عندنا رسول الله صلى الله عليه وسلم وفخذي منكشفة، فقال: خمِّر عليك، أما علمت أن الفخذ عورة؟ (سنن الدارمي، كتاب الاستئذان / باب في أن الفخذ عورة رقم: ٢٦٩٢)

أعضاء عورة الرجل ثمانية: السادس والسابع: الفخذان مع الركبتين. (رد المحتار، كتاب الصلاة / باب شروط الصلاة ٨٢/٢ زكريا)

الرابع: ستر عورته ووجوبه عام، ولو في الخلوة على الصحيح، وهي للرجل ما تحت سرته إلى ما تحت ركبته (الدر المختار) قوله: ووجوبه عام، أي في الصلا ة وخارجها، قوله: ولو في الخلوة، أي إذا كان خارج الصلاة يجب الستر بحضرة الناس إجماعًا، وفي الخلوة على الصحيح ...... ثم إن

الظاهر أن المراد بما يجب ستره في الخلوة خارج الصلاة هو ما بين السرة والركبة فقط. …… قوله: على الصحيح؛ لأنه تعالىٰ وإن كان يرى المستور كما يرى المكشوف؛ لكنه يرى المكشوف تاركًا للأدب والمستور متأدبًا، وهذا الأدب واجب مراعاته عند القدرة عليه. …… قوله: ما تحت سرته، هو ما تحت الخط الذي يمر بالسرة ويدور على محيط بدنه بحيث يكون بعده عن مواقعه في جميع جوانبه على السواء، فالسرة ليست من العورة. قوله: إلى ما تحت ركبته، نادمًا …… فالركبة من العورة لرواية الدار قطني: ما تحت السرة إلى الركبة من العورة؛ لكنه محتمل، والاحتياط في دخول الركبة، ولحديث علي رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: الركبة من العورة وتمامه في شرح المنية. (رد المحتار، كتاب الصلاة / باب شروط الصلاة ۲/۷٦-۷۷ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۲۲ / ۱۴۴۱/۹/۲۴ھ)

موذی کتے کو مارنے کا حکم

سوال (۹۱۵):- کتوں کو مارنے کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ ہماری گلی میں ایک کتا ہے جو سب کو کاٹ رہا ہے، تو کیا اُس کتے کو مار سکتے ہیں؟ کیا شریعت میں قتل کلاب کا حکم عام ہے یا اِس بارے میں کسی کتے کی تخصیص بھی ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- موذی کتے کو مارنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے؛ لیکن بلا وجہ ہر ایک کتے کو مارنے کا اَب حکم نہیں ہے۔

عن عبد اللّٰه بن المغفل رضي اللّٰه عنه قال: أمر رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم بقتل الكلاب، ثم قال: ما بالهم وبال الكلاب، ثم رخص في كلب الصيد وكلب الغنم. (آثار السنن للنيموي، أبواب النجاسات / باب سور الكلب ص: ۱۷ رقم: ۱۸ بنجلور)

عـن أبـي سـعيـد الخدري رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عـليه وسلم: ...... ويقتل الكلب العقور الخ. (السـنـن الكبرىٰ للبيهقي / باب ما للمحرم قتله من دوابة ٢١٠/٥ دار الكتب العلمية بيروت)

عـن سـالـم عـن أبيـه يبلغ به النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: خمس من الـدواب لا جـنـاح فـي قتـلهـن فـي الحل والحرم ...... والكلب العقور. (السنن الكبرىٰ للبيهقي / باب ما يؤكل من جهة ما لا تأكل ٣١٦/٩ دار الكتب العلمية بيروت)

قـال الـنووي: وأما الأمر بقتل الكلاب، فقال أصحابنا: إن كان الكلب عـقـورًا قتـل، وإن لم يكن عقورًا لم يجز قتله، سواء كان فيه منفعة من المنافع الـمـذكـور ـة أو لـم يـكـن. قـال الإمام أبو المعالي إمام الحرمين: والأمر بقتل الـكلاب منسوخ، قال: وقد صح أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم أمر بقتل الكلاب مر ة، ثـم صـح أنـه نهـى عـن قتلها، قال: واستقرار الشرع عليه على التـفصيل الذي ذكرناه. قال: وأمر بقتل الأسود البهيم، وكان هذا في الابتداء وهـو الآن مـنسـوخ، هـذا كـلام إمـام الـحرمين، ولا مزيد على تحقيقه، واللّٰه أعلم. (حـاشية مسـلـم، كتاب الطهارة / بـاب حـكـم ولـوغ الكلب ١٢٧/١ رقم: ٢٨٠ المكتبة الأشـرفية ديوبند، تكملة فتح الملهم، كتاب المساقات والمزارعة / حكم قتل الكلاب ٥٣٧/١ مكتبة دار العلوم كراچی، وكذا في الموسوعة الفقهية ٢٣٢/٣٥-٢٣٤ الكويت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۲۴ / ۱۴۴۱/۹/۲۶ھ)

’’جویریہ‘‘ نام رکھنا کیسا ہے؟

سوال (۹۱۶):- ’’جویریہ‘‘ نام رکھنا کیسا ہے؟ اور اِس کے معنی کیا ہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- ’’جویریہ‘‘ نام رکھنا درست ہے۔ اُم المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے نام کی برکت بھی حاصل ہوگی، اور اِس کے معنی ’’چھوٹی

لڑکی'' کے آتے ہیں۔(مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم فتوی نمبر ۱۶۱۷۲۹، تاریخ اِجراء ۴؍جون ۲۰۱۸ء)

وعن جويرية رضي الله عنها أن النبي صلى الله عليه وسلم خرج من عندها بكرة حين صلى الصبح الخ تحت قوله "جويرية" بالتصغير بيت الحرث زوج النبي صلى الله عليه وسلم. (مرقاة المفاتيح ٢١٢/٥ بيروت)

(دینی رہنمائی:۴۶ / ۱۴۴۲/۱/۲۴ھ)

فاطمہ نام کا تلفظ اور اُس کے معنی

سوال (۹۱۷):- فاطمہ کے نام کا صحیح تلفظ کیا ہے؟ ط پر جزم ہے یا زیر ہے اور اِس کے معنی کیا ہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- فاطِمہ ''طؔ'' کے زیر کے ساتھ ہے، اور اس کے معنی یہ ہیں کہ ''وہ عورت جس کے بچے کا دودھ چھڑا دیا گیا ہو''؛ لیکن یہ نام رکھتے وقت معنی ملحوظ نہیں رکھے جاتے؛ بلکہ خاتونِ جنت سیدتنا حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وارضاہا کی ذات مبارکہ سے برکت حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے، جو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سب سے چھوٹی اور چہیتی صاجزادی ہیں، تو اِس نام کو رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اِن شاء اللہ باعث برکت بھی ہے۔

فاطمة: القاموس الوحيد ص: ١٢٤٣ مادة فطمٌ. (مطبع ادارة الاسلامية لاهور)

مصباح اللغات ص: ٦١١ ماده فطمٌ. (مطبع قدوسية اردو بازار لاهور) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۴۲ / ۱۴۴۱/۱۲/۲۵ھ)

کیا ۳۰-۳۵؍سال کی عمر میں نام تبدیل کر سکتے ہیں؟

سوال (۹۱۸):- ۳۰-۳۵؍سال کی عمر ہو چکی ہے؛ لیکن ہم کسی وجہ سے اپنا نام بدلنا چاہتے ہیں، تو کیا یہ درست ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- ضرورت کی بنا پر نام بدلنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔پیغمبر علیہ السلام نے بھی بعض صحابہ اور صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ناموں کو تبدیل فرمایا ہے۔

عن ابن عمر رضي الله عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم غير اسم عاصية، وقال: أنت جميلة.

عن محمد بن عمرو بن عطاء أن زينب بنت أبي سلمة سألته: ما سمّيت ابنتک؟ قال: سميتها برة، فقالت: إن رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن هذا الاسم، سميت بر ة، فقال النبي صلى الله عليه وسلم: لا تزكوا أنفسكم، الله أعلم بأهل البر منكم، فقال: ما نسميها؟ قال: سموها زنيب.

عن أسامة بن أخدري أن رجلاً يقال له أصرم، كان في النفر الذين أتوا رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ما اسمک؟ قال: أنا أصرم، قال: بل أنت زرعة.

عن سعيد بن المسيب عن أبيه عن جده رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال له: ما اسمک؟ قال: حزنٌ، قال: أنت سهل. قال: لا، السهل يوطأ ويمتهن. قال سعيد: فظننت أنه سيصيبنا بعده حزونة. (سنن أبي داؤد، كتاب الأدب / باب في تغيير الإسم القبيح ص: ٩٢٦ رقم: ٤٩٥٢-٤٩٥٣-٤٩٥٤-٤٩٥٦ دار الفكر بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۲۲ / ۱۴۴۱/۹/۲۴ھ)

عورت اپنے شوہر کا نام لے سکتی ہے؟

سوال(۹۱۹):- کیا عورت اپنے شوہر کا نام لے سکتی ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- اگر کوئی ضرورت ہو تو شوہر کا نام لینے

میں کوئی حرج نہیں ہے؛ لیکن فقہاء نے لکھا ہے کہ اَدب کا تقاضا یہ ہے کہ بیوی اپنے شوہر کا نام نہ لیا کرے۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۴۹۱)

ویکره ...... **أن تدعوا المرأة زوجها باسمه وتحته لا بد من لفظ تعظيم كـ: يا سيدي.** (الدر المختار مع رد المحتار ۵۹۹/۹ زكريا)

يكره أن يدعوا الرجل أباه والمرأة زوجها باسمه، كذا في السراجية. (الفتاوى الهندية / الباب الثاني والعشرون ۳٦٥/٥) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۴۶ / ۲۴/۱/۱۴۴۲ھ)

کیا بے نمازی شوہر پر بیوی کو سختی کرنے کی گنجائش ہے؟

سوال (۹۲۰):- اگر کوئی شخص من چاہی نماز پڑھے، رب چاہی نماز نہ پڑھے، یعنی جب جی چاہا پڑھ لی اور جب جی چاہا نہ پڑھی، اور سمجھانے کے باوجود بھی نماز پابندی سے نہ پڑھتا ہو، تو ایسے شوہر پر بیوی کے لئے کچھ سختی کرنے کی گنجائش ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- میاں بیوی کا رشتہ بہت نازک ہوتا ہے، بلاشبہ نماز اللہ تعالیٰ کا حق ہے، جس کی پابندی سب کو کرنی چاہئے۔ اگر شوہر کی طرف سے اِس میں کوتاہی ہو تو بیوی حکمت عملی اور حسن تدبیر کے ساتھ اُسے نماز کی ترغیب دیتی رہے، اور ساتھ میں اللہ تعالیٰ سے اُس کی ہدایت کی دعا بھی کرتی رہے؛ مگر ایسا سخت رویہ نہ اپنائے کہ آپسی رشتوں میں کڑواہٹ پیدا ہوجائے۔

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ﴾ [النحل، جزء آیت: ۱۲۵]

وقال تعالیٰ: ﴿فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّیِّنًا لَّعَلَّهٗ یَتَذَکَّرُ اَوْ یَخْشٰی﴾ [طه: ٤٤] **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۲۳ / ۲۵/۹/۱۴۴۱ھ)

لفظ ''سوَر'' بولنا

سوال (۹۲۱):- اگر مسلمان اپنی زبان سے ''سوَر'' کا لفظ بول دے، تو کیا اُس کی

زبان ۴۰/دن تک ناپاک رہتی ہے؟ اور کیا اِس لفظ کا بولنا کبیرہ گناہ ہے؟ نیز مسلمان کو ''سور'' کہنا کیسا ہے؟ نیز غصہ کے وقت اِس لفظ کے ذریعہ ڈانٹنا کیسا ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- یہ تصور کہ محض ''سور'' کا لفظ بولنے کی وجہ سے ۴۰/دن تک زبان ناپاک رہے گی یہ بات بے اَصل ہے۔ خود قرآنِ کریم میں خنزیر کا تذکرہ ہے؛ لہٰذا اگر آدمی کسی ضرورت سے یہ لفظ بولے تو حرج نہیں ہے؛ البتہ کسی کو ڈانٹتے ہوئے یا گالی دینے کے طور پر یہ لفظ بولے گا تو گناہ ہوگا۔

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ﴾ [المائدة، جزء آيت: ۳]

وقال اللّٰه تعالیٰ: ﴿اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ﴾ [البقرة، جزء آيت: ۱۷۳، النحل: ۱۱۵]

عن ابن مسعود رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: سباب المسلم فسوق وقتاله كفر. (صحيح البخاري، كتاب الأدب / باب ما ينهى عن السباب واللعن ۸۹۳/۲ رقم: ۶۰۴۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۴۵ / ۱۷/۱/۱۴۴۲ھ)

سڑک کی طرف اپنے مکان کا چھجہ نکالنا

سوال (۹۲۲):- ہمارا مکان روڈ کے بالکل قریب ہے، تو کیا ہم سڑک کی طرف لینٹر یا چھجا نکال سکتے ہیں؟ اِس طریقے سے مکان بنانا درست ہے یا نہیں؟ پھر اِس نکلے ہوئے چھجے پر مکان بنالیا جائے تو کیا ایسا کرنا صحیح ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- اِس سلسلے میں میونسپلٹی کی طرف سے چھجہ نکالنے کے جو قوانین بنائے گئے ہیں، اُن کی رعایت رکھتے ہوئے مکان کا چھجہ نکالنے اور اُس پر تعمیر کرنے کی اِجازت ہوگی؛ البتہ قانون کے خلاف چھجہ نکالنا درست نہ ہوگا؛ بلکہ اُسے عوام کی حق تلفی قرار دیا جائے گا۔

قولـه: وكـذا كـل مـا فـعـل فـي طـريـق العامة أي من إخراج الكنيف والـميزاب والجُرصُن، وبناء الدكان وإشراع الروشن وحفر البئر وبناء الظلة وغـرس الشجر ورمي الثلج والجلوس للبيع إن فعله بأمر من له ولاية الأمر لم يضمن وإلا ضمن، أفاده في العناية. (رد الـمحتار مع الدر المختار، كتاب الديات / باب ما يـحـدثـه الـرجل في الطريق وغيره ۱۰/۲٦۳ زكريا، فتح القدير / كتاب الديات ۱۰/۳٤۰ دار الكتب العلمية بيروت، العناية على الفتح / كتاب الديات ۱۰/۳٤۰ دار الكتب العلمية بيروت)

ومـن أخرج إلى الطريق الأعظم كنيفًا أو ميزابًا أو صرهنًا أو بنى دكانًا: فـلرجل من عُرض الناس أن ينزعه؛ لأن كل واحد صاحب حق بالمرور بنفسه وبـدوابـه، فـكـان لـه حق النقض كما في الملك المشترك (الهداية) قوله: الـكـنيف: الـمستـراح، والـميـزاب معروف، والجرصن قيل هو البرج. وقال فخر الإسلام: جذع يخرجه الإنسان من الحائط ليبني عليه. والعرض بالضم: الـنـاحية، قيـل الـمـراد بـه هـنـا أبـعـد الناس منزلة أي أضعفهم وأرذلهم. قال أبـوحـنيـفة – رحـمه الله – لكل أحد من عرض الناس مسلمًا كان أو ذميًا أن يـمـنـعـه مـن الوضع، سواء كان فيه ضرر أو لم يكن، إذا أراد الوضع بغير إذن الإمـام؛ لأن فيه الافتيات على رأي الإمام فيما إليه تدبيره، فلكل أحد أن ينكر عـليـه، وبـه قال أبويوسف، وقال محمد: ليس لأحد حق المنع إذا لم يكن فيه ضرر؛ لأنه ماذون في أحداثه شرعًا فهو كما لو أذن له الإمام. (العناية شرح الهداية، كتـاب الـديـات / بـاب مـا يـحـدث الـرجـل في الطريق ۱۰/۳۳٤ دار الكتب العلمية بيروت، الهداية ۸/۱۱۹ مكتبة البشرىٰ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۳۱ / ۱۴۴۱/۱۰/۲۱ھ)

زیب وزینت

اِسلام میں داڑھی کی شرعی حیثیت

سوال (۹۲۳):- کیا داڑھی رکھنا سنت مؤکدہ ہے؟ اور اگر کسی کی داڑھی چھوٹی ہو اور وہ کٹواتا بھی ہو، تو کیا اُس کو مسلسل گناہ ملتا رہتا ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- داڑھی رکھنا صحیح اَحادیث شریفہ سے ثابت ہے، اور چاروں فقہاء کے نزدیک یہ واجب کے درجے کی سنت ہے، اور اِسلام کا ایک اہم شعار ہے؛ لہٰذا جو شخص داڑھی مونڈوائے، یا چھوٹی رکھے، وہ ترکِ سنت پر مستقل گنہگار رہے گا۔ ایک مسلمان کی شان یہی ہونی چاہئے کہ وہ سرورِ عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت شدہ تراش خراش، لباس اور رہن سہن وغیرہ کو سب سے زیادہ محبوب رکھے اور پسندیدہ سمجھے، اور جہاں تک ہوسکے اُن پر عمل کرنے کی خود بھی کوشش کرے اور اپنے گھر والوں کو بھی اُس پر کاربند رکھے۔ اور برملا سنت کی خلاف ورزی ہرگز نہ کرے۔

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِيْ﴾ [طه، جزء آیت: ۹٤]

وقد قام الدليل على وجوب إعفاء اللحية وقص الشارب. (أحكام القرآن للتهانوي ٤٦/١)

عن ابن عمر رضي اللّٰه عنهما عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: خالفوا المشركين، وفروا اللحىٰ، وأحفوا الشوارب، وكان ابن عمر إذا حج أو اعتمر قبض على لحيته، في فضل أخذه. (صحيح البخاري، كتاب اللباس / باب تقليم الأظفار ٨٧٥/٢ رقم: ٥٦٦٣ ف: ٥٨٩٢)

عـن ابـن عـمـر رضـي الـلّٰـه عنهما عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: أحـفوا الشوارب، وأعفوا اللحي. (صـحيـح مسـلـم، كتاب الطهارة / باب خصال الفطرة ١٢٩/١ رقـم: ٢٥٩، سـنـن التـرمـذي، أبـواب الأداب / بـاب مـا جاء في إعفاء اللحية ١٠٥/٢ رقم: ٢٧٦٣، سنن النسائي / باب إحفاء الشارب واعفاء اللحىٰ ٤/١ رقم:١٥)

عـن أبـي هـريـرـة رضـي الـلّٰـه عـنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسـلـم: جُزوا الشواب، وأرخوا اللحىٰ، خالفوا المجوس. (صـحيح مسلم، كتاب الطهارة / باب خصال الفطرة ١٢٩/١ رقم: ٢٦٠)

يـكـره حـلـقهـا وقـصهـا وتـحـريقها، وأما الأخذ من طولها، وعرضها، فـحسن و يكره الشهرة في تعظيمها كما تكره في قصها. (شرح النووي على مسلم ١٢٩/١ المكتبة الأشرفية ديوبند، ص: ٢٧٠ بيت الأفكار الدولية)

وقـص الـلـحية كـان مـن صـنـع الأعـاجم، وهو اليوم شعـار كثير من الـمشـركيـن كـالأفـرنـج والهـنـود، ومـن لا خـلاق لــه في الدين من الطائفة القلندرية. (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح / باب السواك ٤/٢ المكتبة الأشرفية ديوبند)

عن عائشة رضي اللّٰه عنها قالت: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: عشـر مـن الفطرة: قص الشارب، وإعفاء اللحية إلى آخره. (سنن أبي داؤد، كتاب الـطهارة / باب السواك من الفطرة ٨/١ رقم: ٥٣، صحيح مسلم، كتاب الطهارة / باب خصال الفطرة ٢٩/١ رقم: ٢٦١، سنن ابن ماجة، كتاب الطهارة / باب الفطرة ٢٥/١ رقم: ٢٩٣)

وكـذا يـحرم على الرجل قطع لحيته، فعلم من ذلك أن ما يفعله بعض مـن لا خـلاق لـه فـي الـديـن مـن المسلمين في الهند، والأتراك حرام. (بذل المجهود، كتاب الطهارة / باب السواك من الفطرة ٣٣٦/١ مركز الشيخ أبي الحسن الندوي مظفرفور أعظم جراه)

وأما الأخذ منها وهي دون ذلک كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال، فلم يبحه أحد، وأخذ كلها فعل يهود الهند، ومجوس الأعاجم. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الصوم / باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، مطلب في الأخذ من اللحية ٣٩٨/٣ زكريا، ٤١٨/٢ كراچی)

واللحية هی الفارقة بين الصغير والكبير، وهي جمال الفحول وتمام هيأتهم، فلا بد من إعفائها، وقصها سنة المجوس، وفيه تغيير خلق الله. (حجة الله البالغة / خصال الفطرة إعفاء اللحية ٥٠٧/١–٥٠٨ مكتبة حجاز ديوبند)

لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق، ولذا يحرم على الرجل قطع لحيته. (شامي، كتاب الحظر والإباحة / فصل في البيع ٥٨٣/٩ زكريا، ٤٠٧/٦ كراچی)

قلت: الذي يظهر أن ابن عمر كان لا يخص هذا التخصيص بالنسک؛ بل كان يحمل الأمر بالإعفاء على غير الحالة التي تنشوه فيها الصورة بإفراط طول شعر اللحية أو عرضه. فقد قال الطبري ...... وقال قوم: إذا زاد على القبضة يؤخذ الزائد، ثم ساق بسنده إلى ابن عمر أنه فعل ذلک، وإلى عمر أنه فعل ذلک برجل، ومن طريق أبي هريرة أنه فعله. (فتح الباري، كتاب اللباس / باب تقليم الأظفار ٤٢٩/١٣ تحت رقم: ٥٨٩٢ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۲۲ / ۱۴۴۱/۹/۲۴ھ)

داڑھی میں براؤن کلر لگانا

سوال (۹۲۴):- داڑھی میں ایسا گہرا براؤن کلر لگانا جس سے نہ تو بالکل کالی نظر آئے اور نہ بالکل سفید، اور بیوی کی خواہش پر ایسا کرنا اور اِس حال میں نماز پڑھانا کیسا ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- برتقدیر صحت سوال اگر آپ نے اہلیہ کی خوشنودی کے لئے بالوں میں گہرا براؤن کلر لگایا ہے، تو اُس کی گنجائش ہے، اور آپ کی نماز مکروہ نہیں ہے۔

قال الحافظ في الفتح: إن المأذون في الصبغ مقيد بغير السواد. (أوجز المسالك، كتاب الشعر / باب ما جاء في صبغ الشعر ۵۲/۱۷ تحت رقم: ۱۷۱۰ دار القلم دمشق)

يستحب للرجل خضاب شعره ولحيته ولو في غير حرب في الأصح، ويكره بالسواد (الدر المختار) **روي عن أبي يوسف أنه قال: كما يعجبني أن تتزين لي يعجبها أن أتزين لها.** (شامي، كتاب الحظر والإباحة / باب الاستبراء وغيره ۶۰۵/۹ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۱۸ / ۱۴۴۱/۹/۲۰ھ)

حج وعمرہ کے علاوہ سر منڈوانا

سوال (۹۲۵):- مرد کے لئے حج وعمرہ کے علاوہ سر کو پوری طرح منڈوانے کا کیا حکم ہے؟ اور کیا اُس کے لئے بیوی سے اِجازت ضروری ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- حج وعمرہ کے علاوہ مرد کے لئے سر منڈانا مباح ہے، یعنی نہ تو ناجائز ہے اور نہ اُسے مسنون کہا جائے گا؛ بلکہ گنجائش دی جائے گی، اور اُس میں بیوی سے باقاعدہ اِجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے؛ تاہم اگر اُس کی مرضی بھی بطور حسن خلق شامل رکھی جائے، تو اِس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ (مستفاد: فتویٰ جامعہ اِسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی ۲۸/ذی الحجہ ۱۴۴۱ھ مطابق ۱۹/اگست ۲۰۲۰ء)

فإنه صلى اللّٰه عليه وسلم لم يحلق رأسه في سنى الهجرة إلا عام الحديبية، ثم عام عمرة القضاء ثم عام حجة الوداع. (جمع الوسائل) **قال المناوي: ظاهر الأحاديث المسوقة في هذا الباب أن المصطفى كان لا يحلق شعره لغير نسک.** (جمع الوسائل مع شرحه للمناوي / باب ما جاء في شعر رسول الله صلى الله عليه وسلم ۸۲ مصر)

سيأتي في أواخر التوحيد من وجه آخر أن الخوارج سيماهم التحليق،

وكـان السـلف يُـوفِّـرُون شعورهم لا يحلقونها، وكانت طريقة الخوارج حلق جميع رؤوسهم. (فتح الباري ٦٩/٨ تحت رقم: ٤٣٥١ دار الكتب العلمية بيروت)

وحـلـق الــرأس ثـلاثة أنـواع: أحـدهـا نسك وقـربة. والثاني: بدعة وشـرك. والثـالـث: حـاجة ودواء. فـالأول الـحـلق في أحد النسكين الحج والـعـمـرة. والثـانـي: حـلـق الـرأس لغير الله سبحانه كما يحلقها المريدون لشيوخهم الخ. (زاد المعاد / فصل في هديه صلى الله عليه وسلم في علاج القمل الذي في الرأس وإزالته ص: ٩٠١ مكمل مؤسسة المختار للنشر والتوزيع)

فيه إشارة إلى أن الحلق في غير الحج والعمرة جائز، وأن الرجل مخير بيـن الـحـلـق وتركه؛ لكن الأفضل أن لا يحلق إلا في أحد النسكين كما كان عـليـه السلام مع أصحابه رضي الله عنه وانفرد منهم علي رضي الله عنه، كما سبق أول الكتاب. (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس / باب الترجل ٢٧٨/٨ دار الكتب العلمية بيروت)

قال الغزالي في الإحياء: لا بأس بحلق جميع الرأس لمن أراد التنظيف، ولا بأس بتركه لمن أراد أن يدهن ويترجل. وادعى ابن عبد البرّ الإجماع على إبـاحة حلق الجميع، وهو رواية عن أحمد. وروي عنه أنه مكروه لما روي عنه أنـه من وصف الخوارج. (عـمـدة الـقـاري، كتـاب اللباس / باب القزع ٩٠/٢٢ تحت رقم: ٥٩٢٠ دار الكتب العلمية بيروت)

قـال أصـحـابـنـا: حلق الرأس جائز بكل حال؛ لكن إن شق عليه تعهده بالدهن والتسريح استحب حلقه، وإن لم يشق استحب تركه. (شرح النووي على مسلم، كتاب الزكاة / باب ذكر الخوارج وصفاتهم ص: ٦٧٢ تحت رقم: ٦٥ بيت الأفكار الدولية)

وفي روضة الزندويستي: أن السنة في شعر الرأس إما الفرق وإما الحلق. وذكـر الـطـحـاوي: أن الـحـلـق سنة، ونسب ذلک إلى العلماء الثلاثة، كذا في

التاتارخانية. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الكراهية / باب التداوي والمعالجات ۳۵۷/۵ زكريا، كذا في رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة / باب الاستبراء وغيره ۵۸٤/۹ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۱۳ / ۱۴۴۱/۹/۱۵ھ)

مشین کے ذریعہ حجامت کا حکم

سوال (۹۲۶):- حجامہ کرانا کپنگ کے ذریعہ سنت ہے یا جونک کے ذریعہ؟ سوال کا منشاء یہ ہے کہ حجامہ یعنی فاسد خون نکالنے کے لئے پہلے دور میں جونک لگائی جاتی تھی جو خون چوستی تھی، اوراَب جدید دور میں اُس کے کپ آگئے ہیں جو ایک مشین کے ساتھ اُس کا پائپ جوڑ دیا جاتا ہے جس سے فاسد مادہ نکلتا ہے، تو اگر اُن کپوں کے ذریعہ سے (جس کو کپنگ اُنہوں نے کہا ہے) فاسد مادہ نکالا جائے تو یہ سنت حجامہ اس سے اَدا ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- اس مشین سے بھی سنت حجامہ اَدا ہوجائے گی، مقصود ہے فاسد خون کا نکالنا، چاہے سینگھیوں کے ذریعہ نکلے یا جونک کے ذریعہ، یا اب کپنگ کے ذریعہ نکلے، کوئی بھی طریقہ ہو جس سے فاسد خون نکل جائے تو اُس سے حجامہ کی سنت اَدا ہوجائے گی۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: إن كان في شيء مما تداوون به الحجامة. (سنن ابن ماجة ۲٤۸)

الحجامة: المداواة بالمعجم والمعالجة به: استخراج دم المريض، فصده بواسطه آله تشبه كأسا مقوسة. (معجم الغنى / باب الحاء فصل: حج) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۴۴ / ۱۴۴۲/۱/۱۰ھ)

بلیچنگ کرانا

سوال (۹۲۷):- کیا کوئی شخص بال کٹوانے کی دوکان پر بلیچنگ کرا سکتا ہے، یعنی کریم وغیرہ سے اِنسان کا اصلی کلر کچھ دیر کے لئے چھپ جاتا ہے، پھر بعد میں اُس کا اثر ختم

ہوجاتا ہے، تو ایسا کرانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- اِس طرح کے تکلفات اور زیب وزینت شریعت میں ممنوع ہیں؛ حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزانہ تیل کنگھی کا اہتمام کرنے سے بھی منع فرمایا کہ آدمی ہروقت تیل کنگھی میں لگا رہے، اور شیشے کے سامنے کھڑا رہے، یہ کوئی اچھی اور پسندیدہ بات نہیں ہے۔ اَب رہ گیا اصل مسئلہ: تو یہ کریم اگر ایسی ہے کہ اُس کی تہہ کھال پر جم جاتی ہے اور پانی لگنے کے باوجود بھی وہ نہیں چھٹتی، تو ایسی شکل میں یہ غسل اور وضو سے مانع ہوگا؛ لیکن اگر پانی لگانے سے وہ چھوٹ جاتی ہے اور کھال تک پانی پہنچ جاتا ہے، تو پھر غسل اور وضو سب درست ہوجائے گا، بہرحال ایسے تکلف سے بالخصوص مردوں کو بچنا چاہئے۔

عن عبد الله بن مغفل رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن الترجل إلا غبا، وقال الطيبي: قوله "غبا" الغب أن يفعل يوما وتبرك يومًا، والمراد به النهي عن المواظبة عليه والاهتمام به؛ لأنه مبالغة في التزيين.

(سنن أبي داؤد / أول كتاب الترجل ٥٧٣ مكتبة بلال ديوبند)

ومعناه: عدم الجواز إذا علم أنه لم يصل الماء تحته. (رد المحتار / كتاب الطهارة ٢٨٩/١ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۴۱ / ۱۴۴۱/۱۲/۱۸ھ)

عورتوں کا بھنویں بنانا یا دھاگے سے ڈیزائن کرانا

سوال (۹۲۸):- عورتوں کا اپنی بھنویں کٹوانا یا دھاگے وغیرہ سے ڈیزائن کرانا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- اَحادیث شریفہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فیشن کے طور پر بھویں بنانے والی عورتوں کے متعلق سخت وعید اِرشاد فرمائی ہے؛ اِس لئے ہر مسلمان خاتون کو ایسے ناجائز زیب وزینت کے طریقوں سے احتراز کرنا لازم ہے۔

عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه قال: لعن الله الواشمات والمستوشمات، والمُتنمِّصات، والمتفلجات للحسن المغيرات خَلْقَ الله تعالىٰ. (صحيح مسلم، كتاب اللباس والزينة / باب تحريم فعل الواصلة ٢٠٥/٢، صحيح البخاري، كتاب اللباس / باب المتفلجات للحسن ٨٧٨/٢ رقم: ٥٩٣١، سنن النسائي / كتاب الزينة ٢٤٩/٢ رقم: ٥١٠٧)

قال شيخ الإسلام المفتي محمد تقي العثماني – حفظه الله – تحته: وأكثر ما تفعله النساء في الحواجب وأطراف الوجه ابتغاء للحسن والزينة فهو حرام بنص هٰذا الحديث. (تكملة فتح الملهم ١٩٥/٤ مكتبة دار العلوم كراچی)

ولا بأس أخذ الحاجبين وشعر وجهه ما لم يشبه المخنث. (شامي، كتاب الحظر والإباحة / فصل في اللبس ٥٣٦/٩ زكريا، ٣٧٣/٦ كراچی، الفتاویٰ الهندية، كتاب الكراهية / الباب التاسع عشر ٣٥٨/٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۳۱ / ۱۴۴۱/۱۰/۲۱ھ)

عورت کا جوڑا باندھ کر نماز پڑھنا

سوال (۹۲۹):- کیا عورت جوڑا باندھ کر نماز پڑھ سکتی ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- عورتوں کے جوڑا باندھنے کی ۲/ شکلیں ہیں:

(۱) ایک تو یہ ہے کہ بے حیا اور فیشن ایبل عورتوں کے طریقے پر بیچ سر پر جوڑا باندھا جائے، تو اِس طرح جوڑا باندھنا سخت مکروہ اور ناجائز ہے، ایسی عورتوں کے بارے میں حدیث میں وعید وارد ہوئی ہے کہ ''وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پاسکیں گی''۔ اِس لئے اِس طرح جوڑا باندھ کر نماز پڑھنا بھی مکروہ ہوگا۔

(۲) اور اگر فیشن اور تشبہ سے بچتے ہوئے محض بال سمیٹنے کے لئے گدی پر جوڑا باندھا جائے؛ جیسا کہ کام کاج والی عورتیں باندھ لیتی ہیں، تو اِس میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے اور اِس

حالت میں نماز پڑھنے میں بھی کوئی کراہت نہیں ہے۔ (احسن الفتاویٰ ۸/۸۴)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ...... ونساء كاسيات عاريات مميلاتٌ مائلاتٌ رؤوسهن كأسنمة البخت المائلة، لا يدخلن الجنة ولا يجدن ريحها، وإن ريحها ليوجد من مسيرة كذا وكذا. (صحيح مسلم / كتاب اللباس والزينة رقم: ٢١٢٨)

عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من تشبه بقومٍ فهو منهم. (سنن أبي داؤد، كتاب اللباس / باب في لبس الشهرة ٥٥٩/٢ رقم: ٤٠٣١، مشكاة المصابيح، كتاب اللباس / الفصل الثاني ص: ٣٧٥ المكتبة الأشرفية ديوبند)

قال القاري: أي من شبّه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره، أو بالفساق أو الفجار، أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار "فهو منهم": أي في الإثم أو الخير عند الله تعالىٰ ...... الخ. (بذل المجهود، كتاب اللباس / باب في لبس الشهرة ٥٩/١٢ مركز الشيخ أبي الحسن الندوي مظفرفور أعظم جراه، وكذا في مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس / الفصل الثاني ٢٢٢/٨ رقم: ٤٣٤٧ دار الكتب العلمية بيروت، وكذا في فيض القدير شرح الجامع الصغير ٥٧٤٣/١١ رقم: ٨٥٩٣ نزار مصطفىٰ الباز رياض) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۲۶ / ۱۴۴۱/۹/۲۸ھ)

آرٹی فیشل انگوٹھی پہن کر نماز پڑھنا؟

سوال (۹۳۰):- آرٹی فیشیل انگوٹھی پہن کر عورت کی نماز درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- نماز تو بہر حال درست ہوجاتی ہے؛ لیکن ایسی انگوٹھی جس میں سونے چاندی کی پالش نہ ہو، اُس کو پہننا عورت کے لئے مکروہ ہے، اس کراہت پر اُس سے مؤاخذہ ہوگا؛ لیکن بہر حال اُس کی نماز ہوجائے گی۔ (مستفاد: کتاب النوازل ۱۵/۴۵۰ مکتبہ جاوید دیوبند)

قال العلامة التمرتاشي: ولا يتختم بغيرها كحجر وذهب وحديد

وصفر. (تنوير الأبصار مع الدر المختار / كتاب الحظر والإباحة ۵۱۷/۹ زكريا، ٣٥٩/٦-٣٦٠ كراچی، وكذا في البحر الرائق، كتاب الكراهية / فصل في اللبس ٣٥٠/٨ زكريا)

وقال ابن عابدين تحت قوله: (فيحرم بغيرها) وفي الجوهرة: والتختم بالحديد والصفر والنحاس والرصاص مكروه للرجال والنساء. (شامي، كتاب الحظر والإباحة / فصل في اللبس ٥١٨/٩ زكريا، ٣٦٠/٦ كراچی) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۴۲ / ۱۴۴۱/۱۲/۲۵ھ)

عورت کے لئے چاندی کا چپل پہننا

سوال (۹۳۱):- عورت کو چاندی کے چپل پہننا کیسا ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- عورت کے لئے چاندی کی چپل پہننا جائز نہیں ہے، عورت کو صرف سونے چاندی کے زیور پہننے کی اِجازت ہے، دیگر جو استعمالی چیزیں ہیں اُن میں مرد یا عورت کسی کے لئے بھی سونے چاندی کا استعمال درست نہیں ہے۔

(کتاب النوازل ۴۵۲/۱۰)

عن حذيفة رضي الله عنه أنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تلبسوا الحرير ولا الديباج، ولا تشربوا في آنية الذهب والفضة، ولا تأكلوا في صِحافتها؛ فإنها لهم في الدنيا، ولكم في الآخرة. (صحيح مسلم / كتاب اللباس والزينة ١٨٩/٢)

وعن أم سلمة رضي الله عنها أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: إن الذي يشرب في إناء الفضة إنما يجرجر في بطنه نار جهنم. (صحيح مسلم، كتاب اللباس والزينة / باب تحريم استعمال أواني الذهب والفضة في الشرب وغيره على الرجال والنساء ١٨٧/٢)

وكره الأكل والشرب والإدهان والتطيب من إناء ذهب وفضة للرجل

والمرأة، وهٰذا فيما يرجع للبدن يعني أن تحريم الذهب والفضة فيما يرجع استعماله إلى البدن أي فيما استعمل به لبسًا، أو أكلاً أو كتابةً. (شامي / كتاب الحظر والإباحة ٤٩٢/٩-٤٩٤ زكريا، ٣٤١/٦ كراچی)

(دینی رہنمائی:۴۳ / ۱۴۴۲/۱/۳ھ)

تانبے پیتل کی انگوٹھی پہن کر نماز پڑھنا

سوال (۹۳۲):- تانبے یا پیتل کی انگوٹھی پہن کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- تانبے یا پیتل کی اَنگوٹھی مرد یا عورت سب کے لئے پہننا ناجائز ہے۔ اُسے پہن کر نماز پڑھنے سے فرض تو اَدا ہوجائے گا؛ لیکن انگوٹھی پہننے کا گناہ ہوگا۔ البتہ اگر اُس انگوٹھی پر سونے یا چاندی کی نِکل چڑھی ہو، تو عورتوں کے لئے اُس کا استعمال درست ہے۔

حدثني إياس بن الحارث بن المُعيقيب – وجده من قبل أمه أبو ذباب – عن جده قال: كان خاتم النبي صلى الله عليه وسلم من حديد ملوي عليه فضة. قال: فربما كان في يده. قال: وكان المعيقيبُ على خاتم النبي صلى الله عليه وسلم. (سنن أبي داؤد، أول كتاب الخاتم / باب ما جاء في خاتم الحديد ٤٢٢٤)

قال العلامة التمرتاشي: ولا يتختم بغيرها كحجر وذهب وحديد وصفر ورصاص وزجاج وغيرها مما مرّ. (تنوير الأبصار مع الدر المختار / كتاب الحظر والإباحة ٥١٧/٩ زكريا، ٣٥٩/٦-٣٦٠ كراچی، وكذا في البحر الرائق، كتاب الكراهية / فصل في اللبس ٣٥٠/٨ زكريا)

وقال ابن عابدين تحت قوله: (فيحرم بغيرها) وفي الجوهرة: والتختم بالحديد والصفر والنحاس والرصاص مكروه للرجال والنساء. (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة / فصل في اللبس ٥١٨/٩ زكريا، ٣٦٠/٦ كراچی)

والخلاف في المفضض أما المطلي فلا بأس به بالإجماع بلا فرق بين لجام وركاب وغيرهما؛ لأن الطلاء مستهلک لا يخلص فلا عبرة للونه، عيني وغيره. قوله: والخلاف في المفضض، أراد به ما فيه قطعة فضة فيشمل المضبب، والأظهر عبارة العيني وغيره. وهي: وهذا الاختلاف فيما يخلص، وأما التمويه الذي لا يخلص فلا بأس به بالإجماع؛ لأنه مستهلک فلا عبرة ببقائه لونًا أهـ. (رد المحتار / كتاب الحظر والإباحة ٤٩٧/٩ زكريا)

قوله: وحديد إلا إذا لُوِيَ عليه فضة. قوله: لما مرّ أي من قوله لحصول الاستغناء بها، وهو غير ظاهر، فإن ذها دليل للاقتصار على الفضة دون الذهب، والدليل على حرمة هذه الأشياء أنه عليه السلام رأى على رجل خاتم صفر، فقال: ما لي أجد عليک رائحة الأصنام. ورأى على آخر خاتم حديد، فقال: ما لي أرى عليک حلية أهل النار. وروي عن ابن عمر: أن رجلا جاء إلى النبي صلى الله عليه وسلم وعليه خاتم ذهب فأعرض عنه. (طحطاوي على الدر المختار / كتاب الحظر والإباحة ٩٤/١١ دار الكتب العلمية بيروت)

ولا بأس بأن يتخذ خاتم حديد قد لوي عليه فضة أو ألبس بفضة حتى لا يرى. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الكراهة الباب العاشر في استعمال الذهب والفضة ٣٣٥/٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۲۲ / ۱۴۴۱/۹/۲۴ھ)

’’الکحل‘‘ ملا ہوا ’’سینی ٹائزر‘‘ استعمال کرنا

سوال (۹۳۳):- حکومت کی طرف سے ہدایت جاری کی گئی ہے کہ جو لوگ بھی مسجد کے اندر آئیں وہ ’’سینی ٹائزر‘‘ استعمال کریں، یہ ایک محلول ہے جس کو جراثیم کو دفع کرنے کے لئے لگایا جاتا ہے، جس میں ’’الکحل‘‘ بھی شامل ہوتا ہے، تو مسلمان کے لئے اِس طرح کا

’’سینی ٹائزر‘‘لگانا درست ہے یانہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- واضح رہنا چاہئے کہ ہر’’سینی ٹائزر‘‘ میں’’الکحل‘‘ہونا کوئی ضروری نہیں ہے،آج کل بازار میں بہت سے ایسے’’سینی ٹائزر‘‘دستیاب ہیں جوالکحل سے پاک ہیں، اِس لئے قانونی مجبوری ہوتو مساجد میں ایسے ہی’’سینی ٹائزر‘‘یا ’’صابون‘‘وغیرہ کااستعمال کیاجائے۔

باقی اصل حکم یہ ہے کہ اگر الکحل کھجور یا انگور سے کشید کردہ نہ ہو،تو اُس کے خارجی استعمال کی گنجائش ہوتی ہے،اورعام طور پر’’سینی ٹائزر‘‘میں جوالکحل استعمال ہوتا ہے،وہ دیگر اشیاءسے بناہواہوتاہے،اِس لئےضرورۃً اُسے ہاتھ پرلگانے میں حرج نہ ہوگا۔

وأما غير الأشربة الأربعة، فليست نجسة عند الإمام أبي حنيفة رحمه اللّٰه تعالىٰ، وبهٰذا يتبين حكم الكحول المسكرة (Alcohals)التي عمت بها البلوي اليوم، فإنها تستعمل في كثير من الأدوية والعطور والمركبات الأخرى، فإنها إن اتخذت من العنب أو التمر فلا سبيل إلى حلتها أو طهارتها، وإن اتخذت من غيرهما فالأمر فيها سهل على مذهب أبي حنيفة رحمه اللّٰه تعالىٰ، ولا يحرم استعمالها للتداوي أو لأغراض مباحة أخرى ما لم تبلغ حد الإسكار؛ لأنها إنما تستعمل مركبة مع المواد الأخرى، ولا يحكم بنجاستها أخذًا بقول أبي حنيفة رحمه اللّٰه.

وإن معظم الكحول التي تستعمل اليوم في الأدوية والعطور وغيرهما لا تتخذ من العنب أو التمر، إنما تتخذ من الحبوب أو القشور أو البترول وغيره، كما ذكرنا في باب بيوع الخمر من كتاب البيوع. (تكملة فتح الملهم، كتاب الأشربة / حكم الكحول المسكرة ۶۰۸/۳ مكتبة دار العلوم كراچی) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۳۰ / ۱۴۴۱/۱۰/۱۴ھ)

حروف مقطعات یا تعویذ والی انگوٹھی پہن کر بیت الخلاء جانا

سوال (۹۳۴):- انگوٹھی کے نگینہ میں حروفِ مقطعات اور تعویذ ہوں، تو اُسے پہن کر استنجے میں جاسکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- جس انگوٹھی پر قرآنِ پاک کے حروف لکھے ہوں اور وہ نظر آرہے ہوں، تو اُس کو پہن کر استنجے میں جانا جائز نہیں ہے، اِس لئے یا تو باہر اُتار کر جائیں یا جیب میں رکھیں۔

وعلیٰ هٰذا إذا كان عليه خاتم وعليه شيء من القرآن مكتوب أو كتب عليه اسم اللّٰه تعالیٰ فدخل المخرج معه يكره. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الكراهية / الباب الخامس ۵/۳۲۳ زكريا)

فلو نقش اسمه تعالیٰ أو اسم نبيه صلى اللّٰه عليه وسلم استحب أن يجعل الفص في كمه إذا دخل الخلاء وأن يجعله في يمينه إذا استنجى. (شامي، كتاب الحظر والإباحة / فصل في اللبس ۹/۵۱۹ زكريا، ۶/۳۶۱ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۱۴ / ۱۴۴۱/۹/۱۶ھ)

چاندی کی تسبیح پر ذکر کرنا

سوال (۹۳۵):- چاندی کی تسبیح بنا کر اُس پر ذکر کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- چاندی کی تسبیح پر ذکر کرنا مرد وعورت کسی کے لئے جائز نہیں ہے؛ کیوں کہ سونے چاندی کا زیور کے علاوہ کسی اور کام کے لئے استعمال مطلقاً ممنوع ہے، اِس میں مرد وعورت کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔

المستفاد: عن حذيفة رضي اللّٰه عنه أنه قال: سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم لا تلبسوا الحرير ولا الديباج، ولا تشربوا في آنية الذهب والفضة، ولا تأكلوا في صِحافها؛ فإنها لهم في الدنيا. (صحيح مسلم، كتاب اللباس

والزينة / باب تحريم استعمال إناء الذهب والفضة ۱۸۹/۲ رقم: ۲۰٦۷)

عن أم سلمة زوج النبي صلى الله عليه وسلم أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: الذي يشرب في آنية الفضة إنما يجرجر في بطنه نار جهنم.
(صحيح مسلم، كتاب اللباس والزينة / باب تحريم استعمال أواني الذهب والفضة رقم: ۲۰٦٥)

عن البراء بن عازب رضي الله عنه يقول: أمرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم بسبع ونهانا عن سبع ...... ونهانا عن خواتيم، وعن شرب بالفضة، وزاد في الحديث: وعن الشرب في الفضة؛ فإنه من شرب فيها في الدنيا لم يشرب فيها في الآخرة. (صحيح مسلم / كتاب اللباس والزينة ۱۸۸/۲ رقم: ۲۰٦٦)

فإذا ثبت ذٰلك في الشرب والأكل، فكذا في التطيب وغيره؛ لأنه مثله في الاستعمال فيكون الوارد فيهما واردًا فيما هو بمعناهما دلالة لما عرف في موضعه؛ ولأنه تنعم بتنعم المترفين والمسرفين وتشبه بهم، وقد قال الله تعالىٰ فيهم: ﴿أَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا﴾ [الأحقاف، جزء آيت: ۲۰] وقال عليه السلام: من تشبه بقوم فهو منهم، والمراد بقوله كره: التحريم، ويستوي فيه الرجل والنساء لإطلاق ما روينا، وكذا الأكل بملعقة الذهب والفضة والاكتحال بميلهما وما أشبه من الاستعمال. (تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق، كتاب الكراهية / فصل في الأكل والشرب ۲٥/۷ زكريا، ۱۱/٦ المكتبة الإمدادية ملتان، البحر الرائق شرح كنز الدقائق، كتاب الكراهية / فصل في الأكل والشرب ۳٤۰/۸ زكريا)

وكره الأكل والشرب والإدّهان والتطيب من إناء ذهب وفضة للرجل والمرأة، وهٰذا فيما يرجع للبدن يعني أن تحريم الذهب والفضة فيما يرجع استعماله إلى البدن أي فيما استعمل به لبسًا، أو أكلاً أو كتابةً. (شامي / كتاب الحظر والإباحة ٤۹۲/۹-٤۹٤ زكريا، ۳٤۱/٦ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۳۳ / ۱۴۴۱/۱۰/۲۸ھ)

ہرن کا سینگ اور ہاتھی دانت کی گھر میں نمائش کرانا

سوال (۹۳٦):- ہرن کا سینگ یا ہاتھی کے دانت کی نمائش شو کے طور پر گھروں میں رکھنا یا دیوار پر آویزاں کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- جانور کے خالی سینگ یا خالی دانت کو لگانے میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے؛ لیکن اگر باقاعدہ تصویر بنی ہوئی ہے تو یہ جائز نہیں، یہ تصویر کے حکم میں ہوگی۔

وظاهر كلام النووی في شرح مسلم الإجماع علیٰ تحريم تصوير الحيوان ...... والظاهر أنه يلحق به الصليب وإن لم يكن تمثال ذي روح. (شامي، كتاب الصلاة / باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ٤١٦/٢-٤١٧ زكريا، ٦٤٧/١-٦٤٨ كراچی)

قال أصحابنا وغيرهم من العلماء: تصوير صور الحيوان حرامٌ شديد التحريم وهو من الكبائر؛ لأنه متوعد عليه بهٰذا الوعيد الشديد المذكور في الأحاديث، يعني مثل ما في الصحيحين عنه صلى الله عليه وسلم ”أشد الناس عذابًا يوم القيامة المصورون، يقال لهم أحيوا ما خلقتم“ ...... وسواء كان في ثوب أو بساطٍ أو درهم أو دينارٍ وفلس وإناءٍ وحائطٍ وغيرها، فينبغي أن يكون حرامًا لا مكروهًا إن ثبت الإجماع أو قطيعة الدليل لتواتره. (البحر الرائق، كتاب الصلاة / باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ٤٨/٢ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۴۸ / ۱۴۴۲/۲/۹ھ)

○❖○

طب اور علاج

تعویذات کی شرعی حیثیت

سوال (۹۳۷):- آج کل تعویذ گنڈے کا بہت رواج ہوگیا ہے، جس کی وجہ سے گھر گھر دشمنیاں پیدا ہورہی ہیں اور سکون ختم ہوتا جارہا ہے، تو اِس کے متعلق کچھ روشنی ڈالیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- پہلی بات تو یہ سمجھنی چاہئے کہ شریعت میں کوئی بھی ایسا تعویذ یا جھاڑ پھونک جس میں غیر اللہ سے مدد لی جائے، یا ایسے جنتر منتر استعمال ہوں جن کے معنی کا کچھ علم نہ ہو، اِس طرح کے تعویذات اور جھاڑ پھونک کسی بھی مقصد کے لئے جائز نہیں ہیں؛ بلکہ یہ سخت گناہ کا کام ہے۔ خاص طور پر غیر مسلموں کے پاس جاکر اُن سے تعویذات لینا یا سفلی عمل کرانا قطعاً حرام ہے۔ اِس کے متعلق اَحادیث شریفہ میں شدید وعیدیں وارد ہیں؛ لہٰذا کسی بھی مسلمان کو اُس میں ملوث نہیں ہونا چاہئے۔

البتہ کسی بیماری کے علاج یا نظر اُتارنے وغیرہ کے لئے ایسی جھاڑ پھونک یا ایسے تعویذات جن میں اللہ تعالیٰ کا نام یا اچھے کلمات مذکور ہوں اُن سے فائدہ اُٹھانا شرعاً درست ہے؛ تاہم زیادہ بہتر یہ ہے کہ اِن چیزوں کی طرف توجہ دینے کے بجائے علاج کے لئے دوا یا غذا وغیرہ ظاہری تدبیریں اختیار کی جائیں؛ اِس لئے کہ اَحادیثِ شریفہ میں یہ مضمون وارد ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا کہ: ’’میری اُمت کے ۷۰؍ ہزار لوگ بلاحساب وکتاب جنت میں جائیں گے‘‘۔ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ ’’یہ کون لوگ ہوں گے‘‘؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً اِرشاد فرمایا: ’’هُمُ لَا يَرْقُوْنَ وَلَا يَسْتَرْقُوْنَ، وَعَلٰى رَبِّهِمْ

یَتَـوَکَّـلُـوْنَ" (یعنی نہ تو وہ جھاڑ پھونک کرتے ہیں اور نہ کراتے ہیں، اور اپنے رب پر کامل بھروسہ رکھتے ہیں) تو اِس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ اعلیٰ درجہ کے جنتیوں کی صفت یہ ہے کہ وہ تعویذ اور جھاڑ پھونک کو اختیار نہیں کرتے؛ اِس لئے ہمیں بھی شدید ضرورت کے بغیر اِس سے احتیاط برتنی چاہئے۔

نیز یہ بھی پیش نظر رہے کہ جائز مقاصد کے لئے مذکورہ جائز ذرائع کو اختیار کرنا تو درست ہے؛ لیکن ناجائز مقاصد کے لئے اِس طرح کا کوئی بھی ذریعہ اختیار کرنا ہرگز جائز نہیں۔ مثلاً: دو آدمیوں کے درمیان دشمنی پیدا کرانے یا کسی کو نقصان پہنچانے کی غرض سے تعویذات سے مدد لی جائے، تو یہ قابل لعنت عمل ہے۔ اِسلام رشتوں کو جوڑنے کا حکم دیتا ہے؛ لہٰذا جو شخص کسی بھی طرح رشتوں کو توڑنے کی کوشش کرے گا، وہ شریعت کی نظر میں انتہائی قابل مذمت ہوگا۔

نبی کریم علیہ السلام نے ایک حدیث میں اِرشاد فرمایا کہ "تم میں سب سے بہترین وہ لوگ ہیں جنہیں دیکھ کر خدا یاد آئے، اور بدترین لوگ وہ ہیں جو چغلی کھانے والے، دوستوں کے درمیان دراڑ ڈالنے والے اور بے قصور لوگوں میں عیب نکالنے والے ہیں"۔ (مجمع الزوائد للہیثمی ۹۶/۸)

اِس لئے ہمیں کسی ایسے کام میں ہرگز شامل نہیں ہونا چاہئے۔

عن عقبة بن عامر الجهني رضي اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم أقبل إليه رهط، فبايع تسعة، وأمسک عن واحد، فقالوا: يا رسول اللّٰه! بايعت تسعة وتركت هذا؟ قال: إن عليه تميمة، فأدخل يده فقطعها فبايعه، وقال: من علق تميمة فقد أشرک. (المسند للإمام أحمد، مسند الشاميين / حديق عقبة بن عامر الجهني ٦٣٦/٢٨ رقم: ١٧٤٢٢ مؤسسة الرسالة)

قد أجمع العلماء على جواز الرقىٰ عند إجتماع ثلاثة شروط: أن يكون بكلام اللّٰه تعالىٰ أو بأسمائه وصفاته. وباللسان العربي أو بما يعرف معناه من غيره. وأن يعتقد أن الرقية لا تؤثر بذاتها بل بذات اللّٰه تعالىٰ. (فتح الباري، كتاب الطب / باب الرقى ١٩٥/١٠ دار المعرفة بيروت)

عن عوف بن مالك الأشجعي رضي الله عنه قال: كنا نرقي في الجاهلية، فقلن يا رسول الله! كيف ترى في ذلك؟ فقال: أعرضوا علي رقاكم، لا بأس بالرقى ما لم يكن فيه شرك. (صحيح مسلم، كتاب السلام / باب لا بأس بالرقي ما لم يكن فيه شرك ٢٢٤/٢ رقم: ٢٢٠٠)

عن أبي سعيد رضي الله عنه أن جبرئيل أتى النبي صلى الله عليه وسلم فقال يا محمد! اشتكيت؟ فقال: نعم! قال: بسم الله أرقيك من كل شيء يؤذيك من شر كل نفس أو عين حاسد، الله يشفيك بسم الله أرقيك.

(صحيح مسلم، كتاب السلام / باب الطب والمرض والرقى ٢١٩/٢ حديث: ٢١٨٦)

عن عمران بن حصين رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: يدخل الجنة من أمتي سبعون ألفًا بغير حسابٍ، قالوا: من هم يا رسول الله! قال: هم الذين لا يسترقون ولا يتطيرون ولا يكتوون وعلى ربهم يتوكلون.

(صحيح مسلم، كتاب الإيمان / باب دخول طوائف من المسلمين الجنة بغير حساب رقم: ٣٧٢)

عن أسماء بنت يزيد رضي الله تعالىٰ عنها أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ألا أخبركم بخياركم؟ قالوا: بلى يا رسول الله! قال: الذين إذا رؤوا ذكر الله عزوجل، ثم قال: ألا أخبركم بشراركم؟ المشاؤون بالنميمة، المفسدون بين الأحبة، الباغون للبراء العنت. رواه أحمد، وفيه شهر بن حوشب وقد وثقه غير واحد، وبقية رجال أحد أسانيده رجال الصحيح.

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، كتاب الأدب / باب ما جاء في النشاط ٩٣/٨ رقم: ١٣١٣٨ مكتبة القدسي القاهرة) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۳۴ / ۱۴۴۱/۱۱/۶ھ)

بیمار بچے کو اپنے وضو یا غسل کے پانی سے نہلانا

سوال (۹۳۸):- ایک پاکستانی ڈاکٹر کہتے ہیں کہ اگر کوئی بچہ بیمار ہو، تو اُس کو والدین

اپنے غسل یا وضو کے پانی سے نہلائیں، تو بچے کی بیماری ختم ہو جائے گی، تو اُن کا یہ کہنا صحیح ہے یا نہیں؟ اور اِس طریقے پر عمل کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- سوال میں جس طریقے کا ذکر ہے، یہ دراَصل نظر اُتارنے کی وہ تدبیر ہے جس کا ذکر بعض اَحادیث شریفہ میں کیا گیا ہے، کہ اگر یہ اندازہ ہو جائے کہ فلاں شخص کی نظر لگی ہے، تو اُس کا وضو یا غسل کا مستعمل پانی لے کر مریض کو نہلایا جائے یا اُس پر چھڑکا جائے۔ تو غالبًا مذکورہ ڈاکٹر صاحب نے اِسی حدیث کو پیشِ نظر رکھ کر مذکورہ مشورہ دیا ہوگا۔ بہر حال اِس پر عمل کیا جا سکتا ہے، بشرطیکہ اُس پانی میں ناپاکی وغیرہ شامل نہ ہو۔

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لو كان شيء سابق القدر فسبقته العين، وإذا اغتُسِلتُم فاغسلوا. (سنن الترمذي، أبواب الطب / باب ما جاء أن العين حق والغسل لها رقم: ٢٠٦٢)

عن عائشة رضي الله عنها قالت: كان يؤمر العائن فيتوضأُ، ثم يغسل منه المعين. (سنن أبي داؤد، كتاب الطب / باب ما جاء في العين رقم: ٣٨٨٠)

قال الحافظ في الفتح: وقد وقعت صفة الاغتسال في حديث سهل بن حنيف عند أحمد والنسائي وصححه ابن حبان من طريق الزهري عن أبي أمامة بن سهل بن حنيف أن أباه حدثه أن النبي صلى الله عليه وسلم خرج وساروا معه نحو ماء حتى إذا كانوا بشعب الخرار من الجحفة اغتسل سهل بن حنيف، وكان أبيض حسن الجسم والجلد فنظر إليه عامر بن ربيعة فقال: ما رأيت كاليوم ولا جلد مخبأة فلبط أي: صرح – وزنا ومعنى – سهل فأتى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: هل تتهمون به من أحد؟ قالوا: عامر بن ربيعة. فدعا عامرًا فتغيظ عليه فقال: علام يقتل أحدكم أخاه؟ هلا إذ رأيت ما يعجبك بركت؟ ثم قال: اغتسل له فغسل وجهه ويديه ومرفقيه وركبتيه

وأطراف رجليه وداخلة إزاره في قدح ثم يصب ذلک الماء عليه رجل من خلفه على رأسه وظهره ثم يكفأ القدح ففعل به ذلک فراح سهل مع الناس ليس به بأس، انتهى. والحديث سكت عنه المنذري. (عون المعبود مكمل، كتاب الطب / باب ما جاء في العين ص: ١٦٥٦ تحت رقم: ٣٨٨٠ بيت الأفكار الدولية، كذا في المنهاج شرح النووي على مسلم ص: ١٣٦٨ بيت الأفكار الدولية)

وكان اغتسال العائن مما جرت به العادة بالشفاء به؛ فإنه يتعين الخ. (تحفة الأحوذي تحت رقم: ٢٠٦٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۳۱ / ۱۴۴۱/۱۰/۲۱ھ)

نظر اُتارنے کے لئے کسی بزرگ سے اِجازت لینا

سوال (۹۳۹):- کیا نظر اُتارنے کے لئے کسی بزرگ سے اِجازت لینے کی ضرورت ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- اگر نظر اُتارنے کا کوئی خاص عمل ہو، تو اُس کی اِجازت لی جائے گی؛ تاہم آیاتِ قرآنیہ وغیرہ پڑھ کر کسی اِجازت کے بغیر بھی نظر اُتاری جاسکتی ہے۔

عن أم سلمة رضي الله عنها أن النبي صلى الله عليه وسلم رأى في بيتها جاريةً، في وجهها سفعةٌ، فقال: استرقوا لها؛ فإن بها النظرة. (صحيح البخاري، كتاب الطب / باب رقية العين رقم: ٥٧٣٩) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۳۱ / ۱۴۴۱/۱۰/۲۱ھ)

۵/ یا ۷/ مرچوں سے نظر اُتارنا

سوال (۹۴۰):- کیا ۱۱/ مرچوں کے بجائے ۵/ یا ۷/ مرچوں سے بھی نظر اُتار سکتے ہیں؟ جواب سے نوازیں۔

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- نظر اُتارنے کے بارے میں مشائخ کے اپنے اپنے تجربات ہیں، اور شرعاً ۱۱/مرچوں کی بھی کوئی تحدید نہیں ہے؛ بلکہ اِس سے کم یا زیادہ تعداد لے کر بھی نظر اُتاری جاسکتی ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ، کتاب الحظر والاباحۃ/ باب ما یتعلق بالسحر والعوذۃ ۸۱/۲۰ ڈابھیل، ایک جامع قرآنی وعظ ص:۱۳۱)

لا بأس بوضع الجماجم في الزرع والمبطخة لدفع ضرر العين؛ لأن العين حق تصيب المال والآدمي والحيوان، ويظهر أثره في ذلک. (شامي، كتاب الحظر والإباحة / فصل في اللبس ۵۲۳/۹-۵۲۴ زكريا، ۳٦٤/٦ كراچی) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۳۱ / ۱۴۴۱/۱۰/۲۱ھ)

بچوں کو نظر بد سے بچانے کے لئے موتیوں کی مالا ڈالنا؟

سوال (۹۴۱):- بعض جگہ رواج ہے کہ بچے کو نظر بد سے بچانے کے لئے کالے اور سفید موتیوں کی مالا ہاتھ میں باندھ دیتے ہیں، تو اُس مالا کے باندھنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- غیر مسلموں کا طریقہ ہے، اور درست نہیں ہے؛ لہٰذا نظر بد سے بچانے کے لئے قرآنی آیات پڑھ کر دم کرنا چاہئے، یا جو حدیث میں طریقے بتلائے گئے ہیں، اُن کو اختیار کرنا چاہئے۔

عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من تشبه بقوم فهو منهم. (سنن أبي داؤد، كتاب اللباس / باب في لبس الشهرة ۵۵۹/۲ رقم: ٤٠٣١ دار الفكر بيروت)

ولا بأس بالمعاذاة إذا كتب فيها القرآن أو أسماء الله تعالى الخ. (رد المحتار ۵۲۳/۹ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۴۶ / ۱۴۴۲/۱/۲۴ھ)

آنکھ کی پھنسی کے علاج کے لئے پیر میں دھاگہ باندھنا

سوال (۹۴۲):- میری آنکھ میں ایک پھنسی نکلی ہوئی ہے، جس کے علاج کے لئے ایک دھاگہ پڑھ کر پیر کے انگوٹھے میں باندھا جاتا ہے، تو اِس طرح علاج کی غرض سے یہ دھاگہ پیر کے انگوٹھے میں باندھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- اس دھاگہ کو باندھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، بشرطیکہ اُس پر جو دم کیا گیا ہو وہ صحیح کلمات ہوں، اور اُس میں کوئی غلط بات شامل نہ ہو۔ (مستفاد: کتاب النوازل ۱۶/۳۲۶)

ولا بأس بالمعاذات إذا كتب فيها القرآن، أو أسماء الله تعالىٰ ...... وإنما تكره العوذة إذا كانت لغير لسان العرب، ولا يدري ما هو، ولعله يدخله سحر أو كفر أو غير ذٰلک، وأما ما كان من القرآن أو شيء من الدعوات فلا بأس به. (شامي، كتاب الحظر والإباحة / فصل في اللبس ۵۲۳/۹ زكريا، ۳٦۳/٦ كراچی، مرقاة المفاتيح، كتاب الطب والرقي / الفصل الثاني، مسئلة: التعويذ بالآيات الخاصة ۳٦۰/۸ المكتبة الأشرفية ديوبند، وكذا في شرح مسلم للنووي، كتاب السلام / باب الطب والمرض والرقي ۲۱۹/۲)

وفي المجتبىٰ: اختلف في الاستشفاء بالقرآن بأن يقرأ على المريض أو الملدوغ الفاتحة أو يكتب في ورق ويعلق عليه أو في طست ويغسل ويسقى ...... قال رضي الله عنه: وعلى الجواز عمل الناس اليوم وبه وردت الآثار.

(شامي، كتاب الحظر والإباحة / قبيل فصل في النظر والمس ۵۲۳/۹ زكريا، ۳٦٤/٦ كراچی)

لا يكره (الرتيمة) خيط يربط بإصبع، والحاصل أن كل ما فعل تجبر أكره وما فعل لحاجة لا. (شامي ۵۲۲/۹ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۴۴ / ۱۴۴۲/۱/۱۰ھ)

ڈر سے محفوظ کرنے کے لئے بچوں کے تکیہ کے نیچے چھری رکھنا

سوال (۹۴۳):- بعض عورتیں چھوٹے بچوں کے تکیے کے نیچے اِس نیت سے چھری رکھ دیتی ہیں کہ ایسا کرنے سے بچہ ڈرے گا نہیں، شرعاً اِس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- یہ تو محض ٹونے اور ٹوٹکے کی بات ہے، شرعاً اِس کی گنجائش نہیں، ایسی بدعقیدگی نہیں رکھنی چاہئے۔

المراد من علق تميمة من تمائم الجاهلية يظن أنها تدفع أو تنفع وأن ذلك حرام، والحرام لا دواء فيه وكذا لو جهل معناها ...... الخ. (فيض القدير ١٠٧/٦)

عن عمران بن حصين رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم رجلا في يديه حلقه من فقال ما هذا؟ قال من الواهبة، فقال: انزعها؛ فإنها لا تذيدك إلا وهنا. (سنن ابن ماجة، كتاب الطب / باب تعليق تمائم رقم: ٣٥٣١) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۴۶ / ۱۴۴۲/۱/۲۴ھ)

معاصی ومنکرات

جادو کی حقیقت اور اُس کے سیکھنے کا حکم

سوال (۹۴۴):- جادو کی حقیقت کیا ہے؟ کیوں بکثرت لوگوں کے دماغوں میں جادو کی باتیں سماتی رہتی ہیں؟ اور کچھ لوگوں کو تو وہم ہو جاتا ہے کہ جہاں کوئی جسمانی بیماری ہوئی یا کاروبار میں نقصان ہوا، تو فوراً یہ ذہن بن جاتا ہے کہ کسی نے جادو کرادیا، تو شریعت کی نظر میں جادو کا کیا حکم ہے؟ اور جادو سیکھنا کیسا ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- بلاشبہ جادو اپنے اندر ایک حقیقت رکھتا ہے، اور اُس کا اثر بھی ظاہر ہوتا ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ جادو کے عموماً ۴؍ اسباب ہوتے ہیں:

(۱) اولاً یہ کہ جادوگر کچھ شرکیہ یا غیر مفہوم المعنی کلمات اَدا کر کے تخیل کے ذریعہ کسی شخص پر اپنا اثر ڈالتا ہے، جس کی وجہ سے اُس شخص کے دل کی کیفیت بدل جاتی ہے، مثلاً: کسی سے بہت نفرت پیدا ہو جاتی ہے یا کسی کی طرف بے انتہاء رغبت پائی جاتی ہے، یا کسی کام سے دل بالکل ہٹ جاتا ہے، یا کسی کام کی طرف مائل ہو جاتا ہے وغیرہ۔

(۲) دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ جادو کے اثرات سے نظر بندی کردی جاتی ہے کہ سامنے کی چیز کچھ کی کچھ نظر آتی ہے، اس کو ''مسمریزم'' بھی کہتے ہیں۔

(۳) تیسری صورت یہ ہوتی ہے کہ جادوگر شیاطین کے ذریعہ مدد لے کر کسی کو نقصان پہنچاتا ہے، وغیرہ۔

(۴) اور جادو کی چوتھی صورت یہ بتلائی گئی ہے کہ ستاروں کی گردش کو دیکھ کر نتائج اَخذ

کئے جائیں اورآئندہ کی خبریں بتلائی جائیں؛ جیسا کہ کاہن اورجیوتشی لوگ کرتے ہیں۔

تو یہ سب فی الجملہ جادو کی شکلیں ہیں جو دنیا میں رائج ہیں اوراُن کا انکارنہیں کیا جاسکتا، اُن کی اپنی ایک حقیقت ہے۔(ایک جامع قرآنی وعظ ص:۶۵۶)

لیکن یہاں یہ واضح رہنا چاہئے کہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات اور جادوگروں کے ذریعہ پیش کردہ محیرالعقول چیزوں میں کوئی مماثلت نہیں ہے، اُن میں ایک واضح فرق یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ جو خلافِ عادت باتیں بطور معجزہ ظاہر ہوتی ہیں، تو نبی اُن کو پیش کرنے پرخود قادرنہیں ہوتا؛ بلکہ وہ اللہ کے حکم کے تابع ہوتا ہے، یعنی اللہ کا حکم ہوگا تو وہ نشانی اُس سے ظاہر ہوگی، اوراگر حکم نہیں ہوگا تو وہ اپنی طرف سے کوئی نشانی پیش نہیں کرسکتا؛ جب کہ جادوگر جو جادو دکھلاتا ہے وہ دراصل اپنی کاری گری کا اظہار کرتا ہے، وہ اُسے اَزخود بار بار پیش کرسکتا ہے، اورمختلف جادوگر بیک وقت بھی اُسے پیش کرسکتے ہیں۔

اِسی فرق کوظاہر کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت ومصلحت سے سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو''عصائے موسوی'' کی شکل میں عظیم نشانی عطافرمائی، اورپھر ایسے اَسباب بنے کہ تمام جادوگروں نے جمع ہوکراپنے فن کا مظاہرہ کیا کہ پورے میدان میں رسی ڈنڈے ڈال کر نظر بندی کردی کہ سب لوگ اُن رسی ڈنڈوں کورینگتے ہوئے سانپ سمجھنے لگے، اورسب نے تائید میں تالیاں بجادیں؛ لیکن جب سیدنا حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ کے حکم سے عصا میدان میں ڈالا، تو اُس نے اَژدہا بن کر جادوگروں کے سارے ساز وسامان کونگل کراُن کے ڈھونگ کوتارتار کردیا، جسے دیکھ کر جادوگر یقین کربیٹھے کہ سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس وہ خدائی طاقت ہے، جس کا کوئی مقابلہ نہیں کرسکتا؛ چناں چہ وہ سب بے اختیار اِیمان لے آئے، اورسجدے میں گرپڑے؛ لہٰذا جادوکو دیکھ کرکوئی دھوکہ میں نہ رہے، اور یہ یقین رکھے کہ اُس کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کی طاقت بہت بڑی ہے۔

نیز یہ بھی سمجھنا چاہئے کہ اِنسانی بدن پر جادو کے اثرات اسی طرح پڑتے ہیں، جیسا کہ دیگر بیماریوں مثلاً: بخاروغیرہ کے پڑتے ہیں، اورجادو کا اثر اچھے اور برے ہرطرح کے لوگوں پرہوسکتا ہے۔

سرورِ عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کائنات میں اور کون نیک ہوسکتا ہے؛ لیکن آپ پر بھی جادو کرایا گیا، ایک یہودی منافق ''لبید بن الاعصم'' نے آپ پر جادو کرایا، جس کا اثر یہ تھا کہ آپ کی طبیعت پر ایک خاص معاملے میں بندش سی محسوس ہوتی تھی، اور طبیعت میں بشاشت نہیں رہتی تھی۔ تو پھر آپ کو خواب دکھایا گیا کہ آپ کے بال کنگھی کے دندانوں میں باندھے گئے ہیں، اور اُنہیں ''بیر ذی اروان'' میں پتھر کے نیچے رکھا گیا ہے، چناں چہ آپ نے اگلے دن اُنہیں نکلوایا، تو معلوم ہوا کہ اُس میں ۱۱ر گرہیں لگائی گئی ہیں، اِسی موقع پر معوذتین یعنی ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ اور ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ نازل ہوئیں، جو ۱۱ر آیتوں پر مشتمل ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایک آیت پڑھتے جاتے اور ہر گرہ کھولتے جاتے تھے، جب سب گرہیں کھل گئیں، تو ایسا محسوس ہوا کہ گویا بدن کی بندش سے چھٹکارا مل گیا ہے۔

اور جادو میں چوں کہ شیاطین اور غیر اللہ سے مدد لی جاتی ہے، اور دوسروں کو مضرت اور نقصان پہنچانے کا کام کیا جاتا ہے، اِس لئے نبی اکرم علیہ السلام نے جادو کو ''اکبر الکبائر'' یعنی بدترین گناہوں میں شمار کرایا ہے، اِس میں عقیدہ اور عمل دونوں طرح کا فساد پایا جاتا ہے؛ لہٰذا جادو کا سیکھنا، سکھانا، اور کسی پر جادو کرانا، یہ سب بدترین گناہ کے کام ہیں۔ اور اگر اُس کے اندر نعوذ باللہ بتوں کی پوجا اور شیاطین کی عبادت یا کوئی مخالف اسلام عقیدہ شامل ہوجائے، تو یہ عمل آدمی کو کفر تک پہنچادیتا ہے، اِس لئے کسی بھی مسلمان کے لئے جادو کے مشغلے میں لگنا، یا جادوگر کے پاس جاکر اُس کی باتوں پر یقین کرنا ہرگز جائز نہیں ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشاد ہے کہ ''جس شخص نے کاہن اور جادوگر کے پاس جاکر اُس کی بات کی تصدیق کی، تو اُس نے اُس دین کا انکار کیا جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے''۔ اِس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جادو کتنا بڑا جرم ہے؟

بڑے اَفسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے معاشرے میں بہت سے لوگ آپس کی دشمنی میں بالکل اندھے ہوکر غیر مسلم جادوگروں کے پاس جاکر سفلی عمل کراتے ہیں، یہ بہت بڑی نحوست کی بات ہے، جو کسی مسلمان کو ہرگز زیب نہیں دیتی۔

ہمیں چاہئے کہ اِن باتوں سے دور رہیں، اور کسی وہم میں پڑے بغیر ''منزل'' بالخصوص آیۃ الکرسی، معوذتین اور سورۂ بقرہ پڑھنے کا اہتمام رکھیں، تو اِن شاءاللہ ہر طرح کے اثرات سے حفاظت رہے گی۔ (حوالہ جات کے لئے دیکھیں: تفسیر ابن کثیر مکمل/تفسیر سورۂ فلق وناس ص: ۴۷۵-۴۷۷، تفسیر ابن کثیر مکمل/ سورۂ اعراف ص: ۵۳۶-۵۳۷، تکملہ فتح الملہم ۴/۳۰۰ مکتبہ دار العلوم دیوبند، کفایت المفتی / ما یتعلق بالسحر ۱۲/ ۴۷۸-۴۸۱ زکریا، معارف القرآن/سحر کی حقیقت ۱/۲۷۴ کراچی، فتاویٰ محمودیہ ۲۰/۴۸-۵۴ ڈابھیل)

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿قَالُوْا اِنْ هٰذَانِ لَسَاحِرَانِ يُرِيْدَانِ اَنْ يُّخْرِجَاكُمْ مِنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى. فَاَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا وَقَدْ اَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى. قَالُوْا يَا مُوْسَى اِمَّا اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّا اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى. قَالَ بَلْ اَلْقُوْا فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى. فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسَى. قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى. وَاَلْقِ مَا فِيْ يَمِيْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سَاحِرٍ وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ اَتٰى. فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوْا اٰمَنَّا بِرَبِّ هَارُوْنَ وَمُوْسَى﴾ [البقرة: ٦٣-٧٠]

وقال تعالیٰ: ﴿لَقَالُوْا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ﴾ [الحجر: ١٥]

وقال تعالیٰ: ﴿قَالَ اَلْقُوْا فَلَمَّا اَلْقَوْا سَحَرُوْا اَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَآءُوْا بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ﴾ [الأعراف: ١١٦]

وقال تعالیٰ: ﴿وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوْا الشَّيَاطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمَانَ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلٰكِنَّ الشَّيَاطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَا اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَا اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ وَمَا هُمْ بِضَارِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرَاهُ مَا لَهٗ فِيْ

الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖ اَنْفُسَهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ. [البقرة: ١٠٢]

وقال اللّٰه تعالىٰ: ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِنَ الْكِتَابِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا﴾ [النساء: ٥١]

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: اجتنبوا السبع الموبقات، قالوا: يا رسول اللّٰه! وما هن؟ قال: الشرك باللّٰه والسحر...... (صحيح البخاري، كتاب الوصايا / باب قول اللّٰه تعالىٰ: ﴿ان الذين يأكلون اموال اليتمىٰ﴾ ٣٨٨/١ رقم: ٢٧٦٦، صحيح مسلم، كتاب الإيمان / باب الكبائر وأكبرها ٦٤/١ رقم: ٨٩)

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: لا تجعلوا بيوتكم مقابر، إن الشيطان ينفر من البيت الذي تقرأ فيه سورة البقرة.

(صحيح مسلم، كتاب المساجد ومواضع الصلاة / باب استحباب صلاة النافلة في بيته رقم: ٧٨٠)

عن ابن مسعود رضي اللّٰه عنه قال: من قرأ أربع آيات من أول سورة البقرة، وآية الكرسي، وآيتين بعد آية الكرسي، وثلاثًا من آخر سورة البقرة، لم يقربه ولا أهله يومئذ شيطان، ولا شي يكره ولا يُقْرَأْنَ على مجنون إلا أفاق.

(سنن الدارمي، كتاب الفضائل القرآن / باب فضل أول سورة البقرة وآية الكرسي رقم: ٣٤٢٦)

عن عائشة رضي اللّٰه عنها قالت: سحر رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يهودي من يهود بني زُريق، يقال له: لبيد بن الأعصَم، قالت: حتى كان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يخيل إليه أنه يفعل الشيء وما يفعله، حتى إذا كان ذات يوم أو ذات ليلة، دعا رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم، ثم دعا، ثم دعا، ثم قال: يا عائشة! أشعرت أن اللّٰه أفتاني فيما اسْتَفْتَيْتُهُ فيه؟ جائني رجلان فقعد أحدهما عند رأسي والآخر عند رجلي. فقال الذي عند رأسي للذي عند

رجلـي، أو الذي عند رِجليَّ للذي عند رأسي: ما وجع الرجل؟ قال: مطبوب. قـال: مـن طبـه؟ قـال: لبيـد بـن الأعـصم. قـال: في أي شيء؟ قـال: في مُشط ومشـاطة. قال: وجُفَّ طلعة ذكر. قال: فأين هو؟ قال: في بئر ذي أروان. قالت: فـأتـاها رسول الله صلى الله عليه وسلم في أناس من أصحابه. ثم قال: يا عائشة! والـلّـه! لكأن مائها نُقَاعَةُ الحِناء. وَلَكَأَنَّ نخلَها رؤس الشياطين. قالت، فقلت: يا رسـول الـلّـه! أفـلا أحرقته؟ قال لا. أما أنا فقد عافاني الله، وكرهت أن أثير على الناس شرًا. فأمرتُ بها فدُفِنت. (صحيح مسلم، كتاب السلام / باب السحر رقم: ٥٦٥٩)

وقد ذكر العلماء أن السحر له أنواع مختلفة:

الأول: مـا يقع بخداع وتخييلات لا حقيقة لها، نحو ما يفعله المشعوذ من صرف الأبصار عما يتعاطاه بخفة يده، وإلى ذلک.

الثـانـي: مـا يحدث في المسحور تغيرًا واقعيًا، سواء وقع ذلک التغير فـي الـمـزاج فـقـط، مثل أن يسير صحيح مريضًا أوبالعكس، أو وقعت التغير بـانـقـلاب حقيقة الشيء. بأن يصير الجماد حيوانًا، أوالحيوان جمادًا. (تكملة فتح الملهم، كتاب الطب / باب السحر ٣٠٠/٤ مكتبة دار العلوم كراچی)

الثالث: ما يحصل بمعاونة الشياطين بضرب من التقرب إليهم.

الـرابـع: ما يحصل بمخاطبة الكواكب واستنزال روحانياتها بزعمهم. (جامع المهلكات / كتاب السحر والكهانة وما جاء في تحريمهما ٩٨ دار الكتب العلمية بيروت)

قـال الـمـحـقق في الفتح: قال أصحابنا: للسحر حقيقة وتأثير في إيلام الأجسـام، خـلافًا لمن منع ذٰلک. (إعـلاء السـنـن، كتـاب السير / باب حد الساحر ضربة بالسيف الخ ٦٠٠/١٢ إدارة القرآن كراچی)

اختـلـفـوا: هـل له (أي للسحر) تأثير فقط بحيث يغير المزاج، فيكون

نوعًا من الأمراض، أو ينتهي إلى الإحالة بحيث يصير الجماد حيوانًا مثلاً وعكسه؟ فالذي عليه الجمهور هو الأول، وذهبت طائفة قليلة إلى الثاني ...... والحق أن لبعض أصناف السحر تأثيرًا في القلوب كالحب والبغض وإلقاء الخير والشر، وفي الأبدان بالألم والسقم ...... الخ. (فتح الباري شرح صحيح البخاري، كتاب الطب / باب السحر ٢٢٢/١٠-٢٢٣ دار الفكر بيروت)

والكافر بسبب اعتقاد السحر لا توبة له ولو امرأة في الأصح لسعيها في الأرض بالفساد ذكره الزيلعي (الدر المختار) قوله: والكافر الخ، السحر حرام بلا خلاف بين أهل العلم، واعتقاد إباحته كفر، وعن أصحابنا ومالك وأحمد: يكفر الساحر بتعلمه وفعله، سواء اعتقد الحرمة أو لا، ويقتل، وفيه حديث مرفوع: حد الساحر ضربة بالسيف، يعني القتل، وعند الشافعي لا يقتل ولا يكفر إلا إذا اعتقد إباحته ...... ويجب أن لا يعدل عن مذهب الشافعي في كفر الساحر والعراف وعدمه، وأما قتله فيجب ولا يستتاب إذا عرفت مزاولته لعمل السحر لسعيه بالفساد في الأرض، لا بمجرد علمه إذا لم يكن في اعتقاده ما يوجب كفره، وحاصله أنه اختار أنه لا يكفر إلا إذا اعتقد مكفرًا، وبه جزم في النهر، وتبعه الشارح. قال أبوحنيفة رحمه اللّٰه تعالىٰ: الساحر إذا أقر بسحره أو ثبت بالبينة، يقتل ولا يستتاب منه. والمسلم والذمي والحر والعبد فيه سواء، والمراد من الساحر غير المشعوذ ولا صاحب الطلسم ولا الذي يعتقد الإسلام. والسحر في نفسه حق أمر كائنٌ، إلا أنه لا يصلح إلا للشر والضرر بالخلق، والوسيلة إلى الشر شرٌ، فيصير مذمومًا أهـ. (رد المحتار، كتاب الجهاد / باب المرتد، مطلب في الساحر والزنديق ٣٨١/٦-٣٨٢ زكريا، ٢٤١/٤ كراچی)

إنه قد يؤثر في موت المسحور ومرضه من غير وصول شيء ظاهر إليه.

(شرح الفقه الأكبر ١٥٠ دار الكتب العلمية بيروت)

وذكر في تبيين المحارم عن الإمام أبي منصور أن القول بأن السحر كفر على الإطلاق خطأ، ويجب البحث عن حقيقته، فإن كان في ذلك رد ما لزم في شرط الإيمان فهو كفر، وإلا فلا. (شامي، مقدمة / قبيل مطلب: السحر أنواع ١٣٤/١ زكريا، ٤٥/١ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۱۳ / ۱۴۴۱/۹/۱۵ھ)

کپڑوں کی نمائش اور سیمپلنگ کے لئے ''اسٹیچو'' اور ''ڈمی'' بنانا

سوال (۹۴۵):- ہمارا کپڑوں اور ساڑھیوں کا کاروبار ہے، ہم اپنے کپڑوں کی نمائش اور سیمپلنگ کے لئے اسٹیچو اور ڈمی بناتے ہیں، اور اُس کے اوپر کپڑا پہناتے ہیں۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ موبائل یا انٹرنیٹ پر ایک اپلی کیشن آگئی ہے، جس میں کپڑے کا فوٹو کھینچ کر اپلوڈ کردیا جاتا ہے، پھر اپلی کیشن کمپیوٹر خود بخود ڈیزائن بناکر ڈمی پر دکھاتا ہے، پھر اس ڈمی کا تاجر فوٹو بھی بنواسکتا ہے، اور نمونہ کے طور پر آگے بھی بھیج سکتا ہے، تو یہ ڈمی بنانا اور کمپیوٹر میں اِس کا ڈیزائن تصویر کے ساتھ بنانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- یہ ڈمی تصویریں اِسی طرح کمپیوٹر میں بھی جو باقاعدہ ایک انسانی شکل کے اوپر کپڑا پہنا کر کے نمونہ بنایا جارہا ہے، یہ سب تصویر بنانے کی شکلیں ہیں اِس لئے یہ سب ناجائز ہیں، اِن کا اپلوڈ کرنا، ان کا ڈیزائن کرنا اور ان کا بنانا سب چیزیں گناہ ہیں، آپ کو کپڑے کی تجارت کرنی ہے تو کپڑے کے آپ ڈیزائن دکھایئے، اُس کے نقش ونگار کو اُجاگر کیجئے؛ لیکن انسانی اور جانوروں والی جو تصویریں ہیں اُن کو شامل نہ کیا جائے۔

في حديث عائشة رضي الله عنها: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أشد الناس عذابًا يوم القيامة الذين يضاهون بخلق الله. (صحيح البخاري، كتاب اللباس / باب ما وطئ من التصاوير ٨٨٠/٢ رقم: ٥٩٥٤)

عن سعيد بن أبي الحسن قال: كنت عند ابن عباس رضي الله عنهما: إذ أتاه رجل فقال: يا أبا عباس! إني إنسان إنما معيشتي من صنعة يدي، وإني أصنع هذه التصاوير. فقال ابن عباس: لا أحدثك إلا ما سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: سمعته يقول: من صور صورة فإن الله معذبه حتى ينفخ فيها الروح، وليس بنافخ فيها أبدًا. فربا الرجل ربوةً شديدةً واصفرّ وجهه، فقال: ويحك، إن أبيت إلا أن تصنع فعليك بهذا الشجر؛ كل شيء ليس فيه روح. (صحيح البخاري، كتاب البيوع / باب بيع التصاوير رقم: ٢٢٢٥) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۳۱ / ۱۴۴۱/۱۰/۲۱ھ)

سم کارڈ کے لئے بائع اور مشتری دونوں کا تصویر کھنچوانا

سوال (۹۴۶):- موبائل کا سم کارڈ خریدتے وقت اَب یہ قانون بن گیا ہے کہ خریدار کے ساتھ ساتھ بیچنے والے کا بھی فوٹو فارم پر لگایا جاتا ہے، تو سوال یہ ہے کہ سم کارڈ دینے والے کا فوٹو کھینچوانا کیسا ہے؟ جب کہ اُس کے بغیر سم کارڈ ویری فائی نہیں ہوسکتا؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- مذکورہ صورت میں فوٹو لگانے کی گنجائش ہے۔

الضرورات تبيح المحظورات. (الدر المختار مع الشامي / كتاب الطلاق ٢١٧/٥-٢١٨ زكريا، الأشباه والنظاء، الفن الأول / القاعدة الخامسة ١١٨/١) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۴۸ / ۱۴۴۲/۲/۹ھ)

کافر کی غیبت کا حکم

سوال (۹۴۷):- کیا کافر کی غیبت کا بھی وہی حکم ہے جو مسلمان کی غیبت کا ہے؟ یعنی اگر ہم نے کسی کافر کی غیبت کی تو کیا ہماری نیکیاں قیامت میں اُس کافر کو دی جائیں گی؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- جو کفار اَمن کے ساتھ کسی اِسلامی یا

جمہوری ملک میں رہتے ہوں، اُن کی غیبت کرنا اِسی طرح ممنوع ہے، جیسے کسی مسلمان کی غیبت کرنا منع ہے۔ اور بہت ممکن ہے کہ اگر دنیا میں معافی تلافی نہ ہو، تو آخرت میں غیبت کرنے والے کی نیکیاں اُس کافر کو دی جائیں، جس کا کافر کو صرف اِس قدر نفع ہوگا کہ اُس کے عذاب کے درجہ میں تخفیف ہوجائے گی؛ لیکن اِن نیکیوں کی وجہ سے وہ جہنم سے نجات نہیں پاسکے گا۔

البتہ جو لوگ بدامنی پھیلائیں اور شر وفساد مچائیں، اُن کے شر سے بچنے کے لئے اگر اُن کی برائی کی جائے تو وہ غیبت محرمہ میں داخل نہیں ہے۔

الغيبة أن تصف أخاك أي المسلم ولو ميتًا، وكذا الذمي؛ لأن له مالنا وعليه ما علينا، وقدم المصنف في فصل المستأمن أنه بعد مكثه عندنا سنة ووضع الجزية عليه كف الأذى عنه، وتحرم غيبته كالمسلم، وظاهره أنه لا غيبة للحربي. (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة / باب الاستبراء وغيره ٥٧٨/٩ زكريا)

أمور تباح فيها الغيبة الأول: التظلم، يجوز للمظلوم أن يتظلم إلى السلطان والقاضي وغيرهما ممن له ولاية أو قدرة على إنصافه من ظالمه، فيذكر أن فلانًا ظلمني، وفعل بي كذا، وأخذ لي كذا ونحو ذلك. (الموسوعة الفقهية ٣٣٥/٣١ الكويت)

وتحرم غيبته كالمسلم؛ لأنه بعقد الذمة وجب له مالنا فإذا حرمت غيبة المسلم حرمت غيبته؛ بل قالوا: إن ظلم الذمي أشد. (رد المحتار، كتاب الجهاد / باب المستأمن ٢٨٢/٦ زكريا)

قال النووي: لكن تباح الغيبة لغرض شرعي، وذلك لستة أسباب ......، الرابع: تحذير المسلمين من الشر. (المنهاج على شرح مسلم ابن الحجاج / باب تحريم الغيبة ص: ١٥٤٦ بيت الأفكار الدولية)

عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: من

كانت عنده مظلمة في مال أو عرض، فليأته، فليستحلها منه قبل أن يؤخذ – أو تؤخذ – وليس عنده دينار ولا درهم، فإن كانت له حسنات أخذ من حسناته فأعطيها هذا، وإلا أخذ من سيئات هذا، فألقيت عليه. (المسند للإمام أحمد / مسند أبي هريرة رضي الله عنه رقم: ٩٦١٥) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۱۹ / ۱۴۴۱/۹/۲۱ھ)

چوری کی بجلی استعمال کرنا

سوال (۹۴۸):- چوری کی بجلی جلانا کیسا ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- چوری کی بجلی استعمال کرنا ہرگز جائز نہیں ہے۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لعن الله السارق يسرق البيضة فتقطع يده ويسرق الحبل فتقطع يده. (صحيح مسلم، كتاب الحدود / باب حد السرقة ٦٤/٢ رقم: ١٦٨٧، صحيح البخاري، كتاب الحدود / باب لعن السارق إذا لم يسمّ ١٠٠٣/٢ رقم: ٦٧٨٣)

قال ابن عبد السلام: أجمعوا على أن غصب الحبة وسرقتها كبيرة ...... وأخذ أموال الناس بغير حق كبيرةٌ، فإن كان المأخوذ ماله فقيرًا أو أصلا للآخذ، أو أخذ بالكره والقهر منه، فهو فاحشة. وكذا إذا كان على سبيل القمار، فإن كان المأخوذ شيئًا تافهًا، والمأخوذ منه غنيًا لا يتبين عليه من ضرر، فذٰلك صغيرة، انتهى. (الزواجر عن اقتراف الكبائر للهيتمي ٢٣٨/٢ دار الكتب العلمية بيروت)

عن أبي حميد الساعدي رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لا يحل لامرئ أن يأخذ مال أخيه بغير حقه، وذٰلك لما حرم الله مال المسلم على المسلم. وفي رواية: لا يحل للرجل أن يأخذ عصا أخيه بغير

طيب نفسه. (المسند للإمام أحمد ٧٢/٥، شعب الإيمان للبيهقي / الباب الثامن والثلاثون في قبض اليد عن الأموال المحرمة ٣٨٧/٤ رقم: ٥٤٩٢ دار الكتب العلمية بيروت، مجمع الزوائد، كتاب البيوع / باب الغصب وحرمة مال المسلم ١٧١/٤ رقم: ٦٨٥٩-٦٨٦٠ دار الكتاب العربي بيروت)

لا يجوز لأحدٍ من المسلمين أخذ مال أحدٍ بغير سببٍ شرعيٍ. (شامي، كتاب الحدود / باب التعزير، مطلب في التعزير ١٠٦/٦ زكريا، ٦١/٤ كراچی، شرح المجلة لسليم رستم باز ٦٢ رقم المادة: ٩٧ كوئٹه، البحر الرائق / كتاب الحدود، فصل في التعزير ٦٨/٥ زكريا، ٤١/٥ كراچی، الفتاوىٰ الهندية، كتاب الحدود / فصل في التعزير ١٦٧/٢ قديم زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۳۱ / ۱۴۴۱/۱۰/۲۱ھ)

کیا چوری کی بجلی جلانے پر قبر میں جلنا پڑے گا؟

سوال (۹۴۹):- بعض لوگ کہتے ہیں کہ جو چوری کی بجلی جلائے گا اُس کی وجہ سے اُسے قبر میں جلنا پڑے گا؟ کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- جرم پر سزا کے عام اُصول کے اعتبار سے اِس بات کا امکان ہے کہ چوری کرنے والے کو قبر میں عذاب دیا جائے؛ اِس لئے بہرحال اِس بدعملی پر عذاب سے ڈرنا چاہئے۔ اور چوری بہرحال چوری ہے، خواہ فرد کی ہو یا سرکار کی؛ دونوں ناجائز ہیں، اِس لئے بجلی کی چوری کو ہلکا نہ سمجھا جائے۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: من كانت عنده مظلمة لأخيه من عرض أو من شيء فليتحلله منها، فإنه ليس ثم دينارٌ ولا درهمٌ من قبل أن يؤخذ لأخيه من حسناته، فإن لم يكن له حسنات أخذ من سيئات أخيه فطرحت عليه. (صحيح البخاري، كتاب الرقاق / باب القصاص يوم القيامة وهي الحاقة رقم: ٦٥٣٤، المسند للإمام أحمد بن حنبل / مسند أبي هريرة رضي الله عنه ٣٣٧/١٦ رقم: ١٠٥٧٣ مؤسسة الرسالة) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۳۱ / ۱۴۴۱/۱۰/۲۱ھ)

بچپن میں چوری کئے مال کو کس طرح واپس کریں؟

سوال (۹۵۰):- اگر بچپن میں کسی سے لاشعوری کی حالت میں چوری ہوگئی اور بالغ ہونے کے بعد اُسے واپسی کا احساس ہوا، تو بچپن میں مسروقہ مال کی واپسی کی کیا شکل ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- اگر مالک کا علم ہے تو اتنی رقم اُسے کسی بھی طرح لوٹائی جائے، اور اگر مالک کا علم نہیں ہے تو اندازہ لگا کر اتنی رقم صدقہ کردی جائے۔

والحاصل أنه إن علم أرباب الأموال وجب رده عليهم. (رد المحتار / كتاب البيوع ۳۰۱/۷ زكريا)

وإن أخذه ولو على ظن أنه ملكه وجب عليه رده علينا. (شرح المجلة ٦٢/١ مكتبة الاتحاد ديوبند)

فإن علموا أربابه ردواه عليهم وإلا تصدقوا به. (رد المحتار / كتاب الحظر والاباحة ۵۵۳/۹ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۴۱ / ۱۲/۱۸/۱۴۴۱ھ)

اگر مالک تک مالِ مسروق کا پہچانا ممکن نہ ہو تو کیا کریں؟

سوال (۹۵۱):- اگر کسی شخص سے نادانی میں چوری کا عمل صادر ہوگیا، اور بعد میں اُسے احساس ہوگیا؛ لیکن جس کا مال چرایا تھا اُس تک مال سرقہ کا پہنچانا مشکل ہے، تو اَب کیا کریں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- اتنی رقم اُسی مالک کی طرف سے صدقہ کردی جائے، اور اللہ سے سچی توبہ کی جائے۔ (کتاب النوازل ۲۳۱/۱۲)

والأصل أن المستحق بجهة إذا وصل إلى المستحق بجهة أخرىٰ، اعتبر واصلا بجهة مستحقة إن وصل إليه من المستحق عليه وإلا فلا. (الدر المختار، كتاب البيوع / باب البيع الفاسد، مطلب: رد المشتري فاسدًا إلىٰ بائعه ۲۹۲/۷ زكريا، ۹۲/۵ كراچی)

ويجب رد عين المغصوب ...... ويبرأ بردها ولو بغير علم المالك، في

البـزازية: غـصـب دراهم إنسان من كيسهٖ ثم ردها فيه بلا علمهٖ برئ، وكذا لو سـلّـمـه إليه بجهة أخرىٰ كهبةٍ أو إيداعٍ أو شراءٍ. (الـدر الـمـختار مع الشامي / كتاب الغصب ٢٦٦/٩ زكريا، ١٨٢/٦ كراچی)

ولـو أطـعم الغاصب المغصوب مالكه برئ، وإن لم يعلمه لوصول عين ماله اليد. (سكب الأنهر مع مجمع الأنهر / آخر كتاب الغصب ١٠٠/٤ مكتبة فقيه الأمة ديوبند)

لأن سبيـل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الرد علىٰ صاحبهٖ. (شامي، كتـاب الـحـظـر والإبـاحة / بـاب الاستبراء، فصل في البيع ٥٥٣/٩ زكريا، ٣٨٥/٦ كراچی، الفتاوىٰ الهندية، كتاب الكراهية / الباب الخامس عشر في الكسب ٣٤٩/٥ قديم زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۴۹ / ۱۴۴۲/۲/۱۶ھ)

روزے میں اُرطغرل غازی ڈرامہ دیکھنا

سـوال (۹۵۲):- روزے کی حالت میں موبائل پرڈرامہ دیکھنا خاص طور پرآج کل ارطغرل غازی ڈرامہ اورسیریل بہت زورشور سے انٹرنیٹ پر وائرل ہورہا ہے، جس کو لاکھوں لاکھ آدمی روزانہ دیکھتے ہیں، اور رمضان المبارک کا وقت اس میں صرف کر کے گذار دیتے ہیں، تواِس قسم کے ڈرامے دیکھنے کا شرعاً کیا حکم ہے؟

الـجـواب حـامـدًا ومـصـليًا أما بعد :- جوڈرامے یا سیریل ٹیلی ویژن پر دکھائے جاتے ہیں یا موبائل پرآتے ہیں، وہ مختلف قسم کے منکرات وفواحش پر مشتمل ہوتے ہیں، مثلاً: کوئی سیریل میوزک سے خالی نہیں ہوتا، جس کا سننا کانوں کا گناہ ہے۔ اِسی طرح کوئی ڈرامہ عورتوں کی اَداکاری سے خالی نہیں ہے، جن کو دیکھنا آنکھوں کا گناہ ہے۔ پھر اِن ڈراموں میں جو واقعات فلمائے جاتے ہیں وہ زیادہ تر خلافِ واقعہ اورمن گھڑت ہوتے ہیں، جس کے منفی اثرات دیکھنے اور سننے والوں کے ذہن ودماغ پر مرتب ہوتے ہیں، اِس لئے مذکورہ ڈرامہ ہو، یا کوئی اور سیریل، تو اُس کو دیکھنے سے ہر مسلمان کو بچنا چاہئے، اور ایسے مشاغل میں

لگ کر اپنے قیمتی اَوقات کو ضائع نہیں کرنا چاہئے۔ سرورِ عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ“ (اچھے مسلمان ہونے کی نشانی یہ ہے کہ آدمی لایعنی اور فضول باتوں سے اپنے کو بچائے) اور خاص کر رمضان المبارک کے مقدس مہینے میں ایسے مشاغل میں اپنے آپ کو لگانا یہ بڑی محرومی کی بات ہے۔ اور اگر تاریخی معلومات حاصل کرنا مقصود ہو تو اِن ڈراموں کے بجائے معتبر کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

عن ابن مسعود رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: لا تزول قدم ابن آدم يوم القيامة من عند ربه حتى يسأل عن خمس: عن عمره فيم أفناه، وعن شبابه فيم أبلاه، وماله من أين اكتسبه وفيم أنفقه، وماذا عمل فيما علم. (سنن الترمذي، أبواب صفة القيامة والرقائق والورع / باب في القيامة رقم: ٢٤١٦)

حدثنا سلام بن مسكين عن شيخ شهد أبا وائل في وليمة، فجعلوا يلعبون يتلعَّبون يُغنُّون، فحلَّ أبو وائل حبوته، وقال: سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقول: الغناء ينبت النفاق في القلب. (سنن أبي داؤد، كتاب الأدب / باب كراهية الغناء والزمر رقم: ٤٩٢٧)

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: من حسن إسلام المرء تركه ما لا يعنيه. (سنن الترمذي / أبواب الزهد رقم: ٢٣١٧، شعب الإيمان للبيهقي، الباب الرابع والثلاثون: في حفظ اللسان / فصل في فضل السكوت عن كل ما لا يعنيه ٤/٢٥٥ رقم: ٤٩٨٧)

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما قال: قال لرجلٍ وهو يعظه: اغتنم خمسًا قبل خمس: شبابك قبل هرمك، وصحتك قبل سقمك، وغناك قبل فقرك، وفراغك قبل شغلك، وحياتك قبل موتك. (رواه الحاكم في المستدرك ٤/٣٠٦، الترغيب والترهيب مكمل، كتاب التوبة والزهد / الترغيب في ذكر الوت وقصر الأمل والمبادرة بالعمل ص: ٦٩٤ رقم: ٥٠٤٠ بيت الأفكار الدولية)

عـن ابن عباس رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: نـعـمتـان مغبونٌ فيهما كثير من الناس: الصحةُ والفراغُ. (صحيح البخاري، كتاب الرقاق / باب ما جاء في الرقاق ۹۴۹/۲ رقم: ٦١٦٥)

قـولـه: مـغبـون فيهـمـا كثيـر من الناس، أي ذو خسران فيهما كثير من الناس، والمقصود أن غالب الناس لا ينتفعون بالصحة والفراغ؛ بل يصرفونها فـي غير محالِّها، فيصير كل واحد منهما في حقهم وبالاً، ولو أنهم صرفوا كل واحـد مـنهما في محله لكان خيرًا أي خير. قال الإمام ابن الجوزي: قد يكون الإنسـان صـحيحًا ولا يكون متفرغًا، لشغله بالمعاش، وقد يكون مستغنيًا ولا يكون صحيحًا، فإذا اجتمعا فغلب عليه الكسل عن الطاعة فهو المغبون. (قيمة الزمن عند العلماء / للشيخ عبد الفتاح أبو غدة ص: ٢٢)

عـن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: كتب عـلى ابن آدم نصيبه من الزنا، مدرك ذلك لا محالة، فالعينان زناهما النظر، والأذنان زناهما الاستماع، واللسان زناه الكلام الخ. (صحيح مسلم، كتاب القدر / باب قدر على ابن آدم حظه من الزنا رقم: ٢٦٥٧)

عـن أبـي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: رب صـائم ليس له من صيامه إلا الجوع، ورب قائم ليس له من قيامه إلا السهر. (سنن ابن ماجة، كتاب الصيام / باب ما جاء في الغيبة والرفث للصائم ص: ١٢١ رقم: ١٦٩٠)

قـولـه: إلا الـجـوع، أي ليـس لـصومه قبول عند الله فلا ثواب له، نعم! سـقـوط التـكليف عن الذمة حال عند العلماء. (حـاشية السـنـدي على سنن ابن ماجة، كتاب الصيام / باب ما جاء في الغيبة والرفث للصائم ص: ٣٩٦ رقم: ١٦٩٠ دار الفكر بيروت)

قـال البيـضـاوي: الـمقصود من إيجاب الصوم ومشروعيته ليس نفس

الجوع والعطش؛ بل ما يتبعه من كسر الشهوات وإطفاء نائرة الغضب وتطويع النفس الأمارة للنفس المطمئنة، فإذا لم يحصل له شيء من ذلك ولم يكن له من صيامه إلا الجوع والعطش لم يبال الله تعالىٰ بصومه ولم ينظر إليه نظر قبول. (مصباح الزجاجة على سنن ابن ماجة، كتاب الصيام / باب ما جاء في الغيبة والرفث للصائم ص: ۱۲۱، شروح سنن ابن ماجة ص: ٦٧٠ بيت الأفكار الدولية) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۱۵ / ۱۷/۹/۱۴۴۱ھ)

(پب جی) گیم کھیلنا

سوال (۹۵۳):- Pubg (پب جی) گیم کھیلنا شرعاً کیسا ہے؟ کیا اِس کھیل کی وجہ سے آدمی ایمان سے محروم ہوجاتا ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- پب جی گیم موبائل اور انٹرنیٹ کے ذریعہ آپس میں رابطہ کرکے کھیلا جانے والا گیم ہے، جس کی بہت سی صورتیں مروج ہیں، اُن سب میں قدرے مشترک بات یہ ہے کہ یہ سراسر لہو ولعب اور وقت کا ضیاع ہے، اور زندگی کے قیمتی لمحات کو بے فائدہ ضائع کرنا ہے؛ اِس لئے ہر مسلمان کو ایسے کھیلوں سے بہرحال دور رہنا چاہئے۔

پھر اگر اِس کھیل میں ہار جیت پر کھیلنے والوں کے درمیان بطور انعام پیسوں کا لین دین ہو، تو اِس میں جوئے اور قمار کا پہلو بھی شامل ہوجائے گا، جو بجائے خود حرام ہے۔

اور بعض حضرات نے یہ بتایا کہ اِس کھیل کی بعض صورتوں میں بتوں کی تعظیم کا پہلو بھی پایا جاتا ہے، تو اگر یہ بات صحیح ہو تو جو شخص بھی بتوں کی تعظیم کا مرتکب ہوگا، اُس کا اِیمان خطرے میں پڑجائے گا۔

بہرصورت ایسے کھیلوں سے احتراز لازم ہے۔ اور شطرنج اور نردشیر جیسے کھیلوں کے بارے میں اَحادیث شریفہ میں جو وعیدیں وارد ہیں، اُن میں ''پب جی'' جیسے کھیل بھی ضرور شامل ہیں۔

عـن سـليمان بن بريدة عن أبيه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: من لـعـب بـالـنـرد شير فكأنما غمس يده في لحم خنزير ودمه. (سنن أبي داؤد، كتاب الأدب / باب في النهي عن اللعب بالنرد ٣١٩/٢ رقم: ٤٩٣٩)

قـوله: من لعب بالنرد الخ، فاللعب به حرام. قال العزيزي: لأن التعويل فيـه عـلـى مـا يـخـرجه الكعبان أي الحصا ونحوه فهو كالإزلام. قال النووي: النرد شير هو النرد، فالنرد عجمي معرب، وشير معناه حلو، فكأنما غمس يده في لـحـم خـنـزيـر ودمـه الخ، أي أدلها فيهما. وفي رواية لمسلم صبغ مكان غمس. قال النووي: أي في حال أكله منهما، وهو تشبيه لتحريم اللعب بالنرد بتـحـريم أكلهما، قال: والحديث حجة للشافعي والجمهور في تحريم اللعب بالنرد. وأما الشطرنج فمذهبنا أنه مكروه ليس بحرام، وهو مروي عن جماعة مـن التـابـعيـن. وقـال مـالـك وأحـمـد: حـرام. قال مالك: هو شر من النرد والألهـى عـن الخير. (عـون الـمـعـبـود، كتـاب الأدب / بـاب الـنـهـي عن اللعب بـالنرد ص: ٢١٢٥-٢١٢٦ بيـت الأفكار الدولية، كذا في المنهاج شرح النووي على مسلم، كتاب الشعر / باب تحريم اللعب بالنرد شير ص: ١٤٠٤ تحت رقم: ٢٢٦٠ بيت الأفكار الدولية)

عـن ابـن مسـعـود رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لا تـزول قـدم ابـن آدم يوم القيامة من عند ربه حتى يسأل عن خمس: عن عمره فيـم أفـنـاه، وعن شبابه فيم أبلاه، وماله من أين اكتسبه وفيم أنفقه، وماذا عمل فيما علم. (سنن الترمذي، أبواب صفة القيامة والرقائق والورع / باب في القيامة رقم: ٢٤١٦)

عـن أبـي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من حسن إسلام المرء تركه ما لا يعنيه. (سنن الترمذي / أبواب الزهد رقم: ٢٣١٧، شعب الإيـمـان لـلبيهـقـي، الباب الرابع والثلاثون: في حفظ اللسان / فصل في فضل السكوت عن كل ما لا يعنيه ٢٥٥/٤ رقم: ٤٩٨٧)

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: نعمتان مغبونٌ فيهما كثير من الناس: الصحةُ والفراغُ. (صحيح البخاري، كتاب الرقاق / باب ما جاء في الرقاق ۹٤۹/۲ رقم: ٦١٦٥)

قوله: مغبون فيهما كثير من الناس، أي ذو خسران فيهما كثير من الناس، والمقصود أن غالب الناس لا ينتفعون بالصحة والفراغ؛ بل يصرفونها في غير محالِّها، فيصير كل واحد منهما في حقهم وبالاً، ولو أنهم صرفوا كل واحد منهما في محله لكان خيرًا أي خير. قال الإمام ابن الجوزي: قد يكون الإنسان صحيحًا ولا يكون متفرغًا، لشغله بالمعاش، وقد يكون مستغنيًا ولا يكون صحيحًا، فإذا اجتمعا فغلب عليه الكسل عن الطاعة فهو المغبون. (قيمة الزمن عند العلماء / للشيخ عبد الفتاح أبو غدة ص: ۲۲) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۱۶ / ۱۴۴۱/۹/۱۸ھ)

آن لائن Lodo (لوڈو) کھیلنا

سوال (۹۵۴):- آن لائن Lodo (لوڈو) کھیلنا کیسا ہے؟ کیا قیامت کے دن لوڈو کھیلنے والے کے ہاتھ خنزیر کے خون سے رنگے جائیں گے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- لوڈو تضییع اَوقات کا ایک بڑا ذریعہ ہے، دیکھا گیا ہے کہ لوگ گھنٹوں گھنٹوں لوڈو کھیلتے رہتے ہیں، اور اُسے کیرم بورڈ اور تاش کی طرح خالی اَوقات گذارنے کا اچھا سامان سمجھا جاتا ہے۔ اور لوگ اُس میں ایسے مشغول اور مست رہتے ہیں کہ اَذان اور نماز کی بھی کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔ تو جو کھیل اللہ کی یاد سے غافل کرنے والا ہو اُس میں لگنا شریعت میں جائز نہیں ہے۔ اَب رہ گئی یہ بات کہ لوڈو کھیلنے والے کے ہاتھ خنزیر کے خون میں رنگے جائیں گے، تو دراصل ایک حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نردشیر (یا چوسر اور شطرنج) کھیلنے والے کے بارے میں فرمایا ہے کہ ”گویا اُس نے اپنے

ہاتھ کوخنزیر کے خون میں سان لیا ہے‘‘۔تو اِس کی تشریح کرتے ہوئے حضرات علماء کرام نے لکھا ہے کہ اِس وعید کا اَولین مصداق وہ صورت ہے جب کہ کھیل میں ہار جیت پر پیسہ کی شرط لگی ہوئی ہو۔اَب ایسی شرط اگر لوڈو میں بھی لگائی جائے تو وہ بھی اِسی حکم میں آجائے گا؛ کیوں کہ جوا اور خنزیر حرمت میں برابر ہیں۔اوراگر ہار جیت کے بغیر اِس طرح کے کھیل کھیلے جائیں،تو تضییع اَوقات کی خرابی تو بہرحال پائی جاتی ہے،اِس لئے اُن سے احتراز ہی اولیٰ ہے۔

عن سليمان بن بريدة عن أبيه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: من لعب بالنردشير فكأنما صبغ يده في لحم خنزير ودمه. (صحيح مسلم، كتاب الشعر / باب تحريم اللعب بالنردشير رقم: ٥٨٥٠، سنن أبي داؤد، كتاب الأدب / باب في النهي عن اللعب بالنرد ٣١٩/٢ رقم: ٤٩٣٩)

قوله: ”من لعب بالنرد شير“ بفتح النون وسكون الراء والدال وكسر الشين، كلمة فارسية معربة تستعمل للعب المعروف، وهو في الأصل اسم ملك من الأعاجم، سمي اللعب باسمه لكونه قد وضع له، كما نقله ابن عابدين عن المهمات. ويسمى ”الأرن“ و ”الكعاب“ أيضًا. قال بعض الحكماء: إن الأوائل لما نظروا في أمور الدنيا ووجدوها تجري عن أسلوبين: أحدهما ما يجري بحكم الاتفاق. والثاني: ما يجري بحكم السعي والتحيل، فوضعوا النرد لما يجري بحكم الاتفاق لتشعر النفس به وتتصداه، ووضعوا الشطرنج مثالا لما يجري بحكم السعي والتحيل لتشعر النفس بذلك وتنهض الخواطر إلى عمل مثله من المطلوبات، ذكره القاضي عياض، كما نقل عنه الأبي.

قوله: ”صبغ يده في لحم خنزير ودمه“ قال القرطبي: هذا كناية عن تذكيته وذبحه، وذبحه حرام. وقال النووي: هو كناية عن أكله؛ لأن من يأكل

الـخـنـزيـر تتلوث يده بلحم الخنزير، وإن ذبحه تلوثت يده بدمه. وعلى كلّ، فالحديث يدل على عدم جواز اللعب بالنرد شير، وقد اتفق عليه العلماء إلا ما روي عن ابن مغفل وابن المسيب وأبي إسحق المروزي، كما في نيل الأوطار ٨٥/٨، وقد قاس عليه الجمهور الشطرنج فذهبوا إلى عدم جوازه أيضًا. قال الحصكفي في الدر المختار: ”وكره تحريمًا اللعب بالنرد، وكذا الشطرنج ...... وأباحه الشافعي وأبو يوسف في رواية، ونظمها شارح الوهبانية فقال:

ولا بـأس بـالشـطـرنـج وهـي روايـة

عن الحبر قاضي الشرق والغرب تؤثر

وهـذا إذا لم يقامر ولم يداوم ولم يخل بواجب، وإلا فحرام بالإجماع“ وارجع رد المحتار ٣٩٤/٦. ثم إن الشافعي رحمه اللّٰه تعالىٰ، وإن لم يذهب إلى حرمة الشطرنج، ولكنه مكروه عنده أيضًا كما صرح به النووي، إلا أن كراهته دون كراهة النرد. وروي عن ابن عباس وابن عمر وأبي موسى الأشعري وأبي سعيد وعائشة رضي اللّٰه عنهم أنهم كرهوا الشطرنج. وحكى في ضوء النهار عن ابن عباس وأبي هريرة وابن سيرين وهشام بن عروة وابن المسيب وابن جبير أنهم أباحوه. كذا في نيل الأوطار ٩٥/٨ ولكني لم أجد الرواية عنهم في كتب الحديث. (فتح الملهم، كتاب الشعر / باب تحريم اللعب بالنرد شير ٤٣٣/٤-٤٣٤ مكتبة دار العلوم كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۱۶ / ۱۴۴۱/۹/۱۸ھ)

گھر کو رہن پر دینا

سوال (۹۵۵):- گھر کو رہن پر دے سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- گھر کو گروی اور رہن پر دیا جا سکتا

ہے؛ لیکن جو شخص قرض دے رہا ہے، اُس کے لئے اُس گھر میں رہنا یا اُس سے فائدہ اُٹھانا جائز نہیں، بس چابی لے کر یا کاغذات لے کر اپنے پاس رکھ لے، جب تک کہ قرضہ اَدا نہ ہو، رہنے کا یا اُس سے کرایہ حاصل کر کے اُس سے فائدہ اُٹھانے کا یا اگر زمین ہے تو اُس میں کھیتی کرنے یا کھیتی سے فائدہ اُٹھانے کا اختیار نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ قاسمیہ ۲۲/۹۰)

لا يحل للمرتهن أن ينتفع بشيء منه بوجه من الوجوه وإن أذن له الراهن لأنه أذن له في الربا؛ لأنه يستوفيٰ دينه كاملا فتبقى له المنفعة فضلا فتكون ربا وهذا أمر عظيم. (شامي / كتاب الرهن ۱۰/۸۳ زكريا، ٦/٤٨٢ كراچی)

وليس للمرتهن أن ينتفع بالرهن لا بالاستخدام ولا سكنىٰ ولا لبس.

(الهداية / كتاب الرهن ٤/٥٢٢ المكتبة الأشرفية ديوبند) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۴۴ / ۱۴۴۲/۱/۱۰ھ)

قرض لے کر اُس کے بدلے مکان دینا

سوال (۹۵٦):- زید کے پاس ایک مکان ہے، راشد نے وہ مکان دولاکھ روپئے میں زید سے اِس شرط پر لیا کہ راشد ایک سال تک اپنے قبضے میں رکھ کر فائدہ اُٹھائے گا، اور زید راشد کے دولاکھ روپئے سے فائدہ اُٹھائے گا، اور سال گذرنے پر دونوں ایک دوسرے کو مکان واپس کردیں گے، کیا یہ شکل درست ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- اگر صرف قرضے کے بدلے میں مکان دیا ہے تو یہ صورت جائز نہیں ہے، گویا کہ آپ نے مکان گروی پر رکھا ہے اور گروی پر رکھنے کی شکل میں جس آدمی نے گروی پر رکھا ہے وہ اس مکان سے کسی طرح فائدہ نہیں اٹھا سکتا، نہ خود رہ کر اور نہ دوسرے کو کرائے پر دے کر، البتہ اگر ایسی شکل ہو کہ جو مالک مکان ہے وہ فروخت کردے، مثلاً دولاکھ روپئے میں اپنا مکان فروخت کردیا اور دولاکھ روپئے لے لئے اور پھر جب دولاکھ روپئے واپس کردئے تو گویا دوسری بیع ہوگئی، راشد نے بیچ دیا پھر دوبارہ زید کے ہاتھ، تو

بیع کی صورت ہو جس کو بیع الوفاء بھی کہا جاتا ہے، تو اس بات کی فقہاء نے اجازت دی ہے، لیکن اگر گروی اور رہن کی شکل ہے تو یہ جائز نہیں ہے، اسی طرح اگر مختصر کرایہ مقرر کر کے کیا جائے جو عام متعارف کرائے سے کم ہو تو اس میں بھی معاملہ مشتبہ رہتا ہے اس لئے اس سے احتیاط کرنی چاہئے۔

عن فضالة بن عبيد صاحب النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: كل قرض جر منفعة فهو وجه من وجوه الربا. (السنن الكبرى للبيهقي ٢٧٦/٨ دار الفكر بيروت)

لا يحل للمرتهن أن ينتفع بشيء منه بوجه من الوجوه. (رد المحتار / كتاب الرهن ٨٣/١٠ زكريا)

ومن هذا القبيل بيع الأمانة المسمى ببيع الوفاء جوزه المشائخ لبلخ وبخارى توسعة. (الأشباه والنظائر / القاعدة الرابعة ١٣٠) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۴۶ / ۱۴۴۲/۱/۲۴ھ)

○❖○

متفرقات

کیا کٹہل کے پودے میں خنزیر کا خون ڈالا جاتا ہے؟

سوال (۹۵۷):- جب زمین سے کٹہل پیدا کیا جاتا ہے، تو اُس کے پودے میں خنزیر کا خون ڈالا جاتا ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- کٹہل ایک معروف سبزی ہے، اور اُس کے پودے میں خنزیر کا خون ڈالے جانے کی بات ہمارے علم میں نہیں ہے۔ اور اگر بالفرض کھاد کے طور پر سبزیوں کی افزائش کے لئے کوئی ناپاک چیز ڈالی جائے، تو اُس سے پیدا ہونے والی سبزی کو ناپاک نہیں کہا جائے گا؛ اِس لئے کہ ماہیت بدل گئی ہے۔

لا يكون نجسًا رماد قذر، وإلا لزم نجاسة الخبز في سائر الأمصار ولا ملح كان حمارًا أو خنزيرًا، ولا قذر وقع في بئر فصار حمأة لانقلاب العين به يفتى (الدر المختار) قوله: لانقلاب العين علة للكل، وهذا قول محمد، وذكر معه في الذخيرة والمحيط أباحنيفة، حلية. قال في الفتح: وكثير من المشائخ اختاروه، وهو المختار؛ لأن الشرع رتب وصف النجاسة على تلك الحقيقة، وتنتفي الحقيقة بانتفاء بعض أجزاء مفهومها، فكيف بالكل؟ فإن الملح غير العظم واللحم، فإذا صار ملحًا ترتب حكم الملح. (رد المحتار، كتاب الطهارة / باب الأنجاس ٥٣٤/١ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۱۹ / ۱۴۴۱/۹/۲۱ھ)

کیا لاک ڈاؤن میں عید کے دن شیر بنا سکتے ہیں؟

سوال (۹۵۸):- آج کل جیسا کہ لاک ڈاؤن کا زمانہ چل رہا ہے، تو عید کے دن ہمیں اپنے گھر میں شیر بنانی چاہیے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عیدگاہ جانے سے قبل کھجور نوش فرمانا ثابت ہے۔ غالبًا اِسی کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہمارے علاقوں میں عید کے دن میٹھا بنانے کا رواج ہوگیا ہے؛ بہر حال عید کے دن شیر بنانا شرعاً واجب یا سنت نہیں ہے؛ لیکن اگر کوئی بنالے تو منع بھی نہیں ہے۔ اِس لئے اختیار ہے جو آسانی سے بنا سکے بنالے، اور اگر موقع نہ ہو تو نہ بنائے۔ لیکن اِس کا خیال رہے کہ عید ہمارے لئے خوشی کا دن ہے، اِس لئے لاک ڈاؤن ہو یا عام حالات؛ بہرصورت اُس دن ہمارے ہر انداز سے خوشی کا اظہار ہونا چاہیے۔ (فتاویٰ رحیمیہ/ باب الجمعۃ والعیدین ۶/۱۷۳ ادارالاشاعت کراچی)

وندب يوم الفطر أن يطعم اقتداء بالنبي صلى الله عليه وسلم، ويستحب كون ذلك المطعوم حلوًا، لما روى البخاري كان عليه السلام لا يغدو يوم الفطر حتى يأكل تمرات ويأكلهن وترًا، وأما ما يفعله الناس في زماننا من جميع التمر مع اللبن والفطر عليه فليس له أصل في السنة. (البحر الرائق، كتاب الصلاة / باب صلاة العيدين ۲/۲۷۸ دار الكتب العلمية بيروت، ۲/۱۵۸ كراچى) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۲۷ / ۱۴۴۱/۹/۲۹ھ)

مدارس میں پڑھانا یا تجارت کرنا

سوال (۹۵۹):- لاک ڈاؤن کی وجہ سے بعض مدارس کے اَساتذہ تدریسی مشغولیت نہ ہونے کی بنا پر کاروبار میں لگ گئے ہیں۔ تو معلوم یہ کرنا ہے کہ حالات سازگار ہونے پر اُن کو معمولی تنخواہ پر اکتفاء کرتے ہوئے درس وتدریس میں مشغول ہونا چاہیے یا مدرسہ کو چھوڑ کر اپنا کاروبار کرتے رہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- اگر کسی شخص کے لئے آسانی ہو کہ وہ

دونوں صورتیں اختیار کرسکتا ہو کہ کاروبار بھی چلتا رہے اور تدریسی خدمت بھی انجام دی جاتی رہے، تو یہ بہتر بات ہے، بشرطیکہ کاروبار میں ایسی مشغولیت نہ ہو کہ اُس کی علمی ترقی میں رکاوٹ بن جائے۔ اور اگر کوئی شخص عزیمت کا راستہ اختیار کرے اور حالات درست ہونے پر مدرسہ میں آکر صبر اور تحمل کے ساتھ مدرسے کی آمدنی پر اکتفاء کرے، تو اُس کے بہتر اور افضل ہونے میں کیا شبہ ہوسکتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ علمی مصروفیات سے آدمی کو پہلوتہی نہیں کرنی چاہئے، کاروبار میں ایسا نہ لگے کہ علمی مشغلہ ختم ہوجائے۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ ۱۴۴/۳ مکتبہ دارالاشاعت)

عن عثمان بن عفان رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: خيركم من تعلم القرآن وعلمه. (سنن الترمذي، أبواب فضائل القرآن / باب ما جاء في تعليم القرآن ۱۱۸/۲، مشكاة المصابيح / كتاب فضائل القرآن ۱۸۳/۱) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۴۱ / ۱۴۴۱/۱۲/۱۸ھ)

دنیا کے اَناروں میں جنت کے پانی کا قطرہ شامل ہوتا ہے؟

سوال (۹۶۰):- ایک صاحب پوچھتے ہیں کہ ہم نے سنا ہے کہ اَنار کے دانوں میں سے کسی ایک دانے میں جنت کے پانی کا قطرہ ملا رہتا ہے، یہ بات کہاں تک درست ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- قرآنِ کریم میں جنت میں اَنار ہونے کا تذکرہ ہے؛ لیکن دنیا کے اَنار میں جنت کا اُنار ملا ہوا ہے، اِس طرح کی کوئی بات ہمارے علم میں نہیں ہے۔

قال الله تعالىٰ: ﴿وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ﴾ [الأنعام، جزء آيت: ۹۹]

وقال تعالىٰ: ﴿وَهُوَ الَّذِىْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشَاتٍ وَّغَيْرَ مَعْرُوْشَاتٍ وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ﴾ [الأنعام، جزء آيت: ۱۴۱] **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۴۶ / ۱۴۴۲/۱/۲۴ھ)

عشاء کے بعد دیر رات تک نوجوانوں کا مجلسیں جمانا

سوال (۹۶۱):- آج کل جگہ جگہ نوجوانوں کو دیکھا جاتا ہے کہ چوارہوں، ہالوں اور بیٹھکوں میں بیٹھ کر حالاتِ حاضرہ کے عنوان پر بے لگام باتیں کرتے ہیں، ہنسی مذاق ٹھٹھول کرتے رہتے ہیں، غیبتیں اور بہتان والی مجلسیں ہوتی ہیں، تو بعض دین دار لوگ بھی ایسی مجلسوں میں شریک ہوجاتے ہیں۔ اِسی طرح عشاء کے بعد دیر تک اِس طرح کی باتیں کرتے رہتے ہیں، تو شریعت میں اِس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- جو باتیں آپ نے سوال میں لکھی ہیں یہ سب لغویات ہیں، خواہ مخواہ فضول مجالس میں بیٹھ کر بکواس کرنا، اُلٹے سیدھے تبصرے کرنا، بے فائدہ بحثیں کرنا یہ اپنے آپ کو ضائع کرنا ہے، اور ان میں اگر فواحش، غیبت، جھوٹ یا اور کوئی خرابی شامل ہوجائے، تو مزید یہ گناہ بڑھتا ہی چلا جاتا ہے۔ اور عشاء کے بعد دیر تک اِس طرح کی گفتگو میں رہنے کو اَحادیث میں منع کیا گیا ہے، پہلے زمانے میں قصے کہانیاں سنی جاتی تھیں اور گھنٹوں لوگ اُسے سنتے رہتے تھے، اِس سے پیغمبر علیہ السلام نے منع فرمایا، اِس کو ''سمر'' کہا جاتا ہے، اور آج کل آدمی موبائل اور ٹیلی ویژن میں فضول پروگرام اور فواحش دیکھتا رہے، تو یہ سب انہیں بے فائدہ اور لغویات کے مشاغل ہیں، جن سے بالخصوص ہر مسلمان کو بچنا چاہئے، اللہ تعالیٰ سب کو بچنے کی توفیق عطا فرمائیں، آمین۔

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ﴾ [المؤمنون: ۳]

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: من حسن إسلام المرء تركه ما لا يعنيه. (سنن الترمذي / أبواب الزهد عن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم رقم: ۲۳۱۷)

أي ما لا يهمه ولا يليق به قولاً وفعلاً ونظرًا وفكرًا ...... وذلك يشمل الأفعال الزائدة والأقوال الفاضلة الخ. قال الغزالي: وحد ما لا يعنيك أن تتكلم

بكل ما لو سكت عنه ولم يأثم ولم تتضرر في حال ولا مآل، ومثاله أن تجلس مع قوم فتحكي معهم أسفارك وما رأيت فيها من جبال وأنهار وما وقع لك من الوقائع وما استحسنته من الأطعمة والثياب وما تعجبت منه من مشايخ البلاد ووقائعهم، فهذه أمور لو سكت عنها لم تأثم ولم تتضرر، وإذا بالغت في الاجتهاد حتى لم يمتزج بحكايتك زيادة ولانقصان ولا تزكية نفس من حيث التفاخر بمشاهدة الأحوال العظيمة، ولا اغتياب لشخص ولا مذمة لشيء مما خلقه الله تعالىٰ، فأنت مع ذلك كله مضيع زمانك ومحاسب على عمل لسانك إذ تستبدل الذي هو أدنى بالذي هو خير لأنك لو صرفت زمان الكلام في الذكر والفكر ربما ينفتح لك من نفحات رحمة الله تعالىٰ ما يعظم جدواه، ولو سبحت الله بني لك بها قصرًا في الجنة، ومن قدر على أن يأخذ كنزًا من الكنوز فأخذ بدله بدرة لا ينتفع بها كان خاسرًا خسرانًا مبينًا، وعلى هذا فرض السلامة من الوقوع في كلام المعصية وأنى تسلم من الآفات التي ذكرناها. (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب / باب حفظ اللسان والغيبة والشتم ٧٦/٩ تحت رقم: ٤٨٣٩ دار الكتب العلمية بيروت)

دون ما فيه تلذذ واستمتاع واستكثار وفضول من الأقوال والأفعال وسائر الحركات والسكتات ...... قال الغزالي: وما لا يعنيك من الكلام أن تتكلم بكل ما لو سكت عنه لم تأثم ولم تتضرر في حال ولا مآلٍ. (لمعات التنقيح، كتاب الأداب / باب حفظ اللسان والغيبة والشتم ١٥٨/٨-١٥٩ دار النوادر)

عن أبي برزة رضي الله عنه قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم ينهى عن النوم قبلها والحديث بعدها. (سنن أبي داؤد، كتاب الأدب / باب النهي عن السمر بعد العشاء ص: ٩٠٩ رقم: ٤٨٤٩ دار الفكر بيروت)

وقيل: الحكمة فيه لئلا يكون سببًا في ترك قيام الليل أو للاستغراق

في الحديث ثم يستغرق في النوم فيخرج وقت الصبح. (فتح الباري، كتاب مواقيت الصلاة / باب ما يكره من النوم قبل العشاء) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۴۷ / ۲/۲/۱۴۴۲ھ)

روڈ پر پڑی ہوئی رقم کا کیا کریں؟

سوال (۹۶۲):- ایک رقم روڈ پر پڑی ہوئی ملی تھی، اور مالک کا علم نہیں ہوسکا، تو اَب اُس کا کیا کیا جائے؟ کتنے دن اعلان کیا جائے؟ یا لوگوں سے تحقیقات کی جائیں کہ اُس کا مالک آکر اُس کو وصول کرلے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- اُس رقم کے بارے میں کچھ دنوں تک آس پاس اعلانات کرائے جائیں، جب بالکل مایوسی ہوجائے کہ اَب تو اُس کا مالک دستیاب ہی نہ ہوگا، تو ایسی صورت میں وہ رقم مالک کی طرف سے غریبوں پر صدقہ کردی جائے۔

ويردونها علىٰ أربابها إن عرفوهم وإلا تصدقوا بها؛ لأن سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الرد علىٰ صاحبهٖ. (شامي، كتاب الحظر والإباحة / باب الاستبراء، فصل في البيع ٥٥٣/٩ زكريا، ٣٨٥/٦ كراچی، الفتاوىٰ الهندية، كتاب الكراهية / الباب الخامس عشر في الكسب ٣٤٩/٥ زكريا)

ندب رفعها لصاحبها إن أمن على نفسه تعريفها وإلا فالترك أولىٰ، ووجب أي فرض عند خوف ضياعها فإن أشهد عليه بأنه أخذه ليرده على ربه، ويكفيه أن يقول: من سمعتموه ينشد لقطة فدلوه عليّ وعرّف أي نادى عليها حيث وجدها، إلى أن علم أن صاحبها لا يطلبها أو أنها تفسد إن بقيت كالأطعمة والثمار كانت أمانة لم تضمن بلا تعد، فلو لم يشهد مع التمكن منه أو لم يعرفها ضمن إن أنكر ربها أخذه للرد ...... فينفع الرافع بها لو فقيرًا وإلا تصدق بها على فقير. (تنوير الأبصار مع الدر المختار / كتاب اللقطة ٤٣٣/٦-٤٣٨ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۳۴ / ۶/۱۱/۱۴۴۱ھ)

جلسوں میں کھڑے ہوکر تلاوت؟

سوال (۹٦۳):- ایک صاحب کہتے ہیں کہ جلسوں اور پروگراموں میں تلاوتِ قرآن بیٹھ کر نہیں؛ بلکہ کھڑے ہوکر کرنی چاہئے۔ اور دلیل دیتے ہیں کہ نماز میں بھی تلاوت کھڑے ہوکر کی جاتی ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- نماز کے علاوہ مواقع پر قرآنِ کریم بیٹھ کر پڑھنا خود پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت ہے؛ لہٰذا جلسوں اور پروگراموں میں کھڑے ہوکر تلاوت کرنے کے التزام کا دعویٰ صحیح نہیں ہے؛ بلکہ عام مجالس وغیرہ میں بیٹھ کر تلاوت کرنے کا معمول رہا ہے؛ تاہم اگر کسی مصلحت سے کسی پروگرام میں کھڑے ہوکر تلاوت کی جائے تو وہ ناجائز بھی نہیں ہے؛ لہٰذا کسی ایک جانب پر زیادہ زور نہیں دینا چاہئے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ﴾ [آل عمران، جزء آیت: ۱۹۱]

يستحب للقارئ في غير الصلاة أن يستقبل القبلة؛ فقد جاء في الحديث: خير المجالس ما استُقبل به القبلة، ويجلس متخشعًا بسيكنة ووقار، مطرقًا رأسه، ويكون جلوسه وحده في تحسين أدبه وخضوعه كجلوسه بين يدي معلمه، فهذا هو الأكمل، ولو قرأ قائمًا أو مضطجعًا، أو في فراشه، أو على غير ذلك من الأحوال …… جاز، وله أجر، ولكن دون الأول، قال الله عزوجل: ﴿اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ. اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ. (التبيان في آداب حملة القرآن للنووي / الباب السادس في آداب القراءة، فصل في استقبال القبلة و كيفية الجلوس لقراءة القرآن ۹۸ دار المنهاج)

وعن عائشة رضي الله عنها أنها قالت: كان رسول الله صلى الله عليه

وسلـم يتكئ في حِجري وأنا حائض فيقرأ القرآن. (صحيح مسلم، كتاب الحيض / باب الاضطجاع مع الحائض في لحاف واحدٍ رقم: ٣٠١)

قـوله ما اجتمع قوم في بيت من بيوت اللّٰه يتلون كتاب اللّٰه ويتدارسونه بينهم إلا نزلت عليهم السكنية وغشيتهم الرحمة. قال الإمام النووي: في هذا دليـل لـفـضـل الاجتـماع على تلاوة القرآن في المسجد وهو مذهبنا ومذهب الـجمهور. (الـمنهـاج شـرح الـنـووي عـلـى صـحيـح مسـلم، كتاب الذكر والدعاء / باب فضل الاجتماع على تلاوة القرآن وعلى الذكر ص: ١٥٩١ تحت رقم: ٢٦٩٩ بيت الأفكار الدولية)

ومنها: أن يستوي له قاعدًا إن كان في غير صلاة، ولا يكون متكئًا.

ومـنها: يستحب أن يستقبل القبلة عند الذكر والقراءة لقوله عليه السلام: خيـر الـمـجالس ما استقبل به القبلة. رواه أبويعلى والطبراني في الأوسط عن ابـن عـمـر مـرفوعًا بلفظ: أكرم المجالس ما استقبل القبلة، وإسناده ضعيف.

(التـذكـار فـي أفضل الأذكار للقرطبي / الباب الثالث والثلاثون في الآداب التي تلزم حامل القرآن الخ ص: ١٧٦ مكتبة دار البيان دمشق) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۱۲ / ۱۴۴۱/۹/۱۴ھ)

بیٹری کی ریکٹ سے کرنٹ کے ذریعہ مچھر وغیرہ مارنا

سوال (۹۶۴):- بیٹری کی ریکٹ جس سے کرنٹ کے ذریعہ کیڑے اور مچھر مارے جاتے ہیں، تو اُس کو ہلا کر مچھر مارنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- یہ کرنٹ بھی ایک طرح کی آگ ہے اور حدیث میں آگ کے ذریعہ سے کسی بھی جاندار کو مارنے کی ممانعت آئی ہے؛ لہٰذا اس بیٹ اور ریکٹ کو ہاتھ سے ہلا کر مچھر مارنا مکروہ قرار پائے گا؛ البتہ اُسے کسی جگہ پر ٹانگ دیں اور جو مچھر وہاں آئیں اور اُس سے پچ ہوکر مر جائیں، جیسا کہ بعض جگہوں پر ایسی راڈ اور روشنی لگی رہتی

ہے جس جگہ پر مکھی اور مچھر جا کر خود ہی مرتے رہتے ہیں، تو اِس طریقے پر رکھنے اور لٹکانے کی اِجازت ہوگی۔ (کتاب النوازل ۱۴/۴۵۰)

عن عبد الرحمن بن عبد اللّٰہ عن أبیه رضي اللّٰہ عنه قال: کنا مع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: في سفر فانطلق لحاجته ...... ورأی قریة نمل قد حرقناها، فقال: من حرق هذه؟ قلنا نحن، قال: إنه لا ینبغي أن یعذب بالنار إلا رب النار.

(سنن أبي داؤد، کتاب الجهاد / باب في کراهیة حرق العدو في النار ۳٦۲/۲-۳٦۳ رقم: ۲٦۷۵)

وحرقهم (الدر المختار) لکن جواز التحریق والتغریق مقید، کما في شرح السیر، بما إذا لم یتمکنوا من الظفر بهم بدون ذلک. (رد المحتار مع الدر المختار، کتاب الجهاد / مطلب: أن الکفار الخاطبون ندبًا ۲۱۰/٦ زکریا)

یکره إحراق جراد و قمل وعقرب، ولا بأس بإحراق حطب فیها نمل. وفي الشامي: یکره أي تحریمًا ومثل القمل البرغوث ومثل العقرب الحیة.

(الدر المختار مع الشامي، کتاب الخنثیٰ / مسائل شتیٰ ۴۸۲/۱۰ زکریا، ۷۵۲/٦ کراچی)

وإحراق القمل والعقرب بالنار مکروه. (الفتاویٰ الهندیة، کتاب الکراهیة / الباب الحادي والعشرون الخ ۳٦۱/۵ زکریا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۱۴ / ۱۴۴۱/۹/۱٦ھ)

لائیو دعا پر آمین کہنا

سوال (۹٦۵):- اگر کہیں سے لائیو دعا آرہی ہو، یا ریکارڈ پر ہم بیان سن رہے ہوں، اور اُس میں دعا کا لفظ آجائے، تو آمین کہنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامدًا ومصلیًا أما بعد:- لائیو یا ٹیپ ریکارڈ میں بیان سنتے ہوئے دعائیہ کلمات پر سامعین کے آمین کہنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (فتویٰ جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن ۲۰۱۹/۱۱/۳ء)

عن حبيب بن مسلمة الفهري وكان مستجابًا، أنه أمّر على جيش فدرب الدروب، فلما لقي العدو، قال للناس: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: لا يجتمع ملأ فيدعو بعضهم ويؤمن سائرهم إلا أجابهم الله.

(المعجم الكبير للطبراني ٢٢/٤ رقم: ٣٥٣٦ دار إحياء التراث العربي بيروت)

عن محمد بن قيس عن أبيه أن رجلاً جاء زيد بن ثابت رضي الله عنه فسأله عن شيء فقال له زيد: عليك بأبي هريرة فإني بينما أنا وأبوهريرة وفلان ذات يوم في المساجد ندعو وتذكر ربنا عزوجل إذ خرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى جلس إلينا مستتكًا، فقال: عودوا للذي كنتم فيه، قال زيد: فدعوت أنا وصاحبي قبل أبي هريرة، وجعل النبي صلى الله عليه وسلم يؤمن على دعائنا. ثم دعا أبوهريرة فقال: اللّٰهم إني أسألك مثل ما سألك صاحباني وأسألك علمًا لا ينسى فقال النبي صلى الله عليه وسلم: آمين. فقلنا يا رسول الله نحن نسأل الله علمًا لا ينسى، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم سبقكما الغلام الدوسي. (المعجم الأوسط للطبراني ٣٣٨/١ رقم: ١٢٢٨ دار الفكر بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۲۴ / ۱۴۴۱/۹/۲۶ھ)

ساس بہو کے جھگڑے کا حل

سوال (۹۶٦):- میری بیوی اور والدہ صاحبہ کے درمیان ہمیشہ جھگڑا رہتا ہے، اگر کوئی وظیفہ ہو تو تحریر فرمائیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- اولاً آپ اپنی اہلیہ صاحبہ کو سمجھائیں کہ وہ آپ کی والدہ صاحبہ کو اپنی سگی والدہ کے درجے میں رکھیں، بالفرض اگر اُن کی طرف سے کوئی ناگواری کی بات پیش آئے تو اُنہیں پلٹ کر جواب نہ دیں؛ بلکہ اُن کو خوش رکھنے کی ہر ممکن تدبیر اختیار کریں۔ دوسری طرف آپ اپنی والدہ صاحبہ سے درخواست کریں کہ وہ آپ کی اہلیہ کو

اپنی سگی بیٹی کے درجے میں رکھیں، اور جس طرح اپنی بیٹی کی باتوں کو مانا جاتا ہے، اور اُس کا خیال رکھا جاتا ہے، اِسی طرح کا معاملہ وہ آپ کی اہلیہ کے ساتھ کیا کریں۔ اگر دونوں طرف سے ہم دردی اور خیر خواہی کا رویہ ہوگا، تو اِن شاء اللہ یہ روز بروز کی چپقلش ختم ہوجائے گی، اور گھر کا ماحول پرسکون ہوجائے گا۔ اور بہتر ہے کہ اہلیہ اور والدہ صاحبہ روزانہ ۱۱۱؍مرتبہ ”**یا لطیف—یا ودود**“ پڑھ کر دعا کیا کریں۔

عن ابن عباس رضي اللّٰہ عنهما قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: لیس منا من لم یرحم صغیرنا ویوقر کبیرنا، ویأمر بالمعروف وینه عن المنکر.

(سنن الترمذي، أبواب البر والصلة / باب ما جاء في رحمة الصبیان رقم: ۱۹۲۱)

قال العیني: قوله: ”لیس منا“ أي: لیس من أهل سنتنا، ولا من المهتدین بهدینا، ولیس المراد الخروج به من الدین جملة، إذ المعاصي لا یکفر بها عند أهل السنة، اللّٰهم إلا أن یعتقد حل ذلک، وسفیان الثوري أجراه علی ظاهره من غیر تأویل؛ لأن إجراءه کذلک أبلغ في الانزجار مما یذکر في الأحادیث التي صیغها ”لیس منا“ انتهی. (الکوکب الدري علی جامع الترمذي / أبواب البر والصلة ۵/۱۳۵ تحت رقم: ۱۹۲۰ مرکز الشیخ أبي الحسن الندوي) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۲۴ / ۱۴۴۱/۹/۲۶ھ)

شادی کو گیم کہنا

سوال (۹٦۷):- شادی کو گیم کہنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصلیًا أما بعد:- اِسلام کی نظر میں شادی ایک مقدس عقد ہے، جس سے بہت سی دینی اور دنیوی مصالح وابستہ ہیں؛ جب کہ گیم کا اطلاق عموماً لہو ولعب اور محض وقتی فائدے کے لئے ہوتا ہے؛ لہٰذا جس چیز کو شریعت نے انتہائی اہمیت دی ہو، اور جس کے باقاعدہ شرائط وضوابط مقرر ہوں، اُس کو گیم سے تعبیر کرنا درست نہیں ہے، نکاح

انبیاء علیہم السلام کی اہم سنت ہے، اور ایک انسانی ضرورت بھی ہے، گیم کہہ کر اُس کی بے وقعتی ہرگز مناسب نہیں ہے۔

عن أبي أيوب رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أربع من سنن المرسلين: الحنَّاء والتعطر والسواك والنكاح. (الترغيب والترهيب مكمل، كتاب النكاح وما يتعلق به / الترغيب في النكاح سيما بذات الدين الولود ص: ٤٣١ رقم: ٢٩٧٤ بيت الأفكار الدولية)

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ثلاثة حق على الله عونهم: المجاهد في سبيل الله، والمكاتب الذي يريد الأداء، والناكح الذي يريد العفاف. (رواه الترمذي رقم: ١٦٥٥، الترغيب والترهيب مكمل، كتاب النكاح وما يتعلق به / الترغيب في النكاح سيما بذات الدين الولود ص: ٤٣٢ رقم: ٢٩٨٣ بيت الأفكار الدولية)

عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: النكاح من سنتي. فمن لم يعمل بسنتي فليس مني. وتزوجوا؛ فإني مكاثر بكم الأمم. ومن كان ذا طول فلينكح ومن لم يجد فعليه بالصيام؛ فإن الصوم له وجاءٌ.

(سنن ابن ماجة، كتاب النكاح / باب ما جاء في فضل النكاح ص: ٤٣٣ رقم: ١٨٤٦ دار الفكر بيروت)

عن أنس بن مالك رضي الله عنه يقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ...... أما والله إني لأخشاكم لله وأتقاكم له، لكني أصوم وأفطر وأصلي وأرقد وأتزوج النساء، فمن رغب عن سنتي فليس مني. (صحيح البخاري، كتاب النكاح / باب الترغيب في النكاح رقم: ٥٠٦٣)

ليس لنا عبادة شرعت من عهد آدم إلى الآن، ثم تستمر في الجنة إلا النكاح والإيمان. (الدر المختار / كتاب النكاح ٥٧/٤ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۲۹ / ۱۴۴۱/۱۰/۷ھ)

کیا عورت چھپکلی مار سکتی ہے؟

سوال (۹۶۸):- کیا عورتیں چھپکلی مار سکتی ہیں یا مروا سکتی ہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- اَحادیث شریفہ میں چھپکلی مارنے کی مطلقاً تاکید اور ترغیب وارد ہے، اور اُس میں مرد وعورت کی کوئی قید نہیں ہے؛ لہٰذا جس کو موقع ملے وہ چھپکلی مار سکتا ہے، اور جو بھی مارے گا اُس پر اُسے مقررہ اَجر وثواب ملے گا۔

عن أم شريك رضي اللّٰه عنها أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم أمر بقتل الوَزَغِ. وقال: كان ينفخ علىٰ إبراهيم عليه السلام. (صحيح البخاري، كتاب الأنبياء / باب قول اللّٰه عزوجل: ﴿واتخذ اللّٰه ابراهيم خليلاً﴾ ۴۷۳/۱ رقم: ۳۳۵۹)

عن عامر ابن سعد عن أبيه رضي اللّٰه عنه أن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم أمر بقتل الوزغ، وسماه فويسقًا. (صحيح مسلم، كتاب قتل الحيات وغيرها / باب استحباب قتل الوزغ رقم: ۲۲۳۸ بيت الأفكار الدولية)

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: من قتل وزغًا في أول ضربة كتبت له مائة حسنة، وفي الثانية دون ذٰلك، وفي الثالثة دون ذٰلك. (مشكاة المصابيح، كتاب الصيد والذبائح / باب ما يحل أكله وما يحرم، الفصل الأول ۳۶۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۳۱ / ۱۴۴۱/۱۰/۲۱ھ)

بلی پالنا

سوال (۹۶۹):- شریعت میں بلی پالنے کا کیا حکم ہے؟ کیا دورِ نبوت اور دورِ صحابہ سے اِس کا ثبوت ملتا ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- بلی پالنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔ دورِ نبوت اور دورِ صحابہ سے بھی گھروں میں بلیوں کا ثبوت ملتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

بلیوں کے بارے میں یہ جملہ اِرشاد فرمایا ہے کہ: "إنها من الطوافين عليكم أو الطوافات" (بلیاں تمہارے گھروں میں کثرت سے آنے جانی والی ہیں) اِسی بنا پر حضراتِ فقہاء کرام نے بلی پالنے کو جائز لکھا ہے؛ بشرطیکہ اُس کے کھانے پینے کا خیال رکھا جائے، اور اُسے تکلیف نہ دی جائے۔

عن كشبة بنت كعب بن مالك – وكانت تحت ابن أبي قتادة – أن أبا قتادة دخل، فسكبت له وَضوءً ا، فجاء ت هرة فشربت منه، فأصغى لها الإناء حتى شربت. قالت كشبة: فرآني أنظر إليه، فقال: أتعجبين يا ابنة أخي؟ فقلت: نعم. فقال: إن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: إنها ليست بنَجَس، إنها من الطوافين عليكم والطوافات. (سنن أبي داؤد، كتاب الطهارة / باب سؤر الهرة رقم: ٧٥ دار الفكر بيروت)

قال الشيخ – رحمه الله –: الطائف الذي يخدمک برفق، شبهها بالمماليک وخدم البيت الذين يطوفون بالخدمة. قال تعالیٰ: ﴿طَوَّافُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلىٰ بَعْضٍ﴾ وألحقها بهم؛ لأنها خادمة أيضًا حيث تقتل المؤذيات، أو لأن الأجر في مواساتها كما في مواساتهم. (بذل المجهود، كتاب الطهارة / باب سؤر الهرة ٤٢٢/١ تحت رقم: ٧٥)

قال النبي صلى الله عليه وسلم: إن الهر من متاع البيت لن يقذر شيئًا ولن ينجسه. أخرجه الزيلعي في نصب الراية. (معارف السنن ٣٢٩/١ دار الكتاب ديوبند)

عن عبد الله بن رافع قال: قلت لأبي هريرة رضي الله عنه: لِمَ كُنّيتَ أباهريرة؟ قال: أما تفرق مني؟ قلت: بلى والله إني لأهابک. قال: كنت أرعى غنم أهلي، فكانت لي هريرةٌ صغيرة، فكنت أضعها بالليل في شجرة، فإذا كان النهار ذهبت بها معي، فلعبتُ بها، فكنوني أبا هريرة. هذا حديث حسن غريب.

(سنن الترمذي، أبواب المناقب عن رسول الله ﷺ / باب مناقب أبي هريرة رضي الله عنه رقم: ٣٨٤٠)

فيـه دلالة عـلـى أن أهل أبي هريرة كنوه به، وقيل: إن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم كنّاه به. (تحفة الأحوذي بشرح جامع الترمذي، أبواب المناقب / باب مناقب أبي هريرة تحت رقم: ٣٨٤٠)

عـن داؤد بـن صالح بن دينار التمار عن أمه أن مولاتها أرسلتها بهريسة إلـى عـائشة رضـي الـلّٰه عنها فوجدتها تصلي، فأشارت إلى أن ضعيها فجاء ت هرة فـأكـلـت مـنهـا، فلما انصرفت أكلت من حيث أكلت الهرة، فقالت: إن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: إنها ليست بنجس إنما هي من الطوافين عـليـكـم، وقد رأيت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يتوضأ بفضلها. (سنن أبي داؤد، كتاب الطهارة / باب سؤر الهرة رقم: ٧٦ دار الفكر بيروت) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۱۴ / ۱۴۴۱/۹/۱۶ھ)

’’پاکیزہ آنچل‘‘ وغیرہ ناول پڑھنا

سوال (۹۷۰):- خالی اَوقات میں ’’پاکیزہ آنچل‘‘ وغیرہ ناول پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- ’’پاکیزہ آنچل‘‘ اور اِس طرح کے رسالوں میں جو اَفسانے لکھے جاتے ہیں یہ سب فرضی ہوتے ہیں، اور اُن میں بھی زیادہ تر عشق ومعاشقہ اور جنگ وجدال کی باتیں لکھی جاتی ہیں۔ اَب جو بھی اُن کا مطالعہ کرتا ہے اُس کے دماغ میں ویسی ہی فاسد باتیں بھر جاتی ہیں، اِس لئے ایسی کتابوں اور رسالوں کے بجائے دینی رسائل وکتب کے مطالعہ کی عادت ڈالنی چاہئے؛ تاکہ ذہن میں یک سوئی رہے، اور اچھے جذبات دل میں جاگزیں ہوں۔ خاص طور پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، اَولیاء اللہ کے حالات اور دینی واِصلاحی موضوعات پر لکھی گئی کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہئے، اور من گھڑت مضامین سے خود بھی بچنا چاہئے اور گھر والوں کو بھی بچانا چاہئے۔

عـن عبـد الـلّٰـه بـن عـمـرو قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم:

الشعر بمنزلة الكلام فحسنه كحسن الكلام، وقبيحه كقبيح الكلام. (المعجم الأوسط للطبراني ٣٨٦/٥ رقم: ٧٦٩٦)

وإذا كان في الشعر صفة المرأة إن كانت امرأة بعينها وهي حية يكره، وإن كانت ميتة لا يكره، وإن كانت امرأة مرسلة لا يكره. وفي النوازل: قراءة شعر الأديب إذا كان فيه ذكر الفسق والخمر والغلام يكره، قيل: إن معنى الكراهة في الشعر أن يشتغل الإنسان به فيشغله ذلك عن قراءة القرآن والذكر أما إذا لم يكن كذلك فلا بأس به إذا كان من قصده أن يستعين به على علم التفسير والحديث، كذا في الظهيرية. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الكراهية / الباب السابع عشر في الغناء واللهو الخ ٣٥١/٥-٣٥٢ زكريا، كذا في الفتاویٰ التاتارخانية / كتاب الكراهية ١٨٧/١٨ تحت رقم: ٢٨٤٥٧ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۳۱ / ۱۴۴۱/۱۰/۲۱ھ)

انبیاء، صحابہ اور اَولیاء کے لئے دعائیہ جملوں میں فرق کی وجہ

سوال (۹۷۱):- نبیوں کے آگے علیہ السلام اور صحابہ کے آگے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اَولیاء کے آگے رحمۃ اللہ علیہ لگانے کا فرق کیوں ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- مخلوقات میں سب سے اُونچا مرتبہ حضراتِ اَنبیاء علیہم السلام کا ہے، اُس کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا درجہ ہے، اور صحابہ کے بعد عام اَولیاء اللہ کا مرتبہ ہے۔ اَب اِن تینوں طبقات میں فرقِ مراتب کو پیش نظر رکھتے ہوئے نصوص کی روشنی میں ہر ایک طبقے کے لئے الگ الگ دعائیہ جملے اِصطلاحی طور پر متعین کردئے گئے ہیں۔ چناں چہ حضراتِ اَنبیاء علیہم السلام کے لئے ''صلوٰۃ وسلام'' کے الفاظ خاص ہیں: جیسا کہ قرآنِ کریم میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے صلوٰۃ وسلام بھیجنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اِرشادِ خداوندی ہے: ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾. (الأحزاب) اِسی طرح بہت سے انبیاء علیہم السلام کے لئے سلام کے اَلفاظ آئے ہیں۔ مثلاً:

﴿سَلَامٌ عَلٰى نُوْحٍ فِي الْعَالَمِيْنَ﴾ ﴿سَلَامٌ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ﴾ ﴿سَلَامٌ عَلٰى مُوْسٰى وَهَارُوْنَ﴾ وغیرہ۔ بریں بنا اہل السنۃ والجماعۃ کا موقف یہ ہے کہ ''صلی اللہ علیہ وسلم'' یا ''علیہ السلام'' اَصالۃً انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے ہی بولا جائے گا، غیر نبی کے لئے اَصالۃً صلوٰۃ وسلام بولنا درست نہیں ہے؛ بلکہ اُسے بدعت قرار دیا گیا ہے۔

اور جہاں تک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معاملہ ہے، تو اُن کے لئے چوں کہ قرآن پاک میں جگہ جگہ ''رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ'' کے کلمات آئے ہیں، یعنی اللہ اُن سے راضی ہیں اور وہ اللہ سے راضی ہیں۔ تو اِسی مناسبت سے صحابہ کرام کے ساتھ ''رضی اللہ عنہ'' لگایا جاتا ہے، اِسے بھی اِصطلاحی طور پر اُن کے ساتھ مخصوص کر دیا گیا ہے؛ تاکہ اِمتیاز برقرار رہے۔

اور تیسرے نمبر پر اَولیاء اللہ اور عام مسلمان ہیں؛ تو اُن کے لئے ''رحمۃ اللہ علیہ'' یا مغفرت کی دعا پر مشتمل جملے بولے جاسکتے ہیں، اُس میں کوئی تخصیص نہیں ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿سَلَامٌ عَلٰى نُوْحٍ فِي الْعَالَمِيْنَ﴾ [الصفت: ۷۹]

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿سَلَامٌ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ﴾ [الصفت: ۱۰۹]

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿سَلَامٌ عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ﴾ [الصفت: ۱۲۰]

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ﴾ [البينة، جزء آيت: ۸]

وفي الخلاصة أيضًا: إن في الأجناس عن أبي حنيفة رحمه اللّٰه: لا يصلي على غير الأنبياء والملائكة، ومن صلى على غيرهما لا علىٰ جهة التبعية فهو غالٍ من الشيعة التي سميت بالروافض، انتهى. ومفهومه أن حكم السلام ليس كذٰلك ولعل وجهه أن السلام تحية أهل الإسلام، ولا فرق بين ''السلام عليه'' و''عليه السلام'' إلا أن قوله: عليٌّ عليه السلام من شعار أهل البدعة، فلا يستحسن في مقام المرام. (شرح الفقه الأكبر ۱۶۶-۱۶۷)

ولا يصلى علىٰ غير الأنبياء ولا علىٰ غير الملائكة إلا بطريق التبع. (تنوير الأبصار، كتاب الخنثىٰ / مسائل شتى ۱۰/۴۸۳ زكريا، ۶/۷۵۳ كراچی، كذا في النووي علىٰ شرح

صحیح مسلم / باب الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم بعد التشهد ۱۷٦/۱ المكتبة الأشرفية ديوبند)

ويستحب الترضي للصحابة، وكذا من اختلف في نبوته كذي القرنين ولقمان والترحم للتابعين ومن بعدهم من العلماء والعباد وسائر الأخيار، وكذا يجوز عكسه الترحم للصحابة والترضي للتابعين ومن بعدهم على الراجح (الدر المختار) قوله: ويستحب الترضي للصحابة: لأنهم كانوا يبالغون في طلب الرضاء من الله تعالىٰ، ويجتهدون في فعل ما يرضيه، ويرضون بما يلحقهم من الابتلاء من جهته أشد الرضا، فهؤلاء أحق بالرضا، وغيرهم لا يلحق أدناهم، ولو أنفق ملء الأرض ذهبًا. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الخنثىٰ / مسائل شتى ۱۰/٤۸۵ زكريا، ٦/٧٥٤ كراچی) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۳۴ / ۱۴۴۱/۱۱/۶ھ)

قرعہ اَندازی کرنا کیسا ہے؟

سوال (۹۷۲):- کسی کام کوکرنے کے لئے قرعہ اَندازی کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- جس معاملہ میں کئی لوگوں کو برابر درجے کا حق حاصل ہے اُن میں سے کسی ایک کو ترجیح دینے کے لئے اور اُن کے دل کو مطمئن کرنے کے لئے قرعہ اَندازی کی گنجائش ہے، مثلاً کسی جگہ کے کئی لوگ وارث ہیں، اور یہ طے نہیں ہو پا رہا ہے کہ کس جانب کا حصہ کس کو دیا جائے؟ اور حق دار سب ہیں، اور سب برابر درجہ کے حق دار ہیں، تو ایسی صورت میں اگر وہ قرعہ اندازی کرلیں اور اُس کے ذریعہ سے اپنا حصہ متعین کرلیں، تو اِس میں کوئی حرج نہیں ہے؛ لیکن اگر قرعہ اندازی جوے اور سٹے کی شکل میں ہو کہ کچھ پیسے اکٹھے کئے اور پھر قرعہ ڈالا کہ جس کے نام کی پرچی نکل آئے یہ سارے پیسے اُس کے ہوجائیں گے، جیسے لاٹری میں ہوتا ہے، تو یہ جائز نہیں یہ قطعاً حرام ہے، اِس طریقے پر کسی کا حق متعین نہیں ہوسکتا۔

والقرعة أحب تطييبًا الخ. (رد المحتار ٤/٤۸۵ زكريا)

وسمي القمار قمارا؛ لأن كل واحد من المقامرين من يجوز أن يذهب

مـالـه إلى صاحبه ويجوز أن يستفيد مال صاحبه وهو حرام بالنص. (رد المحتار / كتاب الحظر والإباحة ۵۷۷/۹ زكريا)

عـن حـديـث عـائشة رضـي الـلّٰه عنها قالت: كان النبي صلى الله عليه وسـلـم إذا أراد أن يخرج أقرع بين نسائه ...... الخ. (صـحيح البخاري، كتاب الجهاد والسير / باب حمل الرجل امرأته في الغزو دون بعض نسائه رقم: ۲۸۷۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۴۲ / ۱۴۴۱/۱۲/۲۵ھ)

ڈرائیور کی غلطی سے پیدل چلنے والے کا ہاتھ ٹوٹ جائے تو ضمان لازم ہوگا

سـوال (۹۷۳):- ایک شخص گاڑی پر سوار تھا اُس نے غلطی سے پیدل چلنے والے کو ٹکر ماردی، جس کی وجہ سے پیدل چلنے والے کا ہاتھ ٹوٹ گیا اَب وہ اپنے علاج ومعالجے کے لئے گاڑی والے سے خرچہ لینا چاہتا ہے، تو اِس کی شرعاً اِجازت ہے یا نہیں؟

الـجـواب حـامـدًا ومـصـليًا أما بعد:- اگر ڈرائیور کی غلطی ہو تو اُس سے علاج ومعالجہ کا خرچہ لینا درست ہے، اور بہرحال ڈرائیور کو ہوشیاری کے ساتھ گاڑی چلانی چاہئے؛ تاکہ کسی کو ضرر نہ ہو۔

ثـم لم يذكر الفقهاء حكم السيارة لعدم وجودها في عصرهم، والظاهر أن سائق السيارة ضامن لما اتلفه في الطريق، سواء أتلفه من القدام أو الخلف. (تكملة فتح الملهم ۵۲۳/۲ لاهور) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۴۱ / ۱۴۴۱/۱۲/۱۸ھ)

○❖○

موبائل کے مسائل

موبائل میں قرآنِ کریم اَپ لوڈ کرنا

سوال (۹۷۴):- موبائل میں قرآن کریم بشکل ایپ یا PDF یا آڈیو میں رکھنا کیسا ہے؟ جب کہ موبائل میں تصویریں اور فلمیں وغیرہ بھی ہوتی ہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- قرآنِ پاک کو موبائل میں محفوظ کرنا ممنوع نہیں ہے؛ لیکن جس موبائل میں قرآنِ کریم کو محفوظ کرلیا جائے، تو اُس کے احترام کا تقاضا یہ ہے کہ اس موبائل سے ہر طرح کی غلط چیزیں، فواحش ومنکرات کی باتیں سب ڈلیٹ کردی جائیں، اور جس وقت قرآنِ کریم اسکرین پر کھلا ہوا ہو، تو اُس کو بے وضو ہاتھ نہ لگایا جائے۔

(کتاب النوازل ۱۷/۶، فتاویٰ دارالعلوم زکریا/عنوان: موبائل میں قرآن رکھنے کا حکم ۲۰/۷-۲۳ مجلس البحوث والافتاء)

ومسه ولو مكتوبًا بالفارسية في الأصح إلا بغلافه المتصل كمامر، وكذا يمنع حمله كلوح وورق فيه آية (الدر المختار) أي القرآن ولو في لوحٍ أو درهمٍ أو حائطٍ؛ لكن لا يمنع إلا من مسّ المكتوب. بخلاف المصحف فلا يجوز مس الجلد وموضع البياض منه، وقال بعضهم: يجوز، وهذا أقرب إلى القياس. والمنع أقرب إلى التعظيم كما في البحر، أي والصحيح المنع. قوله: إلا بغلافه المنفصل، أي كالجراب والخريطة دون المتصل، كالجلد المشرز هو الصحيح وعليه الفتوىٰ؛ لأن الجلد تبعٌ له، وقدمنا أن الخريطة الكيس.

(الدر المختار مع الشامي، كتاب الطهارة / باب الحيض ٤٨٨/١ زكريا، ٢٩٢/١-٢٩٣ كراچی،

البحر الرائق، كتاب الطهارة / باب الحيض ۱/ ۲۰۱ کراچی)

ويحرم به أي بالأكبر وبالأصغر مس مصحف أي ما فيه آية كدرهم وجدار إلا بغلاف متجاف غير مشرز أو بصرة، به يفتى، وحل قلبه بعود. (الدر المختار، كتاب الطهارة / مطلب: يطلق الدعاء على ما يشتمل الثناء ۱/ ۳۱۵ زکریا)

فلو نقش اسمه تعالىٰ، أو اسم نبيه صلى اللّٰه عليه وسلم استحب أن يجعل الفص في كمه إذا دخل الخلاء، وأن يجعله في يمينهٖ إذا استنجى. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الحظر والإباحة / فصل في اللبس ۹/ ۵۱۹ زکریا، ۶/ ۳۶۱ کراچی) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۱۵ / ۱۴۴۱/۹/۱۷ھ)

موبائل پر وظائف پڑھنے کے لئے گروپ بنانا

سوال (۹۷۵):- آج کل کچھ لوگ وہاٹس ایپ پر گروپ بنا کر استغفر اللہ یا کسی اور وظیفہ کو ڈال دیتے ہیں، اور اس کی ایک مخصوص تعداد پوری کرتے ہیں، تو ایسا کرنا شرعاً کیسا ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- واضح ہو کہ وظائف وغیرہ میں تعداد کی تعیین اصطلاحی طور پر واجب یا فرض نہیں ہے؛ بلکہ اِس کا تعلق مشائخ کے مجربات سے ہے؛ لہٰذا تعداد کا لحاظ کرنا اگرچہ مباح ہے؛ لیکن اُسے لازم نہیں سمجھنا چاہئے۔ اور اِس طرح کے وظائف کو اپنی اپنی جگہ رہتے ہوئے بھی پڑھا جاسکتا ہے، اِس کے لئے اجتماع بھی ضروری نہیں ہے۔

عن ابن عمر رضي اللّٰه عنهما أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: لأن اللّٰه يحب أن تؤتى رخصه كما يحب أن تؤتى عزائمه. (السنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب الصلاة / باب كراهية ترك التقصير والمسح على الخفين ۳/ ۲۰ دار الكتب العلمية بيروت)

من أصر علىٰ أمر مندوبٍ وجعله عزمًا ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أصرّ علىٰ بدعةٍ أو منكرٍ. (مرقاة المفاتيح،

كتاب الصلاة / باب الدعاء عند التشهد ٢٦/٣ تحت رقم: ٩٤٦ دار الكتب العلمية بيروت)

ومنها وضع الحدود والتزام الكيفيات والهيئات المعينة، والتزام العادات المعينة في أوقاتٍ معينةٍ لم يوجد لها ذلك التعيين في الشريعة.

(الاعتصام / الباب الأول في تعريف البدع وبيان معناها وما اشتق منه لفظًا ٣٠/١ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۱۰ / ۱۴۴۱/۹/۱۲ھ)

موبائل پر ذکر ونعت کی ٹون لگانا

سوال (۹۷۶):- موبائل فون پر ذکر ونعت کی ٹون لگانا کیسا ہے؟ اور اگر وہ ٹون ایسی ہو جسے صرف فون کرنے والا سنے، جسے ''انگیج ٹون'' کہا جاتا ہے، تو اُس میں ذکر ونعت فیڈ کرنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- موبائل میں گھنٹی کی جگہ پر ذکر اللہ یا نعت کی ٹون لگانا ممنوع ہے؛ اِس لئے کہ یہ ذکر ونعت کا بے محل استعمال ہے، نیز اِس میں بے اَدبی کا پہلو پایا جاتا ہے۔ مثلاً: آدمی استنجے میں ہو اور اِسی حالت میں موبائل بج پڑے، تو یقیناً بے احترامی ہوگی؛ لہٰذا موبائل میں صرف سادہ ٹون لگانی چاہئے، نہ تو گانا باجا ہو اور نہ ذکر وتلاوت اور نعت ہو۔

البتہ انگیج ٹون میں اگر ذکر ونعت وغیرہ فیڈ کردیا جائے تو اُس کی گنجائش معلوم ہوتی ہے؛ کیوں کہ اُس میں بظاہر کوئی بے حرمتی نہیں ہے؛ بلکہ انگیج کے وقت میں ایک اچھی بات فون ملانے والے کے کان میں ڈالی جارہی ہے۔ (کتاب النوازل ۱۷/۷۸، محقق ومدلل جدید مسائل ۱/۴۷۴)

ويكره أن يقرأ في الحمام؛ لأنه موضع النجاسات، ولا يقرأ في بيت الخلاء، كذا في فتاوىٰ قاضي خان. (الفتاوىٰ الهندية / كتاب الحظر والإباحة ٣١٦/٥ زكريا)

وكذا قولهم بكفره إذا قرأ القرآن في معرض كلام الناس كما إذا

اجتمعوا فقرأ ﴿جَمَعْنَاهُمْ جَمْعًا﴾ وله نظائر كثيرة في ألفاظ التكفير، كلها ترجع إلى قصد الاستخفاف، بهٖ قال قاضي خان: الفقاعي إذا قال عند فتح الفقاع صل على محمد قالوا يكون آثمًا. وكذا الحارس إذا قال في الحراسة: "لا إلٰه إلا اللّٰه" يعني لأجل الإعلام بأنه مستيقظ، بخلاف العالم إذا قال في المجلس: صلوا على النبي. (الأشباه والنظائر، الفن الأول قول في القواعد الكلية / القاعدة الثانية: الأمور بمقاصدها۵۳ مكتبة دارالعلوم ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۱۱ / ۱۴۴۱/۹/۱۳ھ)

بغیر اِجازت کال ریکارڈ کرنا

سوال (۹۷۷):- اگر ہم کسی سے موبائل پر بات کر رہے ہوں تو کیا اُس کی اِجازت کے بغیر اُس کی گفتگو ریکارڈ کر سکتے ہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- ذاتی طرز کی گفتگو جو عموماً اپنائیت اور بے تکلفی کے ساتھ کی جاتی ہے، اُس کو متکلم کی اِجازت کے بغیر ریکارڈ کرنا اور سوشل میڈیا پر عام کرنا ہرگز جائز نہیں ہے؛ بلکہ یہ بھی خیانت کی ایک صورت ہے۔ خصوصاً اگر اُس گفتگو کا تعلق کسی اختلافی یا نزاعی معاملے سے ہو، تو اُس کو عام کرنا فتنے کی آگ کو مزید بھڑکانے کا سبب بن جاتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا ہے کہ "جب کوئی شخص گفتگو کرتے ہوئے اِدھر اُدھر دیکھے تو یہ گفتگو اَمانت ہے"۔ یعنی یہ راز دارانہ کلام ہے، جسے اِجازت کے بغیر نقل کرنا درست نہیں ہے۔

عن جابر بن عبد اللّٰه رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: إذا حدث الرجل بالحديث ثم التفت فهي أمانة. (سنن أبي داؤد، كتاب الأدب / باب في نقل الحديث ص: ٩١٢ رقم: ٤٨٦٨ دار الفكر بيروت)

عن جابر بن عبد اللّٰه رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: المجالس بالأمانة إلا ثلاثة مجالس: سفک دمٍ حرامٍ، أو فرجٌ حرامٌ،

أو اقتطاع مالٍ بغير حقٍ. (سنن أبي داؤد، كتاب الأدب / باب في نقل الحديث ص: ۹۱۲ رقم: ٤٨٦٨ دار الفكر بيروت)

قوله: إذا حدث الرجل بالحديث أي أحدًا ثم التفت يمينًا أو شمالاً حذرًا واحتياطًا من أن يسمع غيره فهي أمانة لا يجوز لک إفشاء ه. (بذل المجهود، كتاب الأدب / باب في نقل الحديث ۲۸۲/۱۳ مركز الشيخ أبي الحسن الندوي)

قوله: المجالس بالأمانة: أي لا يشيع حديث جليسه إلا فيما يحرم ستره من الإضرار بالمسلمين، ولا يبطن غير ما يظهر، قال: وفيه إشارة إلى مجالسة أهل الأمانة، وتجنب أهل الخيانة. قال العسكري: أراد المصطفى صلى الله عليه وسلم أن الرجل يجلس إلى القوم فيخوضون في حديث، وربما كان فيه ما يكرهون فيأمنونه على سرّهم، فذلک الحديث كالأمانة عنده فمن أظهره فهو قتات. وقال ابن الأثير: هذا ندب إلي ترک إعادة ما يجري في المجلس من قول أو فعل فكان ذلک عند من سمعه أو رآه، الخ.

(فيض القدير للمناوي ۳۲۲/٦ رقم: ۹۱۷٤ دار الفكر بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی:۸ / ۱۴۴۱/۹/۱۰ھ)

موبائل ریچارج کرانے میں معمولی رقم رہ جائے تو کیا کریں؟

سوال (۹۷۸):- لاک ڈاؤن کے زمانے میں احقر نے نیٹ بینکنگ سے لوگوں کے موبائل ریچارج کیے، اُس میں پیسے ٹوٹے نہ ہونے کی بنا پر ایک ایک روپیہ اُن کا باقی رہ جاتا تھا، اُنہوں نے مطالبہ بھی نہیں کیا، اور اکثر لوگوں کو میں جانتا بھی نہیں، تو اُس پیسے کا مجھے کیا کرنا چاہئے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- مسئولہ صورت میں موبائل ریچارج کرنے میں ایک آدھ روپئے کی جو رقم آپ کی طرف رہ گئی ہے، اور دینے والوں کی طرف سے اُس کا کوئی مطالبہ بھی نہیں ہے، تو یہ رقم آپ کے لئے بلاتردد حلال ہے؛ البتہ اگر کوئی مطالبہ کرے تو اُس کی رقم واپس کرنی ہوگی۔

مستفاد: وللملتقط أن ينتفع باللقطة بعد التعريف لو فقيرًا، وإن غنيًا تصدق بها ولو على أبويه أو ولده أو زوجته لو فقراء، وإن كانت حقيرة كالنوى وقشور الرمان والسنبل بعد الحصاد ينتفع بها بدون تعريف، وللمالك أخذها. (ملتقى الأبحر على مجمع الأنهر / كتاب اللقطة ٥٢٩/٢-٥٣٠ دار الكتب العلمية بيروت، كذا في الدر المختار مع رد المحتار / كتاب اللقطة ٤٣٧/٦ زكريا، البحر الرائق / كتاب اللقطة ٢٦٤/٥ دار الكتب العلمية بيروت وزكريا ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۲۳ / ۱۴۴۱/۹/۲۵ھ)

موبائل میں کسی نامعلوم شخص کی طرف سے ریچارج آ گیا

سوال (۹۷۹):- ہمارے موبائل میں نامعلوم شخص نے ریچارج کرادیا، اَب کچھ پتہ نہیں چل پارہا ہے کہ کس نے یہ پیسے بھیجے ہیں؟ غلطی سے آگئے، تو اَب کیا کریں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- مسئولہ صورت میں حتی الامکان ریچارج بھیجنے والے شخص سے رابطہ کرکے اُسے قیمت اَدا کرنے کی کوشش کریں۔ اور اگر بالفرض رابطہ نہ ہوسکے، اور اُمید بھی نہ ہو، تو اُس کی طرف سے قیمت صدقہ کردیں۔

ويردونها على أربابها إن عرفوهم وإلا تصدقوا بها؛ لأن سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الرد علىٰ صاحبه. (شامي، كتاب الحظر والإباحة / باب الاستبراء، فصل في البيع ٥٥٣/٩ زكريا، ٣٨٥/٦ كراچی، الفتاویٰ الهندية، كتاب الكراهية / الباب الخامس عشر في الكسب ٣٤٩/٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۲۸ / ۱۴۴۱/۹/۳۰ھ)

موبائل پر غلطی سے ریچارج آ گیا

سوال (۹۸۰):- میرے موبائل پر کسی نے غلطی سے ATM سے ۳۹۹ روپئے کا

ریچارج کرادیا اور یہ معلوم نہیں کہ کس نے کرایا؟ اور نہ اُس کا فون آیا، ریچارج کو استعمال کر بھی لیا، بیلنس چیک کرنے سے معلوم ہوا کہ ریچارج پہلے سے ہوا ہے، اَب میں کیا کروں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- مسئولہ صورت میں آپ موبائل کمپنی کے سروس سینٹر میں جاکر تحقیقات کریں، تو معلوم ہوجائے گا کہ کس نمبر سے یہ ریچارج کرایا گیا ہے؛ لہٰذا اُس سے رابطہ کرکے ریچارج کی رقم اَدا کردیں، تو شرعاً آپ مؤاخذہ سے بری ہوجائیں گے۔

لا يجوز لأحدٍ من المسلمين أخذ مال أحدٍ بغير سببٍ شرعيٍ. (شامي، كتاب الحدود / باب التعزير، مطلب في التعزير ١٠٦/٦ زكريا، الفتاوىٰ الهندية، كتاب الحدود / فصل في التعزير ١٦٧/٢ زكريا، البحر الرائق / كتاب الحدود، فصل في التعزير ٦٨/٥ زكريا)

لأن سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الرد علىٰ صاحبه. (شامي، كتاب الحظر والإباحة / باب الاستبراء، فصل في البيع ٥٥٣/٩ زكريا، الفتاوىٰ الهندية، كتاب الكراهية / الباب الخامس عشر في الكسب ٣٤٩/٥ زكريا)

فإن اختلط حمام غير صاحبها لا ينبغي له أن يأخذها، ولو أخذها طلب صاحبها كالضالة إلى آخر ما فيها. (الأشباه والنظائر / القاعدة الثانية: إذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام ص: ٣٠٩ رقم: ٧٦٠ مكتبة الحرمين دهاكه) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی:۳۳ / ۱۴۴۱/۱۰/۲۸ھ)

موبائل کا مالک دستیاب نہ ہو

سوال (۹۸۱):- موبائل کی دوکان پر کسی شخص نے اپنا موبائل مرمت کے لئے دیا، دوکان دار نے مرمت کردی؛ لیکن سالوں گذر گئے، وہ واپس نہیں آیا، دوکان دار کو یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ کہاں رہتا ہے؟ رابطہ نمبر بھی معلوم نہیں ہے، تو اَب یہ موبائل کا کیا کرے؟ کیا وہ اُسے بیچ کر اپنی اُجرت وصول کرسکتا ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- اولاً موبائل کے مالک کو تلاش کرنے

کی پوری کوشش کی جائے، اگر بالفرض ہر طرح سے نا اُمیدی ہوجائے تو اُسے فروخت کرکے اپنی اُجرت وصول کرلی جائے، اور مابقیہ رقم صدقہ کردی جائے؛ گویا اُس پر لقطہ کا حکم جاری ہوگا۔

أي فينتفع الرافع بها لو فقيرًا وإلا تصدق، أي من رفعها من الأرض، أي التقطها. وأتى بالوفاء، ودل على أنه إنما ينتفع بها بعد الإشهاد والتعريف إلى أن غلب على ظنه أن صاحبها لا يطلبها، والمراد جواز الانتفاع بها والتصدق، وله إمساكها لصاحبها. (رد المحتار / كتاب اللقطة ٤٣٧/٦-٤٣٨ زكريا، ٢٧٩/٤ كراچی، وكذا في تكملة فتح الملهم ٦٠٩/٢ مكتبة دار العلوم كراچی) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۴۷ / ۱۴۴۲/۲/۲ھ)

اَیامِ حیض میں موبائل پر قرآن پڑھنا

سوال (۹۸۲):- عورت ناپاکی کی حالت میں موبائل فون پر قرآن مجید کی تلاوت کرسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- عورت کے لئے ناپاکی کے زمانے میں موبائل پر، یا زبانی طور پر قرآنِ پاک کی تلاوت جائز نہیں ہے، اور جس وقت موبائل میں قرآنی حروف نظر آرہے ہوں، تو اُن حروف کو ہاتھ لگانا بھی ناجائز ہے۔

عن ابن عمر رضي الله عنهما عنه النبي صلى الله عليه وسلم قال: لا تقرأ الحائض ولا الجنب شيئًا من القرآن. (سنن الترمذي، أبواب الطهارة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم / باب الجنب والحائض لا يقرآن القرآن رقم: ١٣١)

قوله: ومسه اي القرآن ولو في لوحٍ أو درهم أو حائطٍ، لكن لا يمنع إلا من مس المكتوب، بخلاف المصحف، فلا يجوز مس الجلد وموضع البياض منه. (رد المحتار، كتاب الطهارة / باب الحيض ٤٨٨/١ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۳۳ / ۱۴۴۱/۱۰/۲۸ھ)

○❖○

میراث کے مسائل

جہیز میراث کا بدل نہیں

سوال (۹۸۳):- ایک شخص اپنی بیٹی کی شادی کے موقع پر یہ کہتا ہے کہ میرے مال اور جائیداد میں جو حصہ بنتا ہے، میں اِسی وقت اُسے دے رہا ہوں، اَب میری وفات کے بعد میری جائیداد و مال میں کوئی حق نہ ہوگا۔ تو کیا اِس طریقے پر زندگی میں دے دینے سے وراثت کا حق ساقط ہوسکتا ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- وراثت کا حکم موت کے بعد جاری ہوتا ہے؛ لہٰذا زندگی میں کوئی مال عطا کرنے سے لڑکیوں کا حق وراثت ختم نہ ہوگا۔ (کتاب النوازل ۴۴۹/۸)

عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من فر من ميراث وارثه قطع الله ميراثه من الجنة يوم القيامة. (سنن ابن ماجة، أبواب الوصايا / باب الحيف في الوصية ص: ١٩٤ رقم: ٢٧٠٣)

لأن التركة في الاصطلاح ما تركه الميت من الأموال صافيًا عن تعلق حق الغير بعين من الأموال. (شامي / كتاب الفرائض ٤٩٣/١٠ زكريا، ٧٥٩/٦ كراچی)

(دینی رہنمائی: ۳۴ / ۱۴۴۱/۱۱/۶ھ)

ترکہ کے ہر ہر جزء میں لڑکی کا حصہ ہوتا ہے

سوال (۹۸۴):- لڑکی کو وراثت میں جو حصہ دیا جاتا ہے وہ ہر چیز میں سے دیا جائے گا یا صرف زیورات اور جائیداد میں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- لڑکی کا حصہ ترکہ کے ہر ہر جزء میں ہوتا ہے چاہے اُس کا تعلق جائیداد سے ہو، سونے چاندی سے ہو، روپیہ پیسے سے ہو؛ حتیٰ کہ گھر کے ساز وسامان سے ہو، ایک ایک سوئی کے اندر وراثت کا حصہ شامل ہوتا ہے؛ لہٰذا سب وارثین کو بیٹھ کر مال کی قیمت لگا کر جتنے بھی حصے دار ہیں اُن کا جو بھی حصہ شریعت کے حساب سے بنتا ہے اُس کو دینے کی کوشش کرنی چاہئے۔

قال اللّٰه تعالى: ﴿وَلِلنِّسَآءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَفْرُوْضًا﴾ [النساء، جزء آيت: ٧]

كما أن أعيان المتوفى المتروكة عنه مشتركة بين الورثة علىٰ حسب حصصهم، كذٰلك يكون الدَّين الذي له في ذمة آخر مشتركًا بينهم على قدر حصصهم. (شرح المجلة لسليم رستم باز، كتاب الشركة / الفصل الثالث ٦١٠/١ رقم المادة: ١٠٩٢ مكتبة الاتحاد ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۴۱ / ۱۸/۱۲/۱۴۴۱ھ)

کیا جہیز دینے سے لڑکی کا حق وراثت ختم ہو جاتا ہے؟

سوال (۹۸۵):- لڑکی کی شادی میں سونا چاندی، زیور اور دیگر سامانِ جہیز دینے سے کیا لڑکی کا حق وراثت ختم ہو جاتا ہے، بہت سے لوگ بہت خوش ہو کر کہتے ہیں کہ ہم نے اپنی لڑکی کا حصہ اُس کی شادی میں دے دیا؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد :- یاد رکھنا چاہئے کہ شادی میں سونا چاندی یا دیگر چیزیں دینے سے لڑکی کا حق وراثت ختم نہیں ہوتا ہے؛ کیوں کہ وراثت اُس مال میں جاری ہوتی ہے جو آدمی کے انتقال کے وقت اُس کی ملکیت میں موجود ہو، پہلے جو دے دیا، اُس کا وراثت سے کوئی تعلق نہیں ہے؛ بلکہ یہ تبرع اور احسان ہے۔ (کتاب النوازل ۲۲۰/۱۸)

عن أنس بن مالك رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم:

من قطع ميراث وارثه، قطع الله ميراثه من الجنة يوم القيامة. (مشكاة المصابيح، كتاب البيوع / باب الوصايا، الفصل الثالث ٢٦٦/١، وكذا في سنن ابن ماجة، كتاب الوصايا / باب الحيف في الوصية ١٩٤ رقم: ٢٧٠٣)

يعطي البنت كالابن عند الثاني، وعليه الفتوىٰ. (شامي / كتاب الهبة ٥٠١/٨-٥٠٢ زكريا، ٦٩٦/٥ كراچی، كذا في الفتاوىٰ الهندية / الباب السادس في الهبة الصغير ٣٩١/٤ قديم زكريا)

لأن التركة في الاصطلاح ما تركه الميت من الأموال صافيًا عن تعلق حق الغير بعين من الأموال. (شامي / كتاب الفرائض ٤٩٣/١٠ زكريا، ٧٥٩/٦ كراچی)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۴۴ / ۱۰/۱/۱۴۴۲ھ)

لائسنس میں میراث کا حکم

سوال (٩٨٦):- کیا لائسنس میں میراث جاری ہوگی، مثلاً کسی مرحوم کا حج وعمرہ ٹور کا لائسنس ہے، اُس کا انتقال ہوگیا تو اُس لائسنس کی قیمت کے اعتبار سے وراثت کی تقسیم کی جائے گی یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- آج کل یہ لائسنس عرف میں ایک قیمتی مال کے درجے میں ہے؛ لہٰذا اُس کی جو ''مارکیٹ ویلیو'' ہو، اُس کا اندازہ لگا کر اُس کی رقم وارثین کے درمیان حسب حصص شرعیہ تقسیم کی جائے گی۔

والقول بجواز الاعتياض عن حق المؤلف بالمال لا يتعارض مع نص، إنما يتعارض مع القياس، والقياس يترك بالعرف العام باتفاق العلماء. هٰذا إذا سلمنا أن حق المؤلف من الحقوق المجردة، وهٰذا غير مسلّم إنما المسلّم والمقرر أنه من القسم الثاني من الحقوق التي تثبت لأصحابها ابتداءً، فلا يكون

القول بجواز الاعتياض بالمال متعارضًا مع نص ولا مع قياس. (حق الابتكار في الفقه الإسلامي المقارن ١٨٠ مؤسسة الرسالة بيروت، بحواله: تعليقات فتاویٰ محمودية ١٨٦/١٦ ڈابهيل)

ذكر العلامة خالد في شراح المجلة أنه إذا كانت الحقوق المجردة لا يجوز بيعها عند الحنفية؛ فإنهم يجيزون الاعتياض عنها عن طريق الصلح حيث قال: وعلى ما ذكروه من جواز الاعتياض عن الحقوق المجردة بمال ينبغي أن يجوز الاعتياض عن حق التعلّي، وعن حق الشرب، وعن حق المسيل بمال؛ لأن هٰذه الحقوق لم تثبت لأصحابها لأجل دفع الضرر عنه؛ بل ثبتت لهم ابتداءً بحق شرعي. (شرح المجلة للأتاسي ١٢١/٢ رقم المادة ٢١٦، بحوالة: بحوث في فقه المعاملات المالية المعاصرة ٤١٠ دار البشائر الإسلامية)

لأن التركة في الاصطلاح ما تركه الميت من الأموال صافيًا عن تعلق حق الغير بعين من الأموال. (رد المحتار / كتاب الفرائض ٤٩٣/١٠ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

(دینی رہنمائی: ۳۱ / ۱۴۴۱/۱۰/۲۱ھ)

وفات کے بعد ملنے والی رقم میت کی طرف سے صدقہ کرنا

سوال (۹۸۷): - ایک شخص کا انتقال ہوا، اُس کے بعد اُن کی کچھ رقم موصول ہوئی، تو کیا مرحوم کی طرف سے وہ رقم صدقہ کردی جائے؟ جب کہ اُن کی اہلیہ اور بچے موجود نہیں ہیں، اور کوئی وصیت بھی نہیں ہے۔

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد: - اولاً یہ دیکھا جائے گا کہ میت کا دور یا قریب کا کوئی وارث موجود ہے یا نہیں؟ اگر وارثین دستیاب ہوجائیں، تو یہ رقم اُن کے درمیان حسب حصص شرعیہ تقسیم کردی جائے گی۔ اور اگر بالفرض پوری تلاش کے باوجود کوئی وارث نہ ملے، تو وہ رقم میت کی طرف سے برائے اِیصالِ ثواب فقراء پر صدقہ کردی جائے گی۔ (کفایت المفتی ۴۴۹/۱۲ زکریا)

یبدأ من تركة الميت الخالية ...... لأن التركة في الاصطلاح: ما تركه الميت من الأموال صافيًا عن تعلق حق الغير بعين من الأموال. (رد المحتار / كتاب الفرائض ١٠/٤٩٣ زكريا، ٦/٧٥٩ كراچی، البحر الرائق / كتاب الفرائض ٩/٣٦٥ زكريا)

ولايجوز لأحدهما أن يتصرف في نصيب الآخر إلا بأمر، وكل واحد منهما كالأجنبي في نصيب صاحبه. (الفتاویٰ الهندية ٢/٣٠١ زكريا)

كما أن أعيان المتوفى المتروكة عنه مشتركة بين الورثة على حسب حصصهم. (شرح المجلة لسليم رستم باز، كتاب الشركة / الفصل الثالث ١/٦١٠ رقم المادة: ١٠٩٢ مكتبة الاتحاد ديوبند)

البيت الرابع هو بيت مال الفيء أهم موارد هذا البيت ما يلي: ألف، ب، ج، د، ٥، و، ز،: مال من مات بلا وارث من المسلمين، ومن ذلک ديته. (الموسوعة الفقهية ٨/٢٥٠ الكويت)

قال القاضي الماوردي والقاضي أبو يعلى: كل مال استحقه المسلمون، ولم يتعين مالكه منهم، فهو من حقوق بيت المال، ثم قال: وبيت المال عبارة عن الجهة لا عن المكان. (الموسوعة الفقهية ٨/٢٤٢ الكويت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۲۳ / ۱۴۴۱/۹/۲۵ھ)

میت کے کپڑوں کو دفن کرنا

سوال (۹۸۸):- میت زندگی میں جو کپڑے استعمال کرتا ہے، مرنے کے بعد اُن کپڑوں کا کیا کیا جائے؟ اِس لئے کہ ہمارے یہاں یہ رواج ہے کہ انتقال کے بعد میت کے کپڑے دفن کردئے جاتے ہیں، اور اُس کے پہننے کو برا سمجھتے ہیں؟ تو کیا اُن کپڑوں میں وراثت جاری ہوگی یا اُن کو دفن کیا جائے گا؟

الجواب حامدًا ومصليًا أما بعد:- میت کے کپڑے بھی ترکہ میں شامل

ہیں، اور اُن میں وارثین کا حق ہے، اور وہ اُسے اگر استعمال کریں تو اِس میں شرعاً کوئی حرج نہیں، اور استعمال کے قابل ہونے کے باوجود اُن کپڑوں کو زمین میں دفن کردینا یا کسی جگہ پھینک دینا یہ مال کا ضیاع ہے، جو شریعت میں منع ہے، اِس لئے اُن کپڑوں کو باقاعدہ تقسیم کرنا چاہئے، یا آپسی رضامندی سے کسی کو دے دینا چاہئے۔

عن المغيرة بن شعبة ...... إني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: إن الله كره لكم قيل وقال وإضاعة المال. (صحيح البخاري رقم: ١٤٧٧، صحيح مسلم رقم: ٥٩٣)

لأن التركه في الاصطلاح ما تركه الميت من الأموال صافيا عن تعلق حق الغير. (رد المحتار ٤٩٣/١٠ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دینی رہنمائی: ۴۱ / ۱۴۴۱/۱۲/۱۸ھ)